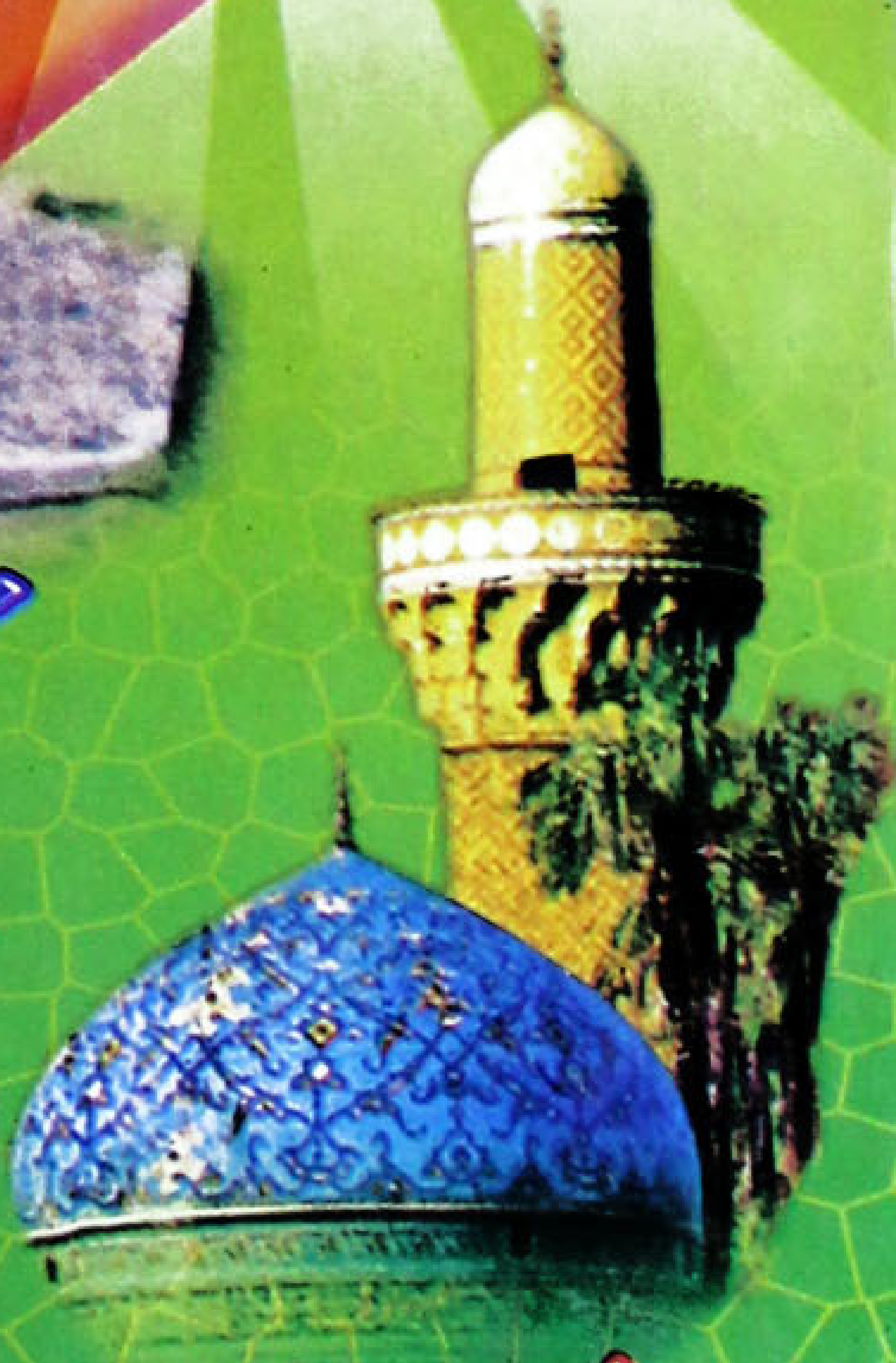
اللہ جل جلالہ کے مشہور ولی

عالم فقری



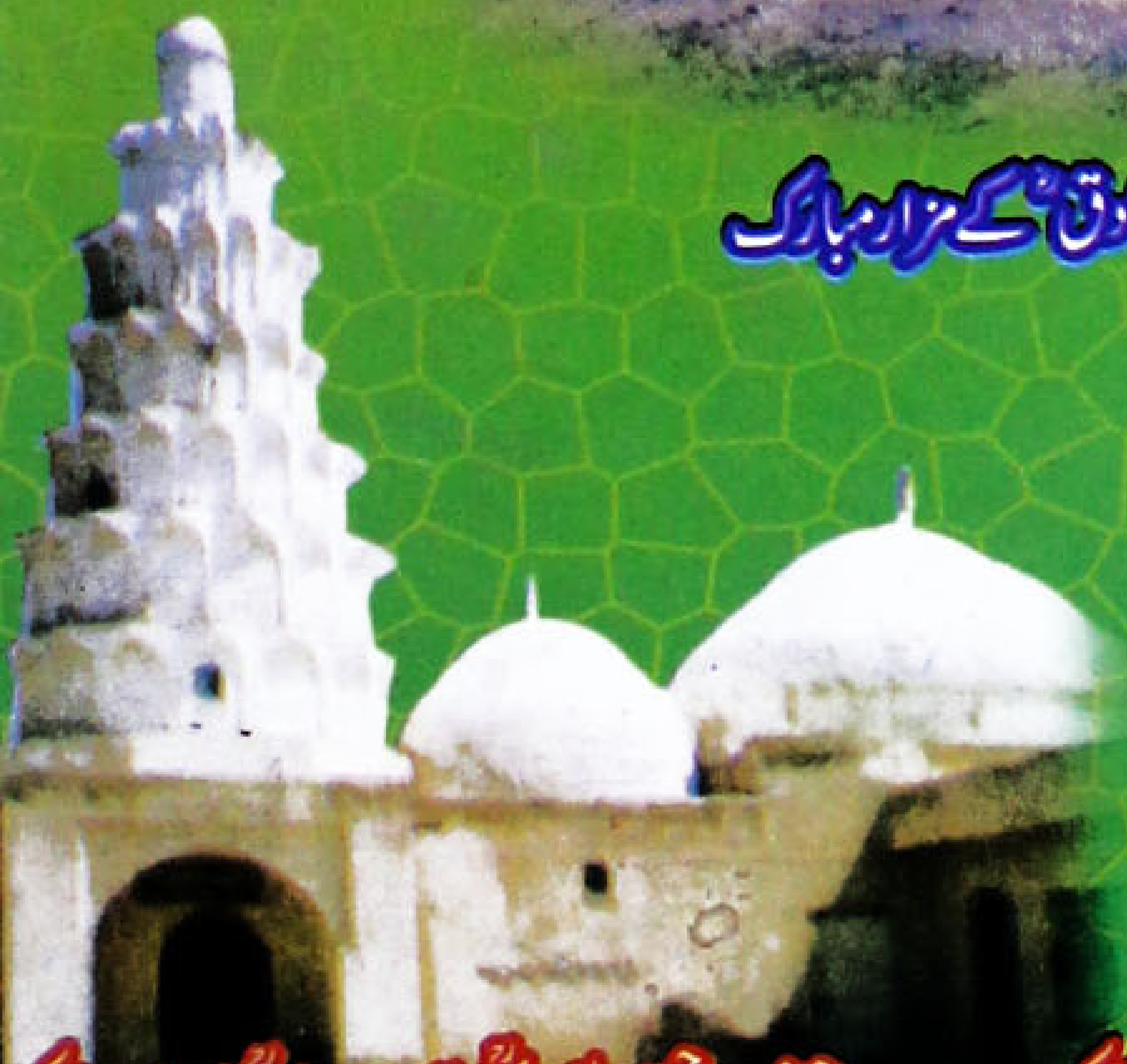
حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا ؓ اور امام جعفر صادق ؓ کے مزار مبارک



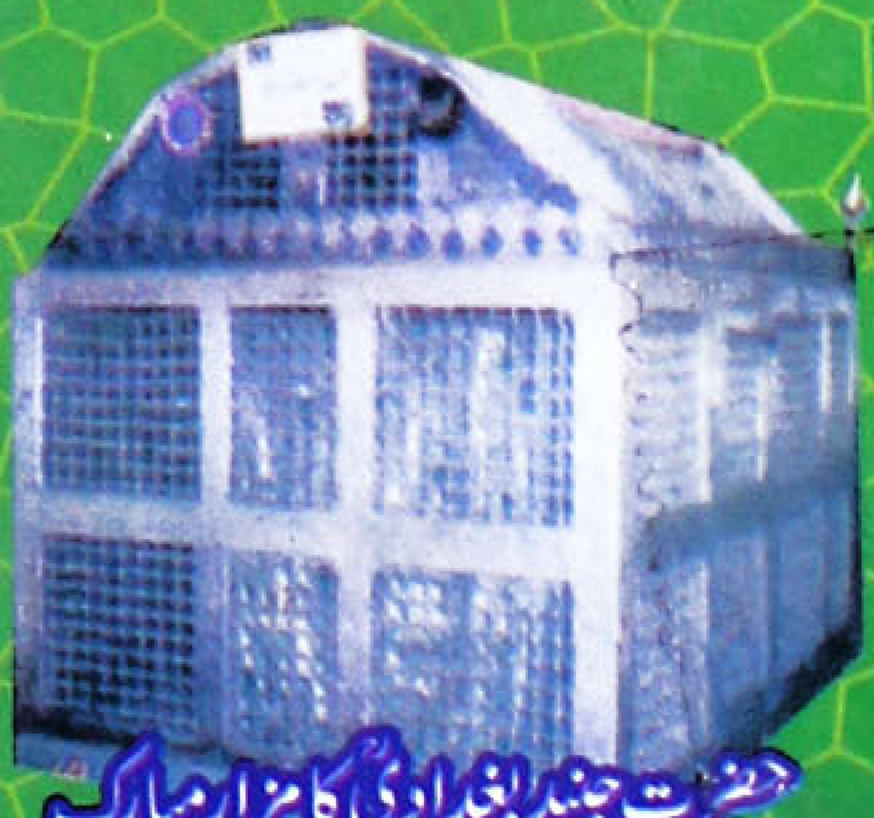
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا روضہ مبارک



حضرت ابوالحسن خرقانی ؒ کا مزار مبارک



حضرت حسن بصری ؒ و ابن سیرین ؒ کا مزار مبارک



حضرت جنید بغدادی ؒ کا مزار مبارک



حضرت ابوبکر شبلی ؒ کا مزار مبارک



حضرت بایزید بسطامی ؒ کا مزار مبارک

ادارہ پیغام القرآن

مشہور اللہ جل جلالہ کے ولی

عالم فقری

ادارہ پیغام القرآن
۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور
042-7323241

نام کتاب ------------ اللہ کے مشہور ولی

مؤلف ------------ عالم فقری

اشاعت ------------ ۲۰۰۵ء

تعداد ------------ ۱۱۰۰

زیر اہتمام ------------ محسن فقری

منتظم ------------ جاوید فقری

پروف ریڈنگ ------------ سعید علی شاہ

کمپوزنگ ------------ ورڈز میکر لاہور

پریس ------------ اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ------------ ۳۷۵ روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فہرست اللہ کے مشہور ولی

مضمون — صفحہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وطن: آپ قرن کے رہنے والے تھے اس لئے آپ کے نام کے ساتھ قرنی کا لفظ لگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ

قرن یمن کے نواح میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جب اس کی تعمیر کے سلسلہ میں کھدائی کی گئی تو زمین سے گائے کا ایک سینگ نکلا۔ عربی میں چونکہ سینگ کو قرن کہتے ہیں اس لئے اس گاؤں کا نام قرن مشہور ہو گیا۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ اسی نام کی نسبت سے قرنی کہلاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر بال بہت زیادہ تھے۔ اس لئے انہیں قرنی کہا گیا۔

ولادت: قرن کا ایک قبیلہ مراد تھا جس کا ایک اہم فرد عامر بن جزء تھا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت اسی کے گھر ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ مگر آپ کی والدہ آپ کو اویس کہہ کر پکارتی تھیں اس لئے آپ اویس قرنی کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپکو سہیل یمنی بھی کہا جاتا تھا۔ بعض کتابوں میں آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان ہوا ہے۔

اویس رضی اللہ عنہ بن عامر بن جزء بن نالک بن عمرو بن مسعدہ بن عمرو بن سع بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد المرادی القرنی۔

تعلیم وتربیت: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی آپ رضی اللہ عنہ کی کم سنی ہی میں وصال فرما گئے اور والدہ ضعیف اور نابینا تھیں۔ جن کی خدمت میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عمر مبارک کا زیادہ تر حصہ بسر فرمایا۔ اس لئے

آپ ظاہری تعلیم حاصل نہ کر سکے۔

دولت ایمان سے سرفرازی: ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فطرت صالح سے نوازا تھا اور آپ کی طبیعت بچپن سے ہی نیک کاموں کی طرف راغب تھی۔ برے کاموں سے آپ کو بڑی نفرت تھی۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کی دعوت لے کر مبعوث ہوئے تو اسلام کا پیغام عرب کے دیگر علاقوں کی طرح یمن میں بھی پہنچا تو آپ نے اس پیغام حق پر لبیک کہا اور ایمان کی دولت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کی گواہی دی چونکہ والدہ ماجدہ ضعیفہ اور نابینا تھیں۔ ان کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہا کرتے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زیارت کی سعادت حاصل نہ کر سکے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے شریعت مطہرہ اور سنت کی جو باتیں سیکھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیض سے سیکھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر خصوصی نگاہ کرم فرمائی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ محبت کرتے تھے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمہ وقت سرشار رہتے تھے۔ اپنی تمام زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور سنت مطہرہ کی پیروی میں گزار دی۔

احادیث عظمت وفضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ایسے ہیں جن سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان اور عظمت ظاہر ہوتی ہے جو حسب ذیل ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص قبیلہ مراد سے ہے اس کا نام اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے وہ تمہارے پاس یمن کے وفود میں آئے گا۔ اس کے جسم پر برص کے داغ تھے جو مٹ چکے ہیں۔ صرف ایک داغ جو درہم کے برابر ہے باقی ہے وہ اپنی والدہ ماجدہ کی بہت خدمت کرتا ہے۔ جب وہ اللہ عزوجل کی قسم کھاتا

ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو پوری کرتا ہے۔ اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لینا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تابعین میں میرا دوست اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے۔ اس کی ماں ہوگی جس کی وہ خدمت کرتا ہوگا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بات کرے تو اللہ تعالیٰ قسم پوری کرتا ہے۔ اس کے جسم پر ایک سفید داغ ہوگا۔ اے صحابہ! (رضوان اللہ اجمعین) تم اگر ملو تو اس سے دعا کروانا۔

مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں سے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ مضر اور قبیلہ ربیع کے آدمیوں سے زیادہ لوگ بہشت میں جائیں گے اور اس کا نام اویس رضی اللہ عنہ ہوگا۔

ابن شیبہ میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ اویس بن عبداللہ قرنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ تحقیق اس کی دعائے مغفرت سے میری امت قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر تعداد میں بخش دی جائے گی''۔

مستدرک حاکم میں حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''تابعین میں میرا بہترین دوست اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی یمن کی طرف رخ فرماتے اور سینہ مبارک سے کپڑا اٹھاتے تو فرماتے کہ میں یمن کی طرف سے نسیم رحمت پاتا ہوں۔

مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تابعین میں سب سے بہتر ایک شخص ہے جس کا نام اویس رضی اللہ عنہ ہے اس کی ایک ضعیف والدہ ہے۔ اویس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر برص کا نشان ہے۔ پس جب اس سے ملو تو اسے کہنا کہ امت کے حق میں مغفرت کی دعا کرے''۔

<u>مدینہ کی طرف پہلا سفر:</u> حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نابینا اور ضعیفہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ مگر ہمیشہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں بسا کر دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کو دل میں پروان چڑھاتے رہے۔ جب شوق زیارت نے بے حد جوش مارا تو آخر کار ایک روز ہمت کر کے آپ نے والدہ ماجدہ سے چار پہر کی رخصت طلب کر ہی لی۔ والدہ صاحبہ نے اجازت دیتے ہوئے کہا کہ آٹھ پہر میں میرے پاس آ جانا۔ آپ نے ان کی ضروریات کی تمام اشیاء ان کے سرہانے رکھیں اور کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اسی حلیہ میں سفر مدینہ شروع فرمایا۔

سفر کے دوران آپ رضی اللہ عنہ ننگے پاؤں بال بکھرے ہوئے، کمبل کندھوں پر رکھے بے تابی سے بھاگے چلے جاتے تھے۔ شوق زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جذبات میں ایک پرلطف تبدیلی محسوس کرتے تھے، زاروقطار روتے چلے جاتے تھے۔ قرن (یمن) سے مدینہ شریف تک کے طویل راستہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے پیدل اور قافلوں کی مدد سے صرف چار پہر میں مکمل فرمایا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کی حالت ناقابل برداشت تھی اور لوگوں سے بے تابی کی حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے تھے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شہر مدینہ کی مٹی اور در و دیوار کو چومتے چومتے آخر کار

حجرہ مبارک تک پہنچے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گھر میں تشریف رکھتی تھیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ہیں نہ جانے کب واپس تشریف لائیں گے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس تشریف لائیں تو میرا سلام پہنچا دیں اور بتائیں کہ قرن سے آپ کا غلام آپ کی دید کیلئے بے قرار حاضر خدمت ہوا تھا۔ مگر آہ! شرف زیارت سے محروم رہا۔ شاید میری قسمت میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا کہ ایسے حلیہ کا شخص آئے تو اسے روکنا۔ چنانچہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر چاہو تو مسجد نبوی شریف میں انتظار کرلو مگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میرے پاس وقت بے حد قلیل ہے۔ میری والدہ نابینا اور ضعیف ہیں' میں ان سے صرف آٹھ پہر کی اجازت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ چار پہر آنے میں سفر کے دوران لگ گئے اور چار پہر واپسی کے سفر کے لئے درکار ہیں۔ شاید ان آنکھوں کی قسمت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ تھا اس لئے میں واپس جا رہا ہوں۔ میرا سلام عرض کر دیجئے گا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی واپسی کے کچھ دیر بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پرنم آنکھوں سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا سلام اور پیغام دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو حکم فرمایا کہ جلدی سے مدینہ شریف کے اطراف میں پھیل جاؤ اور دیوانہ رسول حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو۔ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے رضوان اللہ اجمعین فوراً مدینہ شریف میں حضرت

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے۔ ہر طرف تلاش کیا گیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کافی دور تشریف لے جا چکے تھے کیونکہ انہیں جلد از جلد والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا تھا۔ اس طرح عاشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری آنکھوں سے دیدار نہ کر سکے۔

ایک روایت کے مطابق جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واپس چلے جانے کے بعد حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو آتے ہی دریافت فرمایا کہ اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آج یہ نور کیسا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پرنم آنکھوں سے عرض کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حلیے کا ایک دیوانہ آپ کی زیارت کرنے قرن سے حاضر ہوا تھا۔ سلام کہہ کر چلا گیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پرنم آنکھوں سے فوراً باہر تشریف لائے اور جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ نور اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ہے وہی دیوانہ آیا ہوگا۔

سفر مدینہ کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی آمد اور فوراً واپسی کی خبر سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عاشق زار کی محبت میں آنسو بہائے۔

بعض کتب میں اس واقعہ کی روایت کچھ اس طرح درج بھی ہے کہ ایک مرتبہ دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتیاق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ پر اس قدر غالب آ گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف آنے کا ارادہ کیا۔ مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوہ میں شرکت کیلئے مدینہ شریف سے باہر جانا پڑا۔ ہم سب کے غم خوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد کوئی مہمان آئے گا۔ اگر وہ یہاں آئے تو اس کی خوب مہمان نوازی کی جائے اور ہر طرح سے خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا ہی پارسا شخص ہے اور میری واپسی تک اسے روکنے کی کوشش کی جائے۔ اگر وہ نہ رکنا چاہے تو اس کو مجبور نہ کیا

98164

جائے مگر اس کی شکل وصورت یاد رکھ لی جائے۔ یہ حکم فرما کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔ بعد میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف پہنچے مگر جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ شریف میں موجود نہیں ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت واپسی کا قصد کیا۔ انہیں روکنے کی بہت کوشش کی گئی مگر وہ نہ رکے اور نہ ہی کسی قسم کی خاطر کروائی اور واپس لوٹ گئے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فوراً پوچھا کہ کیا کوئی مہمان آیا تھا۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص جو کہ یمن سے آیا تھا' اس کی شکل وصورت چرواہوں جیسی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر موجود نہیں ہیں۔ ایک لمحہ بھی یہاں نہ ٹھہرا اور چلا گیا''۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا؟'' عرض کی ''نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو بالکل نہیں جانتی''۔ فرمایا ''وہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھا جو میرے دیدار کیلئے یہاں آیا تھا اور دیدار کی حسرت دل میں لے کر واپس چلا گیا اور وہ ٹھہر بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کی والدہ جو کہ بوڑھی اور نابینا ہے۔ اس کی نگہداشت کرنے والا اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور یہ وہ شخص ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا چاہنے والا ہے۔ جس کو صرف ذکر الٰہی سے غرض ہے اور وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہے۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ میرا عاشق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مقام پر رشک آنے لگا اور فرمانے لگیں۔ ''اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم! وہ واقعی کس قدر عظیم ہوگا' جس کی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ کی تعریف اللہ عزوجل اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کریں''۔

مدینہ منورہ کا دوسرا سفر: ایک روایت کے مطابق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ایک بار مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ اس وقت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہری پردہ فرما چکے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے زمانہ میں کیوں نہ تشریف لائے؟ فرمایا ''میری والدہ ضعیف اور علیل تھیں وہ مجھے ہمیشہ اپنے پاس رکھتی تھیں اور میں ان کی خدمت میں مشغول رہا اس لئے نہ آ سکا''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا ''ہم نے تو اپنے والدین مال و متال سب کچھ آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور فرمایا ''اچھا آپ لوگوں (رضوان اللہ اجمعین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک و جمال و کمال بیان کرو''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بعض نشانات بدن مبارک اور معجزات بیان فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میرا سوال ہیئت ظاہری سے نہ تھا بلکہ مقصود سوال حلیہ باطنی اور جمال معنوی کے بیان سے تھا۔ صحابٔہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا کہ ہم جو کچھ جانتے تھے بتا دیا اگر آپ رضی اللہ عنہ مزید کچھ ارشاد فرمانا چاہیں تو فرمائیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرط محبت میں جھوم گئے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل اور جمال و کمال کا اس انداز میں بیان فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر بے خودی اور مستی طاری ہو گئی۔ جذب و رقت سے نڈھال ہو کر زمین پر گر گئے ذرا سنبھلے تو اٹھے اور فرط محبت سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چومنے لگے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی اگرچہ شان بڑی اعلیٰ ہے مگر انہوں نے جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا عاشقانہ انداز میں بیان سنا تو مسرت کی وجہ سے انہوں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چوم لئے۔

کتاب خلاصۃ الحقائق میں درج ہے کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مسجد نبوی شریف کے دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس زمین میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں وہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے اور ایسی مقدس ومطہر زمین پر قدم رکھنا سوء ادبی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ملنے کا شرف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں اپنا جبہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہنچانے اور ان سے امت کی بخشش کی دعا کی بابت فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تلاش بسیار کے باوجود حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پتہ نہ چلا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک اور پیغام اس عاشق تک نہ پہنچ سکا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں ان کا پتہ چلا تو فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ ایک روایت کے مطابق عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

یمن پہنچ کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا پوچھا گیا تو ان کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت کہاں ہیں۔ اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس وقت نماز مغرب ادا کرنے کے بعد ابدالان کی روش پر جاتے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ادھر کو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سلام کیا تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے لفظ ''ہو'' نکلا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر حال کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انہیں اٹھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لے گئے جنہوں نے کچھ پڑھ کر ان پر دم فرمایا

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے۔ پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ انہوں نے ساری کیفیت کہہ سنائی اور فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ ہی ہیں جن کی ملاقات کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ اب پھر ادھر جائیں اور جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں تو ان سے ہمارا سلام کہیں اور بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین آپ رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ پسند فرمائیں ملاقات کا موقع دیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پیغام پہنچایا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعتہ المبارک کے دن صبح کی نماز ہمارے ساتھ ادا فرمائیں۔ البتہ رئیسان یمن کو بھی ساتھ لیتے آئیں۔ اس وقت تک یمن بلکہ قصبہ قرن میں بھی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو کوئی نہ جانتا تھا۔ جمعتہ المبارک کے دن جب مقررہ جگہ پر پہنچے تو سامنے ایک چبوترہ نظر آیا۔ قریب گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک خلقت جمع ہے اور نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سر مبارک پر چتر شاہی سجائے شاہانہ لباس زیب تن کئے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں۔ رئیسان یمن حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ منظر دیکھتے رہ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے پہنچنے پر آپ رضی اللہ عنہ ملاقات کر کے نماز میں مشغول ہو گئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے مختصر گفتگو فرمائی اور پھر رخصت فرمایا۔

کہتے ہیں کہ یہ سب تخت و تاج خیمہ گاہ اور لشکر درگاہ ربّ العالمین سے فرشتے لائے تھے تاکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اصل شان کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی جائے اور اب اس خیمہ گاہ کو فرشتے اٹھائے دنیا میں پھرتے ہیں انہیں جدول کہتے ہیں۔

بروایت دیگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک لے کر قرن کے جنگل میں پہنچے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آہٹ محسوس ہوئی تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر فرمایا کہ آج سے پہلے مجھے کسی نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ صاحبان کون ہیں؟ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سلام کیا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور خاموش کھڑے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوچھا ''آپ رضی اللہ عنہ کا نام کیا ہے'' فرمایا ''عبداللہ'' (کچھ لوگوں کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن عامر ہے جبکہ عبداللہ کہنے سے مراد اللہ کا بندہ کہنا بھی ہوسکتا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ زمین و آسمان اور ان کے مابین ہے سب معبود برحق کی بندگی میں مصروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو پروردگار کعبہ اور اس حرم کی قسم اپنا وہ نام بتایئے جو آپ رضی اللہ عنہ کی ماں نے رکھا ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ لوگ رضی اللہ عنہم کیا چاہتے ہیں؟'' میرا نام اویس رضی اللہ عنہ ہے''۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا ''اپنا پہلو کھول کر دکھایئے'' جب پہلو کھول کر دیکھایا تو انہوں نے برص کا نشان دیکھا تو فرمایا۔ ''ہم نے یہ سب کچھ تحقیق حال کے کیا تھا کیونکہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضوان اللہ اجمعین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی جو نشانیاں بتائی تھیں وہ ہم نے دیکھ لی ہیں۔ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچائیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کی دعا کروائیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔'' دعا کے لائق تو آپ رضوان اللہ اجمعین ہیں (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی بلند و اعلیٰ شان کی طرف اشارہ فرمایا) صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جواب میں فرمایا ہم تو دعا کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی حسب حکم و وصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جبہ مبارک لیا اور دور ایک طرف کو چلے

گئے۔ جبہ مبارک کو آگے رکھ کر سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کرنے لگے۔ ''یا الٰہی! میں یہ مرقع اس وقت تک نہ پہنوں گا جب تک میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو بخشش نہ دے'' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خواہش اور ہر حکم پورا ہو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ پہنیں۔ اب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی اس میں شامل ہے کہ جبہ مبارک پہنا جائے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے جبہ مبارک پہننے سے قبل اللہ تعالیٰ کے حضور یہ شرط پیش کر دی کہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تب ہی پورا ہوگا جب تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بخش دینے کی خوشخبری سنائے گا۔ ایک اور نکتہ جو واضح کرتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اپنی وصیت کے ذریعے ایسا کرنے کا اشارہ فرمایا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت ہے اتنی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مبارک جس عاشق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرما رہے ہیں۔ انہیں بھی امت کی بخشش کی دعا کرنے کا حکم فرما رہے ہیں)۔

جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو سجدہ میں زیادہ دیر ہوگئی تو صحابہ رضوان اللہ اجمعین خیال ہوا کہ شاید وصال نہ فرما گئے ہوں۔ وہ قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔ اگر آپ رضوان اللہ اجمعین ادھر تشریف نہ لاتے تو میں اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتا۔ جب تک مجھے ساری امت کی بخشش کا مژدہ نہ سنا دیا جاتا۔ بہرحال اب بھی اللہ تعالیٰ نے اس قدر (یعنی قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر) امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگاروں کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد دونوں قبیلوں کا نام لے کر ان کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر

گنہگاروں کی تعداد کی بخشش کی خبر سنائی تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے کلمہ پڑھا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کی ایک اور دلیل کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے مسرت کے ساتھ فرمایا کہ (غیب کا علم جاننے والے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و سچ فرمایا تھا کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ کی شفاعت پر ربیعہ اور مضر نامی قبائل کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کی بخشش ہوگی۔)

مندرجہ بالا روایت میں بھیڑ بکریوں کے بالوں کا ذکر ہے۔ یہ قبائل بھیڑ بکریوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے سارے بلا والعرب میں معروف تھے۔ دوسرا یہ کہ یہاں کی بھیڑ بکریوں کے بال بھی بہت زیادہ ہوتے تھے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ علاقے نسبتاً اونچائی پر واقع تھے اس لئے یہاں بھیڑ بکریوں کے بال بھی بہت زیادہ ہوتے تھے۔ ایک انسان کے جسم پر پانچ لاکھ سے زائد بال ہوتے ہیں تو سوچیے ایک بھیڑ یا بکری کے جسم پر کتنے بال ہوں گے اور وہ بھی ان معروف قبائل کی بھیڑ بکریوں کے۔

تمام روایتوں میں مکان (یعنی دونوں قبائل) کی تو قید ہے مگر زمان کی قید نہیں تو یہ واضح ہوا کہ ان قبائل کی ازل سے ابد تک جتنی بھیڑ بکریوں جنم لیتی رہیں گی۔ ان سب کے بالوں کے برابر امتی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کے صدقے میں داخل بہشت ہوں گے۔ ظاہر ہے اس تعداد کا اندازہ لگانا بھی ہمارے لئے ناممکن ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی تلاش و جستجو میں رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ یمن سے مجاہدین کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا کہ مرکز سے ہدایات لے کر افواج اسلام میں شامل ہو جائیں۔ جو عراق عجم، ایران، شام وغیرہ میں مصروف جہاد تھیں۔ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس قافلے کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے

بارے میں پوچھا۔ لوگوں کے بتانے پر آپ رضی اللہ عنہ سیدھے ان کے پاس قرن تشریف لے گئے اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ کا نام اویس رضی اللہ عنہ ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری والدہ ہیں؟ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں" اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سنا تھا۔ بیان فرمایا اور دیکھا تو تمام نشانیاں ان میں موجود تھیں۔ آپ نے گفتگو فرمانے کے بعد دعائے مغفرت کیلئے فرمایا تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔

اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں سے کسی بھی صحابی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات سے اگلے سال کوفہ کا ایک معزز شخص حج کے لئے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ "اے امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ! وہ نہایت تنگدستی میں ہیں اور ایک بوسیدہ جھونپڑی میں رہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں حدیث مبارکہ سنائی اور اس کے ذریعے اسلام بھیجا۔ واپسی وہ شخص اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ابھی تازہ تازہ ایک مقدس سفر سے آ رہے ہو۔ اس لئے تم میرے لئے دعا کرو پھر پوچھا تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے تھے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے فرمایا "اے اویس! رضی اللہ عنہ آپ رضی

اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیوں نہ ہوئے؟ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب نہ دیا کہ میں ماں کی خدمت اور غلبہ حال کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہوا بلکہ الٹا انہی سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہما دونوں حضرات معرکہ احد میں شریک تھے۔ بتایئے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دانت مبارک شہید ہوا تھا؟ صحابہ کرام رضوان اجمعین نے اس بات پر کبھی غور نہ فرمایا تھا لہٰذا جواب میں فرمایا کہ ہمیں خیال نہیں کہ کون سا دانت مبارک تھا۔ اس پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے غلبہ محبت میں اپنے دانت ایک ایک کر کے توڑنے کا واقعہ سنایا کہ اس وقت میں قرن کے جنگل میں اپنے بھائی کے اونٹ چرا رہا تھا۔ مجھے اچانک خبر ملی کہ میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت مبارک ابھی ابھی معرکہ احد میں شہید ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنا ایک دانت توڑا پھر خیال ہوا۔ واللہ اعلم شاید یہ دانت نہ ہو پھر دوسرا توڑا پھر تیسرا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ ڈالے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سنا تو بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا ''میرے لئے دعا فرمایئے''

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اپنی دعا کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے خاص نہیں کرتا بلکہ ہر شخص کیلئے جو بحر و بر میں ہے۔ ہر نماز کے بعد مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے تمام مومن مردوں اور عورتوں' مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش طلب کرتا ہوں۔

<u>آپ سے حضرت ہرم بن حیان کی ملاقات:</u> حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کی شہرت جب عام ہوئی تو بہت سے حضرات کے دل میں یہ تمنا اور خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کی زیارت کی جائے اور آپ سے ملاقات کی جائے۔ انہی بزرگوں میں حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ یہ بڑے بلند مرتبہ بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے دل میں بھی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کی شدید خواہش موجود تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے

کہ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ

''میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اس کی شفاعت کی بدولت میری امت قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر تعداد میں بخشی جائے گی''۔

تو ان کو اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور مقام شفاعت کے بارے میں علم ہوا دل میں اس امنگ نے جنم لیا کہ ایسے باکمال مرد کامل کی زیارت سے مشرف ہوا جائے اور آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی جائے اور خود چل کر یہ بھی دیکھا جائے کہ قبیلہ مضر اور قبیلہ ربیعہ کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کتنی ہے۔ اپنی اس خواہش کو تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے حضرت ہرن بن حیان رضی اللہ عنہ نے سفر کی تیاری شروع کی اور قرن کی راہ پر ہو لئے۔ بڑی چاہت اور خلوص نیت کے ساتھ سفر طے کرتے ہوئے قرن پہنچے تاکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کریں لیکن قرن میں پہنچ کر پتہ چلا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں ہیں اور کسی اور شہر میں قیام پذیر ہیں۔ چنانچہ زیارت کی حسرت دل میں لئے واپس مکہ مکرمہ کی راہ لی۔

ایک دن کسی نے حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کوفہ میں دیکھے گئے ہیں۔ اس خبر کو سنتے ہی حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے رخت سفر باندھا اور کوفہ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ جب کوفہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کوفہ میں ہی مقیم تھے لیکن چند یوم ہوئے۔ آپ کوفہ سے کسی اور شہر تشریف لے جاچکے ہیں۔ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کے دل میں زیارت کی حسرت ہی رہ گئی آخر یہ سوچ کر کہ کبھی تو آپ کوفہ واپس تشریف لائیں گے۔ کوفہ میں ہی قیام پذیر ہوگئے۔ ایک مدت تک کوفہ میں مقیم رہے مگر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کوفہ نہ لوٹے پھر ان کو کہیں سے یہ خبر ملی کہ آپ کو

بصرہ میں دیکھا گیا ہے۔ زیارت کی خواہش میں شدت پیدا ہوئی اور ایک جذبہ اور شوق کے تحت بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے چونکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اس سے پیشتر کبھی دیکھا نہ تھا۔ اس لئے راستے میں لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے بتایا کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ سیدھے دریائے فرات پر پہنچے وہاں پر دیکھا کہ ایک بزرگ جسم مبارک پر خرقہ پاک لپیٹے ہوئے برلب فرات وضو کرنے میں مشغول ہیں۔ فوری طور پر پہچان لیا کہ یہی اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جب وضو فرما لیا تو پھر اپنے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے بالوں کو سنوارا اور جب وہاں سے ایک طرف کو تشریف لے جانے لگے تو حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سامنے ہو کر سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ اے ہرم بن حیان! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ یہ جواب سن کر حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے اور حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ ارشاد فرمایا' میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی کمزوری کو دیکھ کر ان کے قلب پر رقت طاری ہو گئی اور اس قدر خیال کیا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ اے ہرم! تجھے اللہ ربّ العزت زندگی دے' یہاں پر تم کیسے آئے ہو اور مجھے کیسے پہچانا ہے؟' میں نے عرض کی' جیسے آپ نے مجھے پہچانا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میری روح نے آپ کو پہچان لیا ہے اس لئے کہ دونوں کی روحوں کو ایک دوسرے سے آشنائی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں کچھ دیر آپ کی صحبت میں رہ لوں۔ ارشاد فرمایا

جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سائے میں رہو۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مجھے رخصت فرما دیا۔ اس دوران جو گفتگو انہوں نے میرے ساتھ فرمائی اس میں زیادہ تر باتیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھیں۔ اسی گفتگو کے دوران حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روایت سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک مجھے سنائی۔ فرمایا کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"بے شک اعمال کی جزاء نیتوں پر ہے اور ہر ایک شخص کیلئے وہی بدلہ ہے جو اس کی نیت ہو تو جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی اور جس نے دنیا کے حصول کی خاطر ہجرت کی یا کسی عورت کیلئے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس نیت سے ہجرت کی"۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات وزیارت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے ہرم! "اپنے قلب کی نگرانی ہر قسم کے اندیشہ غیر سے رکھ" یعنی اپنے دل کی حفاظت خوب اچھی طرح کر اور اس میں کسی غیر اللہ کو جگہ نہ دے۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے دل کو حق کے تابع کر لے اور اپنی خواہشات کو اپنے دل کا تابعدار بنا لے۔ دل پر خواہشات کا غلبہ نہ ہونے پائے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کو بہت ہی اچھی نصیحت فرمائی۔ اسی ملاقات کے دوران حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے کس طرف کو جانے کا حکم فرماتے ہیں تاکہ میں اس طرف کو جاؤں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہاں پر میں گزر بسر کیسے کروں گا؟ یہ بات سن کر آپ فوراً جلال

میں آ گئے اور ارشاد فرمایا ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے اور وہ شک میں پڑ گئے ہیں۔ ایسے دلوں کو نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے۔ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو آپ کی خدمت میں آسودگی حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد فرمایا' آج تک تو ایسا کوئی شخص نہ دیکھا تھا جو باری تعالیٰ کو جانتا ہو اور اس کے باوجود آسودگی کسی انسان میں تلاش کر رہا ہو۔

حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ مجھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مبارکہ سنائیں تاکہ میں آپ کی زبان اطہر سے سن کر یاد کرلوں۔ ارشاد فرمایا اے ہرم! میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور نہ ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرسکا ہوں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میں نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے والوں کو دیکھا ہے اور میں نے بھی تم لوگوں کی طرح ان کی زبان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ سنی ہیں۔ لیکن میں ہرگز اس کام کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ میں محدث یا قاضی بنوں۔ میں تو اپنے کام پورے نہیں کرسکتا دوسروں کو کیا نصیحت کروں۔ یہ فرما کر آپ نے حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور رونے لگے۔

حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے درخواست کی کہ پھر قرآن پاک کی چند آیات مبارکہ ہی تلاوت فرما دیجئے کہ میرے دل میں اس بات کی بھی خواہش ہے کہ آپ کی زبان اطہر سے قرآن مجید کی تلاوت سنوں۔ میں اللہ تعالیٰ کیلئے آپ کو دوست رکھتا ہوں میرے حق میں دعا بھی فرمایئے اور مجھے کچھ نصیحتیں بھی فرمایئے تاکہ میں آپ کی نصیحتیں ہمیشہ یاد رکھوں۔ میری بات سن کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور پڑھا۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ یہ پڑھنا تھا کہ آپ چیخ مار کر رونا شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حالت کچھ سنبھلی تو فرمایا' میرے پروردگار کا ذکر بلند ہے۔ اس کا فرمان سب سے

زیادہ سچا اور برحق ہے۔ سب سے زیادہ سچی بات اس کی ہے اور سب سے اچھا کلام اس کا ہے۔ اس کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک سورۃ الدخان کی آیات حم سے ھُوَالْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ تک تلاوت فرمائیں (جس کا ترجمہ یہ ہے)

''حٰمٓ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے اس کو ایک مبارک والی رات (یعنی شب قدر) میں نازل فرمایا۔ ہم ڈرانے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔ ہم بوجہ نعمت کے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے ہوتی آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے۔ وہ تمہارا بھی ربّ ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی ربّ ہے بلکہ وہ (جو) شک میں ہیں۔ کھیل میں مصروف ہیں۔ سو آپ (ان کیلئے) اس دن کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے۔ یہ (بھی) ایک دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس سے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ (کسی بشر کا) سکھلایا ہوا ہے' دیوانہ ہے' ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے۔ پھر تم اپنی اس حالت پر آ جاؤ گے جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے۔ (اس دن) ہم (پورا) بدلہ لیں گے۔ اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور (وہ آزمائش یہ تھی کہ) ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے

بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالہ کردو۔ میں تمہاری طرف (اللہ تعالیٰ کا) رسول (ہوکرآیا) ہوں دیانتدار ہوں اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم اللہ تعالیٰ سے سرکشی مت کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی) پیش کرتا ہوں اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں۔ اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر یا غیر پتھر سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں۔ تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا۔ ان کا سارا لشکر ڈبویا جائے گا۔ وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے۔ (یہ قصدا) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنادیا نہ تو ان پر آسمان وزمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم وستم) سے نجات دی۔ واقعی وہ بڑا سرکش (اور) حد (عبودیت) سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں تمام) دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرا کے) لاموجود کرو۔ یہ لوگ (یاقوت وشوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہو گزری ہیں ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا۔ وہ نافرمان

تھے اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا ہے کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہیں (بلکہ) ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بے شک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آئے گا اور نہ ان کی کچھ حمایت کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست ہے مہربان ہے"۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمانے کے بعد ایک چیخ ماری اور ایسی خاموشی اختیار کی کہ مجھے خیال ہوا کہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف توجہ فرمائی اور مجھ سے ارشاد فرمایا اے ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ جب سونے لگو تو موت کو اپنے سرہانے کے نیچے خیال کرو اور جب جاگو تو اپنے سامنے کھڑی پاؤ۔ تم جانتے ہو تمہارے باپ کا انتقال ہو گیا بہت جلد تمہیں بھی مرنا ہے کیا خبر جنت میں جائے یا جہنم میں۔ اے ابن حیان! آدم علیہ السلام انتقال کر گئے۔ بی بی حوا سلام اللہ علیہا انتقال کر گئیں۔ حضرت نوح علیہ السلام انتقال کر گئے اور میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وصال فرما گئے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اے ابن حیان! آج میرے بھائی عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی وصال فرما گئے۔ یہ کہہ کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے واعمراہ کا ایک زبردست نعرہ لگایا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت بقید حیات تھے۔ اس لئے میں نے آپ سے پوچھا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کیا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا' مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے

کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور اگر تم میری بات کو سمجھو تو ہمارا تمہارا شمار مردوں میں ہی ہے۔ ہونے والی بات تو ہو چکی ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجا اور چند دعائیں پڑھنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب، نیکوں کی راہ پر چلنا اور اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام پڑھنا۔ یہ میری وصیت ہے۔ میں نے اپنی موت کی خبر دی اور تمہاری موت کی خبر دی۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنا اور کسی بھی لمحہ اسے نہ بھولنا واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا اور اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرنا اور اپنے نفس کیلئے جدوجہد کرنا اور جماعت کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور قیامت کے دن تمہیں جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑ جائے۔ پھر فرمایا، اے اللہ! یہ آدمی کہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے تیرے لئے محبت کرتا ہے اور اس نے مجھ سے ملاقات بھی تیرے ہی لئے کی ہے۔ پس اے پروردگار اس کا چہرہ مجھے جنت میں بھی دکھانا اور اپنے سلامتی کے گھر میں اس سے ملاقات کا مجھے موقع بھی عطا کرنا۔ یہ جہاں کہیں بھی اس فانی دنیا میں رہے اس کی حفاظت فرمانا اس کے روزگار کو اس کے ہاتھ میں رہنے دینا اور اس کو تھوڑی دنیا پر آسودگی عطا کرنا اور اے پروردگار! تو نے اسے دنیا سے جو حصہ دیا ہے اس کیلئے اس میں آسانی فرمانا اور اپنی عنایات اور نعمتوں کا اسے شکر گزار بنانا اور اسے اچھا بدلہ عطا فرمانا۔

حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ اس ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جب میرے حق میں دعا کر چکے تو پھر میری طرف متوجہ ہو کر مخاطب ہوئے۔ فرمایا اے ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ حافظ۔ اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تمہیں میں آج کے بعد پھر نہ دیکھوں۔ میں شہرت کو پسند نہیں کرتا تنہائی اور خلوت نشینی کو عزیز رکھتا ہوں۔ دنیا میں جب تک لوگوں کے درمیان زندہ رہوں گا

بہت ہی رنج و الم کے ساتھ رہوں گا۔ اس لئے تم آئندہ میری تلاش نہ کرنا البتہ یہ بات ضرور ہے کہ میرے دل میں تمہاری یاد موجود رہے گی اس کے بعد نہ تم مجھے دیکھ سکو گے اور نہ میں تمہیں دیکھ سکوں گا۔ میری یاد اپنے دل میں رکھنا اور میرے حق میں دعائے خیر بھی کرتے رہنا میں بھی انشاء اللہ تمہاری یاد رکھوں گا اور تمہارے حق میں دعائے خیر کرتا رہوں گا۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایک طرف چل پڑے۔ میں بھی ہمراہ ہو گیا کہ شاید ان کی صحبت کے چند لمحے مزید مجھے مل جائیں لیکن آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا پھر جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ہم دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نہ جانے کس طرف کو تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ کو کافی تلاش کیا گیا مگر آپ کے بارے میں کسی سے بھی کوئی اطلاع نہ ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ان پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرمائے۔ حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں واپس مدینہ طیبہ پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں۔ اس طرح مجھے اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور پھر جس دن سے میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی اس ملاقات کے بعد کوئی ہفتہ ایسا نہ گزرتا تھا کہ جس سے مجھے ایک دو مرتبہ خواب میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت نہ ہوتی۔

غیب سے اللہ نے روٹی پہنچا دی: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں آپ پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ تین دن تک کھانے کے لئے کچھ بھی نہ ملا۔ جب چوتھا دن ہوا تو آپ باہر نکلے۔ آپ کے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ جس سے اپنی بھوک مٹاتے نہ ہی کوئی رقم پاس موجود تھی کہ جس سے کھانے پینے کی کوئی چیز خرید لیتے روٹی کیلئے اور اپنے پیٹ کی بھوک مٹانے کیلئے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا آپ کی شان فقر کے خلاف تھا۔ آپ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک دینار زمین پر پڑا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی طرف دیکھا مگر اسے نہ اٹھایا۔ اس لئے کہ دل میں یہ خیال پیدا

ہوا کہ یہ دینار کسی کا زمین پر گر گیا ہے اور چونکہ میرا نہیں ہے اس لئے اس کو میں کیوں اٹھاؤں۔ یہ سوچ کر آپ نے دینار کو وہیں چھوڑا اور آگے بڑھ گئے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ چلتے چلتے بیابان کی طرف نکل گئے۔ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر چاہا کہ کھانے کیلئے اور تو کوئی چیز نہیں ملتی۔ درختوں کے پتوں سے ہی پیٹ بھر لیا جائے ابھی آپ اسی سوچ میں مگن تھے کہ آپ کو ایک بکری دور سے آتی ہوئی دکھائی دی جس کے منہ میں ایک روٹی تھی۔ وہ منہ میں روٹی دبائے آپ کی طرف دوڑی چلی آ رہی ہے۔ بکری آپ کے پاس آ کر رک گئی۔ آپ نے سوچا کہ شاید یہ بکری اپنے مالک کی روٹی اٹھا کر لے آئی ہے۔ اس لئے اس کے منہ سے روٹی کھینچنا اچھی بات نہیں ہے کیونکہ یہ روٹی کسی اور کی ملکیت ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ابھی اسی سوچ میں ہی تھے کہ بکری نے زبان حال سے کہا اے اویس قرنی رضی اللہ عنہ میں بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ پر یقین کریں کہ یہ روٹی جو میں لے کر آئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کیلئے بھجوائی ہے۔ یہ سن کر آپ نے بکری کے منہ سے روٹی پکڑی اور کھانا شروع کر دی۔ بکری وہاں سے اسی وقت غائب ہو گئی۔

اونٹوں کا اللہ کی حفاظت میں رہنا: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ شتر بانی کا کام کیا کرتے تھے اور یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ جس زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ قرن کی مضافات میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ان دنوں یمن میں بھیڑیئے مل کر اونٹوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور ان کو چیر پھاڑ کر کے کھا جایا کرتے تھے۔ لیکن یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی کہ بھیڑیئے آپ کے اونٹوں کی طرف نگاہ بھی نہ کرتے تھے حالانکہ آپ اونٹوں کو تمام دن کھلا چھوڑ کر چرنے دیتے تھے اور اونٹ خود ہی ادھر ادھر گھوم پھر کر کھاتے پیتے رہتے تھے۔ جبکہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اونٹ سارا دن بحفاظت چرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا تھا۔

مؤثر بات کہنے کا اثر: ایک مرتبہ کسی نے آپ کو بتایا کہ ایک شخص پچھلے تیس برسوں سے ایک قبر میں بیٹھا ہوا ہے اور کفن کو اپنے اوپر لپیٹ رکھا ہے۔ ہر وقت وہ آہ وزاری میں مشغول رہتا ہے۔ یہ سن کر آپ اس شخص کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے! ہر وقت گریہ وزاری کر کے تیری آنکھوں میں آنسو بھی خشک ہوگئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قبر اور کفن نے تجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور یہ دونوں چیزیں تیرے راستے کی دیوار ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے ساتھ اسی طرح کی پراثر گفتگو فرمائی کہ اس پر آپ کی باتوں کا شدید اثر ہوا۔ اس نے اعتراف کیا کہ آپ نے درست فرمایا ہے۔ اس احساس کے پیدا ہوتے ہی اس نے ایک زبردست چیخ ماری اور اسی قبر میں ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کی دعا سے کشتی ڈوبنے سے بچ گئی: حضرت خبیب بن سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چند تاجروں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہا تھا۔ اس کشتی میں بہت سا سامان بھی لدا ہوا تھا۔ اچانک شدید طوفانی بارش شروع ہوگئی اور ہم طوفان میں گھر گئے۔ کشتی طوفانی لہروں کے رحم وکرم پر تھی۔ پھر رفتہ رفتہ کشتی میں پانی بھر گیا اور کشتی ڈوبنے لگی۔ یہ صورت حال دیکھ کر کشتی میں سوار تمام لوگ اپنی زندگی سے ناامید ہوگئے۔ اس کشتی میں ایک معمر شخص جس کا حلیہ دیوانوں کی مانند تھا بھی سوار تھا۔ اس نے اونٹ کے بالوں سے بنا ہوا کمبل اپنے اوپر اوڑھ رکھا تھا۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے یکا یک وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سمندر پر یوں چلنا شروع کر دیا جیسے کہ زمین پر چل رہا ہو۔ وہ اپنے اردگرد کے حالات سے بے پرواہ ہو کر نماز پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ہم نے اس بزرگ سے کہا۔ اے مرد کامل! ہمارے حق میں دعا فرمائیے۔ اس نے ہماری طرف دیکھا اور پوچھا کہ کیا بات ہے؟ ہم نے کہا کہ ہمارا حال تو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ پوچھا گیا اے مرد کامل! وہ کس طرح؟ بزرگ نے فرمایا دنیا کو

ترک کر کے۔ پھر فرمایا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کشتی سے باہر آ جاؤ۔

کشتی میں موجود تمام لوگوں نے فوری طور پر بزرگ کے فرمان پر عمل کیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد پانی ہماری کشتی کے اوپر گزر گیا لیکن ہم ہر قسم کے خطرے سے محفوظ کھڑے تھے۔ اب وہ بزرگ فرمانے لگے۔ تم اب دنیا سے آزاد ہو۔ ہم نے پوچھا۔ اے مرد کامل! آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا میرا نام اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ سن کر ہم نے کہا ہماری کشتی میں تو مدینہ منورہ کے فقیروں کا سامان بھی تھا۔ جو مصر کے ایک امیر آدمی نے بھیجا تھا کیونکہ مدینہ منورہ میں آج کل قحط کی سی صورت حال ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمہارا سامان تمہیں لوٹا دے تو کیا تم سارا سامان مدینہ منورہ کے فقراء میں تقسیم کرو گے؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو اس مرد کامل نے پانی کی سطح کے اوپر دو رکعت نفل نماز ادا کی اور پھر دعا فرمائی۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے سامان سے بھری ہوئی کشتی، پانی سے باہر کی طرف ابھری۔ ہم نے فوراً آگے بڑھ کر اسے پکڑا اور کھینچ کر لائے تمام لوگ اس میں سوار ہوئے اور ہم صحیح سلامت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ وعدہ کے مطابق ہم نے تمام سامان مدینہ منورہ کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔

<u>گمنام لوگوں میں رہنا پسند فرمایا:</u> ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا پتہ چلتا کہ یمن سے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں تو آپ ہر ایک سے خود جا کر دریافت فرماتے کہ تم میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ نام کا کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ قرن کے رہنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ آپ کے سفید داغ تھا وہ اچھا ہو گیا ہے اور اب ایک درہم کے برابر ہی نشان باقی رہ گیا ہے؟ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا آپ کی والدہ ماجدہ بھی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ

وسلم نے مجھ سے آپ کے متعلق یہ تمام باتیں بیان فرمائی تھیں اور ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی یہ عزت ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کسی بات کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرمائے گا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! اگر ہو سکے تو تم اس سے اپنے لئے استغفار کرانا' یہ بات سن کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں کوفہ میں جانا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میں حاکم کوفہ کو آپ کے لئے کوئی فرمان لکھ دوں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں تو گمنام لوگوں میں رہنا چاہتا ہوں۔

شمائل و معمولات

آپ کی عادات اور معمولات حسب ذیل تھے۔

اللہ کی عبادت: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اکثر دو کام کیا کرتے تھے۔ لوگوں کے اونٹ چرانا یعنی شتر بانی کرنا یا پھر کھجور کی گٹھلیاں زمین سے چن کر بازار میں فروخت کرنا۔ ان دونوں مشاغل سے فارغ ہو کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتے۔ اکثر شب و روز عبادت میں گزر جاتے۔ دن میں اکثر روزہ سے ہوتے۔ شام کو چند عدد خرمے کھا کر نماز میں مشغول ہو جاتے۔ کبھی نیند کا غلبہ ہوا کرتا تو اللہ عزوجل سے عرض کرتے۔ ''یا الٰہی میں سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے پناہ مانگتا ہوں''۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایک شب میں فرماتے۔ ''یہ شب رکوع کی ہے'' اور پوری رات رکوع میں گزار دیتے۔ دوسری شب فرماتے ''یہ شب سجدہ کی ہے'' اور پوری رات سجدہ میں گزار دیتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دراز راتیں ایک حالت میں گزار دیں؟ فرمایا ''دراز راتیں کہاں ہیں؟

کاش ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی جس میں ایک سجدہ کر کے نالہائے بسیار اور گریہائے بے شمار کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ افسوس کہ راتیں اتنی چھوٹی ہیں کہ صرف ایک دفعہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہنے پاتا ہوں کہ دن ہو جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ پاکیزگی کا بڑا خیال رکھتے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ تین دن اور تین رات کچھ نہ کھایا پیا۔ راستہ میں ایک ڈلی پڑی ملی اسے اٹھا کر کھانا چاہا تو خیال آیا کہ حرام نہ ہو۔ فوراً پھینک کر چل پڑے۔

حضرت ربیع بن خشیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ فجر کی نماز میں مشغول ہیں۔ نماز کے بعد تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو گئے۔ میں منتظر رہا کہ فارغ ہو جائیں تو ملاقات کروں مگر وہ تا ظہر فارغ نہ ہوئے۔ میں نے ظہر کی نماز کو ملنا چاہا لیکن وہ تسبیح وتہلیل سے فراغت ہی نہ پاتے۔ اسی طرح تین شب و روز میں انتظار میں رہا۔ اس دوران میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہ کھاتے پیتے اور نہ ہی آرام فرماتے دیکھا۔ میں نے چوتھی رات بغور دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں کچھ غنودگی نظر آئی۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً دعا کی کہ اے اللہ عزوجل میں پناہ مانگتا ہوں۔ بہت سونے والی آنکھ اور بہت ذلیل وخوار پیٹ سے۔ میں نے یہ حال دیکھ کر دل میں سوچا کہ آپ کی اتنی ہی زیارت غنیمت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مل کر پریشان نہ کروں لہٰذا میں ملاقات کئے بغیر واپس چلا آیا۔

گزر اوقات: کشف المحجوب میں سیدنا علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل قرن سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک دیوانہ ہے۔ آبادی سے دور ویرانہ میں پڑا رہتا ہے' کسی سے ملتا ہے نہ جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ کھاتا ہے۔ غم اور خوشی سے ناواقف ہے جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ذریعہ معاش شتربانی تھا جس سے آپ رضی اللہ عنہ اپنی اور اپنی والدہ کی خوراک کا انتظام فرماتے تھے۔ یمن میں آپ رضی اللہ عنہ جیسا مفلس کوئی اور نہ تھا۔

حلیہ مبارک: آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک کمزور اور دبلا پتلا' قد لمبا' رنگ سفیدی مائل گندمی' کندھے فراخ' آنکھیں سیاہ' نظر اکثر سجدہ گاہ پر رہتی' چہرہ مبارک گول اور پرہیبت' داڑھی گھنی' سر کے بال الجھے ہوئے اکثر گردوغبار سے اٹے ہوئے اور لباس میں عام طور پر دو کپڑے شامل ہوتے۔ ایک اونٹ کے بالوں کا کمبل اور دوسرا پاجامہ۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ برص کے مرض میں مبتلا ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔ ''یا الٰہی مجھ سے یہ مرض دور فرما البتہ ایک نشان میرے جسم پر باقی رہے تاکہ میں تیری رحمت و شفقت کو ہمیشہ یاد کرتا رہوں''۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر (بروایت دیگر پہلو پر) ایک درہم کے برابر سفید نشان تھا۔

سادہ مزاجی: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دنیا کو اپنے اوپر اس قدر تنگ فرمالیا تھا کہ لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے۔آپ رضی اللہ عنہ کے لباس' خوراک' گفتار غرضیکہ ہر ہر ادا میں سادگی جھلکتی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا کی کوئی چیز اکٹھی کی نہ دنیا سے کچھ اٹھایا۔ سادگی ہی کی وجہ سے لڑکے آپ رضی اللہ عنہ کو دیوانہ سمجھ کر چھیڑتے اور ڈھیلے مارتے تو آپ رضی اللہ عنہ فرماتے۔ ''بچو! چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارو تاکہ میرا خون نہ بہے اور میں نماز روزہ سے عاجز نہ ہو جاؤں''۔

لباس: آپ رضی اللہ عنہ کا لباس سادہ تھا۔ بیشتر روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کوڑے سے چیتھڑے اٹھالاتے اور انہیں دھو کر جوڑ لگا کر خرقہ سی لیا کرتے۔ بس یہی آپ کا لباس ہوتا۔

حضرت محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ کو پیوند لگے ہوئے کمبل میں اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اونٹ کے پشم کے پیوند لگے ہوئے لباس میں دیکھا ہے۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "تذکرۃ الاولیاء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک کمبل تھا۔ لباس میں ایک تہبند یا ازار اور ایک چادر تھی۔ اکثر کبھی یہ کپڑے پھٹ جاتے تو کسی سے سوال نہ کرتے۔

شرح تعرف میں درج ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بالوں کی ایک چادر اور ایک پاجامہ تھا۔

حیات الذاکرین میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوڑیوں پر سے چیتھڑے چن لاتے تھے اور اپنا لباس بنا لیتے تھے۔ ایک روز کوڑی پر ایک کتا بیٹھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھونکنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "بھونکتا کیوں ہے؟ جو کچھ تیرے پاس ہے تو کھا اور جو کچھ میرے پاس ہے میں کھاؤں گا۔ اگر میں بخیریت پل صراط سے گزر گیا تو میں تجھ سے بہتر ورنہ میں تجھ سے بھی بدتر ہوں"۔

رہائش: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ دنیا سے بالکل دل برداشتہ ہو گئے تھے اور انہوں نے ترک دنیا پر بڑی بڑی سختیاں برداشت کی تھیں۔ لوگ انہیں دیوانہ سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قوم کے چند لوگوں نے ایک علیحدہ مکان بنوایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی مکان میں رہتے۔ اذان فجر کے وقت گھر سے نکل جاتے اور عشاء پر واپس تشریف لاتے۔ واپسی پر راستہ سے چھوہاروں کی گٹھلیاں چن کر لاتے اور انہیں کھا لیا کرتے۔ کبھی گٹھلیاں بیچ کر چوہارے خرید لیا کرتے۔ کچھ چوہارے افطار کیلئے رکھ چھوڑتے۔ اگر اتنے چوہارے یا کھجوریں مل جاتیں جو خوراک کو کفایت کرتیں تو بہتر (خستہ) کھجوریں صدقہ فرما دیتے۔ رات ہوتے ہی تمام سامان خورد و نوش جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوتا مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔

ارشادات عالیہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے بعض اوقات بڑی مؤثر باتیں کہی ہیں۔ سننے والوں نے انہیں کتب میں محفوظ کرلیا۔ آپ کی وہ باتیں انسانی فلاح اور اصلاح کیلئے بڑی مفید ہیں۔ آپ کی ان باتوں میں سچائی ہی سچائی ہے اس لئے جو شخص آپ کی ان باتوں پر عمل کرے گا اسے حق وصداقت حاصل ہوگی۔ آپ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

☆ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا سچا ایمان ہے۔

☆ سلامتی تخلیہ اور تنہائی ہے۔

☆ اپنے دل کی نگرانی کرتے رہنا چاہیئے تاکہ غیر کی طرف توجہ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

☆ میں نے آخرت کی بزرگی چاہی تو وہ مجھے قناعت میں ملی۔

☆ سفر طویل ہے اور زادراہ تھوڑا ہے۔ اسی لئے ہمہ وقت آہ وزاری کرتا ہوں۔

☆ میں نے نسب چاہا تو وہ تقویٰ میں پایا۔

☆ سوتے وقت موت کو سرہانے سمجھو اور جب بیدار ہو تو اسے یعنی موت کو سامنے سمجھو۔

☆ میں نے آخرت کی سرداری طلب کی تو وہ مجھے مخلوق خدا کو نصیحت کرنے میں ملی۔

☆ اگر سچ بولو اور نیت وفعل میں بھی صدق رکھو گے تو پھر جوانمرد سمجھے جاؤ گے۔

☆ اپنی ضرورتوں کو کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔

☆ میں نے بلند مرتبہ چاہا اور اس کو پالیا اور یہ سب کچھ مجھے تواضع کرنے سے حاصل ہوا۔

☆ کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو بلکہ بڑا سمجھو۔ اس لئے کہ اسی کی وجہ سے تم گناہ کا ارتکاب کرتے ہو۔ اگر گناہ کو حقیر سمجھو گے تو اللہ تعالیٰ کو بھی حقیر سمجھو گے۔

☆ اگر جدوجہد کرتے ہوئے کامیابی کو صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو گے تو لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے اور یہی حقیقی استغنا ہے۔

☆ ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں اور وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اور ایسے دلوں کو نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

☆ اپنے قویٰ اور حواس کو حق کے ساتھ ٹھیک طریقے پر استعمال کرو گے تو اونچے خاندانی ہونے سے زیادہ عزت حاصل کرو گے۔

☆ فخر اس میں ہے کہ اپنے تھوڑے بہت مال پر قانع رہ کر دوسرے کی ملکیت پر نظر نہ رکھو۔

☆ جو مخلوق کی طرف راغب رہے اس کے دل میں محبت الٰہیہ کا گزر نہیں ہو سکتا گویا وہ محبت الٰہی کو سمجھتا ہی نہیں۔

☆ جو شخص اچھے کھانے کھائے اور دولت مندوں کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش رکھتا ہے اس سے جہنم بالکل قریب ہے۔

☆ خشوع ایسی بے خبری کو کہتے ہیں کہ اگر اس حالت میں نیزہ بھی مارا جائے تو اثر محسوس نہ ہو۔

☆ جس نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جانا وہ ہر چیز کو جان گیا اور اس پر کچھ بھی مخفی نہ رہا۔

☆ لوگ اگر اس لئے دشمن رکھتے ہوں کہ میں برائیوں سے روکتا ہوں اور اچھائیوں کی تلقین کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! ان کا یہ طریقہ مجھے حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا۔

☆ بلند مرتبہ تواضع سے پیش آنے میں ہے۔ لوگوں کی خیر خواہی کرو گے تو وہ تمہیں اپنا سردار مانیں گے۔ اگر سچ بولو گے اور نیت و فعل میں بھی صدق رکھو گے تو پھر جوانمرد سمجھے جاؤ گے۔

☆ جب تک کسی کے دل میں شیطان کی محبت ہو اور اس کے سینہ میں نفس غالب

ہو اور دنیا و آخرت کی فکر اور لوگوں کا اندیشہ ہو اس وقت تک اس کو کیفیت وحدت حاصل نہیں ہوتی۔

☆ مومن کا حق پر قائم ہونا اس کیلئے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا۔ اگر لوگوں کو کوئی نیک بات بتائے یا برائی سے روکے تو اس کو بڑی تہمتیں لگاتے ہیں اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں۔

☆ اگر تو اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے جتنی کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق تو بھی وہ تیری عبادت قبول نہیں کرے گا۔ جب تک کہ تو اس کی تصدیق نہ کرے۔ تصدیق سے مراد یہ ہے کہ تو اس کے مربی رازق اور کفیل ہونے پر مطمئن ہو جائے اور جسم کو اس کی بندگی کیلئے فارغ کر دے۔

☆ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت فرشتوں کے برابر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہ کرے گا۔ جب تک کہ انسان کو اللہ تعالیٰ پر توکل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقرر کی ہے یعنی خواہش اس سے فارغ اور بے خوف ہو تا کہ عبادت میں مخل نہ ہو۔

☆ جو کوئی ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ اگر نہ کی تو وہ قیامت کے روز میرا دامن پکڑے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَامَنْ لَایطھرُہ طَاعَتِیْ وَلَاتضرہ مَعصیَتِیْ فَھَبْ لِیْ مَالَا یُطھرُكَ وَاغفِرلِیْ مَالَا یَضرُكَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

وصال حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

کہا جاتا ہے کہ وہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان سے واپسی پر راہ میں مرض شکم کی وجہ سے وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ سفر سفر

جہاد تھا۔ گویا دونوں روایات کے مطابق شرف شہادت سے مشرف ہوئے۔

ایک مشہور روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرات کے کنارے آواز طبل سنی۔ آنے جانے والوں سے استفسار کیا کہ یہ قصہ کیا ہے؟ کسی نے بتایا کہ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کو تشریف لے جارہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کی سمت چل پڑے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی آمد سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حاضرین سے فرمایا کہ کون میرے ہاتھ پر موت کے لئے بیعت کرتا ہے تو ننانوے آدمیوں نے بیعت کی تو آپ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ایک کمبل پوش آئے گا تو یہ تعداد پوری ہو جائے گی۔ ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ بات فرمارہے تھے۔ ادھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وہاں آپہنچے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک پر جان قربان کرنے کی بیعت فرمائی۔ میدان جنگ میں نکلے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف معدن العدن میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں ابن عساکر کی روایت تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ کرم اللہ وجہہ کی طرف سے جنگ صفین میں لڑ کر شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد دیکھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر چالیس سے زائد زخم تھے۔

تذکرۃ الاولیاء اور مراۃ الاسرار میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جنگ جمل میں تشریف لے جارہے تھے تو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے آکر بیعت کی تھی اور پھر جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کی طرف سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

مجالس المومنین میں ہے کہ ایک روز حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ دریائے

فرات پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے کہ طبل جنگ کی آواز سن کر کسی سے دریافت فرمانے لگے۔ جب معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سپاہ کے طبل کی آواز ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے جا رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اتباع سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اور یہ کہتے ہوئے دوڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کی صف میں کھڑے ہو گئے اور صفین کے کسی معرکہ میں لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔

تحفتہ الاخیار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب میں امیر المومنین حضرت علی اللہ وجہہ کی خدمت اقدس میں پہنچا تو دیکھا کہ کوفہ اور گردونواح کے لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر جمع ہو رہے ہیں۔ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج میرے پاس بیس لشکر جمع ہو گئے ہیں۔ ہر لشکر میں ایک ایک ہزار مرد ہوں گے۔ یہ بات مجھے حیرت انگیز محسوس ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے میرا خطرہ اپنی فراست باطنی سے معلوم کر لیا اور اسی وقت حکم دیا کہ دو نیزے اس جنگل میں گاڑ دیئے تاکہ ہر شخص جو ہمارے لشکر میں شامل ہونا چاہے وہ ان نیزوں کے بیچ میں سے گزرے اور پھر احتیاط کے ساتھ لشکریوں کو شمار کرتے رہیں۔ جب مغرب کا وقت قریب آیا تو اس وقت تک صرف ایک شخص کی کمی رہ گئی تھی۔ جب کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ایک شخص ابھی کم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اب جو شخص آئے گا وہ مرد کامل ہوگا اور تعداد پوری کر دے گا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مجاہدین نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص پیدل چلا آ رہا ہے اور زادراہ کمر سے بندھا ہوا ہے۔ پانی کا مشکیزہ گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ وہ شخص نہایت دبلا پتلا اور کمزور ہے جبکہ چہرہ زرد اور گرد آلود ہے۔

مجاہدین آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سلام کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا نام اویس قرنی بتایا اور فرمایا۔ یا حضرت! اپنا دست مبارک

میری طرف بڑھایئے تاکہ آپ کے دست حق شناس پر بیعت کر سکوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی راہ میں آپ کے ہمراہ شریک جہاد ہونا چاہتا ہوں۔

ایک روایت کے مطابق جن کپڑوں میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو کفن دیا گیا وہ ایسے کپڑے نہ تھے جن کو آدمی بنتے ہیں۔ پھر دو آدمی ان کی قبر کھودنے گئے تو وہاں پہلے سے کھدی ہوئی قبر پائی۔ لوگ قبر میں دفن کر کے واں سے چلے گئے پھر جو وہاں گئے تو قبر کا نشان تک نہ ملا۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں میں آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں حصہ لینے کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ ان دنوں اسہال کی بیماری میں مبتلا تھے۔ راستے میں وفات پائی۔ آپ کے تھیلے سے دو ایسے کپڑے ملے جو دنیا کے لباسوں میں سے نظر نہ آتے تھے۔ ان سے کفن تیار کیا گیا۔ اتنے میں لشکر مجاہدین کو کچھ فاصلے پر ایک کھدی ہوئی قبر تیار ملی۔ نزدیک ہی معطر پانی اور خوشبو موجود پائے گئے۔ مجاہدین نے آپ کو اسی پانی سے غسل دیا' کفن پہنایا' خوشبو لگائی' نماز جنازہ پڑھائی' دفن کر کے محاذ کو روانہ ہوئے۔ واپسی پر لشکر اسلام پھر ادھر سے گزرا تو وہاں پر آپ کی قبر کا نشان نہ تھا۔

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ شواہد النبوۃ میں حضرت ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ آذربائیجان میں غزہ کو گئے تھے اور وہیں انہوں نے انتقال فرمایا تھا۔ آپ کے ہم سفر احباب نے چاہا کہ قبر کھودیں مگر ایک قبر پتھر میں کھدی ہوئی پائی گئی۔ اسی قبر میں دفنا دیا۔

تاریخ وصال: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ایک روایت کے مطابق ۳ رجب ۲۲ھ میں وفات پائی جبکہ کشف المحجوب کے مطابق ۱۳ رجب ۲۷ھ میں وصال مبارک ہوا۔ کچھ روایات کے مطابق ملک یمن کے شہر زبید کے باہر شمال کی جانب آپ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک موجود ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مقتدائے اہل ولایت' سراج الطالبین' قدوۃ المحققین' بحرورع وعلم پروردہ ولایت ونبوت' امام المتقین ہیں۔ مستجاب الدعوات صاحب کرامت وحکمت ظاہری وباطنی علم میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ نے ایک سو ستر صحابہ رضی اللہ عنہما کی زیارت کی جن میں اصحاب بدر تھے۔

نام ونسب: آپ کا نام حسن ہے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوعلی' ابوسعید' ابونصر اور ابومحمد ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی یسار تھا۔ آپ بصرہ اور واسطہ کے درمیان عیسان کے رہنے والے تھے۔ زید بن ثابت انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں۔

ولادت: حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو۔ کیوں کہ یہ بہت خوبصورت ہے چنانچہ حسن ہی آپ کا نام رکھا گیا اور اسی نام سے آپ نے شہرت دوام پائی۔

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہ کی شفقت: حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی والدہ چونکہ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے گھر کام کاج کرتی تھیں۔ اس لئے خواجہ

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے زیر نگرانی بلکہ آپ ہی کے آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ حضرت ام سلمٰی کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ آپ کی تکلیف کو ذرا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ اگر آپ کی والدہ گھر کے کام کاج میں مشغول ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا آپ کو بہلاتیں اور فرط شفقت سے اپنا پستان مبارک آپ کے منہ میں دے دیتیں۔ اگرچہ حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا عمر رسیدہ تھیں۔ دودھ اترنے کی ذرا بھی امید نہ تھی مگر خدا کی شان دو چار قطرے آپ کے پستان مبارک میں سے نکل آتے جو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ پی لیتے اور انہیں تسکین ہو جاتی۔ ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کی محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرماتیں کہ الہ العالمین اس بچے کو مقتدائے عالم بنائے۔

علم حدیث وتفسیر: کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر جب ۱۲ سال کی ہوئی تو آپ کے دل میں صحابہ کرام سے احادیث سننے کا شوق پیدا ہوا تو پہلے آپ نے قرآن مجید پڑھا اور پھر اس کے متعلقہ وہ احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے پوچھ کر یاد کیں جن کا تعلق قرآن مجید کی آیات کے سیاق وسباق سے تھا۔ غرضیکہ جوان ہونے تک آپ نے دین کے علم میں ہر لحاظ سے پختگی حاصل کر لی۔

روحانی تعلیم وحصول خرقہ: بیعت کے بارے میں رسالہ ''ریحان القلوب فی التوصل الی محبوب'' میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کو نہایت ہی آسان اور نہایت ہی قریب راستہ بتایئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچا دے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور افضل بھی ہو۔ فرمایا اے علی! خلوت اور تنہائی میں اپنے اللہ کے ذکر کی کثرت کیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہم کس طرح ذکر کریں۔ فرمایا دونوں آنکھوں کو بند کر اور مجھ سے تین مرتبہ سن۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو آنکھ بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا۔ پھر اسی

طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنکھ بند کر کے تین مرتبہ با آواز بلند لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ پھر اس کی تلقین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔ اس سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ آپ نے چودہ برس کی عمر سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں رہ کر فیض اور دولت بیعت حاصل کی اور خرقہ ارادت میں خلافت حاصل کیا تھا۔ یہ خرقہ فقر وہی تھا جو شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا۔

بصرے میں سکونت: ایک وقت آیا کہ مدینہ منورہ میں آپ کیلئے رہنا مشکل ہو گیا تو آپ وہاں سے بصرے چلے گئے اور وہاں پر سکونت اختیار کر لی۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے بصرے میں سکونت اختیار کی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۳۶ھ میں بصرے تشریف لے گئے۔ اونٹ آپ کے ساتھ تھا اور اونٹ کی مہار آپ کے کمر میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ بصرے کی مسجدوں میں گئے۔ واعظوں کے وعظ سنے اور انہیں وعظ کہنے سے منع کیا۔ ممبروں کو توڑ دینے کا حکم دیا۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بھی تشریف لے گئے۔ ان کی تقریر سنی اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم عالم ہو یا متعلم؟ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

میں نہ عالم ہوں اور نہ متعلم بلکہ جو باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے پہنچی ہیں انہیں دہراتا ہوں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ ''یہ جوان شائستہ سخن ہے''۔ آپ کو وعظ فرمانے سے منع نہیں کیا اور جب خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ کو پہچانا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا مجھے وضو کرنا سکھا دیجئے۔ چنانچہ طشت اور آفتابہ منگایا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو وضو کرنا بتایا۔ جہاں طشت رکھا گیا تھا وہ مقام بصرے میں آج تک باب الطشت کے نام سے

مشہور ہے۔ غرضیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو طہارت صوری و معنوی سکھائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حصولِ فیض: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا شمار تابعین کرام میں ہے اور محدثین کی اصطلاح میں تابعین ان مسلمانوں کو کہتے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک سے یا زیادہ سے ملاقات کی ہو۔ چنانچہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی کثیر جماعت یعنی ایک سوتیں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی۔ ان سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ ان ایک سوتیں میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم وہ تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ جنہیں اصحاب بدر کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام میں سے جن بزرگوں سے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فیض حاصل کیا ان میں بعض بزرگ قابل ذکر ہیں اور وہ یہ ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت جندب رضی اللہ عنہ' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ' حضرت ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' الغرض خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ تابعین میں نہایت بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔

سوچ و فکر میں تبدیلی کا واقعہ: فقر کی راہ اختیار کرنے سے پہلے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ موتیوں اور جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جواہرات لے کر ہرقل بادشاہ روم کے پاس گئے۔ پہلے وزیر سے ملے اور کہا کہ میں سوداگر ہوں اور جواہرات کے سلسلے میں بادشاہ سے ملنے کا خواہشمند ہوں۔ وزیر نے

کہا کہ کل تو بادشاہ ایک ضروری کام کیلئے شہر سے باہر جائے گا اور ملاقات کی صرف یہ صورت ہوسکتی ہے کہ تم میرے ساتھ چلے چلو۔ جب بادشاہ اپنے کام سے فارغ ہوگا تو تجھے ملا دوں گا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ہاں میں ہاں ملا دی۔ چنانچہ دوسرے روز ایک گھوڑا زین سے آراستہ خواجہ حسن کیلئے منگوایا گیا۔ جب مطلوبہ مقام پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ ایک دیبائے رومی کا خیمہ ایک میدان میں ایستادہ ہے۔ اس کی طنابیں ریشم کی ہیں اور جن کیلوں سے بندھی ہیں وہ سونے کی ہیں۔ ایک فوج کا بڑا دستہ اسلحہ سے لیس خیمہ کا طواف کر رہا ہے۔ فوجیوں کے طواف کے بعد اہل جاہ وحشم نے خیمہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد حکماء، فلاسفروں اور دبیر ومنشی حضرات نے خیمہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد کوئی دوسو کے قریب کنیزیں اور لونڈیاں جن کے قیامت خیز حسن تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں زروجواہر کا ایک تھال تھا۔ انہوں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح خیمہ کا طواف کیا۔ پھر قیصر اور وزراء کی باری آئی۔ انہوں نے خیمے کے اندر کچھ دیر قیام کیا اور پھر چل دیئے۔

یہ ساری کیفیت دیکھ کر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے اور وزیر جوان کا ہمرکاب تھا اس سے پوچھا یہ مختلف انواع کے لوگوں کا طواف اور یہ شان وشوکت والا خیمہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ خیمہ کے اندر کون ہے جس کو یہ اعزاز ومراتب دیئے جارہے ہیں؟ وزیر عرض گزار ہوا۔ قیصر روم کا بیٹا جو کہ صاحب جمال بھی تھا اور صاحب علم بھی تھا۔ اس کو نہ صرف جنگ کے جملہ امور میں دسترس تھی بلکہ وہ بہترین سپہ سالار تھا۔ اس کا باپ اس سے بہت پیار کرتا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے وہ بیمار پڑ گیا۔ بڑے بڑے طبیب اور وید اس کے علاج کو آئے مگر کوئی حاذق اس کیلئے تریاق حیات مہیا نہ کرسکا۔ آخرکار وہ مرگیا۔ اس کو اسی خیمہ میں دفن کیا گیا ہے اور ہر سال ایک بار اس کی زیارت کو تمام لوگ آتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یہ طواف کا طریقہ کار جو مختلف اوقات میں مختلف طبقے کرتے ہیں اس کی وجہ میں جاننا چاہتا ہوں۔ عرض کی فوج کے

لوگ اس وجہ سے طواف کرتے ہیں کہ اگر شہزادہ کسی ایسی مہم یا مصیبت سے دوچار ہوتا تو ساری فوج اپنی جانیں قربان کرکے شہزادے کی نجات کا سامان مہیا کرتی اور اس کو کوئی آنچ نہ آنے دیتی۔ دانشور فلسفی اور حکماء اس وجہ سے طواف کرتے ہیں کہ اگر حکمت ودانش اور خروشناسی شہزادے کی بلا کو رفع کرسکتے تو ہم اپنی ساری مساعی اس بات پر صرف کردیتے کہ شہزادے کی بلا دفع ہو جائے۔ خوبصورت لڑکیوں اور مال وزر کا یہ مطلب ہے کہ یہ مال وزر اور جسم وجاں اگر شہزادے کی صحت یابی میں مدد دے سکتے تو ان سب کو قربان کردیا جاتا۔

شہزادے کا والد اور وزراء کہتے ہیں اے جان پدر اور معزز شہزادے! ہم نے تو فوج، حکماء، بزرگوں، شفیقوں اور مدبروں کی تجاویز حاصل کیں مگر یہ سب کارگر اس لئے نہیں ہوئیں کہ اس بات پر کسی کا کوئی بس نہیں تھا۔ موت کے آگے سب بے بس ہیں۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جب یہ باتیں سنیں اور ساری صورتحال دیکھی تو اس دن سے آپ کی سوچ میں تبدیلی آ گئی کہ یہ دنیا کا مال وزر راہ حق سے غفلت کا سبب بنتا ہے۔ کیوں نہ ہر دم اپنے آپ کو یادالٰہی میں مصروف کریں۔ اس سوچ کے ساتھ آپ واپس وطن آ گئے۔ بصرے پہنچ کر کاروبار کو ترک کردیا اور جو کچھ زروجواہر اور مال ومتاع تھا سب راہ خدا میں لٹا دیا۔ اتنا بھی نہ رکھا کہ روزہ افطار کرلیا جاتا اور ہمہ تن اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔

<u>ریاضت ومجاہدہ:</u> آپ نے اللہ کو راضی کرنے کیلئے کثرت عبادت زہد وتقویٰ اور خشیت الٰہی والی راہ اختیار کی۔ آپ کے مجاہدات کا یہ عالم تھا کہ سات سات دن کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ روزہ افطار کرنا ہوا تو چلو بھر پانی سے افطار کرلیا۔ اگر کبھی کھایا تو دو چار لقمے سے زیادہ نہیں۔ اس کے ساتھ سنت نبوی کی پیروی، نماز کی پابندی، ذکر و اذکار کا اہتمام، گوشہ نشینی اختیار کرنے اور قطع تعلق کے باوجود مخلوق کی ہمدردی کا جذبہ پوری طرح کارفرما تھا۔ خدمت خلق کا ہر کام خواجہ انجام دیتے رہتے تھے۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ رقیق القلب نرم دل اور خائفین میں سے تھے۔

رات رات بھر اللہ کی یاد میں جاگتے' شب بیداری فرماتے' خدا کے خوف سے زاروقطار روتے رہتے اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتے رہتے۔

ایک مرتبہ آپ پوری رات مصروف گریہ رہے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا شمار تو صاحب تقویٰ لوگوں میں ہوتا ہے پھر آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس دن کیلئے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہوگئی ہو کہ اللہ تعالیٰ باز پرس کر کے یہ فرما دے کہ اے حسن ہماری بارگاہ میں تمہاری کوئی وقعت نہیں اور ہم تمہاری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔

آپ کے دور کے علمی مسائل: جناب خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا زمانہ ولایت دو اعتبار سے مشہور ہے ایک تو یہ کہ آپ کے وقت میں معتزلہ کا گروہ پیدا ہوا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے کے زاہدوں' عابدوں اور گوشہ نشینوں نے صوفی کا لقب پایا اور آگے چل کر اس سلسلے کے جو دوسرے بزرگ پیدا ہوئے۔ انہوں نے تصوف کے مسلک کی باقاعدہ تنظیم کی اور اس کے فروغ واشاعت کیلئے تصنیف اور تالیف کا آغاز کیا۔

معتزلہ کے گروہ سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ استحکام سلطنت کیلئے امویوں نے ہر طرف خونریزیاں شروع کی ہوئی تھیں جس کے باعث ملک میں سخت بے دلی' بے اطمینانی اور خوف وہراس پھیل رہا تھا۔ ہر چند لوگوں کی زبان پر تالے پڑ چکے تھے۔ جان کے خوف سے کوئی شخص امویوں کے سامنے کلمہ حق نہیں کہہ سکتا تھا مگر پھر بھی اس وقت عرب میں کہیں کہیں تھوڑا بہت آزادی کا شعور باقی تھا۔ بعض بعض دیدہ دلیر لوگ متعجب ہوکر بسا اوقات سلطنت کے اراکین سے یہ سوال کر بیٹھتے تھے کہ تم مسلمان ہوکر کیوں مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے پر کمربستہ ہو تم نے اپنی سلطنت کیلئے ہر طرف خون کی ندیاں بہا رکھی ہیں۔ کل خدا کو کیا جواب دو گے۔

کیا تمہیں خدا یاد نہیں؟ وہ جواب میں کہتے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

انسان مجبور محض ہے۔ القدر خیرہ وشرہ۔اس عقیدے کو جبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امویوں نے اپنے ظلم وستم پر خاک ڈالنے کیلئے یہ عقیدہ قائم کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گروہ خوارج اور جبریہ کے بعد مسلمانوں میں ردعمل کے طور پر ایک تیسرا گروہ قدریہ کے نام سے پیدا ہوا۔جس کے عقیدے کی بنیاد اس پر تھی کہ انسان سے بھلے برے جو بھی افعال سرزد ہوتے ہیں ان کا خالق خدا نہیں بلکہ خود انسان ہے۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ شہر کی جامع مسجد میں قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ایک روز آپ کے درس میں قدریہ فرقے کا ایک شخص معبد جہنی شریک ہوا۔ جناب خواجہ سے اس نے مسئلہ جبر کا ذکر چھیڑا اور پوچھا کہ اموی اپنے اعمال کے جواب میں جو دلیل بری الذمہ ہونے کی پیش کرتے ہیں کیا آپ کے نزدیک درست ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کذب اعداء اللہ ۔یعنی اللہ کے دشمن اموی جھوٹے ہیں۔مگر معبد جہنی جناب خواجہ کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔ اس نے چند ایک بے تکے' بے معنی سوال اور کر دیئے۔ اس پر آپ نے بیزار ہوکر معبد جہنی سے کہا۔اِعْتَزِلْ عَنِّیْ۔ جا مجھ سے دور ہو جا۔ کہتے ہیں اس واقعہ سے گروہ قدریہ عوام میں فرقہ معتزلہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

بعض نے یوں لکھا ہے کہ عمر بن عبید اور واصل بن عطار یہ دونوں جناب خواجہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ ایک روز معمول کے مطابق آپ کے درس میں شریک تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں خوارج کے اس عقیدے کا بڑا چرچا تھا'' کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے''۔اس شخص نے آتے ہی سوال کیا اور پوچھا کہ خوارج کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا بھی آ گیا ہے جس کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان کسی نقصان سے ایسے ہی محفوظ ہے جیسے کفر کی حالت میں کوئی آدمی چاہے کتنی ہی نیکی کرے۔ وہ اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔کیا یہ عقیدہ درست ہے؟ خواجہ یہ سوال سن کر سوچ میں پڑ گئے۔

ابھی منہ سے کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ واصل چلایا اور کہنے لگا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے نہ مومن بلکہ درمیانی منزل کا آدمی ہے۔ اس کے بعد وہ اور عبید دونوں آپ کے درس سے نکل کر چلے گئے۔ اس پر جناب خواجہ نے خفا ہو کر فرمایا اعتزل عنا۔ یعنی وہ ہمارے سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اسی دن سے ان لوگوں کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

بہر کیف واقعہ خواہ کچھ ہی ہو اس پر تو تمام سیرت نگار اور مورخین نے اتفاق کیا ہے کہ معتزلہ ایسے رسوائے زمانہ لقب کی ابتداء جناب خواجہ حسن بصری ہی کی زبان سے ہوئی۔ لیکن ایک معتزلہ کیا جناب خواجہ کا سلوک مسلمانوں کے کسی گروہ سے بھی ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج ہم اپنے عقیدے کے خلاف کسی کو پا کر ایک دوسرے سے شدید تعصب اور عداوت رکھتے ہیں۔

اختلاف عقائد کے معاملے میں جناب خواجہ کا طرز عمل نہایت صلح کل تھا۔ یہی سبب ہے کہ بعد کے زمانے ہی میں نہیں بلکہ خود انہی کے وقت میں بھی بعض لوگوں نے ان سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ معتزلہ کا گروہ جناب خواجہ حسن بصری ہی کو اپنے فاسد عقائد کا امام قرار دیتا تھا۔ یہ بھی طبقات ہی میں لکھا ہے کہ جناب خواجہ کو اسی سبب سے جناب معاذ کی حدیث پیش کر کے اپنے بارے میں اہل سنت والجماعت ہی کے عقیدے کی توثیق وصیت کے طور پر پیش کرنی پڑی۔

بے باکی اور حق گوئی: جناب سعید بن ابی مروان سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا تھا اور آپ وعظ فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں حجاج بن یوسف اپنے ایک خادم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور مسجد میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے گرد لوگوں کا بہت بڑا اجتماع ہے۔ چنانچہ وہ اسی طرف چلا آیا۔ نزدیک پہنچ کر وہ اپنی سواری سے نیچے اترا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی جانب چل دیا۔ جب آپ نے حجاج کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اپنی جگہ میں

سے تھوڑی سی جگہ حجاج کیلئے چھوڑ دی۔ میں نے بھی اپنی جگہ میں سے تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی۔ اس طرح حجاج اس چھوڑی ہوئی جگہ پر یعنی میرے اور حسن بصری رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حجاج کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائی اور اسی طرح وعظ فرماتے رہے جیسا کہ ہر روز فرماتے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آیا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ پہلے کی طرح کہاں ہوں گے۔ حجاج کے مجلس میں بیٹھ جانے سے کچھ زیادہ ہی گفتگو کریں گے جس سے پتہ چلے کہ حجاج کا تقرب حاصل ہے یا ہوسکتا ہے کہ اس کے ڈر سے وعظ مختصر کر دیں۔

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری اللہ تعالیٰ عنہ نے باقی دنوں کے طرح ایک جیسا ہی وعظ کیا اور وقت مقررہ پر ہی ختم کیا اور قطعی طور پر اس بات کی پرواہ نہ کی کہ حجاج پاس بیٹھا ہوا ہے۔ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو حجاج نے اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کے کندھے پر مارتے ہوئے کہا شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا۔ لوگو! ایسی ہی مجالس میں بیٹھا کرو اور جو کچھ وہاں پر سنو اس کو اپنی عادت بنالو۔ مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ مَجَالِسَ الذِّکْرِ رِیَاضُ الْجَنَّۃ ۔یعنی بے شک ذکر کی مجالس جنت کے باغات ہیں۔ ہم لوگ دنیا کے انتظام میں مبتلا ہو گئے ورنہ ان مجالس میں ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے۔ اس لئے کہ ہم ان مجالس کی خوبیاں زیادہ جانتے ہیں۔ اس کے بعد حجاج نے مسکراتے ہوئے ایسا خطاب کیا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اور تمام حاضرین مجلس اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہوئے۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چل دیا۔ اسی اثناء میں شام کا ایک شخص حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اسی جگہ پر جہاں پر کہ حجاج بیٹھا تھا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے مسلمانو! اللہ کے بندو! تمہیں حیرت نہیں ہوئی کہ میں ایک ضعیف آدمی ہوں اور جہاد کرتا ہوں۔ گھوڑا خچر اور خیمہ کی مجھے تنگی ہے اور میرے پاس تین سو درہم ہیں جو مجھے لوگوں نے دیئے ہیں اور میری سات بیٹیاں ہیں۔ غرضیکہ اس بوڑھے نے اپنی غربت کی شکایت کی۔ حضرت حسن

بصری رضی اللہ عنہ اور وہاں پر موجود تمام لوگوں کو اس پر ترس آیا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنا سر نیچے جھکائے اس کی بات غور سے سن رہے تھے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ ان امراء سے سمجھے' ان لوگوں نے اللہ کے بندوں کو اپنا غلام خیال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے۔ لوگوں سے دینار و درہم کی خاطر لڑتے ہیں۔ جب دشمن خدا خود جہاد پر جاتے ہیں تو خود چمکتے خیموں میں قیام کرتے ہیں اور تیز سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کو جہاد پر روانہ کرتے ہیں تو بھوکا پیاسا پیدل ہی روانہ کر دیتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی کھری کھری باتیں سلاطین اسلام کے بارے میں کیں اور ان کے عیوب میں سے کچھ بھی کم نہ کیا۔ اسی مجلس میں سے اہل شام کا ایک شخص اٹھا اور سیدھا حجاج کے پاس گیا اور حجاج سے آپ کی چغلی کر دی اور جس طرح آپ نے بیان کیا تھا بالکل اسی طرح حجاج سے کہہ دیا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حجاج کی طرف سے ایک آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ آپ کو حجاج نے بلایا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چل دیئے۔ ہمیں خطرہ پیدا ہوا کہ دیکھتے ہیں ان کھری کھری باتوں کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ مسکراتے ہوئے واپس تشریف لے آئے۔ میں نے آپ کو بہت کم ہنستے ہوئے دیکھا۔ آپ کی عادت ہمیشہ سے ہی مسکرانے کی تھی چنانچہ واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو آپ نے امانت کی عظمت کے بارے میں بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے میں بھی امانت ہے۔ شاید تم یہ خیال کرتے ہو گے کہ خیانت سوائے درہم و دینار کے اور کسی شے میں نہیں ہے حالانکہ سب سے بری خیانت یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تم پر اعتبار کر کے کچھ باتیں کریں۔ پھر تم اس کو ایک آگ کے شعلہ کے پاس جا کر بیان کر دو۔ میرے ساتھ یہ ہوا کہ جب میں اس شخص یعنی حجاج کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنی زبان کو سنبھال کر

رکھیں۔ آپ نے یہ جو الفاظ کہے ہیں کہ دشمن خدا خود جہاد پر جاتا ہے تو ایسا اہتمام کراتا ہے اور جب دوسرے کو جہاد پر روانہ کرتا ہے تو اس طرح کرتا ہے۔ ایسی باتیں نہ کرو، ہمیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکاؤ اور نہ ہم اس بات سے آپ کی نصیحت کو لغو جانیں لیکن آپ کو اس طرح کی گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دور کیا۔

جرأت مندانہ تقریر: جب یزید بن عبدالملک دمشق میں مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے عراق وخراسان پر عمر بن ہبیرہ کو گورنر بنا کر بھیجا۔ عمر بن ہبیرہ نے اپنے دربار میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ امام محمد بن سیرین اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یزید بن عبدالملک کو اپنے بندوں پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ مجھے خلیفہ نے گورنری کے منصب پر فائز کیا ہے لہٰذا مجھے جو بھی حکم خلیفہ کی طرف سے ملتا ہے میں بغیر حیل وحجت کے اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ آپ حضرات کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

گورنر عمر بن ہبیرہ کی اس سیاسی گفتگو کو سن کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اور جرأت وبیباکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے ابن ہبیرہ! تم یزید بن عبدالملک کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ہرگز ہرگز یزید بن عبدالملک سے نہ ڈرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہاں میں یزید بن عبدالملک کے شر سے بچا سکتا ہے لیکن یزید بن عبدالملک تجھے اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے ہرگز نہیں بچا سکتا۔ یاد رکھو وہ قہار و جبار جلد ہی تیرے پاس ملک الموت کو بھیجے گا جو تیرے اس عالی شان محل اور خوبصورت تخت سے تجھے ایک ہی لمحہ میں اندھیری، تاریک اور تنگ قبر میں پہنچا دے گا۔ وہاں پر تجھے سوائے تیرے اعمال کے کوئی کام نہ دے گا۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کسی بادشاہ کے حکم کو نہ مان، کیونکہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی فرماں برداری قطعی طور پر روا نہیں ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی اس جرأت مندانہ تقریر کوسن کر گورنر عمر بن ہبیرہ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ حیرت کے مارے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے بعد تینوں بزرگ شخصیات گورنر کے دربار سے واپس اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئیں۔

یادگار تبلیغی کارنامہ: شمعون نامی مشہور آتش پرست خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا پڑوسی تھا۔ وہ ستر برس تک آتش پرستی میں مشغول رہا۔ آخری عمر میں وہ بیمار پڑ گیا۔ کئی روز گزر گئے۔ عمدہ علاج اور تدابیر بھی اسے صحت یاب نہ کرسکیں تو ایک روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اس کی عیادت کو گئے۔ عیادت کے بعد آپ نے اس کو نصیحت کی تم نے ایک عمر کفر وشرک میں گزار دی ہے۔ اب تم اپنے انجام کو پہنچنے والے ہوتو اسلام لے آؤ۔ شاید خدا تم پر مہربان ہو جائے۔

شمعون نے جواب دیا خواجہ صاحب! مجھے مسلمانوں کی تین عادات سخت ناپسند ہیں۔ ان کی بدولت میں اسلام سے دور رہا ہوں اور اب مجھے اس میں کوئی کشش نہیں محسوس ہوتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا "تو بیان کر کہ وہ کون سی ناپسندیدہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تو اسلام کا منکر ہے" اس نے جواب دیا اول یہ کہ مسلمان دنیا کو برا کہتے ہیں جبکہ شب و روز دنیا کے متلاشی اور متوالے ہیں۔ دوم موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے موت کیلئے کوئی عملی سامان تیار نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ خدا کے دیدار اور خدا کو حاصل کرنے کے بھی متمنی رہتے ہیں اور ہر وہ کام بھی کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں"۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ تماری گفتگو بڑی اچھی ہے اس میں حق شناسی کی دلیلیں ہیں مگر یہ بتا کہ تو نے صرف ان باتوں کی وجہ سے ستر برس آتش پرستی میں برباد کر دیئے جب کہ ایک مسلمان اور کچھ نہ کرے کم از کم خدا کی وحدانیت پر یقین تو رکھتا ہے اور اس بات سے اس کو خدا کا قرب تو ملے گا۔ تیرا خیال کیا ہے تو نے آتش کو پوجا ہے تو آگے جا کر تو آگ سے محفوظ رہے گا اور ہم لوگوں نے آتش پرستی نہیں کی تو ہمیں آگ جلا دے گی؟ یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے فرمایا

ایک آگ جلائی جائے۔ میں اور شمعون دونوں اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیں گے۔ دیکھتے ہیں آگ آتش پرست کو جلاتی ہے یا خدا پرست کو؟ یہ کہہ کر جلتی آگ میں خواجہ صاحب نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ مگر خدا کے فضل سے آگ نے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچایا۔ شمعون نے یہ روح پرور منظر دیکھا تو اس کا دل ہدایت الٰہی سے منور ہو گیا اور فوراً خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ''حضرت! اسی وقت کلمہ پڑھایئے۔ کفر و شرک میں ایک عمر بسر کی ہے۔ چند سانس باقی ہیں کیا خبر یہ گھڑی پھر نصیب ہو کہ نہ ہو۔ اس کے ساتھ یہ مطالبہ کیا کہ اگر میں خدا پر ایمان لے آؤں تو کیا آپ مجھے گارنٹی دے سکتے ہیں کہ میں عذاب الٰہی سے بچ جاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو خدا تمہیں ضرور بخش دے گا۔ چنانچہ ایک اقرار نامہ تیار کیا گیا جس پر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور دیگر عادل حضرات کے دستخط بطور گواہ کے رقم کیے گئے۔ پھر شمعون نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ ادھر وہ مسلمان ہوا ادھر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ خواجہ صاحب نے اس کو غسل دیا' کفنایا اور وہ عہد نامہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کو اپنے ہاتھوں قبر میں اتار دیا۔ رات کو خواجہ صاحب کو ایک پل کے لئے بھی نیند نہ آئی۔ ساری رات نوافل میں ادا کی اور خدا کے آگے عرض کرتے رہے۔ اے ربّ کریم! میں تو خود ایک گنہگار آدمی ہوں' میں کسی کی بخشش کی کیا ضمانت دے سکتا ہوں۔ میں نے ایک دعویٰ کر دیا ہے اب تو میری لاج رکھنے والا ہے ورنہ قیامت کے روز میں اس شخص کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ جس نے میری ضمانت پر کلمہ پڑھا۔ اسی بے کلی میں خواجہ صاحب کی آنکھ لگ گئی۔ خواب نظر آیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شمعون کے سر پر تاج ہے اور وہ مکلّف لباس میں ملبوس جنت کے باغات میں سیر کر رہا ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اے شمعون! سنا تیرا کیا کیا ہے؟ شمعون بولا اے حسن بصری! میں بتانے کیلئے وہ زبان اور الفاظ نہیں رکھتا کہ خدا نے مجھے کیا کیا مہربانیاں کی ہیں۔ مجھے میرے گناہوں کی معافی دی۔ مجھے بہشت کے محلات میں اتارا' مجھے

اپنا دیدار کروایا اور وہ انعامات دیئے کہ بس میں کچھ بھی بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پھر اس نے وہ عہد نامہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا اور کہا۔ اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ آپ ہر ضمانت سے سبکدوش ہیں۔

جب خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو حیران رہ گئے کہ وہ اقرار نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا جو آپ شمعون کو دے کر قبر میں اتار آئے تھے۔ آپ فوراً سجدے میں گر گئے اور عرض کی۔ اے مالک کون ومکان! تیری ذات کتنی مہربان اور غفور الرحیم ہے۔ ایک آتش پرست کو جس نے ستر سال تیری نافرمانی کی اور فقط ایک مرتبہ کلمہ پڑھا تو نے اتنی نافرمانیوں کو بے معنی کر دیا اور اس کو نہ صرف بخشش دیا بلکہ اس کو بلند و بالا درجات بھی عطا فرمائے۔

آواز آئی۔ حسن بصری! تو نے ہمارے بھروسے پر وعدہ کیا اور ایک گمراہ کو سیدھی راہ پر لایا۔ پھر ہم تمہیں کیونکر رسوا کرتے۔ ہمیں تو تمہارا بھرم رکھنا منظور تھا۔

صحبت کا اثر: حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدطبقہ کے لوگوں سے راہ ورسم پیدا کرتا ہے تو دراصل یہ اس کی اپنی برائی اور شرارت کا نتیجہ ہے کیونکہ اگر اس کی سرشت میں بھلائی ہوتی تو وہ ازخود نیک وطاہر لوگوں کی صحبت کی طرف راغب ہوتا۔ چنانچہ ہر برے آدمی کو کسی دوسرے شخص یا صحبت پر الزام لگانے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہئے کہ وہ اپنی نااہلیت ونالائقی کے سبب برائی کے کنویں میں گرا۔ ان لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ صوفیاء کے گرد اپنی خواہشوں کے حصول کے لئے جمع ہو جایا کرتے ہیں اور نام ونہاد صوفی بھی بن جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی تو جب مطلب براری نہ ہو تو اپنی راہ لیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے منکر بھی ہوتے ہیں۔ مگر جو لوگ خدا کی رضا کی خاطر اولیاء کرام کے ہاں حاضر ہوتے ہیں وہ نہ صرف صوفیاء کی نظر میں مقبول ومنظور ہو جاتے ہیں بلکہ خداوند کریم بھی ان کو برگزیدہ مقام عطا فرماتا ہے۔ یہی فرق ہے نیک اور بدلوگوں میں کہ انہیں دنیاوی مقاصد کا حصول کرنا ہوتا ہے جبکہ نیک لوگوں کو آخرت کی دولت، بزرگان دین کی نظر

کرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اللہ کی رضا درکار ہوتی ہے۔

آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر توبہ کر لی: حضرت عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ رجوع الی اللہ ہونے سے قبل بڑی شراب نوشی کیا کرتے تھے۔ لوگوں میں آپ کے متعلق بہت سی باتیں مشہور تھیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ آیت مبارکہ "اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ" کی تفسیر بیان فرما رہے تھے یعنی کیا مومنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈریں۔ حضرت عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی توجہ سے وعظ سنا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی ایسی تفسیر بیان فرمائی کہ لوگ رونے لگے۔ ایک جوان مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے بندۂ مومن! کیا مجھ جیسا فاسق وفاجر بھی اگر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرما دے گا؟ جب حضرت عتبہ الغلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو آپ کے چہرے کی رنگت زرد ہو گئی اور کانپنے لگے۔ خوف کی شدت سے چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ عتبہ کے پاس آئے اور آ کر کہا۔ اے اللہ کے نافرمان جوان! تو جانتا ہے کہ نافرمانی کی سزا کیا ہے؟ نافرمانوں کے لئے دوزخ ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی ہے۔ اگر تو دوزخ کی آگ پر راضی ہے تو بے شک گناہ کرتا رہ ورنہ گناہوں سے باز آجا۔ تو نے اپنے گناہوں کے بدلے اپنی جان کو رہن رکھ دیا ہے اس کو چھڑانے کی کوشش کر۔

حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنتے ہی پھر ایک زبردست چیخ ماری اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب دوبارہ ہوش آیا تو کہنے لگے۔ اے شیخ! کیا اللہ تعالیٰ مجھ جیسے بدبخت کی توبہ بھی قبول فرمالے گا؟ آپ نے فرمایا۔ درگزر کرنے والا پروردگار ظالم بندے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت اپنا سر اٹھایا

اور اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں۔

۱- یا اللہ! اگر تو نے میرے گناہوں کو معاف اور میری توبہ کو قبول کرلیا ہے تو ایسے حافظے اور عقل سے میری عزت افزائی فرما کہ میں قرآن پاک اور دینی علوم میں سے جو کچھ بھی سنوں اسے کبھی بھلا نہ سکوں۔

۲- یا اللہ! مجھے ایسی آواز عطا فرما کہ میری قرأت کو سن کر پتھر دل بھی موم ہو جائے۔

۳- یا اللہ! مجھے رزق حلال عطا فرما اور ایسے طریقے سے عطا فرما کہ جہنمی کا میں تصور بھی نہ کرسکوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ ان کا حافظہ تیز ہوگیا' فہم وفراست میں اضافہ ہوگیا اور جب آپ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو جو کوئی سنتا وہ گناہوں سے تائب ہو جاتا تھا۔ ان کے گھر میں ہر روز ایک شوربہ کا پیالہ اور دو روٹیاں پہنچ جاتیں اور کسی کو علم نہیں ہوتا تھا کہ یہ کون رکھ کر جاتا ہے۔ حضرت عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساری زندگی اسی طرح معاملہ ہوتا رہا۔

حجاج کے بارے میں سچی بات: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی درس گاہ میں حجاج بن یوسف کا ایک قاصد آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ حجاج کی طرف اشارہ کرکے منبر پر یہ فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے نفاق نقاب اور برقعہ میں چھپا رہتا تھا لیکن اب وہ عمامہ باندھ کر اور تلوار لٹکا کر گھومتا رہتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں بے شک لوگوں میں یہ بات کہا کرتا ہوں۔ قاصد نے کہا کہ آپ کو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ گورنر حجاج بن یوسف کو اس بات سے بہت ناگواری ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات میں اس لئے کہا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم علماء سے اس بات کا عہد لے رکھا ہے کہ ہم حق بات کو کبھی نہ چھپائیں اور حق کی بات واشگاف الفاظ میں بیان کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ ''ضرور

ضرور لوگوں سے حق بات کہہ دو اور حق کو کبھی نہ چھپاؤ''۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی اس قدر جرات مندی اور حق گوئی کو دیکھتے ہوئے حجاج بن یوسف کا قاصد حیران رہ گیا۔

مرحوم بیٹی کا مشاہدہ حال: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میری جوان بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے' میری خواہش ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں آپ مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں کہ جس کو میں پڑھوں اور میرا مقصد حل ہو جائے۔ آپ نے اس عورت کو ایک دعا سکھائی اس عورت نے رات کو وہ دعا پڑھی اور سو گئی۔ خواب میں اس کو اس کی بیٹی نظر آئی جس کی حالت یہ تھی کہ اس نے دوزخ کے تارکول کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ دوسرے دن عورت نے اپنا یہ خواب حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو سنایا جسے سن کر آپ بہت غمزدہ ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد اسی لڑکی کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جنت میں دیکھا اس کے سر پر تاج تھا۔ وہ لڑکی آپ سے کہنے لگی آپ مجھے پہچانتے ہیں میں اسی عورت کی بیٹی ہوں جو آپ کے پاس حاضر ہوئی تھی اور میری خستہ حالی کے بارے میں آپ کو بتایا تھا۔ آپ نے اس لڑکی سے پوچھا کہ تیری حالت میں یہ تبدیلی کیسے واقع ہوئی؟ لڑکی نے بتایا کہ اس قبرستان کے نزدیک سے ایک نیک شخص گزرا اور اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھا اس کے درود پاک پڑھنے کی برکت سے ہم پانچ سو قبر والوں سے اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھا لیا۔

اول و آخر قبر ہے: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ایک جنازے میں شریک ہوئے نماز جنازہ پڑھانے کے بعد جب لوگوں نے میت کو قبر میں دفن کر دیا اور قبر ٹھیک کر لی۔ تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اس قبر پر بیٹھ کر بہت روئے۔ پھر آپ نے وہاں پر موجود لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! سنو! اول و آخر قبر ہے پھر تم اس بات سے کیوں نہیں ڈرتے جب تمہارا اول و

آخر یہی ہے۔ تو پھر اے غفلت میں پڑے ہوئے لوگو! اول و آخر کو ٹھیک کرلو! حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا یہ وعظ فرمانا تھا کہ لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور زاروقطار رونے لگے۔

خواجہ حسن بصری کا فتویٰ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ میں فتویٰ دیا' ایک شخص نے آپ سے کہا کہ دیگر فقہاء کرام اس مسئلہ میں آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرا برا کرے تم نے کہیں کوئی فقیہہ دیکھا بھی ہے فقیہہ تو وہ ہوتا ہے جو دنیا سے دور رہے۔ پھر ارشاد فرمایا دنیا میں پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ ایک علماء کرام جو انبیاء کرام کا ورثہ ہیں۔ دوسرے زاہد ہیں جو رہبر ہیں۔ تیسرے غازی جو سیف اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہیں۔ چوتھے تاجر جو اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ پانچویں بادشاہ جو مخلوق کے نگہبان ہیں۔ جب عالم حریص اور دولت اکٹھی کرنے والا ہو جائے تو پھر کس کی پیروی کی جائے گی؟ اور ہدایت حاصل کی جائے اور جب غازی ریاکار ہو اور ریاکاری کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا تو پھر دشمن پر فتح کیسے حاصل کی جائے؟ جب تاجر خیانت کرنے لگے تو کس سے امانتداری تلاش کی جائے اور کس کو پسند کیا جائے؟ اور جب بادشاہ خود ہی بھیڑیا بن جائے تو بکریوں کی رکھوالی کون کرے اور کون چرواہی کرے؟ قسم ہے ربّ العزت کی علماء ہی نے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا جو دین کے بدلے میں دنیا ڈھونڈتے ہیں اور ان زاہدوں نے ہی لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا جو دنیا کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ غازیوں نے ہی لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا جو ریاکار ہیں اور ان تاجروں نے ہی لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا جو خیانت کرتے ہیں۔ ان بادشاہوں نے ہی لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا جو ظالم ہیں اور بہت جلد جان لیں گے کہ ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

خوف الٰہی سے رونا: ایک رات کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے زاروقطار رو رہے تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے عرض کی یا

حضرت! آپ کیوں روتے ہیں آپ پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے آپ عبادت گزار، متقی اور پرہیز گار ہیں۔ آپ کا شمار اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں ہوتا ہے پھر آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس خیال سے رو رہا ہوں کہ کہیں میری نا سمجھی اور بھول سے کوئی ایسا کام مجھ سے سرزد نہ ہو گیا ہو جو میرے پروردگار کو پسند نہ ہو یا میں نے غلطی سے اپنا قدم کسی ایسی جگہ پر نہ رکھ دیا ہو کہ جس جگہ پر جانا میرے اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو۔ اگر کبھی مجھ سے ایسا ہو گیا ہے تو ایسا نہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے راندہ جاؤں اور اللہ تعالیٰ میری کوئی بھی عبادت قبول نہ فرمائے۔

اپنے نفس کی اصلاح: ایک دن حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے ملازم کو کہا کہ میرے لئے بازار سے نان اور مچھلی لا۔ جب وہ لایا اور سامنے رکھی تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ گنہگار بندے کو ایسا لذیذ کھانا کھانے سے کیا سروکار نوکر نے کہا حضور! میں تو آپ کے ارشاد پر نان اور مچھلی لایا تھا۔ آپ نے نعرہ لگایا اور رونے لگے۔ چالیس دن تک کوئی چیز نہ کھائی اور فرمایا کہ اے میرے نفس! میں نے تجھے سزا دی کہ تو نے لذیذ کھانے کی خواہش کی تھی۔ اس طرح آپ نے تزکیہ نفس کیلئے اپنے نفس کو سمجھایا کہ اللہ کی راہ میں چلنے کیلئے اللہ جو عطا کرے اسے قبول کرو۔ خود خواہش نہ کرو۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا روحانی مقام: امام ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے آیا۔ آپ نے اس کو پڑھانے میں بخل و خیانت کا ارتکاب کیا۔ اس جرم میں اللہ نے انہیں سارا کلام حکیم بھلا دیا۔ وہ روتے ہوئے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سارا معاملہ بیان کیا۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے شخص! تو حج کو روانہ ہو جا کیونکہ آج کل حج کے ایام ہیں اور جب تو حج سے فارغ ہو جائے تو مسجد خیف میں ایک بزرگ محراب میں بیٹھے ہوئے ملیں گے۔ وہ درود وظائف میں

مشغول ہوں گے۔ وہ جب تک اپنے معمولات سے فارغ نہ ہو جائیں تو ان سے بات نہ کرنا۔ جب وہ فارغ ہو جائیں تو تم اپنی حاجت بیان کرنا۔ ان کی دعا سے تمہیں پھر سے سارا قرآن حکیم ازبر ہو جائے گا۔

ابوعمر نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی۔ حج ادا کیا پھر مسجد خیف پہنچے اور مسجد کے محراب میں ایک بارعب بزرگ کو دیکھا۔ بہت سارے لوگ اس کے گرد بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سفید پاکیزہ لباس والا شخص وہاں آیا۔ سب لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں' اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ سفید لباس والا شخص وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے لوگ بھی چلے گئے۔ جب وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچے اور بعد از سلام ان کو اپنا سارا مسئلہ بیان کیا۔ پھر دعا کی درخواست کی۔ ان بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا فرمائی۔ ابھی انہوں نے دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ سارا قرآن مجید زبانی یاد ہو گیا۔ ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے کہ ان بزرگ کے قدموں میں گر گئے۔ انہوں نے ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور پوچھا تمہیں میرے پاس کس نے بھیجا ہے۔ جواب دیا خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بزرگ بولے۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ہمارا پردہ فاش کیا ہے۔ ہم ان کا راز افشا کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ ابھی تم نے سفید پوشاک والے شخص کو دیکھا تھا۔ عرض کی جی ہاں دیکھا تھا۔ فرمایا وہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ تھے جو روزانہ بصرے سے ظہر کی نماز پڑھ کر مکہ پہنچتے ہیں۔ یہاں ہم لوگ وعظ و نصیحت اور درس دیتے ہیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو واپس بصرے چلے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جن لوگوں کے امام ہوں ان کو ہم سے دعا کروانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جن سے ہم خود سیکھتے ہیں۔ وہ جن کے پاس ہوں ان کا ٹھکانہ ہی بہت بلند اور اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔

اللہ والوں کے اوصاف: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں

نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں کہ جو دنیا کی کسی بات سے خوش نہیں ہوتے تھے کہ کوئی چیز ان پر آئے۔ کسی چیز کے بارے میں رنج وغم نہیں کرتے تھے کہ جو ان کے پاس سے چلی جائے۔ دنیا ان کے نزدیک مٹی سے بھی زیادہ ذلیل تر ہے ان میں سے بعض پچاس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے۔ اس طرح سے کہ نہ کبھی ان کا کپڑا تہہ ہوا اور نہ ان کے لئے ہنڈیا چڑھی' نہ کبھی زمین پر کچھ بچھا اور نہ اپنے گھر میں کبھی کھانے کو کچھ کھایا۔ جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے' سجدے کرتے' آنسو رخساروں پر بہاتے' اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آزادی کیلئے مناجات کرتے رہتے' جب نیکی کرتے تو اس کے شکر کی بجا آوری میں مشغول ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی درخواست کرتے۔ جب کوئی برائی کرتے تو غم کرتے اور مغفرت کی التجا کرتے وہ ہمیشہ اسی طرح ہی کیا کرتے تھے لیکن اللہ کی قسم مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر گناہوں سے نہ بچے۔ مغفرت کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوئی اور نجات ملی۔

ہمدردی کا صلہ: روایت ہے کہ ایک غریب اور مفلس شخص کا گھوڑا عیبی ہوگیا۔ اس نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ نے قیمت دریافت کرکے چار سو دینار میں اسے خرید لیا۔ رات کو اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا دوسرے گھوڑوں کے ساتھ بہشت کی چراگاہ میں چر رہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ کس کے گھوڑے ہیں۔ بتایا گیا یہ تیرے تھے مگر اب ان کا مالک حسن بصری رضی اللہ عنہ ہے۔ خواب سے بیدار ہونے پر وہ شخص حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں کل والا سودا منسوخ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیرے خواب سے میرے خدا نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔ وہ واپس چلا گیا۔

اگلی رات خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ عالی شان محل اور دلفریب منظر ہے۔ پوچھا اس محل کا مالک کون ہے جواب ملا جو شخص بیع منسوخ کرے۔ یہ اس کا محل ہے۔ بیدار ہونے پر آپ نے اس آدمی کو بلایا اور بیع منسوخ

کر دی۔

اللہ پر توکل کی تعلیم: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹا سا قافلہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بیت اللہ کے حج کو گیا۔ راستے میں سارے قافلے کو بہت پیاس لگ گئی۔ راہ میں ایک ایسا کنواں نظر آیا جس کا پانی بہت نیچا تھا اور اس تک پہنچنا اور پانی حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ رسی اور ڈول بھی دستیاب نہ تھا۔ لوگ بہت پریشان ہو گئے کہ اب پانی کیسے حاصل کریں۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا میں نماز ادا کرتا ہوں تم لوگ پانی پیو۔ آپ نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ پانی کنویں کی منڈیر تک پہنچ گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس قافلہ کے کچھ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ پانی کسی چیز میں ڈال لیا جائے تاکہ آگے راستے میں پانی کی کمی محسوس نہ ہو۔ ابھی وہ لوگ پانی ساتھ لے جانے کا انتظام کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ پانی فوراً نیچے اتر گیا۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا۔ تم نے خدا پر بھروسہ نہ کیا اور قناعت سے بھی دامن خالی کیا۔ اسی وجہ سے پانی کنویں میں اتر گیا۔ راستے میں ایک جگہ لوگوں کو بھوک نے آ ستایا۔ انہوں نے خواجہ صاحب سے اپنی حاجت بیان کی۔ خواجہ صاحب نے ایک کھجور کا درخت دیکھا جس پر کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ آپ نے کھجوروں کو حکم دیا کہ میرے دامن میں آ جاؤ۔ کھجوریں درخت سے آپ کے پھیلے ہوئے دامن میں آ گریں۔ آپ نے سب قافلہ والوں کو کھجوریں دیں۔ جو شخص کھجور کھاتا اور حیران ہوتا کہ ہر کھجور کی گٹھلی سونے کی ہے۔ لوگ گٹھلیوں کو مدینے لے گئے اور فروخت کیا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ باقی مال خیرات کر دیا۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو حج کا انعام ان سونے کی گٹھلیوں کی شکل میں دیا ہے لہٰذا ہمیشہ صبر اور توکل کا دامن تھامے رکھو۔

بدگمانی سے بچنے کی تاکید: ایک مرتبہ ایک حبشی دریا کے کنارے ایک عورت کو

اپنے قریب بٹھائے شراب نوشی میں مشغول تھا۔ شباب اور شراب کے نشے میں وہ اپنے اردگرد سے بے خبر تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا تو انہوں نے اس کو سخت ملامت کی۔ ابھی آپ کی بات جاری تھی کہ دریا کی دوسری طرف سے ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ کچھ ہی دیر کے بعد کشتی گرداب میں پھنسی اور پھر ڈوب گئی۔ مال و اسباب اور سوار تمام غوطے کھانے لگے۔ اسی وقت وہ حبشی دریا میں کودا اور اس نے پہلے سواروں کو پھر ان کے اسباب کو پانی سے نکال باہر کیا۔ یہ سارا واقعہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی وقت توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ کسی ذلیل سے ذلیل شخص کو بھی کمتر نہیں سمجھیں گے۔

کلمات رہنمائی: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں تحریر تھا کہ میرے رفیق! تم جانتے ہو کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے اور آپ کے ساتھ جو اللہ کے ولی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ اس کے ساتھ رہنے سے مجھے کچھ آسانی ہو سکے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط کے جواب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ امیرالمومنین کا خط میں نے پڑھا اور اس میں جو اشارہ کیا گیا تھا اسے بھی سمجھ لیا۔ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ رہنے سے مجھے آسانی ہو جائے گی تو تم سمجھ لو کہ جیسے شخص کی تم تمنا کرتے ہو وہ تمہارے نزدیک بھی نہیں آئے گا اور تم سے فارغ ہوگا۔ جو شخص کہ تمہارے پاس آئے گا اس جیسے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ سے تمہیں کوئی آسانی اور فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور تم نے جو نصیحت کیلئے لکھا ہے تو جان لو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے سب لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے تو لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں۔

جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے تو سب

لوگ اس پر دلیر ہو جاتے ہیں اور جو کوئی آج امن میں ہے کل کو خستہ حال ہوگا۔ جو آج خستہ حال ہے کل کو امن میں ہوگا اور جو کوئی اپنے آپ کو تکبر کیے ہوئے ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں معزول ہوگا۔ دنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے اور صبر کا اجر سب سے زیادہ ہے اور اپنے سب کاموں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ اور مدد طلب کر' تاکہ تجھے مدد ملے اور اس پر بھروسہ رکھ تاکہ کاموں میں تیری مدد ہو۔ جو کوئی آنکھ کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہی دیکھے تو اس کا غم طویل ہو جاتا ہے اور جو کوئی زبان کو کھلی چھوڑ دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہی کہے وہ گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ میرے خیال میں یہ چند کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کیلئے کافی ہیں۔

احساس ندامت ذریعہ بخشش بنا: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور عرب کا مشہور شاعر فرزدق دونوں موجود تھے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں اور فرزدق شاعر برائی اور بدکاری میں شہرت رکھتا تھا۔ اس مجلس میں سے اچانک ایک شخص نے آواز دی کہ اس مجلس میں ایک شخص ایسا ہے کہ جو سب سے بہتر اور افضل ہے۔ ایک شخص ایسا ہے جو سب سے برا اور بدتر ہے۔

فرزدق شاعر نے اس آواز کو سن کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا حضرت! یہ آواز کیسی ہے؟ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ سب سے بہترین کون ہے اور سب سے بدترین کون ہے؟ یہ بات تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

فرزدق شاعر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ حضور! اس مجلس میں بدترین شخص میں ہوں۔ قضائے الٰہی سے کچھ مدت بعد فرزدق شاعر کا انتقال ہو گیا۔ عارفین میں سے ایک شخص نے اس کو عالم ارواح میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تم پر کیسی گزری اور تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ فرزدق نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد جب فرشتے مجھے لے کر چلے تو میں سخت ڈرا اور شدید

خوفزدہ ہوکر کانپنے لگا۔ تب مجھے ایک آواز آئی۔ اے فرزدق! تجھے تو اسی دن بخش دیا گیا تھا جس دن تو نے اپنے آپ کو بدترین شخص سمجھ لیا تھا۔

ایک آدمی کی گناہوں سے توبہ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے راستے میں ایک امیر آدمی کو دیکھا جو اپنے غلاموں کے ساتھ گھوڑے پر سوار انتہائی فاخرانہ لباس پہنے ہوئے چلا جارہا تھا۔ آپ نے اس امیر آدمی سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ امیر آدمی نے جواب دیا کہ میں بادشاہ کے دربار میں جارہا ہوں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کس قدر قیمتی اور خوبصورت لباس پہن رکھا ہے اور لباس کو خوشبوئیں بھی لگا رکھی ہیں۔ تم اس شان وشوکت کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں جارہے ہو اور اس بات کا تم نے پورا پورا خیال رکھا ہے کہ کہیں تمہیں بادشاہ کے دربار میں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار والے بھی تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں۔ اب تم خود ہی سوچو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں جہاں پر بڑے بڑے جلیل القدر انبیائے کرام اور عظیم المرتبت برگزیدہ ہستیاں موجود ہوں گی تم اپنے گناہوں کی گندگی کی وجہ سے شرمندہ نہ ہوگے؟ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر وہ امیر آدمی بڑا متاثر ہوا اور سوچ میں پڑ گیا۔ آپ نے اسے سوچ میں پڑے دیکھا تو فرمایا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کبھی اپنے گھوڑے پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ ڈالا ہے؟ امیر آدمی بولا کبھی نہیں! ارشاد فرمایا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ تم گھوڑے پر تو رحم کرتے ہو لیکن اپنے نفس پر رحم نہیں کرتے اور اس پر اپنے گناہوں کا بوجھ ڈالتے جارہے ہو۔ کبھی سوچا ہے تم نے کہ اس کا انجام آخر کیا ہوگا؟ امیر آدمی یہ پر اثر بات سن کر فوراً گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے گناہوں سے تائب ہوا اور پھر ہمیشہ کیلئے نیکی کی راہ پر گامزن ہوگیا۔

سچائی ہی سچائی: ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ حضرت حسن بصری رضی

اللہ عنہ کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے تا کہ میں ان کا سر قلم کر دوں۔ حجاج کے اس ظلم سے فرار ہو کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ عبادت میں روپوش ہو گئے۔ آپ کو تلاش کرتے کرتے حجاج بن یوسف کے سپاہی حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی آئے اور ان سے پوچھنے لگے۔ اے حبیب! تم نے کہیں حسن بصری رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دیکھا ہے۔ سپاہیوں نے کہ کہاں پر دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ ابھی ابھی میرے عبادت خانہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر سپاہی فوراً ان کے حجرے میں داخل گئے لیکن انہیں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ دکھائی نہ دیئے۔ سپاہی بڑے برہم ہوئے اور کہنے لگے اے حبیب! آپ کے بارے میں تم ہم بڑا حسن اعتقاد رکھتے ہیں لیکن آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ سچ سچ بتائیں کہ آپ نے حسن بصری رضی اللہ عنہ کو کہاں پر دیکھا ہے؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ سچ کہتا ہوں کہ وہ میرے حجرہ عبادت میں گئے ہیں۔

یہ سن کر سپاہی دوبارہ حجرہ میں داخل ہوئے لیکن ان کو کچھ بھی دکھائی نہ دیا آخر کار مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ سپاہیوں کے چلے جانے کے بعد حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حجرہ عبادت سے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ اے حبیب! اتنی بات تو میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی نگاہوں سے مخفی کر دیا مگر تم نے تو مجھے مروا ہی دیا تھا کیا تم استاد کا یہ حق ادا کر رہے تھے کہ سپاہیوں کو روکنے کی بجائے اندر بھیج رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اس جگہ اندر موجود ہیں؟ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا استاد محترم! آپ میری برکت سے سپاہیوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں کیے گئے بلکہ وہ سچ جو میں نے بولا۔ اس کی برکت سے سپاہی آپ کو دیکھ نہ سکے۔ اگر میں جھوٹ بول دیتا تو وہ مجھے اور آپ کو رسوا کرتے اور ہم دونوں گرفتار کر کے لے جاتے۔

رزق ملنے کا یقین: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ایک روز حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں جو کی روٹی اور نمک تھا۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کھانا شروع کیا تو اچانک ایک سائل آ گیا۔ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کے آگے سے روٹی اٹھا کر فقیر کو دے دی۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو یہ بات اچھی نہ لگی اور فرمایا۔ حبیب! تم میں شائستگی تو ہے مگر علم سے بالکل خالی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے روٹی اٹھا کر دنیا اخلاقیات کے خلاف ہے اور اگر خیرات کرنی ہی تھی تو آدھی روٹی بھی دے سکتے تھے وہی کافی ہوتی۔

حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ صاحب کی بات سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا بلکہ دروازے پر نظریں جمائے رکھیں۔ چند ہی لمحوں کے بعد ایک شخص ایک خوان لے کر حاضر ہوا اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ اس خوان میں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور اس کے علاوہ یہ پانچ سو درہم ہیں۔ کھانے آپ کے اور آپ کے مہمان کے واسطے ہیں اور رقم صرف آپ کے اخراجات کیلئے۔

حبیب عجمی نے دونوں چیزیں لے لیں اور خواجہ حسن بصری سے فرمایا کہ اب کھانا تناول فرمائیں۔ انہوں نے کہا آپ بھی ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ حبیب عجمی بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ دونوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد حبیب عجمی نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ آپ میرے استاد اور پیر و مرشد ہیں۔ اس لئے آپ کے آگے دم مارنے کی مجھے مجال نہیں مگر ایک بات ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ضرور ضرور تمہیں اجازت ہے۔ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ بولے۔ یا حضرت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر رزق کے سلسلے میں یقین کامل رکھنے کا نتیجہ ہے اور یہ بات مجھے آپ کی صحبت ہی سے ملی ہے۔

جنوں میں وعظ: ایک شخص نماز فجر کیلئے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی مسجد

میں گیا اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند پایا۔ اندر سے خواجہ حسن رضی اللہ عنہ کے دعا مانگنے کی آواز آ رہی تھی۔ بہت سے لوگوں کے آمین کہنے کی صدا بھی آ رہی تھی۔ اس شخص نے خیال کیا کہ شاید خواجہ کے احباب مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر انتظار میں باہر ٹھہرا رہا۔ کافی انتظار کے بعد جب صبح ہونے کا وقت قریب پہنچا تو اس نے مسجد کے دروازے کو ہاتھ سے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا حالانکہ پہلے بند تھا۔ اندر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور بعد میں خواجہ صاحب سے پوچھا کہ حضور! میں نے تو مسجد کا دروازہ بند پایا تھا اور آپ کی دعا اور ایک باجماعت آمین کی صدا سنی تھی۔ مگر جب کچھ دیر کے بعد دروازہ کھلا تو اندر آپ کے علاوہ کسی کو بھی نہ دیکھا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ خدارا کچھ تو فرمائیے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تنبیہ کی کہ خاموش رہ اور یہ بات کسی کو مت بتانا۔ یہاں ہر روز فجر کی نماز سے پہلے جن اور پریوں کی ایک جماعت میرے پاس درس لینے اور وعظ سننے آتی ہے۔ آخر میں باقاعدہ دعا ہوتی ہے۔ آج بھی وہ مخلوق آئی ہوئی تھی اور انہوں نے ہی دروازہ بند کر رکھا تھا اور جب وہ باہر نکلے تو تمہیں خبر تک نہ ہوئی۔

ایک عورت کی اصلاح کا واقعہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک عزت فروش ملکہ نامی عورت تھی اپنے پاس آنے کیلئے لوگوں سے کم از کم از سو دینار وصول کرتی تھی...... ایک عابد نے اس کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ کسی طرح محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے اور اس کے پاس آ گیا...... اس عورت کے پاس سونے کا ایک تخت تھا جس پر وہ بیٹھتی تھی...... عابد نے کہا مجھے تیرا حسن پسند آ گیا تھا۔ اس لئے میں نے بڑی محنت سے سو دینار اکٹھا کئے اور یہاں آیا ہوں۔ فاحشہ عورت نے عابد کو بھی اپنے ساتھ تخت زریں پر بٹھایا۔ عابد کو اس وقت اچانک قیامت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا یاد آ گیا...... اور اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا اور بولا۔ مجھے جانے دو۔ لو یہ دینار تم ہی لے لو۔ عورت کہنے لگی آخر تمہیں

کیا ہوگیا ہے۔تم تو یہ کہتے تھے میرا حسن تمہیں پسند آ گیا ہے اور اب جان چھوڑا رہے ہو۔ عابد نے جواب دیا کہ میں قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔تو اب میرے لئے بدترین اور ناپسندیدہ شے ہے۔

عورت کہنے لگی کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو میں اب تمہارے سوا کسی کو شوہر بھی نہیں بناؤں گی۔مگر عابد نے کہا کہ خدا کیلئے اب مجھے یہاں سے جانے دو۔ اس پر عورت نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے جاؤ۔مگر مجھ سے نکاح کا وعدہ کرتے جاؤ۔مگر عابد نے کہا کہ جو اللہ چاہے گا وہ ہوگا اور پھر سر پر چادر اوڑھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔ عورت نے بھی اپنی بدکرداری اور عزت فروشی سے توبہ کی۔ اس کی تلاش میں چل پڑی۔ عابد کے شہر میں پہنچ کر اسے تلاش کیا اور کسی طرح اسے خبر بھجوائی کہ ملکہ تم سے ملنے آئی ہے۔عابد نے جب یہ سنا تو چیخ مار کر گرا اور جان دے دی۔۔۔ عابد کی موت کے بعد ملکہ بہت مایوس ہوئی۔ ملکہ نے عابد کی محبت میں اس کے بھائی سے نکاح کیا، جس سے اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے اور سب کے سب نیک اور صالح پرہیزگار ہوئے۔

ملفوظات

خوشی کی بات: کسی نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے؟ فرمایا ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر کھڑا تھا اور ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی۔ شادی کے بعد سے پچاس سال میں نے صبر وسکون سے تیرے ساتھ نباہ کیا اور تجھ سے کوئی ایسی شے طلب نہیں کی جس کا تو متحمل نہ ہو سکتا ہو۔ نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا اور نہ کبھی تیری شکایت کی۔مگر یہ سب کچھ محض اس لئے برداشت کیا کہ دوسری شادی نہ کرے لیکن اگر تو دوسری شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی۔ مجھے یہ بات سن کر بہت مسرت ہوئی۔

سب سے بہتر مشغولیت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص بیس سال

سے نہ تو عورت کے قریب گیا ہے اور نہ کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نہ نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ چنانچہ جب آپ اس سے ملاقات کی غرض سے پہنچے تو اس نے معافی چاہتے ہوئے اپنی مشغولیت کا ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ آخر کس چیز میں مشغول رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میرا کوئی سانس ایسا نہیں جس میں مجھ کو کوئی نعمت حاصل نہ ہوتی ہو اور مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیری مشغولیت مجھ سے بہتر ہے۔

صبر کا مفہوم: کسی دہقانی نے جب آپ سے صبر کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اول ابتلا و مصیبت پر صبر کرنا' دوم ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے احتراز کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ بدو نے عرض کیا کہ آپ تو بہت بڑے زاہد ہیں۔ فرمایا کہ میرا زہد تو آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور صبر بے صبری کی وجہ سے۔ بدوی نے کہا میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ مصیبت یا اطاعت خداوندی پر میرا صبر کرنا صرف نار جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے اور اسی کا نام جزع ہے۔ میرا تقویٰ محض رغبت آخرت میں اپنا حصہ طلب کرنے کی وجہ سے ہے نہ کہ سلامتی جسم و جان کیلئے۔ صابر وہ ہے جو اپنے حصہ پر راضی رہتے ہوئے آخرت کی طلب نہ کرے بلکہ اس کا صبر صرف ذات الٰہی کیلئے ہو کیونکہ اخلاص کی علامت یہی ہے۔

اظہار حقیقت: ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرح ہو۔ یہ سن کر سب لوگ بہت مسرور ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ تم اپنے اعمال و خصائل میں ان جیسے ہو بلکہ تمہارے اندر ان کی کچھ شباہت پائی جاتی ہے کیونکہ صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ تم ان کو دیکھ کر دیوانہ تصور کرنے لگتے۔ اگر وہ تمہاری حالت دیکھتے تو تمہیں ہرگز مسلمان تصور نہ کرتے' وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر آگے چلے گئے اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے پر بھی قادر نہیں۔

عشق الٰہی کا تقاضا: فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے

ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی۔ میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا ہاتھ منہ تو ڈھانپ لو لیکن اس نے جواب دیا کہ شوہر کے عشق میں میری عقل کھوگئی ہے۔ اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل بھی محسوس نہ ہوتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اور اسی کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش حواس پر قائم ہیں۔

چار افراد: آپ نے فرمایا کہ جب میں چار افراد کے متعلق سوچتا ہوں تو حیرت زدہ ہو جاتا ہوں۔ اول مخنث (یعنی ہیجڑا) دوم مست شخص، سوم لڑکا۔ چہارم عورت، لوگوں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے ایک ہیجڑے سے جب گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میری حالت کا اب تک کسی کو علم نہیں آپ مجھ سے گریزاں نہ ہوں۔ ویسے عاقبت کی خبر خدا کو ہے۔

نماز استسقاء: ایک سال بصرہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ دو لاکھ افراد نماز استسقاء کیلئے بیرون شہر پہنچ گئے۔ ایک منبر پر حسن بصری رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر دعا میں مشغول ہو گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم بارش کے متمنی ہو تو مجھ کو شہر بدر کر دو اور اس وقت آپ کے روئے مبارک سے خشیت الٰہی کے آثار ہویدا تھے کیونکہ آپ ہمیشہ مصروف گریہ رہتے اور کسی نے کبھی ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔

تباہی مردہ دلی میں ہے: مالک بن دینا کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ فرمایا کہ مردہ دلی میں ہے۔ میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی جانب راغب ہو جانا۔

فلسفہ تنہائی: جب بشر حافی کو یہ علم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سفر حج کا قصد کر رہے ہیں تو انہوں نے تحریر کیا کہ میری تمنا ہے کہ آپ کے ہمراہ حج کروں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں کیونکہ میری تمنا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردے میں زندگی گزار دوں۔ اگر ہم دونوں ہمراہ ہوں گے تو ایک

دوسرے کے عیوب یقیناً سامنے آئیں گے اور ہم میں سے ہر ایک' ایک دوسرے کو معیوب تصور کرنے لگے گا۔

نصیحت: ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو مکتوب ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جو میرے تمام امور میں معاون ہو سکے۔ جواب میں آپ نے لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی معانت کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ پھر دوسرے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

زیارت قبور میں عبرت ہے: ایک مرتبہ لوگوں کے ہمراہ قبرستان میں پہنچ کر فرمایا کہ اس میں ایسے ایسے افراد مدفون ہیں جن کا سر آٹھ جنتوں کے مساوی نعمتیں پانے پر بھی نہ جھک سکا اور ان کے قلوب میں ان نعمتوں کا کبھی تصور تک بھی نہ آیا۔ لیکن مٹی میں اتنی آرزوئیں لے کر چلے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی تمام آسمانوں کے مقابلے میں رکھا جائے تو وہ خوفزدہ ہو کر پاش پاش ہو جائیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کا مقام: ہفتہ میں ایک مرتبہ آپ وعظ کیا کرتے تھے مگر جب تک حضرت رابعہ بصری شریک نہ ہوتیں وعظ نہیں کہتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے وعظ میں تو بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں پھر آپ صرف ایک بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاتھی کے برتن کا شربت چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتے ہیں؟ اور جب آپ کو دوران وعظ جوش آجاتا تو رابعہ بصری سے فرماتے کہ یہ تمہارے ہی جوش و گرمی کا اثر ہے۔

ایک ذہین بچہ: فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لئے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آئی۔

دنیا کا انجام: آپ کسی مردے کی تدفین کیلئے قبرستان تشریف لے گئے اور فراغت تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ قبر کی خاک تک نم ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ جب آخری منزل ہی آخرت ہے۔ تو پھر ایسی دنیا کے متمنی کیوں ہو جس کا انجام قبر ہے اور اس عالم سے خوفزدہ کیوں نہیں جس کی ابتدائی منزل بھی قبر ہی ہے گویا تمہاری پہلی اور آخری منزل قبر ہے۔ آپ کی نصیحت سے لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ شدت گریہ سے بے حال ہوگئے۔

تین نصیحتیں: آپ نے سعید بن جبیر کو تین نصیحتیں کیں۔ اول صحبت سلطان سے اجتناب کرو۔ دوم کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو، خواہ وہ رابعہ بصری کیوں نہ ہوں۔ سوم راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں۔

تنبیہہ: بچپن میں آپ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا تھا جس کی پاداش میں آپ جب کبھی نیا پیراہن تیار کرواتے تو اس کے گریبان پر وہ گناہ درج کر دیتے اور اسی کو دیکھ کر اس درجہ گریہ وزاری کرتے کہ غشی طاری ہو جاتی۔

رزق حلال: ایک نوجوان جو تصوف اختیار کرنے کا خواہش مند تھا۔ آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ بیٹے! یہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ خدا کی عبادت کرنا تو بہت ہی اچھا فعل ہے۔ مگر رزق حلال کمانے اور گھریلو ذمہ داری پوری کئے بغیر عبادت کا کچھ مزہ نہیں۔ جاؤ پہلے رزق حلال کیلئے محنت کرو پھر خدا کے حضور میں سر بھی جھکا لینا۔

شادی میں اعتدال کی تاکید: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ شادی کرنا یقیناً کوئی معیوب نہیں۔ البتہ مرد وعورت کا اختلاط ومعاشرت میں اعتدال سے گزرنا بری بات ہے۔ زاہد عبادت گزار شخص کو چاہئے کہ شادی کے بعد بیوی سے میل جول میں شدت نہ اختیار کرے۔ ایسا کرنے سے عبادت ومجاہدات کے نظام میں رخنہ پڑتا ہے اور نفس امارہ کو تقویت ملتی ہے۔ ابتداء میں جب مجھ سے کہا گیا کہ تم نکاح کرلو تو میں نے جواب دیا تھا۔ مجھے نکاح سے زیادہ نفس کشی کی ضرورت ہے۔

اطاعت اور بندگی: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں دنیا میں خدا کی قربت اور آخرت میں اس کے دیدار سے محروم رہا تو میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہ ہوگا۔ خدا کا قرب **اللہ کی بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ** اطاعت اور بندگی عاجزی اور حلم پیدا کرتی ہے۔ یہ تقویٰ کی راہ میں آگے بڑھنے کی ہمت بخشتی ہے۔ اگر بندہ پامردی سے بندگی اور اطاعت میں لگا رہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ عام لوگوں سے مہربانی کے ساتھ پیش آئے۔ انہیں کبھی اپنے سے کمتر اور حقیر نہ سمجھے۔

ہر حال میں یادِ الٰہی: ''شاید تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمان کے لئے ہنسی ٹھٹھا تباہی اور بربادی کے سوا اور کچھ نہیں۔ مسلمان اگر فارغ ہوتا ہے تو بھی خدا کی یاد میں مشغول ہوتا ہے کیونکہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ ایسا اہم ہے جس کا اسے روز قیامت حساب دینا ہوگا۔ تم لوگوں کو چاہئے ایسی باتوں سے مکمل پرہیز کرو''۔

عقیدۂ توحید: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان کی اصل عقیدہ توحید ہے۔ ایمان اسی تصور سے ملزوم ہے۔ یہ تصور جتنا پختہ ہوگا ایمان اتنا ہی مستحکم ہوگا اور ایمان جس قدر مستحکم ہوگا بندے میں اسی قدر ہمت وشجاعت ہوگی۔

مردہ دل کو زندہ کیا جائے: ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل سوئے ہوئے تھے تو مجھے زیادہ فکر نہیں ہوتی۔ میں انہیں جھنجھوڑ کر جگانے کی نیت لے کر نکلا تھا مگر رونا تو اس بات کا ہے کہ تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ اسی لئے جگانے کی تمام کوشش کے باوجود یہ زندہ نہیں ہو سکے۔

بادشاہ اور درویش: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک بادشاہ کسی درویش کے پاس سے گزرا۔ اس درویش نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے لیکن اس نے بادشاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس بات پر بادشاہ غصے سے لال پیلا ہوگیا۔ اس نے اعتراض کیا۔ درویش نے کہا ''بادشاہ! جو لوگ تیرے احسان کا بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں ان سے خدمت اور اطاعت گزاری کی امید رکھ۔

وہ تیری اطاعت نہ کریں تو ان سے باز پرس کر۔ مجھ جیسے فقیر کو بھلا تیری کیا ضرورت ہوگی؟ یہ سن کر بادشاہ کا غصہ اور تیز ہوگیا۔ وہ کہنے لگا ''تو بہتر حال میں ہے یا میں؟'' درویش نے ہنس کر جواب دیا ''میں نے اپنے نفس کو گدھا بنا دیا اور اس پر سواری کر رہا ہوں مگر تیرے نفس نے تجھے گدھا بنا رکھا ہے اور وہ تجھ پر سوار ہے''۔ بادشاہ کو یہ سن کر سکتہ ہوگیا۔ کچھ دیر بعد درویش بولا۔ ''یقیناً یہ سچ ہے کہ کیونکہ تیرے چہرے سے ظاہر ہے کہ تجھے یہ بات بہت کڑوی لگی ہے'' بادشاہ دل ہی دل میں بہت شرمسار تھا۔ اس نے درویش سے پوچھا۔ ''تمہاری کوئی حاجت ہے جسے میں پورا کرسکوں''۔ درویش نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔ ''ہاں'' ایک حاجت ہے؟ آج کے بعد تو میرے پاس نہ آئے''۔

تجلیات عرفان: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہیبت دراصل عارفان حق کا مقام ہے جبکہ انس صرف مریدوں کا حصہ۔ جس زاہد و عابد شخص کو اللہ کے حضور میں جلالی اوصاف کا زیادہ سے زیادہ مشاہدہ ہو اور وہ قربت الٰہی میں بھی خدا کے قہار و جبروت کے تصور کو تصور سے علیحدہ نہ کرسکے۔ ہیبت کا غلبہ بھی اسی کے دل پر زیادہ اور دیرپا ہوتا ہے اسی لئے وہ انس سے بیزار اور متنفر رہتا ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ انس ہمیشہ ہم جنس سے ہوا کرتا ہے اور بندہ کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہم جنس یا ہم شکل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس سے انس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ زاہد و عابد شخص کے دل پر خدا کی ہیبت کا طرہ ہونا بھی عظمت خداوندی کے مشاہدے کی دلیل ہے۔ اس بندے پر ہیبت کا طاری ہونا ایک نیک شگون ہے کیونکہ ہیبت کا غلبہ نفس پر ہوتا ہے اور اس غلبے سے بندے کی نفسانی خواہشات مغلوب ہو جاتی ہیں اور بشری اوصاف باقی نہیں رہتے۔

اس طرح بندہ معرفت عرفان کی تجلیات سے اپنا باطن زیادہ روشن اور پاک اور صاف رکھتا ہے۔ ہیبت الٰہی کے باعث زاہد و عابد میں گریہ وزاری کی کیفیت زیادہ نمایاں رہتی ہے۔ وہ ہر لمحہ خالق کے جلال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات کے محاسبے

کے بعد عذاب اور آتش دوزخ کے خوف سے کانپتا رہتا ہے۔ اس میں عبادت وریاضت کے کسی مقام پر فخر یا اطمینان کا احساس پیدا ہی نہیں ہوتا اور یہی سچے عبادت گزار کی خوبی تسلیم کی جاتی ہے۔

مقبول عمل کی خصوصیات: خدا اور اس کے رسول کی دل سے اطاعت کرو' دین اسلام پر مکمل اعتقاد و یقین رکھو۔ اس کی تعلیمات پر سختی سے عمل کرو' دنیا کی بے جا خواہشات سے کنارہ کش ہو جاؤ' سادگی کو زندگی کا شعار بنالو' رزق حلال سے پیٹ کی آگ بجھاؤ' کلام مجید کا شوق اور سچے جذبے سے مطالعہ کرو اور والہانہ انداز میں اللہ کی اس کتاب کی روزانہ تلاوت کرو۔ تم خود مشاہدہ کرو گے کہ تمہارا ہر عمل خدا کی طرف سے ایک کرامت ہوگا۔

نفس پر قابو پانا: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نفس کی غذا باطل ہے اور جب سے اسے دشمنی ہے۔ اس لئے وہ کبھی راہ حق پر چلنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتا۔ انسان کے نفس کو باطل ہی سے تسکین اور تسلی ہوتی ہے نفس امانت میں خیانت کرنے پر ابھارتا ہے اور صبر ورضا کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجاہدہ ہے جس نے اللہ کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کیا۔ تورات میں ہے کہ جس نے اپنے نفس پر قابو پالیا وہ ہر برائی سے آزاد ہوگیا۔

توکل: ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ توکل کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہر کام اور ہر ضرورت کیلئے خدا کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔ مومن وہ ہے جو توکل کو شعار بنائے۔ اس کے نزدیک دنیا ایک سرائے کی مانند جو جہاں وہ کچھ ذخیرہ نہ کرے اور نہ حاجت سے زیادہ طلب کرے۔ توکل ایک بہت بڑی دولت ہے۔ اس سے ہر مسلمان اپنے نفس اور حرص وہوس جیسی موذی برائیوں پر قابو پانے میں بہت مدد لے سکتا ہے۔

خاموشی ایک نعمت ہے: ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خاموشی ایک نعمت سے کم نہیں۔ سالک کو چاہئے کہ وہ خدا کے تصور میں خاموشی اختیار کرے۔ چپ رہنے

سے دل زندہ ہوتا ہے' ذوق وشوق بڑھتا ہے اور انسان کے گناہ کم ہوتے ہیں۔ زیادہ اور غیر ضروری باتیں کرنے والے کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے سنا نہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اصحاب سے فرمایا۔ ''کلام اگر چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے''۔

ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے: ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اسلام دراصل ایک سچا اور مکمل نظام حیات ہے۔ اس میں ہر بیماری کی دوا موجود ہے۔ مگر شرط صرف ایک ہے کہ تم سچے مسلمان بن جاؤ۔ صرف زبان سے اقرار کر لینے کا نام اسلام نہیں۔ اس طرح تم مسلمان نہیں بن سکتے۔ کامل مسلمان بننے کیلئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ جن حقائق کا تم دل سے اقرار کرتے ہو ان پر سچے عقیدے اور جذبے کے ساتھ عمل بھی کرو۔ دین کا علم بغیر عمل کے کوئی کارآمد نتیجہ پیش نہیں کرتا۔

اعتدال اور میانہ روی: آپ عبادت گزاری اور ذکر الٰہی میں بھی لوگوں کو اعتدال اور میانہ روی کی ہمیشہ تلقین کرتے۔ آپ بیان کرتے کہ شدت پسندی کے رجحان سے ذوق وشوق میں کمی اور عابد کی طبیعت میں بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک بار آپ نے لوگوں کو ایک واقعہ سنایا۔

کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں عورت تمام رات نماز پڑھتی ہے جب اس پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ایک رسی سے لٹک جاتی ہے اور نماز کی خاطر خود کو بیدار رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔ ''جو کوئی خدا کی خوشنودی کیلئے نماز پڑھتا ہے اور اسے لازم ہے کہ وہ اتنی ہی پڑھے جتنی وہ آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔ جب اس کی طبیعت بیزاری کی طرف مائل ہونے لگے یا اس پر نیند کا غلبہ آنے لگے تو وہ سو جائے''۔

ایثار وسخاوت: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہر ایک ایثار وسخاوت کا بہترین نمونہ تھا۔ وہ اپنا سب کچھ اپنے

دوسرے ضرورت مند بھائی پر نچھاور کرنے کیلئے ہر لمحہ کمر بستہ رہتے۔ آپ لوگوں سے فرماتے کہ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے مکے سے ہجرت کی اور مدینے پہنچے تو وہاں انصار نے کتنی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور اپنے مصیبت زدہ بھائیوں سے کس قدر ایثار سے پیش آئے۔

کیا تم بھول گئے کہ جب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف مدینہ آئے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعد بن الربیع رضی اللہ عنہ انصاری کے درمیان بھائی چارہ قائم کردیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جذبہ ایثار سے مغلوب ہوکر برملا اعلان کیا تھا کہ میں اپنا نصف مال عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کو دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں۔ جب اس کی عدت کے دن پورے ہو جائیں تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس سے نکاح کرلے۔ یہ ایثار کا اعلیٰ معیار ہے۔

تقویٰ اور حسن اخلاق: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عبادت اور ریاضت کے کئی پہلو ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کا اخلاق اچھا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون سے اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اکثر مسلمان جنت میں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تقویٰ اور حسن اخلاق'' خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اخلاق میں سب سے افضل یہ ہے کہ آدمی سخی ہو اور اپنے وعدے کا پاس کرے۔ یہ دو باتیں خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔

اگر ایک شخص عبادت گزار رہے مگر نہ تو سخی ہے۔ نہ وعدہ وفا کرنے والا ہے تو سمجھ لو کہ عبادت نے اس کی ذات میں مومن کی صفت پیدا نہیں کی۔

تزکیہ نفس: روایت ہے کہ ایک دن خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے عقیدت مندوں سے کہا کہ تزکیہ نفس میں کمال چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ کم کھانے، کم بولنے، کم ملنے جلنے اور کم سونے سے، دنیا میں نفس سے زیادہ کوئی اور چیز نہیں۔ حدیث

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ آپ لوگوں کو ہدایت کرتے' عمل سے پہلے نیت کی درستی ضروری ہے کیونکہ عمل کا دارومدار نیت ہی پر ہے۔ سب سے بہتر نیت یہ ہے کہ جو نیک کام کرے یہ کہہ کر کرے کہ اے اللہ! اس عمل سے تیری رضا کے سوا مجھے کوئی اور چیز درکار نہیں۔ بندہ خدا کی عبادت اس طرح کرے کہ اس پر خدا کا خوف اچھی طرح غالب ہو۔

عمل کی باتیں: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مومن کیلئے تین چیزیں لازمی ہیں۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے' جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچتا رہے۔ خدا کی رضا پر راضی رہے۔ مومن کو تین چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ بادشاہوں سے میل جول رکھنا کہ ان کی مہربانی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کرنا کہ وہاں ان دونوں کے درمیان تیسرا شخص شیطان ہوتا ہے۔ دنیا کی رنگینیوں میں دلچسپی لینا کہ یہ پانی کے بلبلے سے بھی کم پائیدار ہے۔ آپ لوگوں سے فرماتے ہدایت وراستی کیلئے سب سے بہتر اور اعلیٰ کتاب قرآن مجید ہے۔

اللہ کی اس کتاب کے بعد پھر کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر زندگی کے راستے پر قدم آگے بڑھانا چاہئے۔ مومن کیلئے انتہائی سودمند بات یہ ہے کہ وہ دنیا بیچ کر آخرت خرید لے۔ دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہوگا۔ جو آخرت کے عوض دنیا خریدے گا' دونوں جگہ خسارے میں رہے گا۔

شرح توحید: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ بندہ جب تک معرفت الٰہی کے درجے تک نہیں پہنچتا' اسے واحدانیت کی حقیقت سے آگاہی نہیں ہو سکتی۔ توحید کا مطلب ہے کسی چیز کے ایک ہونے پر یقین رکھنا۔ توحید کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی توحید حق ہے۔ اس سے مراد ہے خود اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کو واحد جاننا اور اپنی وحدانیت کا علم رکھنا۔ دوسری توحید وہ ہے جو خلق کیلئے ہے یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم

دینا کہ وہ اس کی توحید بیان کرے۔ تیسری توحید، توحید خلق ہے یعنی خلق کا یہ جاننا کہ ذات باری تعالیٰ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی مثل اور شریک نہیں۔ اس کی ذات کا تو درکنار، اس کی صفات میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں۔ نہ ہی اس کے افعال میں کوئی اس کا شریک ہے۔

مسلمان کی تعریف: ایک مرتبہ آپ کے کسی ملنے والے نے آپ سے دریافت کیا کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا ''مسلمانی در کتاب و مسلمان در گور''۔ مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمان قبر میں۔ پھر آپ نے اس کی یوں وضاحت کی کہ جس اسلام کو عرب والوں نے قبول کیا اور ایمان لائے اب وہ صرف کتابوں میں لکھا رہ گیا۔ اب تو اسلام کا صرف ذکر ہوتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔

دین کی باتوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں مومنوں کی وہ خوبیاں باقی نہیں رہیں جو انہیں ایک زندہ اور سرگرم عمل قول کے روپ میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا اہل بنائیں۔ مسلمان آج بے حس اور مایوس قوم کی حیثیت سے موجود ہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے کہا کہ ابھی ابھی وقت ہے۔ مسلمان اگر آج بھی اپنے دل میں یہ ٹھان لیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عملی زندگی بسر کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے اندر وہ جذبۂ جوش اور حرارت محسوس نہ کریں جو ایک زندہ قوم کا خاصا ہے۔

نوشتہ تقدیر: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوزخیوں جیسے اعمال ساری زندگی کرتا رہتا ہے اور اسے اپنے نقصان اور موت کے بعد ہونے والے عذاب کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ یہاں تک جب اس کی رحلت کا وقت قریب آتا ہے اور اس کے اور دوزخ کے درمیان چند روز کی مہلت باقی رہ جاتی ہے تو اچانک نوشتہ تقدیر اس غافل انسان پر سبقت لے جاتا ہے اور مشیت الٰہی کے مطابق وہ بہشت والوں جیسے نیک کام کر کے

جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ کبھی کوئی شخص تمام زندگی جنتیوں جیسے کام کرتا ہے، ہر قدم پر تمام عمر بھلائی اور نیکی کی سوچتا اور اس پر عمل بھی کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے درمیان صرف چند روز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ تو خدا کی مرضی سے نوشتہ تقدیر ہی اس کے آڑے آ جاتا ہے اور وہ آخری دنوں میں جہنمیوں جیسے کام کر کے دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ثبات مشاہدہ: خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں جو ریاضت کی مختصر مدت میں خدا کی تجلیات کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ایسے بھی ہیں۔ جنہیں مدتوں مشاہدہ حق کی دولت نصیب نہیں ہوتی۔ پھر بھی وہ مایوس نہیں ہوتے۔ دراصل عشق و محبت ہی انہیں زندہ رکھتے ہیں اور ایک دن وہ بھی آتا ہے جب ان کے اور پروردگار حقیقی کے درمیان حجابات اٹھ جاتے ہیں اور وہ مشاہدے کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ اصل میں جب ارادوں کا وجود ختم ہو جاتا ہے تو مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔ جب مشاہدہ کو ثبات حاصل ہو جائے تو بندے کیلئے دنیا اور آخرت سب برابر ہو جاتے ہیں۔

ارشادات حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ

آپ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں:

☆ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا تو میں نے کہا کہ سنبھل کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں کیونکہ اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ اس کے قول سے میں آج تک متاثر ہوں۔

☆ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ محض دنیا کی محبت میں بتوں کو پوجا جاتا ہے۔

☆ عاجزی کا یہ مطلب ہے کہ جب کوئی گھر سے نکلے تو جسے دیکھے اسے خود سے افضل تصور کرے۔

☆ ہزار آدمیوں کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے میں نہ خریدو۔

☆ تمہارے بھائیوں میں سے سب سے زیادہ قابل عزت وہ ہے جس کی دوستی تمہارے ساتھ ہمیشہ رہے۔

☆ گناہ کے بعد سچی توبہ کرنے سے تائب کا اللہ سے قرب بڑھتا ہے اور بار بار توبہ سے مزید قربت حاصل ہوتی ہے۔

☆ دنیا تمہاری سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو وہ تم کو لے چلے گی۔ اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تمہیں مار دے گی۔

☆ اسلام یہ ہے کہ اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے اور ہر مسلمان تجھ سے محفوظ رہے۔

☆ دوستوں اور مہمانوں پر اخراجات کا حساب اللہ تعالیٰ نہیں لیتا لیکن جو اپنے ماں باپ پر خرچ کیا جائے اس کا حساب ہوگا۔

☆ جس نماز میں دلجمعی نہ ہو وہ وجہ عذاب بن جاتی ہے۔

☆ کسی شخص نے جب آپ سے خشوع کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ انسان کے قلبی خوف کا نام خشوع ہے۔

☆ دینی بھائی ہمیں اپنے اہل وعیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیونکہ وہ دینی معاملات میں ہمارے معاون ہوتے ہیں۔

☆ جو شخص تم سے دوسروں کے عیوب بیان کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں سے تمہاری برائی بھی کرتا ہے۔

☆ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نافع عمل، اکمل عمل، اخلاص وقناعت اور صبر جمیل حاصل کرتا رہے اور جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو اس کے اُخروی مراتب کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

☆ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الٰہی کی بھی پرواہ

نہیں کرتا اور صحبت بد انسان کو نیک لوگوں سے دور کر دیتی ہے۔

☆ اگر مجھے کوئی شراب نوشی کیلئے طلب کرے تو میں طلب دنیا سے وہاں جانے کو بہتر تصور کرتا ہوں۔

☆ معرفت خصومت ومعاندت کو ترک کر دینے کا نام ہے کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے حاصل ہوتی ہے اور جب اہل جنت' جنت کا مشاہدہ کریں گے تو سات سو سال تک محویت کا عالم طاری رہے گا کیونکہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کر کے وحدت میں غرق ہو جائیں گے اور جلال الٰہی سے ہیبت طاری ہو جائے گی۔

☆ فکر ایک آئینہ ہے جس میں نیک وبد کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ جو قول مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شر پنہاں ہوتا ہے۔ جو خموشی خالی از فکر ہو اور اس کو لہو ولعب اور غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆ تورات میں ہے کہ قانع شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا۔ جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا اور آزاد ہو گیا۔ جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت حاصل کر لی اور جس نے صبر وسکون کے ساتھ زندگی گزاری وہ سر بلند ہو گیا۔

☆ تقویٰ کے تین مدارج ہیں اول غیظ وغضب کے عالم میں سچی بات کہنا' دوم ان اشیاء سے احتراز کرنا جن سے اللہ نے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ سوم احکام الٰہی پر راضی برضا ہونا اور قلیل تقویٰ بھی ایک ہزار برس کے صوم وصلوٰۃ سے افضل ہے کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر وتقویٰ ہے۔

☆ اگر میرے اندر نفاق نہ ہوتا تو میں دنیا کی ہر شے سے اجتناب کرتا اور نفاق ظاہر وباطن میں خلوص نیت کے نہ ہونے کا نام ہے کیونکہ جس قدر مومن گزر چکے ہیں۔ ان میں سے ہر فرد کو اپنے اندر نفاق کا خطرہ رہا اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ حلیم طبع ہو اور تنہائی میں عبادت کرتا ہو۔

☆ تین افراد کی غیبت درست ہے۔ اول لالچی کی۔ دوم فاسق کی۔ سوم ظالم بادشاہ کی۔ غیبت کا کفارہ اگرچہ صرف استغفار ہی ہے لیکن جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی طلب کر لے۔

☆ انسان کو ایسے مکان میں بھیجا گیا ہے جہاں کے تمام حلالؒ و حرام کا محاسبہ کیا جائے گا۔

☆ ہر فرد دنیا سے تین تمنائیں لئے ہوئے چلا جاتا ہے کہ اول جمع کرنے کی حرص، دوم جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ حاصل نہ ہو سکا۔ سوم توشہ آخرت جمع نہ کر سکا۔ کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص پر نزاع طاری ہے تو فرمایا کہ جس وقت سے دنیا میں آیا ہے اس وقت سے آج تک عالم نزاع ہی ہے۔

☆ سبکسار چھوٹ گئے اور بھاری بھرکم ہلاک ہوئے کیونکہ جو دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے نجات انہی کا حصہ ہے۔ اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور جو نعمت دنیا پر نازاں نہیں ہوتے۔ مغفرت انہی کا حصہ ہے کیونکہ دانشمندی وہی ہے جو دنیا کو خیر باد کہہ کر فکر آخرت میں لگا رہے اور خدا شناس لوگ دنیا کو اپنا غنیم تصور کرتے ہیں۔ جبکہ دنیا شناس خدا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔

☆ نفس سے زیادہ کوئی شے سرکش نہیں اور اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تمہارے بعد دنیا کی کیا کیفیت ہوگی تو یہ دیکھ لو کہ دوسرے لوگوں کے جانے کے بعد دنیا میں کیا ہوا۔

☆ تم سے قبل آسمانی کتابوں کی ایسی وقعت تھی کہ لوگ اپنی راتیں ان کے معانی پر غور و فکر کرنے میں گزار دیتے تھے اور دن میں اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لیکن تم نے اپنی کتاب پر اعراب تو لگا لئے مگر عمل ترک کر کے آسائش دنیا میں گرفتار ہو گئے۔

☆ جو شخص سیم و زر سے محبت کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو رسوائی میں مبتلا کرتا ہے اور جس کے پیروکار بیوقوف لوگ ہوں اس کی قلبی حالت درست نہیں اور جس چیز

کی تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

☆ ایک مرتبہ آپ عید کے دن کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں لوگ ہنسی مذاق اور لہوولعب میں مشغول تھے۔آپ نے فرمایا کہ میں حیرت کرتا ہوں ان لوگوں پر جو ہنسی مذاق میں مصروف ہو کر اپنے حال کو فراموش کر دیتے ہیں۔

وصال: وصال سے قبل ضعیفی اور نقاہت کے باعث آپ نے لوگوں سے میل ملاقات بہت کم کر دی تھی بلکہ زیادہ وقت ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ اور یاد میں گزارنے لگے۔آخر ایک دن یکم رجب ۱۰اھ کو آپ نے اپنے ایک عقیدت مند سے وضو کروانے کیلئے کہا وضو کے بعد نماز عصر ادا کی۔اس کے بعد لیٹ گئے اور آپ کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔اس طرح آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

منقول ہے کہ آپ کی وفات قریب ہوئی تو آپ ہنسے۔حالانکہ زندگی بھر کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا تھا۔یہ کہتے ہوئے آپ نے جان دے دی کہ کون سا گناہ؟ کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ آپ ساری عمر تو کبھی نہ ہنسے تھے' نزع کے وقت کیوں ہنسے۔فرمایا میں نے آواز سنی کہ اے ملک الموت دیکھنا ابھی اس کا ایک گناہ باقی ہے۔مجھے اس خوشی سے ہنسی آ گئی اور میں نے پوچھا کہ "کون سا گناہ" اور جان دے دی۔

امیر خورد سید محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی ہے۔

آوازے آمد شب وفات خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ۔

اِنَّ اللہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ الْحَسَنَ۔

خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی وفات کی رات کو غیب سے یہ آواز آئی کہ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت نوح علیہ السلام کو اور آل ابراہیم کو اور آل حسن کو برگزیدہ فرمایا۔

جس رات خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ اسی رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور یہ منادی کی جا رہی ہے۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ واصل بحق ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

سن وصال: منتخب التاریخ میں لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں یکم ماہ رجب ۱۱۰ ہجری کو ابوسعید حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر نواسی سال تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آپ کے جنازے میں بے پناہ لوگوں نے شرکت فرمائی۔

مدفن: حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو بصرہ ملک عراق میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت اطہار میں سے جن نفوس کو راہ طریقت و معرفت میں کمال عطا فرمایا۔ ان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نام نامی ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔ حضرت امام جعفر صادق امت مسلمہ اور حجت نبوی کے لئے روشن دلیل میں آپ صدق و تحقیق اور باغ ولایت کا انمول ثمر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ عظمت بزرگی اور شان و شوکت عطا فرمائی جس کی بنا پر آپ کی ذات اقدس کی طرف بہت سے خطابات منسوب ہیں۔ جو سراج الاصفیاء' عمدۃ الابرار' قدوۃ الاخیار' سید الاذکیاء' سیف اللہ ناطق بالحق' امام الفقراء' امام العصر' صاحب فضل و احسان ہیں۔

نام و کنیت: آپ کا نام جعفر اور کنیت ابو محمد تھی۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابواسماعیل تھی اور آپ کا لقب صادق ہے۔ جس وجہ سے آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہے اور ام فروہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہے۔

ولادت: حضرت امام جعفر صادق ۱۲ ربیع الاول ۸۳ھ بروز پیر مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ میں سوموار کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت پاک پر آپ کے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

بہت خوش ہوئے تھے اور ایک مرتبہ یہ ارشاد بھی فرمایا کہ میرا یہ صاحبزادہ ان چند مخصوص افراد میں سے ہے جن کے وجود مسعود سے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا ہے اور میرے بعد یہی میرا جانشین ہوگا۔

خرقہ ولایت: آپ کو خرقہ ولایت کی نسبت دو طرف سے حاصل ہے۔ ایک اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور دوسرے اپنی والدہ ماجدہ کے والد محترم یعنی اپنے نانا جان حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے' ان کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔

علمی مقام: حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ آپ کا حال بلند و پاکیزہ ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ شمائل و خصائل شستہ و منور تھے۔ آپ کے ارشادات تمام علوم میں خوبی اور رقت کلام کی بنا پر مشہور ہیں۔ طریقت میں باعتبار لطائف و معانی معروف ہیں۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب شواہد النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے علوم کا احاطہ فہم و ادراک سے بلند تر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند مرتبہ اور علم و فضل سے نواز رکھا تھا۔ آپ کے فیضان سے بے شمار انسانوں کو توبہ کی توفیق حاصل ہوئی۔ آپ کی صحبت پاک کے فیضان سے عام انسانوں کے علاوہ وقت کے اجل علماء کرام نے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ غرضیکہ آپ بحر علم و معرفت تھے۔ آپ کے بحر علم سے علوم کے موتی ظہور میں آتے تھے۔

سمجھانے کا عملی طریقہ: اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے بارے میں آپ کا نظریہ بہت واضح اور ٹھوس تھا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس آ کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خدا کا دیدار کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر

تو نے کس لئے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ تجھے خدا دکھایا جائے۔ اگر کوئی باطن کی نگاہ سے دیکھے تو اسے ہر شے میں خدا نظر آئے گا۔

وہ شخص بھی آسانی سے ٹلنے والا نہ تھا۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور تھا لیکن یہ امت محمدی ہے جس کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے "رَاٰنِیْ قَلْبِیْ رَبِّیْ" یعنی میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ "لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَاہُ" یعنی میں ایسے ربّ کی عبادت نہیں کرتا جو مجھے نظر نہیں آتا۔

اس شخص کی یہ باتیں سن کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے دریائے دجلہ میں ڈال دیا جائے چنانچہ جب اس شخص کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا۔ پانی نے اس کو اوپر پھینکا تو اس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت التجا کی مگر آپ نے اس کی ایک نہ سنی اور دریا کے پانی کو حکم دیا کہ اس شخص کو خوب اچھی طرح غوطے دیئے جائیں۔ دریائے دجلہ کے پانی نے آپ کے حکم کے مطابق جب اس شخص کو کئی مرتبہ پانی میں غوطے دے دیئے اور وہ برلب جان ہوگیا تب وہ گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طلب گار ہوا۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ خدا کے دیدار کا مطالبہ کرنے والا راہ راست پر آ گیا ہے تو آپ نے اسے پانی سے باہر نکلوایا۔

تھوڑی دیر بعد پانی سے نکلنے کے بعد جب اس شخص کے حواس قدرے درست ہوئے اس وقت حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا۔ اب بتاؤ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا۔ وہ شخص کہنے لگا اے پیرومرشد! جب تک میں دوسروں کی اعانت کا طلب گار رہا۔ اس وقت تک تو میرے سامنے ایک حجاب کا پردہ تھا لیکن جب میں اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے دل میں کچھ ایسی روشنی اور سکون پیدا ہوا جس سے میری ساری اضطراری کیفیت جاتی رہی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

قول ہے ''کہ کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے''۔

اس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا۔ اے بندے! جب تک تو نے اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا اس وقت تک تو جھوٹا تھا لیکن اب تمہارا دل ایمان کی روشنی سے منور ہو چکا ہے۔

ایک شخص کی توبہ کا واقعہ: ایک مرتبہ ایک دہریہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات کی شہرت سن کر آپ کو ایک سوال بھیجا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو ایک انڈے میں سمو دے اور انڈا نہ بڑھے اور نہ ہی دنیا کم ہو؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ اس نے کہا کہ اس کی کوئی مثال پیش کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا مثال کیلئے انسان کی آنکھ کی چھوٹی پتلی ہی کافی ہے کہ اس میں ساری دنیا سما جاتی ہے نہ پتلی بڑھتی ہے اور نہ ہی دنیا کم ہوتی ہے۔ یہ سن کر وہ دہریہ لاجواب ہو گیا۔ پھر ایک مدت کے بعد خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کروا سکتے ہیں۔ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ نے طاؤس کا ایک انڈا اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اسے دیکھو! اس کی اوپری ساخت پر غور کرو' اس کے اندر تیرتی ہوئی زردی اور سفیدی کو گہری نظر سے دیکھو اور اس بات پر غور کرو کہ اس میں رنگ برنگ کے جرثومہ کس طرح سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیا تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اس انڈے کو اچھوتے انداز میں بنانے والا اور اس سے پیدا کرنے والا ضرور کوئی ہے۔ دہریہ نے یہ بات سنی تو اسی وقت توبہ کی اور دہریت سے باز آ گیا۔

مناظرے میں لاجواب کر دیا: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات طیبہ کے زمانے میں بہت سے علمی مناظرے فرمائے اور اپنے علمی کمالات کے جوہر دکھاتے ہوئے بڑے بڑے دہریوں' کافروں اور قدریوں کو لاجواب کر دیا۔ یہ عبدالملک ابن مروان کے دور کا واقعہ ہے کہ قدریہ مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک

مناظر خلیفہ کے دربار میں آیا اور علماء وقت کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ خلیفہ نے اپنے علماء کرام کو دربار میں طلب کیا تا کہ اس سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ علماء کرام نے اس مناظر سے مقابلہ شروع کیا۔ دونوں طرف سے دلیلوں پر دلیلیں پیش کی جارہی تھیں لیکن قدریہ مذہب کا مناظر ان تمام علماء کو لاجواب کرتا جارہا تھا۔ حتیٰ کہ تمام علماء اس سے عاجز آگئے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوری طور پر ایک خط قاصد کے ذریعے مدینہ منورہ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور اس بات کی تاکید کی کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ جب خلیفہ کا خط حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنے پیارے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مناظرہ کرنے کی غرض سے چلے جاؤ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کے حکم کے مطابق مدینہ منورہ سے مناظرہ کی غرض سے روانہ ہوگئے۔ جب خلیفہ کے دربار میں پہنچے تو خلیفہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا۔ آپ ابھی کم عمر ہیں اور وہ بڑا پرانا مناظرہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو بھی وہ دوسرے علماء کی طرح شکست دے دے اس لئے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مجلس مناظرہ پھر منعقد کی جائے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ اس بات سے نہ گھبرائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں صرف چند منٹوں میں ہی مناظرہ ختم کردوں گا۔ دربار میں موجود لوگ آپ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ مناظرہ کا اہتمام کیا گیا اور قدریہ مذہب کا مناظر بھی وقت کے مطابق آ گیا۔ چونکہ قدریوں کا عقیدہ ہے کہ سب کچھ بندہ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں کے معاملات میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کچھ کرسکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا وقدر وارادہ کو بندوں کے کسی معاملے میں دخل نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس مناظر کی پہل کرنے کی خواہش پر فرمایا کہ میں نے تم سے صرف ایک بات کہنی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم سورہ فاتحہ

پڑھو۔ اس نے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ جب وہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنَ پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''صرف تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں'' تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''ٹھہر جاؤ اور پہلے مجھے اس کا جواب دو کہ تمہارے عقیدے کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کو تمہارے کسی معاملے میں دخل اندازی کا حق نہیں تو پھر تم کیوں اس سے مدد مانگتے ہو۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا او رکوئی جواب نہ دے سکا۔ اس کے لاجواب ہوجانے سے مجلس مناظرہ ختم ہوگئی۔ خلیفہ اور تمام مسلمان بہت خوش ہوئے۔

عقل مند کون ہے؟ ایک مرتبہ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ اس مجرم کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں کہ جس نے حج کیلئے احرام باندھنے کے بعد ہرن کے وہ دانت توڑ دیئے ہوں جن کو رباعی کہا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس کا حکم معلوم نہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا' ہرن کے رباعیہ ہی نہیں ہوتے۔ اس کے بعد آپ نے سوال کیا کہ عقل مند کی تعریف کیا ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا جو اچھائی اور برائی میں پہچان کرسکے اور دوست ودشمن میں تمیز کرسکے۔ آپ نے فرمایا یہ تمیز تو جانور بھی کرلیتے ہیں۔ اس لئے کہ جو ان سے پیار کرتا ہے اس کو نقصان نہیں پہنچاتے اور جو ان کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ بھی اسے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ پھر آپ ہی فرمائیں کہ عقلمند کون ہے؟ ارشاد فرمایا عقل مند وہ ہے جو دو نیکیوں اور دو برائیوں میں یہ امتیاز کرسکے کہ کون سی نیکی اختیار کرنے کے قابل ہے۔ دو برائیوں میں سے کون سی برائی کم اور کون سی زیادہ ہے۔

آپ کی عظمت: خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے وزیر کو حکم دیا کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کردوں۔ وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیرباد کہہ جو شخص عزلت نشین ہوگیا ہو اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں۔ لیکن خلیفہ نے غضبناک ہوکر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور صادق کو قتل کر دینا لیکن جب وزیر کے ہمراہ آپ تشریف لائے تو آپ کی عظمت وجلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ اضطراری طور پر آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مودبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت وضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت وریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت واحترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندم ہو کر مکمل تین شب وروز بے ہوش رہا لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہرحال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر وغلام حیرت زدہ رہ گئے اور خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت جعفر صادق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ ایک اتنا بڑا اژدھا تھا۔ جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذراسی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہوگئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔

اہل بیت کی محبت کی تلقین: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کی تمام زندگی حق سچ کے بول بولا کے لئے جہاد کرتے ہوئے گزر گئی مثلاً ایک مرتبہ جب امام شافعی کے مخالفین نے ان پر رافضیت کا الزام لگایا تو آپ نے اس پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کس قدر تاسف آمیز بات ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو رافضی کا خطاب دے کر قید وبند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ جس کے متعلق امام صاحب خود ہی اپنے ایک شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر اہل

بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم اسلام کو میری رافضیت پر گواہ رہنا چاہئے''۔ اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ارکان ایمان میں داخل نہ ہوتب بھی ان سے محبت کرنے اور ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا حرج واقع ہوتا ہے۔ اس لئے ہر اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ جس طرح دل و جان سے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مراتب کو بھی ان کے مقام اور مرتبے کے مطابق افضل واعلیٰ تصور کرے۔

غیر مسلم کے مسلمان ہونے کا واقعہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ علم و فضل میں کمال درجہ رکھتے تھے۔ حاضر دماغ اور فکر ونظر رکھنے والی شخصیت تھے۔ علمی معاملات میں کوئی آپ سے بحث میں جیت نہیں سکتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہندوستان کا ایک مشہور طبیب خلیفہ منصور کے دربار میں آیا۔ اس طبیب کو اپنے علم و ہنر پر بڑا گھمنڈ تھا اسی لئے وہ دربار میں بیٹھ کر طب کے اسرار و رموز کو بڑے متکبرانہ انداز میں بیان کر رہا تھا۔ خلیفہ منصور اور اس کے درباری بڑی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ اس کی گفتگو سننے میں مگن تھے۔ اتفاق سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے اور خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ جب اس نے اپنی گفتگو ختم کر لی تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اگر آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں تو مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم سے کیا پوچھوں' میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ طبیب نے کہا اگر ایسی بات ہے تو پھر کچھ سنایئے تاکہ میں بھی تو سنوں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی بیماری کا غلبہ ہو تو اس کا علاج ضد سے کرنا چاہئے یعنی گرم کا علاج سرد سے' تر کا خشک سے اور خشک کا تر سے اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنا چاہئے۔ یاد رکھ کہ معدہ تمام امراض کا گھر ہے اور پرہیز تمام دوائیوں کی دوا ہے۔ انسان جس چیز کی عادت اختیار کر لیتا ہے اس کے مزاج کے موافق اور اس کی صحت کا باعث بن جاتی

ہے۔

طبیب کہنے لگا کہ بلاشبہ جو ارشاد آپ نے فرمایا ہے وہی اصلی طب ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو باتیں میں نے کی ہیں۔ طبی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد کی ہیں بلکہ یہ علوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ تمہیں زیادہ علم ہے یا نہیں؟ طبیب کہنے لگا کہ مجھے زیادہ علم ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کا متکبرانہ انداز دیکھ کر فرمایا۔ میں تجھ سے چند سوال کرتا ہوں تو اس کا جواب دے دے۔ فرمایا آنسوؤں اور رطوبتوں کا مقام سر میں کیوں ہے؟ سر پر بال کیوں ہیں' پیشانی پر بال کیوں نہیں ہیں؟ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں ہے؟ آنکھیں بادامی شکل کی کیوں ہوتی ہیں؟ ناک کا سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہوتا ہے؟ منہ پر دو ہونٹ کس لئے بنائے گئے ہیں؟ سامنے کے دانت تیز اور داڑھ چوڑی کیوں ہے اور ان دونوں کے درمیان میں لمبے دانت کیوں ہیں؟ دونوں ہتھیلیوں پر بال کیوں نہیں ہوتے؟ مردوں کی داڑھی کیوں ہوتی ہے؟ بال اور ناخن میں جان کیوں نہیں ہوتی؟ دل کی شکل صنوبری کیوں ہے؟ پھیپھڑے دو حصوں میں کیوں ہیں اور وہ اپنی جگہ حرکت کیوں کرتا ہے؟ جگر کی شکل محدث کیوں ہے؟ گردے کی شکل لوبیے کی مانند کیوں ہوتی ہے؟ گھٹنے آگے کی طرف جھکتے ہیں پیچھے کی طرف کیوں نہیں جھکتے۔ دونوں پاؤں کے تلوے درمیان سے خالی کیوں ہوتے ہیں؟

طبیب آپ کے سوالات سن کر ہکا بکا رہ گیا اور اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے گویا ہوا۔ میں ان باتوں کے جوابات نہیں جانتا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں ان تمام باتوں کے جوابات جانتا ہوں۔ طبیب نے جستجو کرتے ہوئے کہا کہ بیان فرمائیے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آنسوؤں اور رطوبتوں کا مقام سر میں نہ ہوتا تو خشکی کے سبب سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ سر پر سال اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کی جڑوں سے تیل

وغیرہ دماغ تک پہنچتا رہے اور بہت سے دماغی فاسد مادے باہر نکلتے ہیں تاکہ دماغ شدید گرمی اور شدید سردی سے محفوظ رہے۔ پیشانی پر بال اس لئے نہیں ہوتے کہ اس جگہ سے آنکھوں میں نور پہنچتا ہے۔ پیشانی پر شکنیں اس لئے ہوتی ہیں کہ جو پسینہ سر سے پیشانی پر گرے، وہ آنکھوں میں نہ پڑے۔ جب پسینہ شکنوں میں جمع ہو جائے تو انسان اسے پونچھ کر پھینک دے جیسے زمین پر پانی جاری ہوتا ہے تو گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے اوپر پلکیں اس لئے لگائی ہیں کہ ان پر سورج کی روشنی اسی قدر ہی پڑے جتنی کہ ان کو ضرورت ہو اور ضرورت کے وقت بند ہو کر آنکھوں کی حفاظت کر سکیں اور سونے میں مدد دے سکیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ انسان جب تیز روشنی میں بلندی کی طرف کسی چیز کو دیکھنا چاہتا ہے تو ہاتھ کو آنکھوں کے اوپر رکھ کر سایہ کر لیتا ہے۔ تاکہ روشنی دونوں آنکھوں کو برابر پہنچے۔ آنکھیں بادامی شکل کی اس لئے بنائی گئی ہیں کہ ضرورت کے وقت سلائی کے ذریعے سے دوا یعنی سرمہ وغیرہ آسانی کے ساتھ اس میں پہنچ جائے۔ اگر آنکھ گول یا چوکور ہوتی تو اس میں سلائی کا پھرنا مشکل ہوتا اور اس میں ٹھیک طرح سے دوا نہ پہنچ سکتی اور مرض رفع نہ ہوتا۔ نیچے کی طرف ناک کا سوراخ اس لئے بنایا گیا ہے کہ دماغی رطوبتیں آسانی سے باہر نکل سکیں۔ اگر ناک کا سوراخ اوپر کی طرف ہوتا تو یہ بات ممکن نہ تھی اور کسی بھی چیز کی بدبو جلدی دماغ تک نہ پہنچ سکتی۔ منہ پر ہونٹ اس لئے لگائے گئے ہیں کہ منہ میں جو رطوبتیں دماغ سے آئیں، وہ رکی رہیں اور کھانا بھی انسان کے اختیار میں رہے۔ جب چاہے پھینک اور تھوک دے۔ مردوں کی داڑھی اس لئے ہوتی ہے کہ مرد اور عورت میں تمیز ہو جائے۔ منہ میں اگلے دانت اس لئے تیز ہوتے ہیں کہ کسی چیز کا کاٹنا آسان ہو اور داڑھ اس لئے چوڑی بنائی گئی ہے کہ غذا کو آسانی سے پیسا اور چبایا جا سکے۔ ان دانتوں کے درمیان اس لئے لمبے دانت بنائے گئے تاکہ دونوں کی مضبوطی کا باعث ہوں جس طرح مکان کی مضبوطی کیلئے ستون ہوتے ہیں۔ ہتھیلیوں پر اس لئے بال نہیں ہوتے کہ کسی چیز کو ہاتھ لگانے سے اس کی نرمی، سختی،

سردی اور گرمی وغیرہ کا آسانی سے پتہ چل سکے۔ اگر ہتھیلیوں پر بال ہوتے تو پھر مقصد پورا نہ ہوتا۔ ناخن اور بالوں میں اس لئے جان نہیں ڈالی کہ ان چیزوں کا بڑھنا اچھا معلوم نہیں ہوتا اور مضر رساں ہے۔ اگر ان میں جان ہوتی تو پھر تکلیف ہوتی۔ دل کی شکل صنوبری یعنی سر پتلا اور نچلا حصہ چوڑا اس لے ء ہے کہ یہ آسانی کے ساتھ پھیپھڑے میں داخل ہو سکے اور اس کی ہوا سے ٹھنڈک حاصل کرتا رہے تا کہ اس کے بخارات دماغ کو چڑھ کر امراض پیدا نہ کریں۔ پھیپڑے کے دو حصے اس لئے ہوئے کہ دل ان کے درمیان میں رہے اور وہ اسے ہوا دیں۔ جگر کی شکل اس لئے محدب ہے کہ یہ اچھی طرح سے معدے کے اوپر جگہ پکڑے اور اپنی گرانی وگرمی کے باعث غذا کو ہضم کر سکے۔ گردے کی شکل لوبیے کے دانے کی مانند اس لئے ہے کہ نطفہ انسانی یعنی منی پشت کی طرف سے آتا ہے اور اس کے پھیلنے اور سکڑنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ نکلتا ہے جو لذت کا سبب ہے۔ پیچھے کی طرف گھٹنے اس لئے نہیں جھکتے کہ چلنے میں آسانی ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان چلتے ہوئے گر گر پڑتا اس کیلئے آگے چلنا آسان نہ ہوتا۔ پاؤں کے دونوں تلوے اس لئے درمیان سے خالی ہوتے ہیں کہ دونوں کناروں پر بوجھ پڑنے سے پاؤں آسانی سے اٹھ سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور پورے جسم کا بوجھ پاؤں پر پڑتا تو پاؤں کیلئے پورے جسم کا بوجھ اٹھانا مشکل ہو جاتا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام سن کر طبیب حیران وششدرہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ علم آپ نے کس سے سیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے دادا جان سے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے۔ طبیب نے یہ بات سنی تو خلوص دل سے کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ کی علمیت وقابلیت کا دل سے معترف ہوا۔

آپ کی حضرت شفیق بلخی سے ملاقات: حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں۔ میں ۱۴۹ھ میں بارادۂ حج گھر سے چلا۔ قادسیہ میں اترا میں لوگوں کی زینت اور ان کی کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان خوبرو پر نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے تھا اوپر سے اونی

چادر اوڑھے ہوئے پاؤں میں جوتی' لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ جوان صوفی ہے۔ لوگوں پر بار ہوگا۔ میں اس کے پاس ضرور جاؤں اور اسے دھمکاؤں۔ میں اس کے قریب گیا۔ جب اس نے مجھے متوجہ پایا۔ کہا اے شفیق! گمان کرنے سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہے اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ برا کام ہے۔ اس نے جو میرے جی میں تھا کہہ دیا اور میرا نام لیا یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے۔ میں اس سے ضرور ملوں گا اور میں اس سے بدگمانی معاف کراؤں گا۔ میں اس کے پیچھے جلدی کر کے چلا مگر نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ جب ہم مقام واقصہ میں اترے اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست ہے اس سے مل کر میں اپنا قصور بدگمانی کا معاف کراؤں گا۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہو کر بیٹھا میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شفیق یہ آیت پڑھ۔ وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الخ۔ جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے تو میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے۔ میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ جب ہم منیٰ میں اترے۔ میں نے اسی جوان کو دیکھا۔ ہاتھ میں کوزہ لئے پانی کے واسطے کنویں پر کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ سے کوزہ کنویں میں گر پڑا۔ میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا خداوندا اے میرے مالک! سردار! تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔ شفیق فرماتے ہیں خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک آ بل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کیلئے کھڑا ہوا۔ بعد ادائے نماز ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور بالو اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اچھا جھوٹا مجھے عنایت کیجئے۔ کہا اے شفیق! خدا کی نعمتیں ظاہری و باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے

پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو۔ پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا۔ ستو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم! اس سے لذیذ اور خوشبو دار کبھی کوئی چیز میں نے نہ پی ہوگی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی۔ پھر راہ میں مجھے وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات متصل پانی کے قبہ کے آدھی رات کے وقت میں نے نماز پڑھتے دیکھا۔ نہایت عاجزی سے نماز پڑھتا تھا۔ رونے کی آواز سنی جاتی۔ اسی حالت میں تمام رات گزر گئی۔ جب صبح ہوئی اپنے مصلے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ ہوا اس کے خادم و غلام نظر آئے۔ اثنائے راہ میں جس وضع سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے۔ میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا۔ دریافت کیا یہ جوان کون ہے؟ کہا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ بیشک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی تلقین: ایک مرتبہ ایک ملاح کی ملاقات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور کہنے لگا۔ اللہ کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم جہاز ران ہو یہ بتاؤ کہ تمہیں کبھی سمندری طوفان سے بھی واسطہ پڑا ہے۔ کہنے لگا ہاں پڑا ہے۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ میرا جہاز سمندری طوفان میں پھنس گیا تھا اور باوجود کوشش کے نہ نکل سکا اور سمندر میں غرق ہو گیا۔ اس جہاز میں سوار تمام لوگ ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کہ پھر تم کیسے زندہ بچ گئے؟ کہنے لگا میرے ہاتھ جہاز کا ایک تختہ لگ گیا تھا۔ میں اس کے سہارے تیرتا ہوا ساحل کے بالکل نزدیک پہنچ گیا لیکن ابھی ساحل تک پہنچا تھا کہ اچانک میرے ہاتھ سے وہ تختہ چھوٹ گیا اور پھر میں نے خود ہی ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے جدوجہد شروع کر دی اور بڑی مشکل سے کنارے کے ساتھ آ کر لگا۔ حضرت

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا لو اب تم مجھ سے سنو۔ تم جب اپنے جہاز پر سوار تھے تو تمہیں اپنے جہاز پر بہت بھروسہ تھا کہ یہ جہاز پار لگا دے گا لیکن جب وہ ڈوب گیا تو پھر تمہارا بھروسہ اس تختے پر ہو گیا جو اتفاقاً تمہارے ہاتھ آ گیا تھا لیکن جب تمہارے ہاتھ سے وہ بھی چھوٹ گیا تو اب ذرا سوچ کر بتاؤ کہ اس بے سہار وقت اور بے بسی کے عالم میں بھی کیا تمہیں اس بات کی امید تھی۔ کہ اگر اب بھی کوئی بچانا چاہئے تو میں بچ سکتا ہوں؟ وہ کہنے لگا ہاں امید تو تھی۔ آپ نے فرمایا لیکن وہ امید کس سے تھی؟ کہ کون اسے بے بسی کے عالم میں بھی بچا سکتا ہے؟ یہ سن کر وہ بے دین خاموش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا خوب یاد رکھو۔ اس بے بسی کے عالم میں تمہیں جس ذات اقدس پر امید تھی وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے تمہیں بچالیا تھا۔ ملاح نے یہ سنا تو اس کی سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ سچے دل سے تائب ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

خلیفہ کی غلط فہمی کا ازالہ خلیفہ منصور عباسی نے ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بہت تلاش کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ منصور حج کرنے کی غرض سے گیا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی طرف سے اسے مسلسل یہ اطلاعات پہنچائی جاتی رہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تیری مخالفت کرتے رہتے ہیں اور تیری حکومت ختم کرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت آگ بگولا ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب حج سے فارغ ہوا تو اپنے مصاحب خاص ربیع سے کہا کہ کسی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو تلاش کر کے اس کے سامنے پیش کرو۔ جناب ربیع نے منصور کے تیور دیکھ کر معاملے کو ٹالنا چاہا اور خاموشی اختیار کر لی مگر جب دوسرا دن ہوا تو منصور نے دوبارہ سختی سے حکم دیا۔ چنانچہ جب ربیع امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور خلیفہ کا پیغام پہنچایا اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کو قتل کرنے کے درپے ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' اس کے بعد آپ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں تشریف لے گئے۔

منصور نے جیسے ہی آپ کو دیکھا تو بھڑک اٹھا اور بولا۔ عراق والے تمہیں اپنا سردار مانتے ہیں اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ تمہیں دیتے ہیں۔ میری طرف ان کا کوئی دھیان ہی نہیں اور تم میری خلافت وحکومت کے منکر ہو اور باغی ہو کر فساد کرنا چاہتے ہو' اللہ کی قسم اگر میں نہ ماروں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بڑے تحمل اور برداشت کے ساتھ جواب دیا۔

اے امیر! حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت دی گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام دنیا کی مصیبت میں مبتلا کئے گئے تو انہوں نے صبر فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم ہوا تو انہوں نے ظالموں کو معاف کر دیا۔ اے امیر یہ سب انبیاء کرام علیہم السلام تھے اور تیرا نسب بھی انہی کی طرف پہنچتا ہے۔ تجھے تو لازم ہے کہ ان کی پیروی کرے۔ یہ سن کر خلیفہ منصور کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آپ کی تعریف کرنے اور آپ کو راضی وخوشی کر کے واپس کیا۔

گوشہ نشینی: جس دور میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تارک دنیا ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوسفیان ثوری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا۔ امام صاحب! آپ نے تارک دنیا ہو کر لوگوں سے بڑی نعمت چھین لی ہے۔ وہ آپ کے فیوض وبرکات سے محروم ہو گئے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ان کی خاطر گوشہ نشینی ترک کر کے انہیں دوبارہ اپنی صحبت سے فیض یاب فرمائیں۔ حضرت ابوسفیان ثوری کی ساری بات سن کر آپ کے ہونٹوں پر ایک پر معنی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحے خاموشی اختیار کرنے کے بعد آپ نے حضرت ابوسفیان ثوری کو اپنے وہ اشعار پڑھ کر سنائے جن کا ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے۔ ''کسی جانے والے انسان کی وفا بھی چلی گئی اور لوگ اپنے خیالات میں غرق ہو گئے۔ اگرچہ وہ ظاہری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں زہریلے سانپوں اور بچھوؤں کا زہر بھرا ہوا ہے''۔ گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس نفسا نفسی اور افراتفری کی دنیا میں انسان کو انسان کے دکھ درد سے کوئی واسطہ

نہیں رہا۔ وہ محض دکھاوے اور دنیاداری کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ زہریلے جانوروں سے بھی خطرناک ہیں۔ کسی بھی وقت ایک دوسرے کی ہلاکت' تباہی اور بربادی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوسفیان ثوری خاموشی سے واپس چلے گئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کرامت: حضرت لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۱ھ میں حج کیا۔ جب میں نے عصر کی نماز مسجد حرم میں ادا کی اور کوہ ابوقیس پر چڑھا تو وہاں ایک شخص کو دعا مانگتے دیکھا۔ وہ شخص یوں دعا مانگ رہے تھے۔ ''یَارَبُّ یَارَبُّ'' پھر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس شخص نے پھر اللہ کو یاد کیا۔ ''یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ'' پھر انہوں نے کہا۔ ''الٰہی میں انگور کھانا چاہتا ہوں' خدایا مجھے انگور کھلا دے''۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں۔ مجھے نئی چادریں عطا کر دے۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس شخص کی دعائیں التجائیں ختم بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا دیکھا۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور کا وجود کہیں نہ تھا اور دو چادریں دیکھیں کہ جن کی مثال میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی تھی۔ اس شخص نے قدرت کے اس عطیے کو دیکھ کر انگور کھانے چاہئے۔ میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب آپ دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا آگے آیئے اور شوق سے کھایئے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے تھے ہم نے پیٹ بھر کر انگور کھائے مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ اس شخص نے فرمایا کہ ان کو کل کیلئے اٹھا نہ رکھو اور نہ انہیں چھپاؤ۔ اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دیدی۔ میں نے کہا یہ آپ ہی رکھ لیں مجھے ضرورت نہیں۔ میری خواہش پر اس شخص نے ایک چادر تہبند کے طور پر خود باندھ لی اور دوسری اوڑھ لی۔ پھر دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لئے پہاڑ سے اترے۔ صفا ومروہ کے درمیان ایک شخص نے ان سے سوال کیا۔ ''اے فرزند رسول اللہ! میں ننگا

ہوں۔ یہ مجھے اڑھادیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اڑھائے ہیں۔ اس شخص نے وہ دونوں چادریں سائل کو دیدیں۔ یہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ سائل نے جواب دیا کہ یہ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے۔

حسن سلوک کا صلہ: ایک مرتبہ ایک شخص کی ایک ہزار دینار کی تھیلی مسجد میں گم ہوگئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن اسے تھیلی نہ ملی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک گوشے میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ اس شخص نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ آپ نے میری تھیلی چرائی ہے۔ وہ شخص آپ کو بالکل نہیں پہچانتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ کہنے لگا اس میں ہزار دینار موجود تھے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ میرے گھر تک آؤ۔ وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک گیا۔ آپ اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے اور گھر سے ہزار دینار لاکر اس کے حوالے کر دیئے۔ وہ شخص دینار لے کر واپس مسجد میں آ گیا۔ اتفاق سے اس کی تھیلی اس کے سامان میں ہی موجود تھی۔ جب وہ اپنا سامان اٹھا کر مسجد سے جانے لگا تو اس کی تھیلی جو کہ اس کی دانست میں گم ہوگئی تھی۔ اس کے سامان سے ہی مل گئی۔ یہ دیکھ کر اسے بڑی شرمندگی ہوئی۔ وہ بھاگا ہوا اسی وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی مگر آپ نے فرمایا۔ ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر وہ واپس نہیں لیتے۔ بعد میں جب اس نے لوگوں سے آپ کا اسم گرامی پوچھا تو بہت شرمندہ ہوا۔

نفس کے عیوب پر نگاہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے عارفوں اور کاملوں میں ہوتا ہے۔ آپ ہمہ وقت اپنے نفس پر نگاہ رکھا کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے عقیدت مندوں میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سب سے فرمایا۔ آؤ ہم تم آپس میں بیعت کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ قیامت کے دن جس کو بھی اللہ تعالیٰ دستگاری عطا فرمائے گا وہ سب کی شفاعت

کرے گا۔ سب نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! اس عہد کی تو اسے ضرورت ہوتی ہے جو شفاعت کا محتاج ہو' ہماری شفاعت کی آپ کو کیا پرواہ ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ شفیع المذنبین اور شفیع مجرمان خلائق ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اپنے اعمال پر شرماتا ہوں اور اپنے نفس کے عیوب پر نگاہ کر کے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے جد امجد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کس طرح منہ دکھاؤں گا۔

مکھی کو پیدا کرنے کی حکمت: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ منصور عباسی نے حکم دیا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کے دربار میں پیش کیا جائے چنانچہ حکم نامہ روانہ کر دیا۔ آپ مدینہ طیبہ سے چلے اور خلیفہ کے دربار میں پہنچے۔ منصور عباسی اس وقت دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاق سے اس وقت اسے ایک مکھی ستا رہی تھی اور وہ بار بار اس کو اپنے چہرے سے پرے ہٹاتا تھا اور وہ مکھی بار بار منہ پر بیٹھتی تھی۔ منصور اسے بار بار پرے ہٹاتا تھا مگر وہ باز نہ آتی تھی۔ اس وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے دربار میں پہنچ چکے تھے۔ آپ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس کے ذریعے سے جابروں کو ذلیل کرے اور سرکشوں کا سر جھکائے۔

حکمت آمیز باتیں: ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ بتائیے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں میں نمکینی' کانوں میں تلخی' ناک کے نتھنوں میں رطوبت اور لبوں میں شیرینی کیوں پیدا فرمائی ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یا حضرت! میں اس بارے میں آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آنکھوں میں نمکینی اس لئے ہوتی ہے کہ یہ چربی کا ڈھیلا ہیں ان میں اگر شوریت اور نمکینی نہ ہوتی تو یہ پگھل جائیں۔ کانوں میں تلخی اس

لئے ہے کہ اس میں کیڑے مکوڑے نہ گھس جائیں۔ ناک میں رطوبت اس لئے ہوتی ہے کہ سانس کی آمدورفت میں آسانی رہے اور خوشبو اور بدبو محسوس ہو' لبوں میں شیرینی اس لئے پیدا فرمائی گئی کہ کھانے میں لذت آئے۔ اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون سا کلمہ ہے جس کا پہلا حصہ کفر اور دوسرا ایمان ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا یہ وہی کلمہ ہے جو آپ رات دن پڑھتے ہیں۔ یعنی لَا اِلٰہَ۔ کفر اور اِلَّا اللہ ایمان ہے۔

اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ عورت کمزور ہے یا مرد اور یہ کہ حمل کی حالت میں عورت کو حیض کا خون کیوں نہیں آتا؟ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو معلوم ہے کہ عورت کمزور ہے مگر اس بارے میں آپ ارشاد فرمائیں کہ حمل کے ایام میں عورت کو حیض کیوں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا اگر عورت کمزور ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کو میراث میں ایک حصہ اور مرد کو دو حصے دیا جاتا ہے؟ پھر ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا نفقہ مرد پر ہے اور روزی کا حصول اسی کے ذمے ہے اس لئے اسے دو حصہ دیا گیا اور عورت کو حمل کے دنوں میں اس لئے حیض کا خون نہیں آتا کہ وہ بچے کے پیٹ میں داخل ہو کر غذا بن جاتا ہے۔

حصول معاش کے لئے محنت: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تجارت فرمایا کرتے تھے۔ حصول معاش کی غرض سے محنت ومشقت کرنا عار نہ سمجھتے تھے اور خود بھی محنت کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ بیلچہ آپ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور آپ بڑی تندہی سے کام میں مصروف تھے۔ آپ کا جسم مبارک پسینہ سے تر ہو گیا تھا۔ کسی نے آپ سے عرض کی کہ یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمایئے۔ یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "حصول معاش کی غرض میں گرمی اور دھوپ کی تکلیف برداشت کرنا عیب کی بات نہیں ہے۔

تواضع اور خاکساری: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ آپ نے خادمہ کو حکم دیا کہ مہمانوں کے لئے کھانا لے کر آئے۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق خادمہ سالن کا ایک بڑا پیالہ لے کر آئی۔ جب دستر خوان کے پاس پہنچی تو اتفاق سے پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پیالے کے گرنے سے سالن کے چھینٹے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور مہمانوں پر گرے۔ جس سے آپ اور آپ کے مہمانوں کے کپڑے خراب ہو گئے۔ خادمہ یہ دیکھ کر کانپنے لگی مگر آپ نے بالکل غصہ نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ تو میرے خوف سے کانپ رہی ہے میں تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں شاید یہی آزاد کرنا کفارہ ہو جائے۔

خادم سے حسن سلوک: ایک مرتبہ آپ نے اپنے ایک خادم کو کسی کام کی غرض سے بازار بھیجا۔ جب وہ کافی دیر تک واپس نہ آیا تو آپ بذاتِ خود اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اسے تلاش کرتے ہوئے ایک جگہ پر پہنچے۔ دیکھا کہ وہ آرام سے لیٹ کر سو رہا ہے۔ آپ نے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اسے جگایا جائے۔ چنانچہ اس کے سرہانے تشریف فرما ہو گئے اور اسے پنکھا جھلنے لگے۔ جب وہ خادم خود ہی نیند سے بیدار ہوا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آپ نے اس سے صرف یہ فرمایا۔ اے اللہ کے بندے! رات سونے کیلئے ہوتی ہے اور دن کام کاج کیلئے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

مساوات کا درس: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے وکیل معقب نے آپ سے کہا کہ گرانی اور قحط کا دور دورہ ہے لیکن ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس غلے کا اس قدر ذخیرہ ہے کہ جو ہمارے لئے کافی عرصہ تک کیلئے بہت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تمام غلہ فروخت کر ڈالو۔ اس کے بعد جو سب کا حال ہو وہی ہمارا حال ہو۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق جب تمام غلہ فروخت کر دیا گیا تو ارشاد فرمایا اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے بلکہ نصف گیہوں اور نصف جو

جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہئے۔

بہتان باندھنے کا برا انجام: یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب خلیفہ منصور عباسی حج بیت اللہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آیا۔ جب حج سے فارغ ہو گیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ یہ سن کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے آپ کو بلوایا اور کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے خلاف پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں اور لوگوں کو میرے مخالف بھڑکاتے اور اکساتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ بات غلط ہے اگر تجھے میری بات کا اعتبار و یقین نہیں ہے تو تو اس شخص کو میرے سامنے بلا جس نے تجھے یہ جھوٹی خبر دی ہے۔ چنانچہ منصور نے اس شخص کو بھی طلب کر لیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تم نے کیوں مجھ پر بہتان باندھا ہے؟ وہ شخص بڑی ڈھٹائی سے بولا کہ میں نے سچ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا تو اس بات کی قسم کھا سکتا ہے۔ وہ کہنے لگا ہاں۔ پھر اس نے اللہ کی قسم کھائی۔ آپ نے فرمایا اس طرح نہیں جس طرح میں کہتا ہوں اس طرح قسم کھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا تو اپنی زبان سے اس طرح قسم کھا کر میں اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت سے پرے ہٹ کر اپنے بھروسہ پر قسم کھاتا ہوں۔ اس شخص نے پہلے تو اس طرح قسم کھانے سے تھوڑا سا انکار کیا لیکن پھر اس نے قسم کھالی۔ ابھی وہ شخص اپنی جگہ سے ہٹا بھی نہ تھا کہ اچانک لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔

جنت میں گھر: مولانا جامی اپنی کتاب شواہد النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ حج کے سفر پر جانے سے پہلے وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ میرے دس ہزار درہم آپ اپنے پاس رکھ لیجئے۔ میں حج کرنے کی غرض سے جا رہا ہوں۔ براہ مہربانی میری واپسی تک میرے لئے ایک گھر تعمیر کروا دیجئے یا خرید فرما لیجئے۔ جب وہ شخص حج بیت اللہ سے واپس آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تیرے لئے میں نے بہشت میں ایک گھر خرید لیا ہے جس کا

حدود اربعہ یہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسے ایک نوشتہ دیا جسے لے کر وہ اپنے گھر چلا گیا۔ گھر پہنچ کر اچانک بیمار ہو گیا۔ جب وہ قریب المرگ ہو گیا تو وصیت کی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نوشتہ میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ اس کی قبر کے اوپر وہی پرچہ پڑا ہوا ہے جس کی پشت پر تحریر تھا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا اور مجھے گھر مل گیا۔

ٹاٹ کا لباس: ایک مرتبہ کسی نے آپ کو بیش قیمت لباس میں دیکھا تو سخت اعتراض کیا کہ اس قدر قیمتی لباس پہننا اہل بیت کیلئے مناسب نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جب اپنی آستین مبارک پر ہاتھ پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا مخلوق کی نگاہ میں تو یہ عمدہ لباس ہے مگر حق کیلئے یہی کھردرا ہے۔

گم شدہ چادر واپس مل گئی: ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظّمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ کسی دوست کو نہ دوں گا تاکہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہو گئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا تھا۔ آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ رضی اللہ عنہ بلاتے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلام علیکم کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی۔ ہاں حضور دے دیجئے لیکن وہ تو گم ہو گئی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا۔ میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے لے لو اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

قتل کرنے کا انجام: کہتے ہیں داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط کر لیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اس وقت اپنی چادر کو زمین پر بچھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے۔ اسے واپس دے دو ورنہ اللہ تمہارے لئے اچھا نہیں کرے گا۔ داؤد نے برسبیلِ مذاق کہا۔ کیا تم مجھے ڈرانے دھمکاتے ہو۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام و قعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مطلق کی بنا پر وہ دنیا سے چل بسا۔

ایک مسئلے سے باخبر کر دیا: جناب ابوبصیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ رات گزاری۔ بعد ازاں حمام میں جانے کیلئے باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے ان کے مکان پر جارہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا۔ جب حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بصیر رحمۃ اللہ علیہ! تمہیں شاید پتا نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا۔ اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے اس لئے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔

آپ کا فرمان سچا ہوا: ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے دعا کی التماس کی کہ خدا تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرے۔ چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کیے۔ لیکن جب اکاونواں حج کرنے کیلئے مقام جحفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواش کی۔

جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تندوتیز موجیں اسے بہا لے گئیں اور وہ انہی میں ڈوب گیا۔

سوکھا درخت ہرا ہوگیا: ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیلئے جارہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک جگہ کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زیرلب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ نے ان سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لئے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ جنگلی کھجوریں آپ کی طرف جھک رہی تھیں جن پر تر خوشے لٹک رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھائیں۔

آپ کی دعا سے قید سے رہائی مل گئی: ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جسے منصور نے محبوس کر دیا۔ میری ملاقات حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حج کے موسم میں میدان عرفات میں ہوئی۔ آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا۔ خدا کی قسم! تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ تمہاری کس دن رہائی ہوئی۔ کہنے لگا مجھے یوم عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔

بیکار گائے کام کرنے لگی: ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جارہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے سامنے ایک بے کار گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ گائے کو کارآمد بنا دے تو وہ بولی۔ آپ کو

نظر آتا کہ میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے اور بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔ گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا' پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد ازاں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ لوگوں میں مل جل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اقوال یعنی ارشادات عالیہ علم و عرفان کے نادر موتی ہیں جو ہر انسان کیلئے مشعل راہ ہیں۔ چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

☆ توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

☆ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے پر موجود ہے یا کسی شے سے قائم ہے وہ کافر ہے۔

☆ مصیبتوں کا نزول ہلاکت کیلئے نہیں بلکہ امتحان کیلئے ہوتا ہے۔

☆ جھوٹے میں مروت نہیں ہوتی' حاسد میں خوشی نہیں ہوتی' غمگین میں بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بد خلق کیلئے سرداری نہیں ہوتی۔

☆ صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ مالدار کو ہر وقت اپنے مال کا خیال رہتا ہے اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رہتا ہے۔

☆ ہمارا دین سراپا ادب ہے جو اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا وہ حرمان نصیب ہے۔

☆ انسان کے پاس ایک ایسی قوت ہے جو مستقبل میں جھانک سکتی ہے اور یہ اس وقت بیدار ہوتی ہے جب حواس خمسہ سو رہے ہوں اور دماغ مشاہدات کی مداخلت سے آزاد ہو۔

☆ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچاؤ تاکہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اس پر راضی ہو۔

☆ جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کو لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔

☆ نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی دوستی ہے۔
☆ جو اپنی لغزش کو نظر انداز کرے گا وہ دوسروں کی لغزش کو بھی نگاہ میں نہ لائے گا۔
☆ بخشش سے روکنا اللہ تعالیٰ سے بدظنی ہے۔
☆ لڑکی نیکی ہے اور لڑکا نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نیکی پر ثواب دیتا ہے اور ہر نعمت پر سوال ہے۔
☆ مومن وہ ہے جو غصہ میں جادۂ حق سے نہ ہٹے اور خوشی سے باطل کی پیروی نہ کرے۔
☆ حق بات کہنی چاہئے وہ اپنے لئے مفید ہو یا نقصان دہ۔
☆ جو دوسروں کی دولت مندی پر للچائی نظریں ڈالے گا وہ ہمیشہ محتاج رہے گا۔
☆ اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں۔
☆ عزت حاصل کرنے کیلئے صبح کو بازار میں ضرور جایا کرو۔ (یعنی تجارت کیا کرو)
☆ جیسی تم لوگوں سے دوستی چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ ویسی ہی دوستی رکھو تب تم مومن ہو گے۔ بروں سے دوستی نہ رکھو ورنہ تو بھی برے عمل کرنے لگے گا۔
☆ مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے رک جا تو عابد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو جا تو مسلمان ہوگا۔
☆ بہت سے ایسے گناہ ہیں جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عادات ہیں جن کی وجہ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گناہگار ہوتا ہے۔ جب کہ گنہگار خادم مطیع ہوتا ہے۔
☆ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔
☆ مال کے ساتھ جہاد کرنا تلوار کے ساتھ جہاد کرنے سے سخت تر ہے۔
☆ شکایت کا ترک کرنا صبر ہے۔
☆ رموز حقیقت مجھ پر اس وقت منکشف ہوئے جب میں خود دیوانہ ہو گیا۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے۔

☆ ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغول ہونے کے بعد دنیا کی ہر چیز بھول جائے۔

☆ انسان اعمال میں تو آزاد ہے لیکن اس کی آزادی لامحدود نہیں اس لئے کہ اس کے اختیار میں کچھ شائبہ جبر نہیں ہے۔

☆ تغیر احساس کائنات ہے' پانی کہیں سحاب بن رہا ہے' کہیں موتی اور کہیں آنسو۔ نور ظلمت میں بدل رہا ہے اور ظلمت نور میں۔

☆ اگرچہ فضیلت جماعت میں ہے لیکن سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔

☆ آدمی کی نیک بختی اس میں بھی ہے کہ اس کا دشمن دانشمند ہو۔

☆ جو شخص عبادت پر فخر کرے' وہ گنہگار ہے اور جو مصیبت پر ندامت کا اظہار کرے وہ فرمانبردار ہے۔

☆ احسان تین باتوں کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔ اول اس کو چھوٹا سمجھے تو بڑا بن جائے گا۔ دوم اس کو پردے میں رکھنے سے یہ تمام یعنی پورا ہو جائے گا۔ سوم یہ کہ اس میں جلدی کرنے سے خوشگوار ہو جائے گا۔

☆ گناہ ناسور ہے اگر ترک نہ کرو تو برابر بڑھتا رہے گا۔

☆ نیک وہ ہے جو تنہائی میں اپنے آپ کو لوگوں سے بے نیاز اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہوا پائے۔

☆ نیکی کا کمال یہ ہے کہ اسے کم سمجھو اور چھپا کر کرو۔

☆ جب روزی تنگ ہو جائے تو استغفار زیادہ کیا کرو تاکہ ابواب رزق کھل جائیں۔

☆ جن چیزوں سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے ان میں تین یہ ہیں۔ اول ظالم سے بدلہ نہ لے۔ دوم مخالف پر کرم گستری کرے۔ سوم جو اس کا ہمدرد نہ ہو اس کے

ساتھ ہمدری کرے۔

☆ جب اپنے کسی بھائی کے ہاں جاؤ تو صدر مجلس میں بیٹھنے کے علاوہ اس کی ہر نیک خواہش کو مان لو۔

☆ کسی کے ساتھ بیس روز تک رہنا عزیز داری کے مترادف ہے۔

☆ جو شخص بے وقوفوں سے تعلقات رکھے گا ذلیل ہوگا۔ جو علماء کرام کی صحبت میں بیٹھے گا عزت پائے گا۔ جو بری جگہ دیکھا جائے بدنام ہوگا۔

☆ حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے۔ اگر تو اس کو کھلے طباق میں رکھ کر بازار کا گشت لگائے تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو جس کو اس طرح آشکارا کرنے سے تجھے شرم آئے۔

☆ صاحب کرامت وہ ہے کہ جو اپنی ذات کے لئے نفس کی سرکشی سے ہر وقت آمادہ جنگ رہے کیوں کہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا موجب ہوتا ہے۔

☆ مومن کی تعریف یہ ہے کہ نفس کی سرکشی کا مقابلہ کرتا رہے اور **عارف کی تعریف یہ ہے** کہ جو اپنے پروردگار کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے۔

☆ بڑا زہد دنیا میں یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

☆ خوشامدی لوگ تیرے لئے تکبر کا بیج ہیں۔

☆ جو بغیر قبیلہ کے عزت اور بغیر حکومت کے ہیبت چاہے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں آجائے۔

☆ انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے غصہ کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔

☆ دوسروں کے مال کی حرص نہ کرنا سخاوت ہے۔

☆ دل کی آنکھ عبادت سے کھلتی ہے۔ اس کی رسائی لامکاں تک ہے اور کائنات کا کوئی بھی راز اس سے پنہاں نہیں۔

☆ شیطان کے غلبہ سے بچنے کیلئے لوگوں پر احسان کرو۔

☆ جو تمہیں عزت کی نظروں سے دیکھے تم بھی اس کی عزت کرو اور جو ذلیل سمجھے اس سے خودداری برتو۔

☆ دنیا میں لوگ باپ دادا کے ذریعے سے متعارف ہوتے ہیں اور آخرت میں اعمال کے ذریعے سے پہچانے جائیں گے۔

☆ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت پر قناعت کرے گا' مستغنی رہے گا۔

☆ جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی نہیں' وہ اللہ تعالیٰ پر اتہام تقدیر لگا رہا ہے۔

☆ جو کسی کو بے پردہ کرنے کی کوشش کرے گا' خود برہنہ ہو جائے گا۔

☆ جو کسی کے لئے کنواں کھودے گا' خود اس میں گرے گا۔

☆ جو کسی پر ناحق تلوار کھینچے گا تو نتیجہ میں خود مقتول ہوگا۔

☆ بے حد اعتقاد بربادی اور نکتہ چینی بدنصیبی ہے۔

☆ ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغولیت کے بعد دنیا کی ہر چیز کو بھول جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہر چیز کا نعم البدل ہے۔

☆ اس کو خوشی ہو جس کی آنکھ شہوات دیکھتی ہے اور اس کا دل ان شہوت کو نہیں چاہتا۔

☆ فاجر سے صحبت مت کرو کہ تجھ پر فجور غالب آ جائے گا۔

☆ اچھوں سے ملو بروں کے نزدیک نہ جاؤ اس لئے کہ ان سے فائدہ نہیں پہنچتا۔

☆ انسان کے اہل و عیال اس کے اسیر ہیں۔ نعمت کی وسعت پر انہیں وسعت دینی چاہئے ورنہ زوال نعمت کا اندیشہ ہے۔

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جن کے قلت کی کثرت سمجھنا چاہئے۔ ایک آگ۔ دوسری دشمنی۔ تیسری فقیری اور چوتھا مرض۔

☆ توبہ میں تاخیر نفس کا دھوکہ ہے۔

☆ عمل خیر نیک نیتی سے کرنے کو سعادت کہتے ہیں۔

☆ چغل خوری سے بچو اس لئے کہ یہ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عداوت کا بیج

ہوتی ہے۔

☆ مصیبت و ابتلاء میں ایک شرف ہے اسی لئے خاصان خدا اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

☆ جو زبان پر قابو نہیں رکھے گا وہ پشیمان ہوگا۔

☆ عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں ہوتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ یعنی تمام اسباب و وسائل ختم کر دیئے جاتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عطائے الٰہی بلاواسطہ ہے نہ کہ بالواسطہ۔

☆ پانچ لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اول جھوٹے سے کیوں کہ اس کی صحبت دھوکہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بے وقوف سے کیوں کہ وہ جس قدر تمہارا فائدہ چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوس سے کیوں کہ اس کی صحبت سے بہترین وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیوں کہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیوں کہ وہ ایک نوالے کے لالچ میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

☆ سلامتی بہت کم ہوگئی یہاں تک کہ اس کی طلب ہی مخفی ہے۔ اگر سلامتی کسی چیز میں ہے تو گمنامی میں ہے۔ اگر اس میں نہیں تو خلوت وتنہائی میں ہے اور تنہائی مثل گمنامی کے نہیں اور اگر خلوت میں بھی نصیب نہ ہو تو خاموشی میں ہے اور یہ خلوت کے برابر نہیں۔ پھر اگر خاموشی بھی نہ ملے تو پچھلے نیک لوگوں کے کلام میں ہوگی۔ نیک مرد وہی ہے جو اپنے دل میں خلوت پائے۔

☆ آپ سے کسی نے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا میں نہیں ہوں البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو پھر میرے پروردگار کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لئے میں

اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں بلکہ میں تو پروردگار کی کبریائی پر ناز کرتا ہوں۔

☆ اگر دشمنوں کی صحبت سے اولیاء کرام کو نقصان پہنچ سکتا تو فرعون سے آسیہ کو پہنچتا اور اگر اولیاء کرام کی صحبت دشمن کیلئے فائدہ مند ہوتی تو سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام سے آپ کی ازواج کو فائدہ پہنچتا لیکن فیض اور ربط کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں جنت و جہنم کا نمونہ پیش کر دیا ہے کیوں کہ راحت جنت اور تکلیف جہنم ہے اور راحت کا صرف وہی حقدار ہے جو اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو سونپ دے اور جہنم اس کا مقدر ہے جو اپنے کام سرکش نفس کے سپرد کر دے۔

☆ جس مصیبت سے پہلے انسان میں خوف پیدا ہو' وہ اگر توبہ کر لے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے اور جس عبادت کی ابتداء مامون رہنا اور آخر میں خود بینی پیدا ہونا شروع ہو تو اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی دوری کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔

☆ مجھے میرے والد محترم نے تین بہترین ادب کی باتیں سکھلائیں اور ارشاد فرمایا' اے میرے بیٹے! جو بُروں کی صحبت اختیار کرتا ہے' سلامت نہیں رہتا' جو بری جگہ جاتا ہے متہم ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا' شرمندگی اٹھاتا ہے۔

<u>وصال حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ</u>: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں گزرا مگر بعض اوقات بغداد بھی کئی بار جانا پڑا۔ بلکہ زندگی کا کچھ حصہ وہاں بھی گزارا وصال سے قبل آپ کا قیام مدینہ منورہ ہی میں تھا۔ اس لئے آپ کا وصال مدینہ منورہ ہی میں ہوا اس وقت آپ کی عمر 65 سال تھی۔ آپ کا سن وصال 15 رجب 148ھ ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے دن ۱۵ شوال ۱۴۸ھ میں

وصال فرمایا۔ امام موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جو کہ آپ کے پیارے فرزند ہیں اور آپ کے وصال کے بعد امام موسیٰ کاظم رحمتہ اللہ علیہ نے ہی امامت کے فرائض و ذمہ داری سنبھالی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں اس مقام پر دفن کیا گیا جہاں پر کہ امام حسن رضی اللہ عنہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی قبور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مختلف ازواج سے۔ آپ کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ دور تابعین میں زہد و تقویٰ کے اعتبار سے انتہائی زاہد اور عابد بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کو امام طریقت اور نقیب اہل محبت کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مرید و مصاحب تھے۔ اس لئے طریقت میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ آپ کا شمار ان بزرگان دین میں ہوتا ہے جو کرامات اور ریاضت میں مشہور زمانہ ہوئے ہیں۔ آپ کے والد غلام تھے اور ان کا نام دینار تھا۔ آپ غلامی کی حالت ہی میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ ظاہری طور پر آپ غلام زادے تھے لیکن باطنی طور پر آپ فیوض و برکات سے مالا مال تھے۔

دینار کی وجہ تسمیہ: ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ جب کشتی عین منجدھار میں پہنچ گئی تو ملاح نے ان سے کرایہ طلب کیا۔ بزرگ نے فرمایا کہ میرے پاس تو تمہیں دینے کیلئے کچھ نہیں ہے۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو مجھے کشتی میں سوار کرنے سے پہلے کہہ دیا ہوتا تاکہ میں سفر کیلئے کوئی اور وسیلہ تلاش کر لیتا۔ ان کی بات سن کر کشتی کا مالک سخت بدتمیزی اور بدکلامی پر اتر آیا۔ اس نے آپ کو اس قدر مارا کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ کشتی والا کوئی بہت ہی ظالم اور سنگدل انسان معلوم ہوتا تھا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جب آپ کی غشی دور ہوئی تو اس نے آپ سے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کشتی میں سفر کرنے کا معاوضہ ادا نہ کیا تو میں تمہیں دریا کی طوفانی موجوں کے سپرد کر دوں گا۔ ابھی اس ملاح نے اپنی بات بھی مکمل نہ کی تھی کہ اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک

دینار دبائے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔ ادھر ملاح یہ ساری صورتحال دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگا اور فوراً آپ کے قدموں میں گر کر معافی طلب کرنے لگا مگر آپ کشتی میں سے دریا میں اتر گئے اور پانی پر چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

عبادت الٰہی میں اخلاص کیسے پیدا ہوا؟: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے رجوع الی اللہ ہونے اور سچے دل سے توبہ کرنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ دمشق شہر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کروائی اور مسجد کیلئے بہت سی جائیداد بھی وقف کر دی۔ اس کے ساتھ ہی امام مسجد کو خاصی سہولت دیتے ہوئے کافی مقدار میں وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ اس مسجد کے احوال کے بارے میں جب حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ کے دل میں لالچ پیدا ہوا کہ اگر کسی طرح اس مسجد کا متولی میں بن جاؤں تو بہت سا مال و دولت میرے ہاتھ آ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ریاکاری سے کام لیتے ہوئے مسجد کے ایک کونے میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے اور اعتکاف کی نیت کر لی۔ رات دن آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ اس طرح تھوڑی ہی مدت میں آپ کی عبادت گزاری اور پارسائی کی دھوم سارے شہر میں مچ گئی۔ لوگوں نے جب آپ کو اس قدر عبادت گزار دیکھا تو آپ کو مسجد کی امامت اور تولیت کے لئے مقرر کرنے پر زور دینا شروع کر دیا۔ آپ کو صبح و شام عبادت کرتے ہوئے ایک سال کا عرصہ بیت گیا۔ ایک دن آپ کے دل سے آواز آئی۔ اے مالک! تم منافق ہو ریاکار ہو۔ ایک سال کی مدت کے بعد جب آپ مسجد سے باہر نکلے تو آپ کے کانوں میں غیب سے یہ ندا آئی۔ اے مالک رحمۃ اللہ علیہ! وہ وقت کب آئے گا کہ تو توبہ کرے گا؟ جب یہ آواز حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے کانوں سے ٹکرائی تو دل پر رقت طاری ہو گئی۔ ندامت کے آنسو بہہ نکلے' واپس مسجد میں تشریف لے گئے اور پھر بارگاہ الٰہی میں رو رو کر سچے دل سے توبہ کر لی اور خلوص دل کے ساتھ

عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اس بات کو ایک ہی دن گزرا تھا کہ اگلے روز شہر کے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو گئے اور امام مسجد کے خلاف ایک تہمت لگاتے ہوئے احتجاج کرنا شروع کر دیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد ان لوگوں نے امام مسجد کو بے عزت کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس کے بعد سب لوگ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ آپ مسجد کی امامت قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! میں ایک سال تک منافقت اور ریاکاری سے اسی مقصد کیلئے عبادت کرتا رہا اور کسی نے مجھ سے اس بارے میں بات تک نہ کی۔ اب ایک ہی دن میں جبکہ میں نے سچے دل سے توبہ کر لی اور خلوص دل کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوا ہوں تو لوگ مجھے امامت اور تولیت قبول کرنے کیلئے مجبور کر رہے ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ اسی وقت وہاں سے اٹھے اور جنگل کی طرف نکل گئے۔ وہاں جا کر آپ عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

خواہش نفس کی مخالفت: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس برس بصرہ میں قیام فرمایا حالانکہ بصرہ میں کھجور بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے کبھی ایک کھجور تک نہیں کھائی۔ بہت مرتبہ آپ کو کھجور کھانے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن آپ اپنے نفس پر قابو پاتے اور صبر سے کام لیتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں نے کبھی کھجور نہیں کھائی اور کھجور نہ کھانے سے نہ تو میرا پیٹ کم ہوا ہے نہ ہی تمہارا پیٹ بڑھا ہے۔ اس قدر ضبط نفس کے باوجود کہ چالیس برس تک کھجور نہ کھائی۔ ایک مرتبہ آپ کو کھجور کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ آپ کے نفس نے آپ کو بہت زیادہ تنگ کیا اور کھجور کھانے کی رغبت دلائی مگر آپ نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''اے نفس! میں کبھی تیری خواہش پوری نہیں ہونے دوں گا'' پھر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کو خواب میں کھجور کھانے کا اشارہ ملا اور کہا گیا اے مالک بن دینار! اپنے نفس پر لگائی ہوئی پابندی ہٹا دے۔ جب

آپ بیدار ہوئے تو اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس شرط پر میں تیری خواہش پوری کرسکتا ہوں کہ تو مسلسل سات دن تک روزے رکھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے نفس کو دبانے کی خاطر سات دن تک روزے رکھے۔ اس کے بعد بازار سے کھجوریں خریدیں اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ ابھی آپ نے کھجوریں کھائی بھی نہ تھیں کہ ایک لڑکے نے آپ کی طرف دیکھا اور اپنے والد کو آواز دے کر بلایا کہ مسجد میں کوئی یہودی گھس آیا ہے۔ یہودی کا نام سنتے ہی اس لڑکے کا والد ڈنڈا لے کر دوڑا مگر جب آپ کے سامنے آیا تو آپ کو پہچان لیا اور معافی کا طلب گار ہوا۔ کہنے لگا کہ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے محلّہ میں یہودیوں کے علاوہ اور کوئی بھی دن کے وقت نہیں کھاتا۔ تمام لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے بیٹے نے آپ کو یہودی سمجھا۔ آپ اس کی غلطی معاف فرمادیں۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور فرمایا۔ بچوں کی زبان غیبی زبان ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوئے اور کہا۔ اے باری تعالیٰ! ابھی میں نے کھجور کھائی بھی نہیں اور آپ نے مجھے یہودیوں کے ساتھ ملا دیا اگر کھالیتا تو پھر نہ جانے میرا انجام کفار سے بھی زیادہ برا ہوتا۔ میں اس بات کی اب قسم کھاتا ہوں کہ کبھی میری زبان پر کھجور کا نام بھی نہیں آئے گا۔

ترکِ لذتِ نفس: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ آپ صبر و برداشت کے مقام میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔ کئی برسوں تک آپ نے صرف روکھی سوکھی روٹی کھانے پر ہی گزارا کیا اور اپنے نفس کے تقاضے کے باوجود کبھی میٹھی یا نمکین یا ترش کوئی بھی غذا نہ کھائی۔ ہر روز اپنا پیٹ روکھی روٹی پانی کے ساتھ کھا کر بھر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار ہوگئے۔ اس دوران آپ کے دل میں گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ نے صبر و برداشت سے کام لیا لیکن اس خواہش میں بے حد شدت پیدا ہوگئی اور نفس کا تقاضا حد سے گزر گیا۔

جب حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے نفس نے بہت زیادہ تنگ کیا تو آپ اپنی جائے رہائش سے نکلے اور سیدھے ایک قصائی کی دکان پر پہنچے۔ قصائی سے گوشت کا ایک ٹکڑا خریدا اور اپنی آستین میں چھپا کر ایک طرف کو چلے گئے۔ قصائی آپ کو جانتا تھا اس نے اپنا ایک ملازم آپ کے تعاقب میں روزانہ کیا تاکہ معلوم کرے کہ آپ گوشت کا کیا کرتے ہیں۔ وہ ملازم تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا اور اس نے آ کر بتایا کہ میں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب میں گیا۔ آپ چلتے ہوئے ایک ویران مقام پر جا پہنچے اور وہاں پہنچ کر آپ نے گوشت کا ٹکڑا اپنی آستین سے باہر نکالا۔ اس کو تین مرتبہ سونگھا سامنے سے ایک فقیر آ رہا تھا وہ گوشت کا ٹکڑا آپ نے اس فقیر کو دیدیا۔ پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے اے جسم ناتواں! یہ تکلیف جو میں تجھے دیتا ہوں یہ خیال نہ کر کہ یہ کسی دشمنی کی وجہ سے ہے تو تھوڑے دن اور صبر کر لے ہوسکتا ہے کہ یہ محنت ختم ہو جائے اور پھر ایسی نعمت حاصل ہو جائے کہ جسے کبھی بھی زوال نہ ہوگا۔

قبر میں مردے کا امتحان: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میں نے بصرہ میں چند لوگوں کو جنازہ لے جاتے ہوئے دیکھا۔ ان کے ہمراہ جنازہ اٹھانے والوں کے سوا اور کوئی شخص بھی نہ تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص بہت زیادہ گنہگار تھا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کو قبر میں اتارا۔ فارغ ہونے کے بعد میں تھوڑی دور آگے ایک سایہ دار جگہ پر لیٹ گیا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوئے اور اس کی قبر کو شق کیا۔ پھر ان میں سے ایک قبر میں داخل ہوا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس کو دوزخیوں میں لکھ لیجئے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی عضو گناہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اس کے ساتھی نے کہا کہ بھائی اس قدر جلدی نہ کرو۔ اس کی آنکھوں کو دیکھو۔ پہلے والے نے کہا کہ میں نے اچھی طرح دیکھا ہے۔ وہ بری نگاہوں اور حرام سے بھری ہوئی

ہیں۔ اس نے کہا کہ اس کے کانوں کو دیکھو۔ اس نے جواب دیا کہ وہ بھی فواحش و منکرات کے سننے سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اس کی زبان کی طرف توجہ کر۔ کہا کہ وہ بھی خلاف شرع باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ کہنے لگا اس کے ہاتھوں کی طرف غور کر۔ کہا کہ وہ بھی حرام کھانے اور شہوت سے بھری ہوئی ہے۔ کہنے لگا اس کے پاؤں کی طرف دیکھ۔ کہا میں نے ان کو بھی دیکھا ہے وہ بھی برے افعال اور پلید جگہ کی جانب دوڑنے سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ فرشتہ بولا۔ اے بھائی! اس قدر جلدی نہ کر اب مجھے اترنے دے۔ چنانچہ دوسرا فرشتہ اترا اور چند لمحے اس کے پاس رہا پھر بولا اے بھائی! میں نے اس کا قلب دیکھا ہے وہ ایمان سے پر ہے لکھ دے کہ یہ محروم اور نیک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی غلطی اور گناہوں کو دھو دے گا اور یہ دو اشعار پڑھے:

لما راوه مبعدا عن طاعتی
حکموا بانی لا اجود برحمتی
حلمی اجل ولن یضیق علی الوری
من ذالحدا وامری ومشیتی

ترجمہ: لوگوں نے جب بندہ کو میری عبادت سے دور رہتے دیکھا تو حکم لگا دیا کہ اس کو میری اپنی رحمت سے نہ بخشوں گا۔ میرا حلم بہت بڑا اور مخلوق پر حلم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ میرے احکامات اور مشیت کو کون پورا کر سکتا ہے۔

(علماء کرام کا کہنا ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بدولت ایسی صورتحال اس شخص کے ساتھ واقع ہوئی اس پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جہاں غفور رحیم ہے وہاں وہ قہار و جبار بھی ہے۔ وہ چاہے تو بخش دے چاہے تو حساب لے۔ اس لئے گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے ہر بندہ کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ نہ جانے مشیت ایزدی اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔

صداقت زبان: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ شدید بیماری کے بعد جب صحت یاب ہوئے تو کسی ضرورت کے تحت انتہائی مشکل سے گرتے پڑتے بازار تشریف لے گئے۔ حسن اتفاق سے اس وقت سامنے سے بادشاہ سلامت کی سواری آ رہی تھی۔ سواری کو راستے دلوانے کیلئے پہرے داروں نے لوگوں کو ادھر ادھر ہٹانے کیلئے ایک شور بلند کیا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اس قدر کمزوری محسوس کر رہے تھے کہ انہیں راستے سے ہٹنے میں تھوڑی سی تاخیر ہوگئی۔ چنانچہ ایک پہریدار نے آپ کو زور سے کوڑا مارا کہ تکلیف کی حالت میں آپ کے منہ سے اس پہریدار کے بارے میں یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ کٹوا دیئے جائیں۔ کرنا خدا کا کیا ہوا کہ چند ہی روز بعد کسی جرم کی پاداش میں اس پہریدار کے ہاتھ کٹوا دیئے گئے تاہم آپ کو اس کی یہ حالت دیکھ کر انتہائی قلق ہوا اور آپ نے دل میں کہا کہ کاش کرب کی حالت میں میرے منہ سے پہریدار کے بارے میں برا کلمہ نہ نکلا ہوتا۔

مناظرہ میں سچائی: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بار ایک دہریے سے مناظرہ ہوا۔ گفتگو بڑھ گئی اور بات یہاں آ کر ختم ہوئی کہ اس دہریے کا ہاتھ اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں کو یکجا باندھ کر آگ میں ڈالا جائے۔ پھر دیکھا جائے کہ آگ کس کے ہاتھ کو جلاتی ہے اور کس کے ہاتھ کو چھوڑ دیتی ہے۔ جس کے ہاتھ کو آگ چھوڑ دے وہ سچا ہے اور جس کے ہاتھ کو جلا دے وہ جھوٹا۔ چنانچہ دونوں کے ہاتھ باہم ملا کر باندھے گئے اور آگ میں ڈالے گئے۔ خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ جلا بلکہ آگ سرد ہوگئی اور دونوں بچ گئے۔ حضرت مالکؒ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے۔ اور سجدہ میں گر کر مناجات کی کہ الہٰی! یہ کیا قصہ ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے میرے مالک! دہریے کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ ملا ہوا باندھا گیا ہے اور تیرے ہاتھ کے ساتھ ساتھ آگ میں ڈالا گیا ہے اور جو چیز تیرے ہاتھ سے لگ

جائے گی ہم اسے بھی نہ جلائیں گے۔ دہریے کا ہاتھ جلنے سے اگر بچا ہے تو تمہارے ہی ہاتھ کی برکت سے تم اپنا ہاتھ الگ اور اس کا الگ آگ میں ڈالو۔ پھر تماشا دیکھو۔ چنانچہ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ تو حضرت مالک کا ہاتھ تو محفوظ رہا اور دہریے کا ہاتھ جل گیا اور اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا۔

یہودی کا پرنالہ: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ اس یہودی کے مکان کے دروازے کے قریب تھا۔ اس یہودی نے ایک پرنالہ بنا رکھا تھا اور ہمیشہ اس پرنالہ کی راہ سے نجاست حضرت مالک کے گھر میں پھینکا کرتا تھا۔ اس نے مدت تک ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شکایت کبھی نہ فرمائی۔ آخر ایک دن اس یہودی نے خود ہی حضرت مالک سے پوچھا کہ حضرت! آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا ہوتی تو ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور جھاڑو رکھ چھوڑی ہے جو نجاست گرتی ہے اس سے صاف کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں اور آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟ فرمایا کہ میرے خدا کا قرآن میں ارشاد ہے کہ جو لوگ غصہ پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں وہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔ یہودی نے کہا کہ پھر مجھے کلمہ پڑھایئے۔ جو دین ایسی اچھی تعلیم دیتا ہے وہ دین بھی بڑا اچھا ہے۔

نگاہِ فیض کا اثر: یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اگر نظر کرم ہو جائے تو بڑے بڑے گنہگار اور پاپ کرنیوالے بھی نیکوکار اور پرہیزگار بن جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک بدمعاش قسم کا نوجوان حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتا تھا اور شرفاء اس نوجوان کے ہاتھوں خاصے پریشان تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس کے مظالم کی شکایت کی مگر آپ نے جب اس نوجوان کے پاس جا کر اسے نصیحت کی تو وہ آپ کے ساتھ گستاخی سے پیش آتے ہوئے بولا کہ میں حکو[illegible] آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخل دینے کی قطعی ضرورت نہیں

ہے کیونکہ میں اپنے اچھے برے فعل کا خود ذمہ دار ہوں۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس سے فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا تو اس نے جواب دیا کہ بادشاہ بہت رحم دل اور نرم مزاج ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میرے خلاف کسی کی بات سننا گوارا نہیں کرے گا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر بادشاہ نے تمہارے خلاف شکایت نہ سنی تو میں اللہ تعالیٰ سے تیری شکایت کروں گا۔ اس پر نوجوان نے فخریہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو بادشاہ سے بھی زیادہ رحیم و کریم ہے۔ نوجوان کی یہ بات سن کر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ واپس لوٹ آئے لیکن چند ہی روز بعد جب لوگوں نے دوبارہ اس نوجوان کے مظالم کی شکایت کی تو آپ پھر اس نوجوان کو نصیحت کرنے تشریف لے گئے لیکن اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ میرے دوست کو پریشان مت کرو۔

غیب کی یہ ندا سن کر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حیرت زدہ رہ گئے اور انہوں نے اس نوجوان سے جا کر کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستے میں سنی ہے۔ نوجوان یہ سن کر خود بھی حیرت زدہ رہ گیا اور پھر ایک مصمم ارادے کے ساتھ پرعزم انداز میں کہنے لگا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت خدا کی راہ میں قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد وہ نوجوان اپنا پورا اثاثہ خیرات کر کے نامعلوم سمت کی جانب روانہ ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ معظمہ پہنچے تو انہوں نے اس نوجوان کو وہاں انتہائی کمزور اور قریب المرگ حالت میں دیکھا۔ جو اس وقت سجدے میں پڑا کہہ رہا تھا۔ ''خدا نے مجھے اپنا دوست فرمایا ہے اس لئے میں بھی اس کے احکام پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کروں گا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کی رضا اور خوشنودی صرف عبادت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ آج سے میں کوئی بھی ایسا کام کرنے سے سچی توبہ کرتا ہوں جو اس کی تسلیم و رضا کے خلاف ہوگا'' پھر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان اسی وقت اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔

دانائی حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ: خودشناسی کے ساتھ ساتھ آپ کو لوگوں کو پرکھنے اور ان کے باطن کو بھی سمجھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ مثلاً ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی مریض کی مزاج پرسی کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر جب آپ نے دیکھا کہ مریض قریب المرگ ہے اور زندگی کے آخری سانس گن رہا ہے تو آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن جب وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار ''دس اور گیارہ'' کہتا رہا تو آپ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپ نے جب ایک مرتبہ پھر کلمہ پڑھنے کیلئے کہا تو مریض نے نقاہت کے عالم میں بتایا کہ جب وہ کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے سامنے آگ کا پہاڑ آ جاتا ہے اور آگ کے شعلے اس کی جانب لپکتے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے مریض کے پاس کھڑے دوسرے لوگوں سے پوچھا۔ کیا یہ شخص سود کا کاروبار کرتا تھا؟ لوگوں نے کہا اعلیٰ حضرت! یہ تو بالکل سچ ہے لیکن آپ نے کیسے جانا؟ اس پر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو دم آخر دشواری نظر آئے تو سمجھ لو کہ وہ کم تولنے والا اور سود کھانے والوں میں سے تھا۔

جنت کا محل: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلّہ میں ایک عالیشان محل کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک جوان رعنا' مزدوروں' مستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفیق جعفر بن سلیمان سے فرمایا۔ دیکھتے ہیں یہ جوان محل کی تعمیر و تزئین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے تو اس کے حال پر رحم آ رہا ہے اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حالت سے نجات دے۔ کیا عجب کہ یہ جوانان جنت سے ہو جائے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے۔ سلام کیا۔ اس نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت و توقیر کی کسر نہ رکھی اور عرض کیا حضرت کو کوئی کام ہے؟ آپ

نے اس سے پوچھا کہ اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ نوجوان نے جواب دیا کہ تقریباً ایک لاکھ درہم خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب سن کر کہا کہ اتنی بڑی رقم اگر تم مجھے دیدو تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار' خوبصورت اور دیرپا ہے۔ جس کی مٹی مشک وزعفران کی ہوگی۔ وہ کبھی منہدم نہ ہوگا اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم' خادمائیں اور سرخ یاقوت کے قبے' نہایت شاندار اور حسین خیمے وغیرہ محل کے ساتھ ہوں گے۔ اس محل کو معماروں نے نہیں بنایا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ''کُن'' فرمانے سے بن گیا۔

نوجوان نے کہا مجھے اس بارے میں ایک شب غور کرنے کی مہلت عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بہت بہتر ہے تو غور وفکر کر کے مطلع کر دینا۔ اس مکالمہ کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو شب بھر بار بار نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے تو نوجوان کو اپنے دروازے پر منتظر پایا۔ نوجوان نے آپ سے کہا کہ کل جو بات ہوئی تھی وہ یاد ہے۔ حضرت نے جواب دیا بالکل یاد ہے۔ اس کے بعد ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیں اور ساتھ ہی قلم' دوات اور کاغذ بھی پیش کر دیا۔ اس سے حضرت کاغذ اور قلم ہاتھ میں لے کر اس مضمون کا بیع نامہ یوں تحریر کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ تحریر اس غرض کیلئے ہے کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فلاں بن فلاں کے لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا شاندار محل دلانے کا ضمانت دار ہے۔ اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس ایک لاکھ درہم کے بدلہ میں میں نے جنت کا ایک محل فلاں بن فلاں کیلئے خرید لیا ہے جو اس کے محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے۔ وہ محل قرب الٰہی کے سائے میں ہے۔ پھر کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فقراء و

مساکین میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اس عظیم عہدنامے کو لکھے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ محراب مسجد پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں رکھا ہے۔ اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔

عزیز وحکیم اللہ کی جانب سے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کیلئے پروانہ برات ہے کہ تم نے جس محل کیلئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرما دیا بلکہ اس سے ستر گنا زیادہ نوازا۔

اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ دوڑے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم گسار ہے۔ اندر سے نالہ وشیون کی آواز آرہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پیارا ہوگیا۔ نوجوان کے جنازہ کو غسل دینے والے شخص نے بتایا کہ اس نے مجھے بلوایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل وکفن تم دینا اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی۔ چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کردی۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو لاکھ درہم کی پیشکش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو چکا۔ اللہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت اسے یاد کر کے بہت روئے۔

ایک نوجوان کا راہِ راست پر آنا: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک جوان ہمسائے کے حق میں بددعا کرنا چاہی کیونکہ وہ آپ کو تکلیف پہنچانے میں حد سے بڑھ گیا تھا اور بار بار سمجھانے اور نصیحت کرنے کے باوجود باز نہیں آتا تھا۔ اچانک آپ کو غیب سے آواز آئی اے مالک! اس جوان کے

حق میں بددعا نہ کرنا کیونکہ یہ جوان میرے دوستوں میں سے ایک ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ یہ آواز سن کر بڑے حیران وشرمندہ ہوئے اور صبح اٹھ کر اس جوان کے پاس آئے۔ وہ جوان کہنے لگا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے معافی مانگنے کیلئے آیا ہوں۔ اس جوان نے بھی چونکہ آپ کو بہت زیادہ تنگ کیا ہوا تھا اس لئے وہ رات کے وقت اپنے دل میں نادم ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا خاص فضل کیا اور اس کی ندامت کے صدقہ میں اس کو اپنے دوستوں کا درجہ عطا کیا۔ پھر اس جوان نے بھی رات کے وقت کچھ دیکھ لیا تھا اس لئے وہ اپنے بیوی بچوں سے رخصت حاصل کرنے کی غرض سے گھر کے اندر گیا پھر باہر آیا اور حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا میں تمہارے درمیان سے اور تمہارے شہر سے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے جنگل کی راہ لی۔ پھر ایک مدت کے بعد اس جوان کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے ہوئے اس حالت میں دیکھا گیا کہ اس کی پیشانی سے انوار ولایت چمک رہے تھے۔

عشقِ الٰہی کا صلہ: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے بیت اللہ جاتا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس نہ کوئی توشہ تھا' نہ پانی تھا اور نہ سواری۔ پاپیادہ ذوق وشوق میں راہ طے کر رہا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ اے جوان! تو کہاں سے آتا ہے؟ کہا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا۔ کہاں جاتا ہے؟ کہا اسی کی طرف۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے؟ کہا اسی کے ذمہ میں نے کہا۔ بھلا پانی اور توشہ کے بغیر راستہ کیونکر کٹے گا۔ تیرے پاس تو کچھ نظر نہیں آتا کہا ہاں۔ میں نے گھر سے نکلتے وقت پانچ حرف توشہ کیلئے لائے ہیں۔ میں نے کہا وہ کون سے ہیں؟ کہا قول خدا کٓھٰیٰعٓصٓ۔ میں نے کہا اس کے معنی؟ کہا کاف کے معنی کافی' ہ کے معنی ہادی' ی کے معنی جگہ دینے والا' ع کے معنی عالم' ص کے معنی صادق۔ جس کا مصاحب اور ساتھی کافی' ہادی' جگہ دینے والا' عالم اور صادق ہو وہ برباد نہ ہوگا اور نہ اسے خوف

ہوگا۔ نہ وہ سفر کا توشہ اور پانی لینے کا محتاج ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو اپنا کرتہ اتار کر پہنانا چاہا۔ اس نے انکار کیا اور کہا اے شیخ! دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا بہتر ہے۔ دنیا کی حلال چیز میں حساب ہوگا اور اس کے حرام میں عذاب۔ جب رات ہوئی تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ اے وہ خدائے کریم جسے طاقت خوش آتی ہے اور گناہ اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا۔ جو تجھے خوش آئے مجھے بخش اور میرے گناہ جو تجھے نقصان نہیں پہنچاتے بخش دے۔ جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک کہی۔ میں نے اس سے کہا تم لبیک نہیں کہتے۔ کہا اے شیخ! میں ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور جواب میں وہاں سے ''لا لبیک و لا سعدیک'' ہو (میں تیری بات نہیں سنتا اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں) یہ کہہ کر چل دیا۔ پھر میں نے منیٰ کے سوا اور کہیں نہیں دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ میرا دوست وہ ہے جسے میرا خون گرانا پسند ہے۔ اس کے واسطے میرا خون حل اور حرم میں حلال ہے۔ خدا کی قسم! اگر میری روح کو معلوم ہو کہ کس سے تعلق ہے تو سر کے بل اس کے واسطے کھڑی ہو جائے۔ اے ملامت کرنے والے اس کی محبت میں مجھے ملامت نہ کر کیونکہ جو خوبی اور حسن میں اس میں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ پائے تو ہرگز نہ بچے بلکہ میری طرح اس کے عشق میں جان و دل قربان کر ڈالے۔ لوگوں نے تو عید کے دن بکری اور مینڈھے قربان کئے اور میرے دوست نے میری جان کی قربانی کی۔ پھر کہا خداوند! لوگوں نے قربانیاں کیں اور تجھ سے تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں کہ جس کے ذریعہ سے تقرب حاصل کروں۔ ہاں ایک جان ہے جو تیری راہ میں قربان کرتا ہوں۔ تو میری طرف سے اسے قبول فرما۔ پھر زور سے ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا۔ ناگاہ ہاتف غیبی نے آواز دی۔ یہ خدا کا دوست ہے۔ خدا کا مقتول ہے' خدا کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ مالک کہتے ہیں میں نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کیا اور اس رات نہایت درجہ پریشان سویا۔ خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا وہ معاملہ کیا جو بدر کے

شہیدوں کے ساتھ کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادتی کی وجہ۔ کہا وہ لوگ تو کافر کی تلواروں سے مارے گئے اور میں خدائے جبار کی محبت میں۔ خدا اس سے راضی ہو۔

نیک اعمال کی ترغیب: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے ایک کنیز کو بڑے جاہ وجلال کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تو اس کو آواز دے کر پوچھا کہ کیا تمہارا مالک تمہیں فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ کنیز نے جواب دیا اے شیخ! کیا کہہ رہے ہو ذرا دوبارہ تو کہنا۔ آپ نے پھر اس سے پوچھا۔ تمہارا مالک تمہیں فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ کنیز کہنے لگی اگر فرض کیا میرا مالک مجھے بیچتا ہے تو کیا تم جیسا غریب مجھے خرید لے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں تو کیا شے ہے میں تو تم سے بھی اچھی خرید سکتا ہوں۔ یہ بات سن کر وہ کنیز ہنسی اور اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ گھر تک لے آؤ۔ چنانچہ خادم حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ ہی لے آئے۔ کنیز نے اپنے مالک سے سارا واقعہ بیان کیا۔ سن کر وہ ہنسنے لگا اور کہا۔ ہم بھی تو ایسے درویش کو دیکھیں۔ چنانچہ اس نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلایا۔ آپ کو دیکھتے ہی اس کے دل پر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی اور پوچھنے لگا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کنیز کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ وہ کہنے لگا کہ آپ اس کی قیمت ادا کر سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا اس کی قیمت ہے ہی کیا؟ میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو گلی سڑی گٹھلیاں ہیں۔ آپ کی اس بات سے وہاں پر موجود تمام لوگ ہنس پڑے اور پوچھنے لگے کہ آپ نے یہ قیمت کیسے لگائی ہے؟ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ اس میں بہت سے نقائص ہیں اور نقص والی چیز کی قیمت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ آپ سے اس کے نقائص کی تفصیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ سنو! جب یہ عطر نہ لگائے تو اس سے بدبو آنے لگتی ہے، اگر منہ صاف نہ کرے تو منہ گندا ہو جاتا ہے، بدبو آنا شروع ہو جاتی ہے اور اگر تیل نہ ڈالے، کنگھی نہ

کرے تو سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور بال گندے اور غبار آلود ہو جاتے ہیں۔ جب اس کی عمر زیادہ ہوگئی تو بوڑھی ہو کر کسی بھی کام کی نہ رہے گی۔ حیض بھی اسے آتا ہے' پیشاب پاخانہ بھی کرتی ہے' طرح طرح کی نجاستوں سے بھری ہوئی ہے' ہر طرح کی تکالیف اور رنج و غم اسے پیش آتے رہتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ تو ظاہری نقص ہیں اب باطنی بھی سنو۔ یہ اس قدر خود غرض ہے کہ تمہارے ساتھ جو یہ محبت کرتی ہے وہ غرض کے ساتھ ہے۔ یہ وفا کرنے والی نہیں اور اس کی دوستی بھی سچی نہیں' تمہارے بعد تمہارے جانشین سے بھی ایسی ہی محبت کرے گی جیسا کہ اب تمہارے ساتھ کر رہی ہے۔ اس لئے اس کا بھروسہ نہیں اور میرے پاس تو اس سے بھی کم قیمت کی ایک کنیز ہے کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے میری ایک کوڑی بھی خرچ نہیں ہوئی اور وہ تمام باتوں میں اس سے برتر ہے۔ اس کی پیدائش زعفران' مشک' کافور' جو ہر نور سے ہے۔ اگر اس کا آب دہن اس کھاری پانی میں گرا دیا جائے تو وہ میٹھا اور خوش ذائقہ ہو جائے۔ اگر کسی مردہ کو اپنا کلام سنا دے تو وہ بھی بول اٹھے۔ اگر اس کی ایک کلائی سورج کے سامنے آشکارہ ہو جائے تو سورج بھی شرمندہ ہو جائے اور اگر تاریکی میں عیاں ہو تو اجالا پھیل جائے۔ اگر وہ لباس و زیور سے آراستہ ہو کر دنیا میں آ جائے تو سارا جہاں معطر و مزین ہو جائے۔ اس نے مشک اور زعفران کے باغات اور یاقوت و مرجان کی شاخوں میں پرورش پائی ہے اور طرح طرح کی راحتوں میں رہی ہے۔ اس کو تسنیم کے پانی سے غذا دی گئی ہے' اپنے عہد کو پورا کرنے والی اور دوستی کو نباہنے والی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون سی خریدنے کے قابل ہے؟

وہ شخص کہنے لگا کہ جس کی آپ نے تعریف فرمائی ہے وہی خریدنے کے قابل ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر اس کی قیمت بھی ہر وقت ہر شخص کے پاس موجود ہے اور اس میں بھی کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ اس شخص نے بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ حضرت! اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی قیمت یہ ہے کہ ساری رات میں ایک گھڑی کیلئے اپنے تمام کاموں سے فراغت حاصل کرو اور

نہایت اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے کھانا لگا دیا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دے دیا کرو۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اگر راستہ میں کوئی اینٹ' پتھر یا نجاست پڑی ہوئی دیکھو تو اس کو اٹھا کر راستے سے پرے ہٹا دیا کرو۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی عمر کو صرف ضرورت کے سامان پر اکتفا کرتے ہوئے تنگدستی اور فقر و فاقہ میں گزار دو۔ اس مکار دنیا سے اپنے فکر کو بالکل جدا کر دو اور لالچ سے کنارہ کشی اختیار کر کے قناعت کی دولت حاصل کر لو۔ پھر اس کا پھل یہ ہوگا کہ کل تم مکمل سکون و آرام سے ہو جاؤ گے اور آرام وراحت کے مخزن بہشت میں عیش کرو گے۔ اس شخص نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن کر کنیز کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے کنیز! سن رہی ہو۔ درویش نے کیا ارشاد فرمایا ہے سچ ہے یا جھوٹ؟ کنیز کہنے لگی کہ درویش نے بالکل سچ فرمایا ہے اور خیر خواہی کا کلام ارشاد فرمایا ہے۔

اس شخص نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد کرتا ہوں اور فلاں زمین تمہارے نام کرتا ہوں۔ فلاں جائیداد بھی تم کو دیتا ہوں۔ پھر غلاموں اور خادموں سے کہا کہ میں تم کو بھی اللہ کے واسطے آزاد کرتا ہوں اور فلاں فلاں زمین تمہارے نام کرتا ہوں۔ یہ گھر اور سارا مال اللہ تعالیٰ کے رستے میں دے دیا۔ اس کے دروازہ پر ایک بہت موٹا کپڑا لٹکا ہوا تھا۔ اس نے اس کو کھینچا اور اپنا بیش قیمت لباس اتار کر اسے اپنے جسم پر لپیٹ لیا۔ اس کنیز نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگی تمہارے بعد میرا کون ہے؟ یہ کہتے ہوئے اس نے بھی اپنا قیمتی لباس اتار کر ایک موٹا کپڑا پہن لیا اور وہ بھی اس کے ہمراہ ہوگئی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ عایہ نے یہ دیکھا تو ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور پھر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

<u>تحفہ قبول کرنے سے اجتناب:</u> ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار

رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے ایک بازار میں سے گزر رہے تھے۔ آپ کو ایک دکان پر انجیر پڑے دکھائی دیئے جن کو دیکھ کر آپ کے دل میں ان کو کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ دوکاندار کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میرے ان جوتوں کے بدلے میں انجیر دے دو۔ دوکاندار نے جوتوں کو دیکھا اور کہا یہ جوتے بہت پرانے ہیں۔ ان کے عوض میں کچھ نہیں مل سکتا۔ آپ نے دوکاندار کی یہ بات سنی تو وہاں سے چل دیئے۔ اتفاق سے وہاں پر ایک شخص ایسا بھی موجود تھا جو حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا۔ اس نے دوکاندار سے کہا کہ ان بزرگ کے بارے میں جانتے ہو کون تھے؟ دوکاندار نے نفی میں جواب دیا۔ اس نے بتایا کہ یہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دوکاندار نے یہ سنتے ہی فوری طور پر ایک ٹوکری انجیروں سے بھری اور اپنے غلام کو ٹوکری دیتے ہوئے کہا۔ اگر جناب مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تجھ سے یہ ٹوکری قبول کرلیں تو اس خدمت کے بدلہ میں تو آزاد ہے۔ غلام بھاگتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی۔ حضور! یہ قبول فرمالیجئے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نہیں لیتا' غلام نے کہا۔ اگر آپ اسے قبول فرمالیں گے تو میں آزاد ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اس میں تیرے لئے تو آزادی ہے لیکن میرے لئے ہلاکت ہے۔ غلام نے جب بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ دین کے بدلے میں انجیر نہیں کھاؤں گا اور مرتے دم تک کبھی بھی انجیر نہ لوں گا۔

پروردگارِ عالم کا شکر: شہر بصرہ میں ایک متمول گھرانے کا خوش رو نوجوان تھا۔ زرق برق لباس' کھیل کود اور خوشحال زندگی' حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو وہ ایک روز بصرہ سے دور کسی مقام پر مصروف آہ وبکا ملا...... آنسوؤں کے موتی اس کی آنکھوں سے ڈھلک کر دامن کو بھگو رہے تھے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پہلے خوشحال اور توانائی میں دیکھا تھا۔ اب اس کیفیت میں پاکر مشکل سے پہچان سکے ، حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک

پڑے۔نوجوان نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے گزارش کی۔

آپ اپنے اوقات خاص میں میرے لئے دعا کیجئے گا اور ربّ تعالیٰ سے میری توبہ اور بخشش مانگئے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی دعا کی برکت سے غفار وستار پروردگار مجھے معاف فرمادے اور کچھ پردرد اشعار پڑھے۔

اسی سال حج کے موقع پر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ کا طواف کررہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے دیکھا کہ حجاج کے اژدحام میں کوئی زاروقطار رو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے طواف کرنے والے رک رک جاتے ہیں۔ قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا تو وہ وہی بصری نوجوان تھا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو پاکر مسرور ہوئے۔ سلام کرکے قریب گئے اور کہا پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور تیری آرزو برآئی۔ اے نوجوان! بخدا بتا اب تیرا کیا حال ہے۔ نوجوان نے کہا ربّ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اس نے مجھے بلایا۔ میں چلا آیا اور پھر میں نے جو طلب کیا وہ مجھے عطا کیا۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں طواف میں مصروف تھا کہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد نہ میں اس سے ملا اور نہ کوئی خبر پائی۔

<u>توبہ کا سبب</u>: ایک شخص نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ نے دنیا سے تائب ہو کر راہِ مولیٰ کیسے اختیار کی۔ اس کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں ایک شرابی انسان تھا...... ہر وقت شراب میں مست رہتا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک حسین وجمیل کنیز خریدی۔ اس کنیز کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی۔ اس سے مجھے بیحد محبت ہوگئی۔ وہ بیٹی ذرا بڑی ہوکر جب گھٹنے لگی تو میرے دل میں اس کی محبت نے اور جڑ پکڑ لی...... پھر ایسا ہوتا کہ شراب لے کر بیٹھتا تو وہ میرے پاس آجاتی اور شراب کا پیالہ مجھ سے چھینتے ہوئے میرے کپڑوں پر گرادیتی...... وہ میری بیٹی جب دو سال کی ہوئی تو اچانک اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی موت کے غم نے مجھے بدحال کردیا۔ شب برات (پندرہویں شعبان) آئی۔ جمعہ کی رات بھی تھی۔

میں نے اس شب بھی شراب پی اور شراب کے نشے میں سو گیا۔ عشاء کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت کا میدان ہے۔ مردے قبروں سے نکل نکل کر آ رہے ہیں۔ انہی میں میں بھی ہوں۔ مجھے اپنے پیچھے کسی چیز کی آہٹ ہوئی۔ مڑ کر جو دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ منہ کھولے میری ہی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں نے بھاگنا شروع کیا۔ ایک راہ پر مجھے ایک سفید پوش بزرگ شخص ملا۔ میں اس سے منت سماجت کی کہ مجھے اس مہلک سانپ سے بچالو۔ مگر اس نے معذرت کی اور کہا میں کمزور ہوں اور سانپ بہت زبردست ہے۔ اس لئے میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ مگر آگے جاؤ شاید مولا تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی راستہ ظاہر فرما دے۔ میں وہاں سے آگے چلا اور ایک بلند ٹیلے پر جا کر چڑھا...... جہاں سے جہنم کی آگ، اس کے طبقات اور بھڑکتے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ پیچھے آتے ہوئے سانپ کے اندیشے سے مجھے ڈر لگا کہ کہیں میں اس غار جہنم میں نہ گر پڑوں...... اتنے میں میں نے غیب سے ایک آواز سنی۔ پیچھے ہٹ جاؤ تو دوزخی نہیں ہے۔ یہ سن کر مجھے قدرے اطمینان ہوا۔ میں وہاں سے پلٹا تو سانپ بھی میرے ساتھ آیا۔ ایک آواز سن کر میں ضعیف مرد کے پاس آیا اور کہا آپ نے اس سانپ سے بچانے میں میری مدد نہیں کی۔ ضعیف مرد میری بات سن کر رونے لگے۔ میں تو ضعیف و ناتواں ہوں مگر تم اس ٹیلے پر چلے جاؤ جہاں اہل ایمان کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اگر تمہاری بھی کوئی امانت ہوگی تو اس سے تمہیں ضرور مدد ملے گی...... میں ادھر بھاگا۔ وہ ایک پہاڑی تھی۔ اس کے اندر بہت سے دروازے تھے۔ دروازوں پر ریشمی پردے لٹک رہے تھے۔ ہر دروازہ پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے سونے کے پٹ لگے ہوئے تھے۔ میں پہاڑی پر دوڑا تو سانپ بھی میرے تعاقب میں آیا۔ میں دروازہ کے نزدیک پہنچا تو ایک فرشتے نے پکارا۔ پردے اٹھا دو، دروازے کھول دو۔ شاید اس بدحال کی یہاں کوئی امانت ہو جو اس کے دشمن سے اسے بچا سکے۔ دروازہ کھلتے ہی بہت سے چاند جیسے خوبصورت بچے میرے پاس آ گئے۔ اتنے میں سانپ

بھی میرے قریب آ گیا۔ بچوں میں سے ایک نے چیخ مار کر کہا۔ سب کے سب جلدی پہنچو۔ سانپ تو اس کے قریب آ گیا۔ اسی اثناء میں میری بیٹی بھی وہاں آ گئی اور مجھے دیکھ کر رو پڑی۔ بولی بخدا! یہ تو میرے باپ ہیں یہ کہہ کر بجلی کی سرعت کے ساتھ ایک نورانی جھولے میں میرے پاس آ پہنچی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ میری داہنی جانب بڑھایا جسے میں نے پکڑ لیا...... پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ پیچھے بھاگ نکلا...... پھر اس نے مجھے بٹھایا اور خود میری گود میں آ بیٹھی۔ میری ریش پر ہاتھ پھیرا اور بولی۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید:۱۶/۵۷)

کیا وہ وقت نہیں آیا ایمان والوں کیلئے کہ ان کے دل جھک جائیں۔ اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو نازل ہوا۔

میں یہ سن کر آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے پوچھا اے بیٹی! کیا تم یہاں قرآن مجید بھی جانتی ہو۔ اس نے کہا کہ ہم لوگوں کو آپ لوگوں سے زیادہ علم ہے تو باپ نے پوچھا کہ بیٹی تو بتاؤ یہ سانپ جو مجھے دوڑا رہا تھا۔ یہ کیا مصیبت تھی؟ اس پر اس نے جواب دیا۔ یہ آپ کا برا عمل تھا۔ آپ نے انہیں اسے مضبوط بنایا تو وہ توانا اور مضبوط ہو گیا اور آپ کو جہنم میں لے جانا چاہتا تھا۔ باپ نے پھر پوچھا کہ یہ بزرگ مرد کون تھے۔ تو بیٹی نے کہا یہ آپ کا نیک عمل تھا۔ جسے آپ نے اتنا کمزور کر دیا کہ آپ کے عمل بد سے ٹکرانے کی اس میں قوت نہ رہی۔ باپ نے سوال کیا کہ اس پہاڑی میں تم لوگ کیا کرتی ہو؟ اس نے کہا ہم سب مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ہم قیامت تک یہیں رہیں گے۔ ہم لوگوں کو آپ لوگوں کا انتظار ہے تاکہ ہم شفاعت کریں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میری آنکھ کھلی تو میں حیران و پریشان تھا۔ مجھ پر خوف طاری تھا۔ صبح ہوئی تو جو سرمایہ پاس تھا لوگوں کو دیدیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے توبہ کی۔ یہی واقعہ میری توبہ کا سبب ہوا۔

ایک عیسائی کی کفر وشرک سے توبہ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک گرجا کے پاس سے گزرے۔ اس گرجا کے اندر سے ایک عیسائی راہب کی آواز آ رہی تھی جو یہ کہہ رہا تھا:

> ''اے وہ ذات بابرکت جس کے حرم میں خوف کھانے والے اور لوگوں کے ستائے ہوئے پناہ لیتے ہیں اور طلب کرنے والے لوگ اس کی رحمت ونعمت کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ میں تیرے انتظام سے رہائی کی التجا کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوں۔ ان گناہوں کا جن کی لذت ختم ہوگئی اور مشقت باقی رہ گئی''۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آواز سنی تو گرجا کے اندر تشریف لے گئے اور اس راہب سے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے واقع ہوگئی۔ راہب کہنے لگا کہ میں عیسائی تھا مگر اب نہیں ہوں۔ میرے ساتھ واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی ندا دینے والا ندا دے رہا ہے اور بڑے تشفی آمیز لہجہ میں کہہ رہا ہے کہ اے راہب! تو کب تک کفر وشرک میں مبتلا رہے گا۔ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک برگزیدہ بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ لیکن وہ اللہ یا اللہ کے بیٹے ہرگز نہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

> ''میں خطاکاروں کا شفیع' نبی آخرالزمان ہوں اور وہ رسول ہوں جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دی اور جس کی پیش گوئی انجیل میں بھی موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کی نبوت کی گواہی موسیٰ علیہ السلام نے بھی دی اور جس کے اوصاف تورات میں بھی بیان کئے گئے ہیں''۔

اس کے بعد اس مبارک ہستی نے میرے سینے پر اپنا دست رحمت پھیرا اور یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اُلْھِمْ عَبْدَکَ الرَّشَادَ وَ وَفِّقْہُ لِلسِّدَادِ

''اے اللہ! تو اپنے بندے کے قلب میں ہدایت کی بات ڈال دے اور

اسے راستی اور سچائی کی توفیق عطا فرما"۔

میں جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا تو میرا دل اسلام کی محبت سے لبریز ہو چکا تھا اور اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان ہوں۔

ترک دنیا: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ دنیاداری سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ یہاں کی رنگینیوں اور دلکشیوں کو دیکھ کر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ پر ایک قسم کا خوف طاری ہو جاتا تھا۔ منقول ہے کہ بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا اور اس کی وسیع جائیداد اور مال و دولت کی وارث اس کی اکلوتی لڑکی ٹھہری جو کہ انتہائی خوبصورت اور قیامت خیز شخصیت کی مالک تھی۔ ایک دن اس لڑکی نے حضرت ثاقب نبانی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ وہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ حضرت ثاقب نبانی نے پوچھا کہ تم کس سے نکاح کرنے کی آرزو مند ہو؟ اس پر لڑکی نے جواب دیا۔ میری خواہش ہے کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے میرا نکاح ہو جائے کیونکہ پرہیزگار' دیندار اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والے انسان ہیں۔ میں ان سے اس لئے شادی کرنا چاہتی ہوں تاکہ دینی کاموں میں وہ میری معاونت کر سکیں۔

چنانچہ حضرت ثابت نبانی نے اس لڑکی کا پیغام مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں ہے۔

حقیقی عشق: ایک بار حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا گزر صحرائے بصرہ کی طرف ہوا۔ جہاں ان کی سعدون مجنون رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے مزاج پرسی کی تو انہوں نے کہا کہ اے مالک! اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جسے صبح و شام عظیم سفر کا ارادہ ہو اور زاد سفر کچھ نہ ہو اور عالمین کے پروردگار کے حضور پیشی ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ آپ نے رونے پر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رونے کیوں لگے۔ تو سعدون نے کہا کہ بخدا! میں حرص دنیا' یا موت یا مصائب کے خوف

سے نہیں روتا۔ بلکہ رونے کا سبب یہ ہے کہ زندگی میں ایک دن ایسا گزر گیا جس میں مجھ سے کوئی اچھا کام نہیں ہوا۔ مجھے یہ بات بھی رلا رہی ہے کہ زادِ راہ کم ہے' راستہ لمبا ہے' پرخطر گھاٹیاں سامنے ہیں۔ معلوم نہیں میرا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم؟ اس پر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگ تو آپ کو مجنون کہتے ہیں مگر آپ تو نہایت عقلمند اور صاحب حکمت ہیں۔ اس کے بعد حضرت سعدون رضی اللہ عنہ نے حضرت سے کہا کہ آخر تم بھی لوگوں کے فریب میں آ ہی گئے۔ مجنون تو لوگ مجھے کہتے ہیں' مجھ میں تو کوئی جنون نہیں۔ مگر ہاں! ربّ تعالیٰ کا عشق میرے قلب' میرے گوشت پوست' رگ وریشہ' ہڈیوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں متحیر ہوں۔ حضرت نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ اور ملنا جلنا کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سعدون رضی اللہ عنہ نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔ بدر القادری نے اپنے الفاظ میں یوں نظم کیا ہے:

خلقت سے دور رہ کر خدا کے قریب جا ہے طالب حبیب تو سوئے حبیب جا
بچھو کے مثل اہل ہوس ہیں جہان میں ڈس لیں گے ہوشیار ان کے قریب جا

ارشادات

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی چند باتیں ملی ہیں جو حکمت و عمل کے لئے مشعل راہ ہیں۔

فرمایا کہ دنیا کی محبت کی علامت یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ پرخوری کرے اور کم فہم ہو۔ اس کی ہمت پیٹ اور شہوت تک ہو۔ سوچتا ہے کہ کب صبح ہو تو کھیل کود میں لگ جاؤں اور کھاؤں پیوں' شام کب ہوگی کہ سو جاؤں۔ رات کے وقت مردار لاش اور دن کو فضولیات کا عادی ہو۔

آپ سے اون پہننے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں تو اس قابل نہیں کیونکہ اس کے لئے دل کی صفائی چاہئے۔ فرمایا کہ دنیا کی راحت سے صرف تین چیزیں باقی

ہیں۔ احباب کی زیارت، قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ پڑھ کر تہجد ادا کرنا اور خالی گھر جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

جب آپ سے کوئی سائل سوال کرتا تھا جب کہ بادل گزر رہا ہوتا۔ تو فرماتے ذرا صبر کرتا کہ یہ بادل گزر جائے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس میں پتھر ہوں جن سے ہم پر پتھراؤ کیا جائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا کوئی ایسا ساتھی نہیں رہا جو کہ آخرت کے عمل میں اس کی موافقت کرے۔ آج تو لوگ آدمی کے دل میں فساد پیدا کرتے ہیں۔ مجھے پسند نہیں کہ میرے بھائیوں سے کوئی شخص میرے گھر آئے۔ صرف اس خطرے سے کہ کہیں میں اس کے حقوق کا پورا احترام نہ کرسکوں۔

ہم نے صحابہ کرام علیہم اجمعین کی زیارت کی اور ان سے اعلیٰ وادنیٰ کوئی بھی لباس کے معاملے میں ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا تھا۔ اچھا لباس پہننے والا ادنیٰ لباس والے کو اور ادنیٰ لباس والا اچھا لباس پہننے والے کو عیب نہیں لگاتا تھا۔

☆ فرمایا تیرے بعض بھائی تجھ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں حالانکہ وہ دور ہوتے ہیں اور ان کی مصروفیات انہیں تیری ملاقات سے دور رکھتی ہیں۔ ہم سب نے دنیا کی محبت میں ایک دوسرے سے صلح کر رکھی ہے۔ کوئی نیک اور کوئی عالم اس بارے میں ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا۔

☆ فرمایا کھجور کے پتوں کی چیزیں بنا کر روزی کماتے تھے۔ بعض اوقات مصاحف کی کتابت کرتے۔ آپ کے گھر میں مصحف، لوٹا اور چٹائی کے سوا کچھ نہ ہوتا اور فرماتے بوجھ اٹھانے والے ہلاک ہوگئے۔ دعا میں عرض کرتے اے میرے اللہ! مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں دنیا کی کوئی چیز داخل نہ فرما۔

☆ فرمایا جب آدمی علم حاصل کرے کہ اس پر عمل کرے تو اس کا علم زیادہ ہوتا ہے اور جب عمل کی نیت کے بغیر علم حاصل کرے تو نافرمانی تکبر اور لوگوں کو حقیر جاننے کا عمل زیادہ ہوتا ہے۔ حکام میں سے بعض نے آپ سے دعا کی

درخواست کی تو فرمایا میں تمہارے لئے دعا کیسے کروں۔ جب کہ ایک ہزار آدمی تمہارے لئے بددعا کر رہے ہیں۔ جب سے مجھے پتہ چلا کہ لوگوں کو برا کہنا بھی حد سے گزرنا ہے اور ان کی تعریف کرنا بھی حد سے گزرنا ہے۔ تو میں انہیں برا کہنا پسند نہیں کرتا۔ فرمایا جو لغو باتیں زیادہ کرتا ہے اور عبادت کم اس کا علم قلیل قلب' اندھا اور عمر رائیگاں ہے۔ کیوں کہ میرے نزدیک اخلاص سب سے بہتر عمل ہے۔ فرمایا جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ ہو اس کی صحبت سے کیا فائدہ۔ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہے جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے۔ اس دنیا سے اسی لئے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنا لیا ہے۔

☆ تورات میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو۔ کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجر عظیم حاصل ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ فولادی عصا لے کر زمین پر چلو اور ہر جدید اور عبرت انگیز شے کی جستجو کرو۔ اس وقت تک ہماری حکمت و نعمت کا مشاہدہ کرتے رہو جب تک جوتے گھس نہ جائیں اور عصا ٹوٹ نہ جائے۔

☆ بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے میرا ادنیٰ برتاؤ اس کے ساتھ یہ ہے کہ میں ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کر دیتا ہوں۔ جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے۔ شیطان اس کو فریب دینے کی اس لئے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔

☆ منقول ہے کہ کسی نے دم مرگ آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الٰہی پر راضی رہ تا کہ تجھ کو عذاب سے حشر میں نجات مل سکے۔ پھر کسی شخص نے اس کے انتقال کے بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا

تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی بڑا گناہگار تھا لیکن صرف اس حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہوگئی جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر تھا۔

☆ آپ رات میں قطعاً آرام نہیں کرتے تھے اور ایک دن جب آپ کی صاحبزادی نے کہا کہ اگر آپ تھوڑی دیر آرام فرما لیا کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی! ایک طرف تو میں قہر الٰہی سے ڈرتا ہوں اور دوسری جانب یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دولت سعادت کہیں مجھے سوتا دیکھ کر واپس نہ ہو جائے۔ لوگوں نے جب اس جملہ کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ میں نعمت تو اللہ تعالیٰ کی کھاتا ہوں اور اطاعت شیطان کی کرتا ہوں۔

☆ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں شرکت جہاد کا متمنی ہوں لیکن جب ایک موقع جہاد کا آیا تو مجھ کو ایسا بخار آیا کہ جانے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ چنانچہ اس غم میں ایک شب یہ کہتا ہوا سو گیا کہ اگر خدا کے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہوتا تو اس وقت بخار کبھی نہ آتا۔ پھر خواب میں دیکھا کہ ندائے غیبی سے کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مالک! اگر آج تو جہاد کیلئے چلا جاتا ہے تو قیدی بنا لیا جاتا اور کفار تجھے سور کا گوشت کھلا کر تیرا دین ہی برباد کر دیتے۔ لہٰذا یہ بخار تیرے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ پھر میں نے بیدار ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔

☆ کسی عورت نے آپ کو ریاکار کے نام سے آواز دی تو آپ نے فرمایا کہ بیس سال سے کسی نے میرا اصلی نام لے کر نہیں پکارا تھا۔ لیکن شاباش تو نے اچھی طرح پہچان لیا کہ میں کون ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب میں نے مخلوق کو اچھی طرح پہچان لیا تو مجھ کو اس کی قطعاً خواہش نہیں رہی کہ مجھے کوئی نیک یا بد کہے۔ اس لئے کہ میں نے ہر اچھا یا برا کہنے والے کو مبالغہ کرنے والا پایا۔ لہٰذا لوگ خواہ مجھے نیک کہیں یا بد میں روز حشر ان سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔

وصال: ایک روایت کے مطابق حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ طبقات شعرانی میں یہ لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۱۳۱ھ میں ہوا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اکابر اولیاء اور مشائخان عظام میں ہوتا ہے۔ آپ مقتداء راہ طریقت اور ولایت وہدایت کے مرتبہ پر تھے۔ اکثر اہل معرفت نے آپ کو سر حلقہ تائبین' سردار واصلین' معظم نائبین' آفتاب کرم واحسان' دُرّ دریائے ورع وعرفان' ریاض علم الٰہی' مقربین بارگاہ کے بادشاہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔ غرضیکہ آپ اپنے عہد کے صاحب کرامت صوفیاء وعظام سے تھے۔ فقراء میں آپ کو بڑا بلند مقام حاصل ہے۔ طریقت میں آپ کو کامل مہارت حاصل تھی۔ مشائخان طریقت کے درمیان آپ بہت مشہور ومعروف تھے۔ آپ کے احوال صدق وصفا سے معمور تھے۔ اس لئے آپ کے اکثر ہم عصر بزرگ آپ کو صادق ومقتداء تصور کرتے تھے۔

وطن عزیز: ملک روس کا جنوبی علاقہ آزاد شدہ ریاستوں پر مبنی ہے۔ کسی زمانے میں ریاست ازبکستان اور ترکمانستان کا خطہ علاقہ خراسان کہلاتا تھا۔ ان دونوں ریاستوں میں ثمرقند' بخارا اور مرو کے شہر ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد اسی علاقے یعنی خراسان کے رہنے والے تھے۔

نام وکنیت: آپ کا اصل نام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ کنیت ابوعلی اور ابوالفیض تھی۔

ولادت وتربیت: آپ کی ولادت ثمرقند میں ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تربیت بھی اسی شہر میں ہوئی۔ ثمرقند کے قریب ہی بخارا اور مرو کا شہر ہے پھر آپ نے اسی علاقے

میں مختلف اساتذہ سے دینی علوم کی تکمیل کی۔

آپ کی توبہ کا واقعہ: کشف المحجوب میں ہے کہ ابتداء میں آپ مسدو اور ماورد کے درمیان راہزنی کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کی طبیعت ہر وقت مائل بہ اصلاح تھی چنانچہ جس قبیلے میں عورت ہوتی۔ اس کے قریب نہ جاتے۔ ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ مال چھوڑ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ یوں ہے:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ اپنے مقام سے روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں ایک بہت امیر کبیر تاجر بھی تھا۔ جس کے پاس کافی مال و دولت تھی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ جس راستے پر تم جا رہے ہو اس راہ میں فضیل راہزن کا گروہ ہے اس لئے اس کے مقابلے کیلئے کوئی نہ کوئی انتظام کر کے جاؤ۔ تاجر نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ فضیل بہت بڑا ڈاکو ہے اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ رحم دل آدمی بھی ہے۔ اس لئے اس کے مقابلے کیلئے مجھے کسی خاص انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔

اس تاجر نے یہ انتظام کیا کہ ایک قاری کو کچھ روزینہ مقرر کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور اس کو اونٹ پر بٹھا کر یہ کہا کہ تم دن رات سارے سفر کے دوران بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔ چنانچہ اسی طرح قافلہ چلتا ہوا اس بیابان کی طرف آ گیا جہاں پر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کمین گاہ تھی۔ قافلے کو دور سے آتا دیکھ کر ڈاکو قافلے کی طرف بڑھے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ اتفاق سے اس وقت قاری جو آیت مبارکہ تلاوت کر رہا تھا وہ یہ تھی۔

"کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور یاد سے خشوع و خضوع حاصل کریں"۔

اس آیت مبارکہ کو سنتے ہی حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور مندرجہ بالا آیت کا اس قدر زبردست اثر ہوا کہ آپ کے دل پر رقت طاری ہوگئی اور دل کی گہرائیوں سے ایک درد بھری آہ نکلی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' اسی وقت اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کی اور راہزنی کے دنوں میں جس

جس کو لوٹا تھا اس کو راضی کر کے معافی لی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ لیا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پر کس قدر فضل وکرم نازل فرمایا کہ آپ کو اپنے پیارے دوستوں کی صف میں شامل کر لیا۔

ترک وطن: آپ کے ترک وطن کے بارے میں حیات فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں یوں لکھا ہے کہ جب خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے توبۃ النصوح اور حقوق ادا کرنے کے بعد ترک وطن کا ارادہ کیا۔ تو اپنی اہلیہ سے یہ کہا کہ اب میرا ارادہ ہے کہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا جاؤں اور وہیں باقی عمر یاد الٰہی میں بسر کروں۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں آزاد کر دوں تا کہ تم میری پابند نہ رہو اور جس طرح مناسب ہو زندگی بسر کر سکو۔

بیوی نے کہا نکاح زندگی بھر کا سنجوگ ہے دکھ اور سکھ میں ایک دوسرے کو شریک حال رہنا چاہیے۔ جہاں آپ رہیں گے وہیں میں رہوں گی اور ہر حال میں شریک کار رہوں گی۔ آپ کی خدمت کروں گی اور جدائی اختیار نہ کروں گی۔ شریف زادیوں کا یہ شیوہ نہیں کہ شوہر سے جدا ہو کر زندگی بسر کریں۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وطن کو خیر باد کہا اور اہل وعیال سمیت کوفہ چلے آ گئے۔ کچھ مدت تک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ حدیث کی تکمیل کی اور علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے۔ کوفہ کے دیگر اہل کمال کی صحبت سے بھی فیض پایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے فیض یاب ہونے کی نیت سے بصرے روانہ ہوئے۔ مگر راستے ہی میں یہ خبر ملی حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ کو اس خبر سے بہت صدمہ ہوا اور بہت روئے۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے آپ سے یہ کہا کہ رونے کا کیا فائدہ ہوگا۔ اگر فیض یاب ہونا ہی ہے تو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے جانشین حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں۔ ان جیسا درویش اور کوئی نہیں ہے۔

درویش میں یکتائے روزگار اور قطب وقت ہیں۔ آپ ان کی صحبت سے فیض یاب ہوں۔ انشاء اللہ آپ منزل مقصود کو پہنچ جائیں گے۔

بیعت وحصول خلافت: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے کہنے پر بصرہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا بلکہ مکہ معظّمہ جانے کا رخ کرلیا چونکہ انہی ایام میں حضرت خواجہ عبدالواحد زید مکہ میں قیام پذیر تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ حضرت خواجہ عبدالواحد زید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حصول روحانیت کیلئے ان کی مریدی اختیار کرلی۔ ایک دن حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یاد کیا اور بڑی شفقت سے پیش آئے۔ یہ کہا کہ اے فضیل! تمام چیزوں سے پرہیز کرو اور بچو۔ درویشی خاموشی ہے اور بے تعلق۔ اس لئے خاموشی اور بے تعلقی کو اختیار کرو۔ ہر وقت اور ہر جگہ اللہ کو حاضر وناظر جانو۔ آج سے تمہارا نام محبان حق میں شامل ہوگیا ہے اور تم خدائے پاک کے دوست شمار کئے جانے لگے ہو۔ اس کے بعد خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو تسلیم کیا جانے لگا اور سب آپ کو قطب دوراں ماننے لگے اور آپ کے وسیلے سے بہت سے طالبان حق واصلان حق میں شامل ہوئے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ معظّمہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ اور آپ کی اہلیہ خانہ کعبہ میں مصروف ذکر اور عبادت رہنے لگے اور فارغ وقت میں خدمت حرم بھی سرانجام دیتے۔ اس عرصہ کے دوران بے پناہ مخلوق حضرت سے فیض یاب ہوئی۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اولیائے کاملین سے بھی خرقہ فقر وارادت حاصل کیا تھا اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ ان میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ابوغیاث بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ غرضیکہ فیوض وبرکات روحانی کے اعتبار سے خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ

علیہ کی ذات گرامی مجمع البحرین تھی۔

دیانتداری کا واقعہ: آپ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ ابتداء میں آپ کی حالت یہ ہوتی تھی کہ بیابان میں خیمہ لگا کر اس میں رہا کرتے تھے اور ٹاٹ کا لباس زیب تن کئے رکھتے۔ آپ کے گروہ میں بڑے نامی گرامی ڈاکو شامل تھے وہ جو مال لوٹ کر لاتے۔ آپ کے سامنے پیش کرتے' پھر آپ اس مال کی تقسیم کر دیتے کیونکہ آپ گروہ کے سردار تھے۔ اس لوٹے ہوئے مال میں اسے اپنی ضرورت کے مطابق اپنے لئے بھی رکھ لیتے' نماز ہمیشہ جماعت سے ادا فرماتے اور اپنے گروہ میں جو ڈاکو نماز کی پابندی نہ کرتا اسے نکال دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بہت بڑا قافلہ اس راہ پر چلا آ رہا تھا۔ قافلہ والوں نے ڈاکوؤں کی آوازیں سنی تو ان میں بھگدڑ مچ گئی' ان کو یقین ہو گیا کہ اب کچھ ہی لمحوں میں ڈاکو قافلے پر حملہ کر دیں گے۔ اس لئے وہ خوفزدہ ہو گئے۔ اس قافلہ میں ایک شخص کے پاس بہت زیادہ مال تھا وہ شدید فکر مند ہوا۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اپنا مال اس بیابان میں کسی جگہ پر دفن کر دیتا ہوں تا کہ اگر ڈاکو قافلے کو لوٹ بھی لیں تو میرا مال محفوظ رہے گا۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے وہ بیابان کی طرف دوڑا وہاں پر اس نے غور سے دیکھا کہ ایک خیمہ لگا ہوا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا خیمہ کی طرف گیا۔ خیمہ میں اسے ایک نوجوان ٹاٹ کا لباس پہنے عبادت الٰہی میں مشغول نظر آیا۔ یہ دیکھ کر اس شخص کو کچھ تسلی ہوئی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ تو اور بھی اچھا ہوا کہ ایک نیک دل نوجوان مل گیا۔ اپنا مال اس کے سپرد کرتا ہوں تا کہ وہ میری امانت سنبھال کر رکھ لے۔ چنانچہ اس نے یہ سوچ کر تیزی سے آپ کے سامنے سارا واقعہ بیان کرتے ہوئے اپنے مال کو بطور امانت رکھ لینے کیلئے کہا۔ آپ نے اسے اشارہ کیا کہ مال کی تھیلی خیمہ میں رکھ دو۔ اس نے اپنی تھیلی خیمہ کے ایک کونے میں رکھ دی اور خود مطمئن ہو کر واپس قافلہ میں آ گیا۔

ڈاکوؤں نے اس دوران قافلے پر حملہ کر دیا تھا اور لوٹ مار کی۔ ان کے ہاتھ قافلہ والوں کی جو بھی قیمتی چیز لگی وہ لوٹ کر لے گئے۔ جب ڈاکو لوٹ مار کر کے چلے

گئے تو وہ شخص اس خیمہ کی طرف آیا تا کہ اپنی امانت واپس لے۔ لیکن جب وہ خیمہ کے نزدیک پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے کہ جس نیک آدمی کے حوالے اپنا مال کیا تھا وہی لوٹا ہوا مال ڈاکوؤں میں تقسیم کر رہا ہے۔ اب تو وہ بہت ہی پچھتایا اور دل میں سوچا کہ افسوس! میں نے کس قدر غلطی کی کہ اپنے ہاتھ سے اپنی تمام پونجی اس کے حوالے کر دی۔ ابھی وہ اسی سوچ میں مگن تھا کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دور سے دیکھ کر آواز دی اور اپنے پاس آنے کیلئے کہا۔ وہ شخص ڈرتے ڈرتے آپ کے نزدیک آیا تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تم نے جہاں پر اپنی امانت رکھی تھی وہاں سے اٹھالو۔ وہ شخص جلدی سے آگے بڑھا اور اپنی تھیلی اٹھا کر قافلے کی طرف بھاگ گیا۔

ڈاکوؤں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے۔ اے سردار! اس قافلے میں سے تو ہمیں کچھ بھی نقد مال نہیں ہاتھ لگا تھا اور آپ نے اس کو اتنی بڑی رقم کیوں واپس کر دی؟ آپ نے فرمایا میں نے اس لئے واپس کر دی ہے کہ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا تھا اور میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔ اس لئے میں نے اس کے گمان کو سچا کر دکھایا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ میرے گمان کو بھی سچا کر دکھائے۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ کے گروہ نے ایک دوسرا قافلہ لوٹا۔ اس میں ان کے ہاتھ کافی مال آیا۔ قافلہ لوٹنے کے بعد تمام ڈاکو ایک جگہ پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ اس لوٹے ہوئے قافلے میں سے ایک شخص اس طرف کو آیا۔ ڈاکوؤں سے مخاطب ہو کر بولا کہ تم لوگوں کا کوئی سردار نہیں ہے؟ ڈاکوؤں نے کہا کہ ہمارا سردار دریا کے کنارے نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا مگر یہ تو نماز کا وقت نہیں ہے؟ ڈاکوؤں نے کہا کہ وہ نفل نماز پڑھ رہا ہے۔ وہ شخص بولا کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کیوں نہیں کھاتا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ روزے رکھتا ہے۔ اس شخص نے حیرت سے کہا کہ یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے؟ ڈاکو بولے۔ وہ نفلی روزے رکھتا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص مزید حیران ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جناب! نماز، روزہ اور راہزنی ان کا آپس میں

کیا واسطہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کیا تو قرآن مجید جانتا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کیا تم نے قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ نہیں پڑھی کہ "اور دوسروں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور نیک اعمال کو ملا دیا"۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب سن کر وہ شخص آپ کی حالت پر حیران رہ گیا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا حج: خلیفہ ہارون الرشید اولیاء کرام کا بہت معتقد تھا اور بذات خود اولیاء کرام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا کرتا تھا۔ حضرت فضیل بن ربیع بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے میں خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ گیا۔ حج کی ادائیگی کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ اگر اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ ہے تو مجھے اس کی زیارت کیلئے لے کر چلو۔ میں نے عرض کی کہ اے خلیفہ! حضرت عبدالرزاق صنعائی رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ پر موجود ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ چلو میں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر تک گفت وشنید ہوتی رہی پھر جب رخصت ہونے لگے تو ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ اگر ان پر کچھ قرضہ ہے تو ارشاد فرمائیں تا کہ اس کی ادائیگی کر دی جائے۔ میں نے خلیفہ کے کہنے کے مطابق ان سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ ہاں مجھ پر کچھ قرضہ ہے۔ اس پر خلیفہ ہارون الرشید نے ان کا قرضہ اپنی طرف سے ادا کر دیا۔ اس کے بعد جب ہم وہاں سے باہر نکلے تو ہارون الرشید پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ اے فضیل! ابھی میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں ان سے بھی زیادہ کسی بلند مرتبہ بزرگ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

حضرت فضل بن ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ یہاں پر حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ ہارون الرشید نے کہا چلو۔ چنانچہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر تک ان کی صحبت کے فیض سے مستفید ہو کر جب رخصت ہونے

لگے تو ہارون الرشید نے پھر پہلے کی طرح میرے ذریعہ سے قرض کے بارے میں ان سے دریافت کرایا۔ آپ نے بھی فرمایا کہ ہاں میں کچھ مقروض ہوں۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کا قرضہ بھی ادا کر دیا۔ اس کے بعد ہم جب باہر نکلے تو ہارون الرشید نے مجھ سے پھر کہا کہ اے فضل! میرے دل کا مقصد ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ یہ سن کر اچانک مجھے یاد آیا کہ یہاں پر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود ہیں۔ چنانچہ میں ہارون الرشید کو ان کی خدمت میں لے گیا ہم جب وہاں پر پہنچے تو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بالا خانہ کے جھروکہ میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے اندر سے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا امیر المومنین ہیں۔ یہ سن کر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المومنین کا میرے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "بندہ کو یہ زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے کو ذلیل کرے"۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے مگر ربّ تعالیٰ کی رضا میں رہنا دائمی عزت ہے۔ اس رضا کے اہل کے نزدیک تو میری ذلت دیکھ رہا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے راضی ہو کر ہمیشہ عزت پاتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بالا خانہ سے نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھول کر چراغ بجھا دیا اور حجرہ کے ایک کونے میں تشریف فرما ہو گئے۔

خلیفہ ہارون الرشید اندھیرے میں آپ کو تلاش کرنے لگا اور اس کا ہاتھ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ پر جا پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ہاتھ کہ جس سے زیادہ نرم ہاتھ میں نے نہیں دیکھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات یافتہ ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہارون الرشید نے یہ سنا تو رو پڑا اور روتے روتے بے ہوش گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو کہا۔ حضرت! مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے امیر المومنین! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کا یہ خوبصورت

چہرہ جہنم کی آگ میں نہ جھلسے۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے حقوق اس وقت سے زیادہ بہترین صورت میں ادا کریں۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے عرض کی۔ حضور! آپ پر کچھ قرضہ تو نہیں۔ آپ حکم فرمائیں تا کہ اس کی ادائیگی کر دوں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں قرضہ تو ہے لیکن وہ تمہارے ادا کرنے کا نہیں ہے۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی اطاعت و پیروی کا قرضہ ہے۔ اگر وہ اس قرضہ میں مجھے گرفت میں لے لے تو مجھ پر افسوس ہی افسوس ہے۔

ہارون الرشید نے کہا حضور! میں نے تو لوگوں کے قرض کے بارے میں پوچھنے کی جسارت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی طرف سے مجھے بے انتہا نعمتیں مل رہی ہیں۔ مجھے اپنے حقیقی رزاق کا ہرگز کوئی شکوہ نہیں کہ جو میں مخلوق سے کرتا پھروں۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے ایک ہزار دینار کی تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کو قبول فرمالیں اور اپنی ضروریات پر استعمال میں لائیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے ہارون الرشید! میری کسی نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا اور تم نے ابھی سے ظلم وستم کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہارون الرشید نے عرض کی۔ حضور! میں نے کون سا ظلم کیا ہے؟ فرمایا' میں نے تجھے نجات کی طرف بلانا چاہا لیکن تو نے مجھے مصیبت میں پھانسنے کا ارادہ کیا۔ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سن کر میں اور خلیفہ ہارون الرشید دونوں روتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ باہر آ کر ہارون الرشید نے مجھ سے کہا۔ اے فضل! اگر اللہ کا کوئی نیک بندہ اور دوست ہے تو وہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

خلیفہ ہارون الرشید سے سچائی کی باتیں: بعض کتب میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ ہارون الرشید کی ایک ملاقات کا واقعہ یوں بھی درج ہے کہ:

ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اچانک رات کے وقت خلیفہ ہارون الرشید کے عالی شان محل پر پہنچ گئے اور خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ہارون! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے خود اور تمہارے حکام نے تمہارے اوپر گناہوں کا بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے' کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں جب تم اپنے ان امراء وزراء اور حکام سے ان گناہوں کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے کہو گے۔ جو ان سے تمہاری زیرسرپرستی شاہی ملازمت کے دوران سرزد ہوئے ہیں۔ تو وہ اپنے ہر فعل کی ذمہ داری تم پر ڈال دیں گے۔ کسی ایک گناہ کی ذمہ داری بھی قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اے ہارون! آج وہ لوگ جو تم سے سب سے زیادہ وفاداری اور محبت کے دعویدار ہیں کل کو وہی تم سے سب سے زیادہ بیگانہ ہو کر دور بھاگیں گے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں خلیفہ ہارون الرشید بڑی توجہ و انہماک سے سن رہا تھا۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا سا توقف فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا۔ اے ہارون! سنو! خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ اپنے ایک گورنر کے بارے میں فضول خرچی کی شکایات موصول ہوئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس گورنر کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ:

> ''اے میرے بھائی! وہ رقم جو عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہونی چاہئے۔ تم اپنی ذات کو نمایاں کرنے کیلئے صرف کر رہے ہو۔ ذرا سوچو تو جب تمہاری ان فضول خرچیوں پر تم سے باز پرس کی جائے گی اور تمہیں دوزخ کے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ پھر جب تم ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے تو اس دنیا میں خود کو نمایاں کرنے اور رعایا کے مال کو فضول خرچ کرنے کے جرم میں تمہاری کیا حالت ہوگی''۔

اس فضول خرچ گورنر پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا اس قدر اثر ہوا کہ اس نے خط پڑھنے کے بعد فوری طور پر اپنا بوریا بستر باندھا اور سیدھا

خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کا اظہار فرمایا اور اس کی وجہ دریافت کی تو گورنر نے کہا۔ اے امیرالمومنین! آپ کے اس خط نے مجھے اپنا محاسبہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے اس بات پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں واقعی عوام کی فلاح و بہبود اور ملکی تعمیر و ترقی پر صرف ہونے والی رقم کے ضیاع کا مرتکب ہو رہا تھا۔ اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں اور اب میں کسی بھی صورت میں گورنر یا والی بننا پسند نہیں کروں گا۔ اس کے بعد اس گورنر نے اپنا استعفیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کر دیا اور پھر ساری زندگی ایک عبادت گزار بندے کی حیثیت سے بسر کر ڈالی۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے۔ حضرت! کچھ مزید ارشاد فرمایئے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے خلیفہ! تمہارے جد امجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی علاقہ کا گورنر بنا دیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے چچا! اپنے نفس کو زندہ رکھنا اس حاکمیت کی نسبت کہیں زیادہ اچھا ہے جس کا شمار کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ حاکمیت قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث بن جاتی ہے اس لئے اگر حسرت و ندامت سے بچنا چاہتے ہو تو حاکم بننے کی خواہش نہ کرو۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید ایک بار پھر رونے لگا اور بولا مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے ہارون! تیری تمام سلطنت میں اگر کسی رات ایک بے نوا بڑھیا کسی گھر میں بھوکی سو گئی تو وہ قیامت کے دن تیرا دامن پکڑے گی اور تجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس گرانباری اور اپنی لاچاری پر نظر رکھ۔ اگر نجات چاہتا ہے تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ، جوانوں کو اپنا بھائی اور چھوٹوں کو اپنا فرزند اور عورتوں کو ماں بہن سمجھ اور ان سے اس طرح

معاملہ کر جیسے اپنے ماں باپ' بہن بھائی سے معاملہ کرتا ہے۔ ان کے خلاف اپنے دل میں ہرگز کینہ یا بغض نہ رکھ۔

خلیفہ ہارون الرشید بے اختیار ہو کر پھر رونے لگا اور پھر اس نے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کی جو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہ کی اور یہ کہہ کر شاہی محل سے فوراً چل دیئے کہ میں تو تمہیں آخرت کی نجات کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ تم مجھے اس کا اس قدر برا بدلہ دے رہے ہو۔

ایک بزرگ کی روحانی باتیں: فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں جامع کوفہ کے اندر تین شبانہ روز بے آب ودانہ پڑا رہا۔ چوتھے دن میں بھوک سے نڈھال ہو گیا۔ جسم میں لاغری کا احساس زیادہ ہونے لگا۔ میں نے دیکھا ایک مجنون ہاتھ میں بھاری پتھر اٹھائے ہوئے گردن وزنی طوق میں جکڑی ہوئی دروازہ مسجد میں آ گیا۔ اس کے پیچھے لڑکے شور مچا رہے تھے۔ وہ مسجد میں آ کر گردش کرتے کرتے میری طرف گھورنے لگا۔ میں نے جی ہی جی میں ربّ تعالیٰ سے عرض کی۔ مولا! تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اس کے بعد مجھ پر ایک دیوانے کو مسلط کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے۔ دیوانہ قریب آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا:

محمل بنات الصبر فیك عزیزة　　فیالیت شعری هل لصبرك اخر

جلوہ صبر کا امین ہے تری فطرت میں　　اے سفر پیشہ! تری کیا کوئی منزل بھی ہے؟

شعر سن کر میری غلط فہمی دور ہوئی اور گھبراہٹ اطمینان سے بدل گئی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت فضیل! حضور والا! اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔ اجنبی بزرگ! تیری منزل امید کہاں ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ! میری منزل امید وہی ہے جہاں افکار عارفین کو قرار نصیب آتا ہے۔

اجنبی بزرگ! سبحان اللہ! بہت خوب بیشک عارفوں کے قلوب کی آبادی افکار

ہیں۔ حزن اور غم کا وطن ہے۔ انہیں اس کی معرفت حاصل ہوگئی تو اس کے سوا کسی سے انہیں الفت نہ رہی۔ اسی کی جانب وہ جادہ پیما ہیں۔ صرف عرفاء کی عقلیں صحیح ہیں۔ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں شرابور ہیں اور ان کی روحیں ملکوت اعلیٰ میں معلق ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس بزرگ کے روحانی کلام سن کر میں بے خود ہوگیا اور مجھ پر ایسی سرمستی چھا گئی کہ بے آب و دانہ دس روز تک پڑا رہ گیا۔

آپ کی کرامت: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ منیٰ کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ کا کوئی ولی اگر اس پہاڑ کو کہے کہ تو حرکت کر تو پہاڑ حرکت کرنے لگے۔ جبل منیٰ فوراً حرکت میں آ گیا۔ آپ نے پہاڑی سے کہا۔ رک جا۔ میں نے یہ تھوڑا ہی کہا تھا۔ میں تو مثال دے رہا تھا۔ یہ سن کر وہ ٹھہر گئی۔

ملفوظات

خلوت پسندی: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش صرف اس غرض سے علیل ہو جانے کی ہے کہ باجماعت نماز ادا نہ کرنی پڑے اور کسی کی شکل تک نظر نہ آئے۔ کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی کی صورت نظر نہ پڑے اور میں ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ تو مجھے سلام کرے اور نہ مزاج پرسی کو آئے۔ کیونکہ لوگوں سے میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتے ہیں۔ جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے۔ اس کی گفتگو لغو اور بے سود ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے۔ اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے۔

اللہ کی محبت: آپ سے کسی نے سوال پوچھا کہ خدا کی محبت معراج کمال تک کس وقت پہنچی ہے۔ فرمایا کہ جب دنیا اور دین بندے کیلئے مساوی ہو جائے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی فرد اس خوف سے لبیک نہ کہتا ہو کہ جواب منفی میں نہ مل جائے تو

اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا کہ اس سے بلند مرتبت کوئی نہیں۔ پھر اساس دین کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل دین کی بنیاد ہے اور عقل کی بنیاد علم اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

طلب دنیا کی مذمت: حضرت امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ طالب دنیا رسوا و ذلیل ہوتا ہے۔ جب میں نے اپنے لئے کچھ نصیحت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ خادم بنو مخدوم نہ بنو۔ کیونکہ خادم بننا ہی وجہ سعادت ہے۔ ایک مرتبہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ زہد و رضا میں افضل کون ہے؟ فرمایا کہ رضا کو فضیلت اس لئے ہے کہ جو راضی برضا رہتا ہے وہ اپنی بساط سے زیادہ طلب نہیں کرتا۔

ذکر الٰہی بہت بہتر ہے: سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن و حدیث کے بیان کے بعد میں نے عرض کیا کہ آج کی نشست اور رات دونوں مبارک ہیں اور خلوت سے کہیں زیادہ افضل ہیں۔ فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ آج کی شب تو تمام راتوں سے قبیح ہے کیونکہ آج کی شب ہم دونوں اسی تصور میں غرق رہے کہ گفتگو کا موضوع ایسا ہونا چاہئے۔ جو ہم دونوں کا پسندیدہ ہو جبکہ اس تصور سے خلوت نشینی اور ذکر الٰہی میں مشغولیت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

فریب دنیا سے اجتناب: آپ نے حضرت عبداللہ کو سامنے سے آتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ۔ ورنہ میں لوٹ جاؤں گا کیونکہ تمہاری آمد کی غایت صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کریں۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی نے حاضر خدمت ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ میری آمد کا مقصد آپ کی شیریں بیانی سے محفوظ ہونا ہے۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات میرے لئے بہت ہی وحشت انگیز ہے کیونکہ تمہاری آمد کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم دونوں جھوٹ اور فریب میں مبتلا رہیں لہٰذا یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

امام ابن سیرین: فرمایا کہ میں نے پوری امت محمدی میں ابن سیرین سے زیادہ بیم ورجا کے عالم میں کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا کہ اگر دنیا کی ہر لذت میرے لئے جائز کر دی جائے تو پھر بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام و مردود شے سے نادم ہوتے ہیں۔

عجز وانکساری: میدان عرفات میں لوگوں کی گریہ وزاری کا منظر دیکھ کر فرمایا کہ اگر اتنی گریہ وزاری کے ساتھ کسی بخیل سے بھی دولت طلب کریں تو شاید وہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اے مالک حقیقی اتنی گریہ وزاری کے بعد مغفرت طلب کرنے والوں کو تو یقیناً معاف فرمادے گا۔ عرفہ کی شب میں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ عرفات کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ اگر فضیل رحمۃ اللہ علیہ ان میں شامل نہ ہوتا تو یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی۔

ارشادات عالیہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ محبت کیلئے کافی ہے۔ قرآن انس کیلئے ہے۔ موت نصیحت کیلئے کافی ہے۔ اللہ کو ساتھی بنالے اور ساری مخلوق کو ایک طرف کر دے۔

☆ مصیبت زدوں پر رحم کھاؤ کیونکہ ممکن ہے کہ تمہارا جرم ان کے جرم سے بڑا ہو اور تم کو بھی یہی سزا ملے یا اس سے بھی بڑھ کر۔

☆ سچی دوستی کی علامت یہ ہے کہ مفلسی کی حالت میں دوست کی عزت اس کی تونگری کی حالت سے بڑھ کر کرے کیونکہ غریبی تونگری سے افضل ہے۔

☆ اگر تمام دنیا میرے قبضہ میں ہو تو بھی مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اگر کوئی مجھ سے تمام دنیا کو چھین لے تو میں اس کا پیچھا نہ کروں گا اور نہ غمگین ہوں گا۔

☆ میرے دل میں بعض لوگوں کی قدر ہوتی ہے مگر جب ان کو کھانے پینے میں اسراف کرتے دیکھتا ہوں تو وہ قلت تقویٰ کے باعث میری نظروں سے گر

جاتے ہیں۔

☆ اگر بالفرض تمام دنیا وجہ حلال سے میرے قبضہ میں آ جائے اور اس کا حساب بھی مجھ سے روز قیامت نہ لیا جائے تب بھی اس کو ناپاک سمجھوں۔ جیسے تم مردار کو ناپاک سمجھتے ہو کہ کہیں چھو نہ جائے۔

☆ ایک دور وہ بھی تھا کہ جب عمل کو ریا تصور کیا جاتا تھا اور ایک دور یہ ہے کہ بے عملی ریا میں شامل ہے۔ یاد رکھو کہ دکھاوے کا عمل شرک میں شامل ہے۔

☆ اگر دنیا کی ہر لذت میرے لئے جائز کر دی جاتی۔ جب بھی دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام و مردود نشے سے نادم ہوتے ہیں۔

☆ جو لوگ چوپایوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو وہ چوپائے کہتے ہیں کہ ہم میں اور تجھ میں جو لعنت کا زیادہ مستحق ہو اس پر لعنت ہو۔

☆ اللہ نے برائیوں کے مجموعہ کو دنیا کا نام دے دیا ہے اور دنیا سے بری الذمہ ہو کر لوٹنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا دنیا میں آنا آسان ہے۔

☆ حافظ قرآن کی شان نہیں کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ اسے اللہ کی نافرمانی کرنا کیونکر جائز ہوگا جب کہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف اس کو پکارتا اور کہتا ہے کہ تجھے اللہ کا واسطہ تو نے مجھ کو حفظ کیا ہے تو اس کی مخالفت نہ کر۔ پس حافظ قرآن کو شایاں نہیں کہ وہ لہو ولعب کرنے والوں کے ساتھ لہو ولعب میں' لاابالی پن کرنے والوں کے ساتھ ابالی پن اور غافلوں کے ساتھ غفلت میں شریک ہو۔

☆ جو شخص زیادہ غصہ ور ہے اس کے دوست کم ہوتے ہیں جس نے فاجر (بدکار) پر احسان کیا اس نے فجور کی اعانت کی۔ جس نے کمینے سے سوال کیا اس نے خود کو ذلیل کیا۔ جس نے بے عمل سے علم سیکھا اس نے اس کی جہالت کو ترقی دی۔ جس نے احمق کو علم پڑھایا اس نے اپنی عمر کو ضائع کیا۔ جس نے ناشکرے پر احسان کیا اس نے اپنی نیکی ضائع کی۔

☆ بندے کے زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔

☆ میں نے پوری امت محمدیہ میں ابن سیرین سے زیادہ بیم و رجا کے عالم میں کسی کو نہیں دیکھا۔

☆ لوگوں کے باعث عمل نہ کرنا' ریا اور ان کی خاطر عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تم کو ان دونوں باتوں سے بچائے۔

☆ اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا زہد فی الدنیا سے افضل ہے۔ کیونکہ اللہ سے راضی رہنے والا اپنے مرتبہ سے بڑھ کر تمنا نہیں کرتا۔

☆ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے اعمال میں ریا کرتے تھے مگر اب ایسے لوگ ہیں جو ان اعمال میں ریا کرتے ہیں جو وہ نہیں کرتے۔

☆ وہ فقہ اور علم بیکار ہے جس میں ورع نہ ہو جیسے وہ نماز کچھ نہیں جس میں خشوع نہ ہو اور وہ مال کچھ نہیں جس میں سخاوت نہ ہو۔

☆ آپ مکہ مکرمہ میں لوگوں کو پانی پلا کر گزارہ کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر پانی لاد کر لایا کرتے اور اس کی فروخت سے آپ اور آپ کے اہل و عیال گزر بسر کرتے تھے۔ فرماتے اے اللہ! مجھے ہمیشہ حلال دے۔

☆ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور آخرت ٹھیکری تو بھی عقلمندوں کو چاہئے تھا کہ وہ باقی پر فانی کو ترجیح نہ دیتے اور جب کہ دنیا حقیقتاً ٹھیکری ہے اور آخرت سونا تو تعجب ہے کہ لوگ دنیا پر فریفتہ ہیں اور آخرت سے بے پرواہ کیوں ہیں۔

☆ میں چاہتا ہوں کہ میرا گھر عالموں کے گھروں سے دور ہو' بھلا مجھے ان عالموں سے کیا سروکار جن کی یہ حالت ہو کہ اگر مجھے راحت میں دیکھیں تو حسد کریں اور اگر مجھ سے کوئی لغزش ہو جائے تو مجھے رسوا کریں۔

☆ جب تم سے پوچھا جائے کہ اللہ سے محبت رکھتے ہو؟ تو تم چپ رہو' اس لئے کہ اگر نہ کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اگر ہاں کہو گے تو تمہارے اندر محبوں کے اوصاف میں سے کچھ نہیں۔ پس غضب الٰہی سے ڈرو اور جھوٹی بات نہ کہو۔

☆ عالموں کی کس طرح تعریف کرتے ہو حالانکہ ان کی گردنیں موٹی، ان کے لباس باریک اور ان کی خوراک گیہوں کا چھنا ہوا آٹا ہے۔ بخدا اللہ سے خائف رہنے والے متقی کروفر کے قائل نہیں ہوتے۔

☆ قیامت کے دن ان حفاظ قرآن سے انہیں باتوں کا سوال ہوگا جن باتوں کی انبیاء علیہم السلام سے پرسش ہوگی۔ یعنی احکام الٰہی پر کاملاً عمل کرنے کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اس امت کے اکثر منافق قرآن خواں ہوں گے۔

☆ آپ سے لوگوں نے پوچھا ''آپ روتے کیوں ہیں؟'' فرمایا۔ ''میں بے چارے ان مسلمانوں کیلئے رو رہا ہوں جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے کہ کل قیامت کے دن جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو ان کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور رسوا ہوں گے۔

☆ دنیا بیمار خانہ ہے۔ اس میں دل لگانے والے دیوانے ہیں۔ دیوانوں کو بیمار خانہ میں طوق ڈال کر قید رکھا جاتا ہے۔

☆ وہ سائل بہت اچھے ہیں جو ہمارا زادراہ بغیر اجرت کے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اللہ کے سامنے میزان میں رکھ دیتے ہیں۔

☆ جب بندے کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دینا اور نہ دینا دونوں یکساں ہو جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکا۔

☆ ضروریات زندگی کی وجہ سے جب میں ذکر الٰہی سے محروم ہو جاتا ہوں تو بے حد ندامت ہوتی ہے حالانکہ تین یوم کے بعد رفع حاجت کیلئے جاتا ہوں۔

☆ توکل وہی ہے جو خدا کے سوا نہ کسی سے خائف ہو اور نہ کسی سے امیدیں وابستہ کرے کیونکہ توکل خدا پر شاکر و قانع رہنے کا نام ہے۔

☆ زاہد و اہل معرفت وہی ہے جو مقدر پر شاکر و قانع رہے اور مکمل خدا شناس عبادت بھی مکمل کرتا ہے۔ کسی سے اعانت کا طالب نہ ہو وہ جوانمرد ہے۔

☆ اگر تجھے اپنی دعا کی مقبولیت کا ایقان ہوتا تو میں اپنے بجائے سلطان وقت کیلئے

دعا کرتا تا کہ مخلوق کو زیادہ سکون حاصل ہوتا۔ کیونکہ اپنے لئے دعا کرنے میں اپنا ہی مفاد پوشیدہ ہوتا ہے۔

☆ کھانے اور سونے کی زیادتی باعث ہلاکت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ دو خصلتیں حماقت پر مبنی ہیں۔ اول بلاوجہ ہنسنا۔ دوم دن رات کی بیداری سے گریز کرنا اور خود عمل نہ کرتے ہوئے دوسروں کو نصیحت کرنا۔

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی سے پہاڑ پر ہم کلام ہوں گے۔ چنانچہ کوہ طور کے علاوہ تمام پہاڑ فخر و تکبر کا شکار ہو گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا کیونکہ عجز خدا کی پسندیدہ شے ہے۔

☆ جس طرح جنت میں رونا عجیب سی بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ نہ تو جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ۔ جس کا قلب خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے اس سے ہر شے خوفزدہ ہتی ہے۔

☆ اگر لوگ تم سے سوال کریں کہ کیا تم خدا کے محبوب ہو؟ تو کوئی جواب نہ دو اور نہ اپنی محبوبیت کا انکار کرو ورنہ تمہیں حلقہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔ اگر محبوبیت کا دعویٰ کرو گے تو دروغ گوئی ہوگی کیونکہ تمہارا کوئی عمل خدا کے محبوبوں جیسا نہیں ہے۔

☆ دنیا میں جب کسی کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے تو آخرت میں اس کے سو حصے کم کر دیتے جاتے ہیں کیونکہ وہاں تو صرف وہی ملے گا جو دنیا میں کمایا ہے۔ لہٰذا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ حصہ آخرت میں کمی کرے یا زیادتی۔

☆ تین چیزوں کا حصول ناممکن ہے اس لئے ان کی جستجو نہ کرو۔ اول ایسا عالم جو مکمل طور پر اپنے علم پر عمل پیرا ہو۔ دوم ایسا عامل جس میں اخلاص بھی ہو۔ سوم وہ بھائی جو عیوب سے پاک ہو کیونکہ جو فرد اپنے بھائی کا ظاہری دوست اور باطنی دشمن ہو اس پر سدا خدا کی لعنت رہتی ہے اور اس کی سماعت و بصارت

سلب کر لئے جانے کا خدشہ رہتا ہے۔

☆ لوگ دارالا امراض میں پاگلوں کے مانند تنگ جگہ میں زندگی گزار دیتے ہیں۔

☆ دانشمندوں سے جنگ کرنا احمقوں کے ساتھ مٹھائی کھانے سے زیادہ سہل ہے۔

☆ دنیا میں عمدہ لباس اور اچھا کھانے کی عادت مت ڈالو کیونکہ محشر میں ان چیزوں سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔

☆ بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بدباطن حج و زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں۔

☆ زبان سے سر کی حفاظت ہوتی ہے لہٰذا زبان کی حفاظت کرو۔

☆ عابد بدخلق سے فاجر خوش خلق زیادہ بہتر ہے اس لئے خوش خلق بنو۔

☆ استغفار بغیر ترک گناہ کے جھوٹوں کی توبہ ہے ایسی توبہ لاحاصل ہے۔

☆ آدمی جب تک لوگوں سے موانست رکھتا ہے ریا سے نہیں بچ سکتا۔

☆ حق کی بات سن کر قبول کرنا اور اللہ کی رضا کی خاطر جھک جانا تواضع ہے۔

☆ جو شخص کسی سے دینوی مفاد کے تحت دوستی کرتا ہے کبھی فلاح نہیں پاتا۔

☆ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنے سے توبہ میں استقامت رہتی ہے۔

☆ جس شخص کو اللہ کی کماحقہ معرفت حاصل ہوگئی وہ مقدور بھر اس کی عبادت میں لگ گیا۔

☆ جو شخص اپنے اعمال میں ایک ساحر سے زیادہ ہوشیار نہ ہوگا۔ وہ ضرور ریا میں پھنس جائے گا۔

☆ قلیل التقویٰ عالم بہت ہی برا ہے اور اس سے بھی برا وہ عالم ہے جو کسی امیر کے مال سے حج کو جائے۔

☆ مجھے اس پر تعجب نہیں کہ اس نے عمارت بنائی اور (مر کر) چھوڑ گیا۔ مجھے تعجب اس پر ہے جو اس عمارت کو دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتا۔

<u>شادی و اولاد</u>: آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے شادی کی اور اس سے

اولاد بھی ہوئی۔

آپ اپنی دعاؤں میں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اللہ تیرا دستور تو یہ ہے کہ اپنے محبوب بندوں اور ان کے بیوی بچوں کو بھوکا ننگا رکھتا ہے۔ ان کو ایسی غربت دیتا ہے کہ گھر میں روشنی تک کا انتظام نہیں ہوتا۔ پھر بھلا تو نے مجھے دولت کیوں عطا فرمائی۔ کیا میں تیرے محبوب بندوں کا مرتبہ کا فرد نہیں ہوں۔ کبھی یہ دعا کرتے کہ مجھے عذات سے نجات دیکر میرے حال پر کرم فرما کیونکہ تو علیم وستار ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے بچے کا پیشاب بند ہوگیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تجھے میری دوستی کی قسم! اس کا مرض دفع فرمادے۔ چنانچہ اسی وقت صحت یاب ہوگیا۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ بیشک۔ پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب سمجھتے ہیں۔ پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہوسکتی ہے۔ یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہوگئے۔

کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ آپ کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جا کر تلاوت کرو۔ لیکن سورہ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کیونکہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ ذکر قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ مگر قاری نے وہاں پہنچ کر یہی سورۃ قرات کی اور آپ کے صاحبزادے ایک چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

مشہور ہے کہ آپ کو تیس برس کسی نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن جب آپ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ مسکراتے رہے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے خوش ہوا لہٰذا میں بھی اس کی رضا میں خوش ہوں۔

انتقال کے وقت آپ کی دو صاحبزادیاں موجود تھیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی

زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کو کوہ ابوقبیس پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا کہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر انہیں پرورش کیا اور اب جبکہ وہ قبر میں جاچکا تو یہ دونوں تیرے سپرد ہیں۔ چنانچہ بیوی نے وصیت پر عمل کیا اور ابھی دعا میں مشغول ہی تھیں کہ سلطان یمن ادھر آ نکلا اور اس نے دونوں صاحبزادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی والدہ سے اجازت کے بعد اپنے دو لڑکوں سے ان دونوں کی شادیاں کیں۔

خلفاء: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

۱- حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ' ۲- شیخ محمد شیرازی رحمۃ اللہ علیہ' ۳-حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ' ۴-حضرت ابورجا عطاری رحمۃ اللہ علیہ' ۵- حضرت عبداللہ سیاری رحمۃ اللہ علیہ

وصال: آپ کا وصال ۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ بمطابق ۸۰۳ھ مکہ معظمہ میں ہوا اور آپ کو قبرستان جنت معلیٰ میں دفن کیا گیا۔ مگر آپ کی قبر کا نشان باقی نہ رہا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی موت کے وقت ارض وسما حزن وملال میں غرق تھے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مشہور اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام کے صوفیاء اور مشائخ کرام میں آپ کو خاص مقام حاصل ہے۔ اکثر اہل اللہ نے آپ کو اہل ملامت کے پیشوا قرار دیا ہے۔ آپ صاحب کشف و کرامت تھے۔ اس کے علاوہ آپ توحید و تجرید میں بھی یکتائے زمانہ ہوئے ہیں۔

نام والقابات: آپ کا اصل نام ثوبان بن ابراہیم مصری تھا۔ آپ کی کنیت ابوالفیض تھی جبکہ ذوالنون مصری آپ کا لقب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے خطابات عارف کامل، صوفی باصفا، سفینۂ التحقیق و کرامت شمشیر شرف وولائیت مبارز، شیخ اہل حقائق منقطع از علائق، ریحان قلوب خلائق، واقف اسرار حقیقت صف صوفیاں، معبرا حوال عارفاں، استاد موکلان، مقتدائے زمانہ، شیخ کبیر، سالک پارسا، سید اہل یقین، مقتداء اہل کمال۔

عارفین کا اظہار خیال: آپ کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں تصوف کی کتب میں حسب ذیل اظہار خیال کیا گیا ہے۔

۱۔ کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ نہایت خوش خلق تھے۔ خاندانی حیثیت سے عالی اور اہل طریقت میں عارف اور صوفی کامل مانے گئے ہیں۔ آپ طریقہ ملامتیہ پر تھے اسی وجہ سے اہل مصر کی نظروں سے آپ کے مناصب مخفی رہے۔ کوئی آپ کو بری نظر سے دیکھتا اور کوئی معمولی آدمی سمجھتا۔ غرض یہ کہ جب تک آپ مصر

میں رہے کسی نے آپ کے حال باطن اور جمال ایمانی کو نہ پہچانا۔

۲۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سلطان معرفت اور بحر توحید کے شناور تھے اور عبادت وریاضت سے مشہور زمانہ ہوئے۔ لیکن اہل معرفت ہمیشہ آپ کو بے دین کہہ کر آپ کی بزرگی سے منکر رہے اور آپ نے بھی کبھی کسی پر اپنے اوصاف کے اظہار کی زحمت نہ فرمائی جس کی وجہ سے تاحیات آپ کے حالات پر پردہ پڑا رہا۔

۳۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ ''نفحات الانس'' میں آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ امام وقت یگانہ روزگار اور گروہ صوفیاء کے بزرگ رہنما و مرشد تھے۔ تمام سلاسل کے مشائخ عظام عموماً ان سے نسبت رکھتے تھے۔ اگرچہ ان سے پہلے کافی مشائخ ہو چکے تھے مگر ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اشارات کو لفظوں میں بیان کرنے او رطریقت میں کام کرنے والے پہلے بزرگ ہیں یعنی دوسرے بزرگ جس بات کو اشاروں اور دلادت خفیہ کے ساتھ ظاہر کرتے تھے۔ وہ اس کو دلالت صریح کے ساتھ کھلے لفظوں میں بیان کرتے تھے۔

بلاشبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ علماء شریعت' ملوک طریقت' سالک راہ ہدایت اور محرم اسرار توحید میں سے تھے۔

۴۔ ''سفینۃ الاولیاء'' کے مولف دارا شکوہ قادری نے اپنی تصنیف میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ بیان کی ہے اور تحریر کیا ہے کہ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار متقدمین علماء، مشائخ میں ہوتا ہے۔ اولیاء وقت آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

پیدائش: آپ کی پیدائش کے بارے میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ ''نفحات الانس'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابوالفیض جبکہ نام ثوبان اور

ذوالنون لقب ہے۔ اخمیم کے رہنے والے ہیں اور اخمیم مصر کے ایک شہر کا نام ہے۔ جونہایت سرسبز وشاداب علاقہ ہے اور حاجیوں کی گزرگاہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر حضرت شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم ابراہیم نوبہ کے رہنے والے تھے۔ نوبہ مصر اور حبشہ کے درمیان واقع ہے۔ ایک جگہ کا نام ہے محترم ابراہیم قریش کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے ہاں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ذوالکفل تھا۔ یہ بھی اللہ کے بندوں میں سے تھے۔

تعلیم وتربیت: حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ ''نفحات الانس'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فقہ میں ان کے مقلد تھے۔ موطا امام مالک خود حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنی اور انہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ کی روحانی تربیت اپنے وقت کے مشہور ولی اللہ حضرت اسرافیل رحمۃ اللہ علیہ نے کی جو کہ مغربی علاقہ کے رہنے والے تھے اور وہاں سے مصر آگئے ہوئے تھے۔

ریاضت وعبادت: کہتے ہیں کہ آپ نے چالیس سال کامل رات اور دن اپنی پشت دیوار سے نہیں لگائی اور سوائے دوزانو کے اور دوسری نشت نہیں بیٹھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی محنت شاقہ کیوں کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور بندوں کی طرح نہ بیٹھوں۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے آپ کو بتایا کہ فلاں جگہ ایک زاہد وعابد شخص رہتا ہے جو بڑا بزرگ اور صاحب کرامت ہے۔ چنانچہ اس سے نیاز حاصل کرنے اور زیارت کرنے کیلئے گئے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے اور اپنے نفس سے مسلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک تم اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت میں میرا ساتھ نہیں دو گے۔ میں تجھے اسی طرح اذیت دیتا رہوں گا یا یہاں سے چلے جاؤ اور بھوکے مرو۔ یہ دیکھ

کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر ترس آیا اور آپ رونے لگے۔ جب اس نوجوان عابد نے رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔ اس شخص پر کون رحم کرتا ہے جس کے جرم زیادہ ہوں اور شرم کم ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس عابد و زاہد کے نزدیک گئے اور سلام کیا۔ پھر پوچھا' یہ کیا حالت ہے؟ زاہد نے کہا میرا بدن میری روح سے متفق نہیں ہوتا اسے قرار نہیں ہے۔ لوگوں سے میل ملاقات کی خواہش کرتا ہے اور تنہائی سے خوف کھاتا ہے۔ عبادت الٰہی پر آمادہ نہیں ہے اس لئے اسے یہ سزا دے رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا' مجھے تو یہ گمان ہوا کہ تم نے یا تو کسی بے گناہ کو قتل کر دیا ہے یا پھر کوئی بہت بڑا جرم کیا ہے جس سے تمہارا ضمیر مجروح ہے۔ زاہد نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب تم مخلوق خدا سے ملو گے تو تم سے کئی جرائم لاحق ہوں گے۔ اس لئے کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے میں مخلوق سے رسم و راہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا' تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو۔ زاہد نے کہا' اگر مجھ سے بڑا زاہد دیکھنے کے خواہش مند ہو تو اس پہاڑی کی غار میں جاؤ۔ وہاں تمہیں مجھ سے بھی بڑا زاہد ملے گا۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک خوبصورت نوجوان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھا۔ اس کا دوسرا پاؤں کٹا ہوا غار کے باہر پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اسے سلام کیا اور نوجوان سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی غار میں عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ ایک خوبصورت عورت غار کے دروازے کے باہر سے گزری۔ اسے دیکھ کر میرا دل اس کی طرف مائل ہوا۔ میں نے غار سے ایک قدم باہر رکھا ہی تھا کہ غیب سے آواز آئی' تمہیں شرم نہیں آتی کہ تیس سال میری بارگاہ میں سجدہ ریز پڑے ہوئے ہو اور آج اس کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ یہ آواز سن کر مجھے بڑا خیال آیا اور میں نے وہ پاؤں اسی وقت کاٹ کر پھینک دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پاؤں سے بڑھایا تھا۔

اس کے بعد زاہد نے کہا کہ اب میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کس طرح اپنائے گا اور میرے ساتھ کیا ہوگا؟ آپ مجھ جیسے گنہگار کے پاس آئے ہیں یہاں سے کیا لو گے؟ ہاں اگر کسی مرد کامل کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ۔ وہاں پر ایک مرد حق ملیں گے ان کی زیارت کرو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' یہ پہاڑ اس قدر بلند ہے کہ میں وہاں نہیں جا سکوں گا۔ اس پر اس نوجوان عابد نے ان بزرگ کا قصہ خود ہی سنانا شروع کیا اور کہا کہ پہاڑی کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک مرتبہ ایک شخص مناظرہ کرنے آیا اور کہنے لگا کہ روزی تو کسب کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اس دن سے اس بزرگ نے یہ عہد کر لیا کہ وہ کچھ نہ کھائے گا کیونکہ کسب تو مخلوق کی ذمہ داری ہے اور مخلوق کی دی ہوئی روزی مجھے منظور نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا کہ وہ میرے اس بندے کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں۔ چنانچہ وہ اس وقت سے شہد ہی استعمال کر رہے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو اسی دن سے تمام علائق دنیا کو ترک کر کے عبادت و ریاضت میں لگ گئے اور جس وقت آپ پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے خیال کیا کہ اس کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہوگا؟ اس کے ساتھ ہی آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی۔ اس پیالی میں تل بھرے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسری پیالی تھی جو چاندی کی تھی اور اس میں گلاب کا عرق بھرا ہوا تھا۔ وہ پرندہ تل کھا کر اور عرق گلاب پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یہ یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں پر آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا۔ جس میں ایک ایسا

کتبہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ پھر جب خزانہ تقسیم ہونے لگا تو آپ نے اپنے حصہ میں صرف وہ کتبہ لے لیا۔ رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے۔ اے ذوالنون! سب نے دولت تقسیم کی اور تو نے ہمارے نام کو پسند کرلیا جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم وحکمت کے دروازے کشادہ کر دیئے اور آپ راہ حق کے طالب بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کا پیغام: ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! اس پرندہ کی طرح زندگی بسر کرو جو تنہا رہتا ہے' اپنی روزی درخت پر سے کھاتا ہے اور خالص پانی یا نہر کا پانی پیتا ہے۔ جب رات ہو جاتی ہے تو کسی غار میں اپنا قیام کرلیتا ہے اس لئے کہ اسے مجھ سے محبت اور میرے نافرمانوں سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل پورا نہ ہونے دوں گا کہ اسے بدلہ دوں گا اور جو کوئی غیر سے امید وابستہ کرتا ہے۔ اس کی امید ختم کردوں گا اور جو میرے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے گا۔ اس کی پیٹھ توڑ دوں گا اور جو میرے علاوہ بھی اگر کوئی غیر سے محبت کرتا ہے تو اس کو وحشت میں ڈالوں گا۔ اس سے اعراض کروں گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں۔ اگر پکارتے ہیں تو ان کی جانب توجہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف آتے ہیں تو میں ان کو اپنے نزدیک کرتا ہوں۔ اگر تقرب تلاش کرتے ہیں تو قربت عطا کرتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے سرپرست بناتے ہیں تو ان کی سرپرستی قبول کرتا ہوں' اگر خالص محبت کرتے ہیں تو میں بھی ویسی ہی محبت کرتا ہوں اور جو عمل کرتے ہیں تو ان کو بدلہ دیتا ہوں۔ میں ہی ان کے کاموں کا نگران ہوں اور ان کے دلوں کا نگہبان ہوں اور ان کے احوال کا رکھوالا ہوں۔ میں نے ان کے دلوں کی تسکین صرف اپنے ذکر سے ہی کی ہے اور اسی میں ان کے امراض کی شفا ہے۔ ان کے دلوں میں روشنی ہے۔

میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں رکھتے اور اپنے دل کی منزل میرے ہی پاس بناتے ہیں۔ سوائے میرے ان کو چین نہیں آتا۔ اے اللہ! تو ہمیں بھی ان جیسا بنا دے تاکہ ہم تیرے بندے بن جائیں۔

عشق اور توبہ کا صلہ: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ تھے۔ آپ کا کہنا ہے کہ ایک دن میں خانہ کعبہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک ستون کے نزدیک ایک نوجوان بیمار پڑا ہے۔ اس کے دل سے رونے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے اس کے نزدیک جا کر اس کو سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ آپ کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایک غریب الوطن عاشق ہوں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی بات سمجھ گیا اور میں نے کہا' میں بھی تیری طرح ہی ہوں وہ رونے لگا۔ اس کا رونا دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا' تم کیوں رو رہے ہو میں نے کہا میں اس لئے روتا ہوں کہ تیرا اور میرا مرض ایک ہی ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے چیخ ماری اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ میں نے اس پر اپنا کپڑا ڈالا اور کفن لینے کیلئے چلا گیا۔ جب میں کفن لے کر واپس آیا تو وہ جوان وہاں پر موجود نہ تھا۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا' سبحان اللہ! اسی اثناء میں مجھے ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی کہ اے ذوالنون! اس کی زندگی میں شیطان اسے تلاش کرتا تھا لیکن ڈھونڈ نہ سکا۔ مالک دوزخ نے اسے ڈھونڈا مگر وہ بھی اسے تلاش نہ کر سکا۔ رضوان جنت اسے تلاش کرنے کے باوجود نہ پا سکا۔ میں نے پوچھا کہ پھر وہ کہاں گیا؟ آواز آئی کہ اپنے عاشق' عبادات کی کثرت اور توبہ واستغفار کی بدولت وہ اپنے قدرت رکھنے والے پروردگار کی بارگاہ میں پہنچ گیا ہے۔

اللہ کے کاموں میں دخل اندازی کی اجازت نہیں: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں حالت سفر میں تھا۔ چلتے چلتے میں ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں برف پڑی ہوئی تھی۔ وہاں پر مجھے ایک آتش پرست دکھائی دیا کہ جو ہر طرف اناج کے دانے بکھیر رہا تھا۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو

اس آتش پرست نے مجھے بتایا کہ ان حالات میں پرندوں کو کہیں سے بھی خوراک نہیں ملتی۔ اس لئے میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اناج بکھیر رہا ہوں۔ اس کی بات سن کر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ غیر کی روزی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے لئے صرف یہی بہت ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد وہ آتش پرست مجھے حج کے دنوں میں وارفتگی کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھائی دیا۔ طواف مکمل کرنے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ آپ نے دیکھا کہ پرندوں کے لئے جو اناج میں نے بکھیرا تھا اس کا پھل کس قدر اچھی صورت میں مجھے ملا ہے۔ اس کی یہ بات سنتے ہی مجھے جوش آ گیا اور میں نے بڑے جوشیلے انداز میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں عرض کی کہ اے اللہ! تو نے چالیس سال تک آگ کی پوجا کرنے والے کو تو اناج کے تھوڑے سے دانوں کے بدلے میں سستے داموں اتنی بڑی نعمت سے کیوں نواز دیا۔ اس پر غیب سے ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں اور ہمارے کاموں میں کسی کو دخل اندازی کی اجازت نہیں ہے۔ اسے بدلہ دینے میں جو حکمت ہے وہ میں جانتا ہوں کسی اور کو معلوم نہیں۔ اس لئے میری رضا پر راضی رہو۔

<u>اہل رضا کی خوبیاں</u>: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے اللہ کہا تو جلال الٰہی کی وجہ سے مبہوت ہوگئے۔ گویا کہ ان کے جسم میں روح ہی نہ رہی۔ پھر جب اکبر کہا تو یہ گمان ہوا کہ ان کی تکبیر کی ہیبت سے میرا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ ایک اور شخص سے مروی ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ساحل شام پر ایک عابد سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہوں نے پروردگار عالم کو تحقیق اور یقین کے ساتھ پہچانا ہے۔ اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ ان کی رضا کو اپنا مقصود اصلی قرار دیا ہے اور اس ارادہ میں بہت سے مصائب برداشت کرتے ہیں۔ ان کے

پاس کامیابی کی امید پر دنیا میں غم کے ساتھ ہیں اور رنج کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ رغبت اور خواہش کی آنکھ سے اس کی طرف نہیں دیکھتے اور اس سے مسافر کے توشہ سے نہیں لیتے۔ راستہ میں رات ہو جانے کے خوف سے جلدی چلتے ہیں اور نجات کی امید پر عزم کرتے ہیں۔ اپنی روح کو تصدق کرتے ہیں۔ مالک کی رضا میں اور آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ آخرت کی خبر دل کے کانوں سے سنتے ہیں۔ اگر تو انہیں دیکھے تو ایسے دکھائی دیں گے کہ ان کے پتلے ہونٹ ہوں گے اور چھوٹا پیٹ ہوگا۔ ان کے دل غمگین ہوں گے' ان کے جسم نحیف ہوں گے' آنکھیں گریہ کرنے والی ہوں گی' وہ نہ کسی فعل کی علت تلاش کریں' نہ اس کے بجا لانے میں تاخیر کریں۔ قلیل شے پر دنیا کی قناعت کرتے ہوں گے۔ بجائے لباس فاخرہ کے پرانی چادروں پر اکتفا کرتے ہوں گے اور بجائے آباد شہروں کے ویران مقاموں میں زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ اگر تو انہیں دیکھے تو ایک قوم نظر آئے گی جن کی راتوں نے بیداری کی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ تکلف کے خنجر سے ان کے اعضاء جدا کر دیئے ہیں' رات کی بیداری کی وجہ سے ان کے شکم پتلے دبلے ہو رہے ہیں۔ خواب کے معدوم ہونے کی وجہ سے بال پراگندہ ہو رہے ہیں جو رنج پر رنج اٹھاتے ہیں اور کوچ کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا کرنے والے ہی اللہ کے خاص بندے ہیں۔

ایک عارف کی نصیحت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سفر کے دوران ملاقات ایک ایسے بزرگ سے ہوئی جن کے چہرے پر عارفین کی علامات دکھائی دیتی تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ کیسے ملتا ہے؟ فرمانے لگے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کو پہچان لے تو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ بھی مل جائے گا۔ پھر فرمایا اے شخص! خلاف اور اختلاف چھوڑ دے۔ میں نے کہا' کیا علماء کا اختلاف رحمت نہیں ہے؟ فرمایا ہاں رحمت ہے مگر تجرید اور توحید میں اختلاف رحمت نہیں ہے۔ میں نے کہا' تجرید توحید کیا

چیز ہے؟ فرمایا' مخلوق کے دیدار کو اللہ تعالیٰ کے پانے کے لئے چھوڑنا۔ میں نے کہا' کبھی عارف خوش بھی ہوتا ہے؟ فرمایا' عارف کو کبھی غم ہوتا ہی نہیں۔ میں نے کہا' جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے کیا اس کا غم زائل نہیں ہوتا؟ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کو جان لیتا ہے اس کا غم زائل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا عارفین کے قلب کو متغیر کر دیتی ہے؟ فرمایا' عارفین کے قلب کو تو آخرت بھی متغیر نہیں کر سکتی' دنیا کیا متغیر کرے گی۔ میں نے کہا' کیا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا لوگوں سے متوحش نہیں ہوتا؟ فرمایا' نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے اور لوگوں سے الگ ہوتا ہے۔ میں نے کہا' کیا اللہ تعالیٰ کے سوا عارف کو کسی اور چیز سے افسوس بھی ہوتا ہے؟ فرمایا' کیا عارف اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کسی کو جانتا ہے جس پر افسوس کرے۔ میں نے کہا' کیا عارف اللہ تعالیٰ کی طرف مشتاق ہوتا ہے؟ فرمایا کیا عارف اللہ تعالیٰ سے لحظہ بھر غائب بھی رہتا ہے جو مشتاق ہو۔ میں نے کہا' اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت وعظمت کے ساتھ اللہ کہے یہی اسم اعظم ہے۔ میں نے کہا' میں اکثر کہتا ہوں لیکن ہیبت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ فرمایا' تم اپنے اعتبار سے کہتے ہو اس کے اعتبار سے نہیں کہتے۔ میں نے کہا' مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ ارشاد فرمایا' تجھے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر جب میں ان کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے کہا کہ مجھے کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ پروردگار تجھے ہر حالت میں جانتا ہے تو اس لئے تو بھی ہر دم اپنی توجہ اس کی طرف رکھ تاکہ وہ تجھ پر اپنے کرم کا دروازہ فراخ کر دے۔

باطنی مرض کی شفاء کیسے ملی؟: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک پہاڑ پر بہت سے بیمار دیکھے۔ میں نے ان سے اس طرح اکٹھے ہونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں پر ایک اللہ تعالیٰ کا بندہ عبادت وریاضت میں مشغول رہتا ہے۔ سال میں ایک مرتبہ اپنے حجرہ سے باہر نکل کر مریضوں پر کچھ دم کرتا ہے جس سے مریض شفایاب ہو جاتے ہیں۔ حضرت

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ کا میں نے بھی کچھ مدت تک انتظار کیا اور پھر جب وہ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلے تو ان کی آنکھوں کے گرد حلقے بن گئے ہوئے تھے اور بہت نحیف ولاغر تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف اپنی نگاہیں بلند کیں اور کچھ پڑھ کر بیماروں پر دم کیا چنانچہ فوری طور پر سبھی صحت یاب ہو گئے۔

اس کے بعد وہ بزرگ اپنی عبادت گاہ میں واپس جانے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ظاہری بیماری والوں کو تو صحت یابی ہوگئی مگر میری باطنی بیماری کو بھی دور فرما دیجئے۔ بزرگ نے یہ سنا تو فرمایا اے ذوالنون! میرے ہاتھ کو چھوڑ دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ تو نے اس کے دست کرم کو چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ اتنا کہہ کر انہوں نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور عبادت گاہ میں چلے گئے۔

حصول قرب کا روحانی نسخہ: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حکیم کو دیکھا کہ اس کے پاس بے شمار مرد وعورت جمع تھے اور وہ ہر ایک کو اس کے مرض کے مطابق دوا بتاتا جاتا تھا۔ میں بھی اس کے قریب گیا اور اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا تو میں نے کہا کہ مجھے بھی آپ گناہوں کی دوا بتائیں۔ اس نے تھوڑی دیر تک اپنے سر کو جھکائے رکھا اور پھر سر اٹھا کر کہا۔ اگر میں بیان کروں تو سمجھ لو گے؟ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سمجھ لوں گا۔ چنانچہ اس نے کہا، پہلے یہ اجزاء جمع کرلو۔ تخم فقر، برگ صبر، ہلیلہ تواضع، ہلیلہ خضوع، روغن بنفشہ ہیبت خطمی محبت، تمر ہندی سکینت اور گلاب صدق ان تمام اجزاء کو اکٹھا کر کے احکام کی پتیلی میں ڈال کر آب احکام سے تر کر کے اس کے نیچے نار اشتیاق وسوزش روشن کرو اور کفگیر عظمت سے ہلاؤ کہ اس پر حکمت کا کف آجائے۔ جب صفاء فکر سے خوب صاف ہو جائے تو اس کو جام ذکر میں رکھو اور پھر رضا کی چھلنی سے صاف کر کے اس میں محمود انابہ اور عمل میں سعی کرنے کی مقل اور ملائی جائے۔ پھر حانوت خلوت میں جا کر نوش کرلو اور آب وفا سے کلی کر کے اپنے لبوں کو اعراض ماسوائے اللہ تعالیٰ کے

ومال سے صاف کرلو۔ اس شربت سے انشاء اللہ تمہارے گناہ بالکل زائل ہو جائیں
گے اور پروردگار عالم کی قربت حاصل ہوگی۔

شہ آخرت کی فکر کی جائے: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ
اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں آدھی رات کے وقت کوہ لبنان پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک مجھے
ط کے پتوں کا ایک چھپر سا بنا ہوا دکھائی دیا اور ایک شخص نظر آیا جس کی شکل چاند کی
ند چمکدار تھی۔ وہ اس چھپر میں سے اپنا سر باہر نکال کر کہہ رہا تھا' میرا دل تیری تمام
فات کاملہ کی ہر حالت میں گواہی دیتا ہے اور دل تیری ذات کے اسرار جان کر
ران ہو رہا ہے اور تیری محبت کی شراب میں مست ہوں۔ کیوں نہ میرا دل گواہی
ے کہ میرا دل تو تیرے غیر کی محبت کی حس ہی نہیں رکھتا۔ کس قدر افسوس اور دکھ کی
ت ہے کہ تیری محبت میں کوتاہی کرنے والا رسوا اور ناکام ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے
ا سر چھپر کے اندر کرلیا اور اس کی بات اب مجھ تک نہ پہنچ رہی تھی۔ میں اسی طرح
ھڑا رہا جب فجر کا وقت ہوا تو اس نے پھر اپنا سر باہر نکالا اور چاند کی طرف دیکھ کر
ہنے لگا۔ یا اللہ! آسمان تیرے ہی نور سے منور ہیں اور اندھیرے میں اجالا تیرے ہی
ر سے حاصل ہوتا ہے۔ تیرا جلال آنکھوں سے غائب ہے مگر اس کی معرفت دلوں
ں کو حاصل ہے۔ میں اپنے دردوالم میں تجھ سے ہی فریاد کرتا ہوں کہ میری طرف
ی نگاہ کرم ڈالیئے کہ جس طرح اس غلام پر کی جاتی ہے کہ جس کو تو نے بلایا ہو اور وہ
راً حاضر ہو گیا ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوڑ
ر اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم
رمائے۔ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا
کیوں؟ کہنے لگا' اب تک تیرا خوف میرے دل سے نہیں گیا' میں نے کہا میری کس
ت سے تم پر خوف طاری ہوا؟ کہا تم کام کے وقت بیکار پھر رہے ہو اور آخرت کے
شہ سے غافل ہو اور گمان کئے ہوئے ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ
رماتے ہیں کہ اس کی باتیں سن کر میرے ہوش گم ہو گئے آخر کچھ دیر کے بعد جب

میری حالت سنبھلی تو میں نے دیکھا کہ وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ وہاں پر وہ شخص تھا اور نہ وہاں پر کوئی چھپر تھا۔ میں وہاں سے چل دیا اور میرے دل میں اس کی ملاقات کی حسرت ہی رہ گئی۔

ایک حق شناس عورت کی باتیں: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں وادی کنعان سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص قرآن حکیم کی ایک آیت مبارکہ پڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب آیا تو میں نے دیکھا وہ عورت تھی جس نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا تھا اور اونی برقعہ اوڑھے ہوئے تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک لاٹھی تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا' میں مسافر ہوں۔ کہنے لگی' اے شخص! اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی کوئی مسافر ہوتا ہے حالانکہ وہ پردیسی کا انیس اور کمزور کا مددگار ہے۔ اس کی بات سن کر میں رونے لگا۔ اس نے کہا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا' زخم پر مرہم لگ گیا۔ کہنے لگی۔ اگر تو سچا ہے تو بتا تو کیوں رویا؟ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا' کیا سچا آدمی کبھی نہیں روتا؟ کہا' نہیں میں نے کہا۔ کیوں؟ کہنے لگی' اس لئے کہ رونا دل کی تسلی کیلئے ہوتا ہے جس سے غم خارج ہوتا ہے' غمگین اس سے پناہ لیتے ہیں' آہ وزاری سے زیادہ قابل چیز چھپانے والی اور کوئی نہیں ہے اور رونا اولیاء کرام کے نزدیک ضعف کی علامت ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی باتیں سن کر میں حیران رہ گیا پھر اس نے کہا' مجھے کیا ہوگیا؟ میں نے کہا' میں تمہاری باتوں سے حیرت زدہ ہوگیا ہوں۔ کہنے لگی' اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے' اپنی بیماری بھول گیا؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ اگر مناسب سمجھو تو کچھ نصیحت کرو۔ جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ کہنے لگی' حکیم تجھے جو کچھ بھی بتائے گا تو طلب زیادت یعنی زیادہ طلب کرنے سے مستغنی یعنی بے پرواہ نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا میں طلب زیادت سے مستغنی نہیں ہوں۔ اور کہنے لگی' تم نے سچ کہا۔ پھر کہا' اے مسکین! اپنے پروردگار سے

محبت کر اور اس کا شوق فطین پیدا کر کیونکہ وہ ایک دن اپنے پورے جمال کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔ اپنے اولیاء واصفیاء اور محبین کی بزرگی کے اظہار کیلئے اور شراب جمال اور جام وصال سے ان کو سیراب فرمائے گا۔ جس کے بعد وہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اس پر وجد غالب ہو گیا اور کہنے لگی۔ اے میرے دل کے پیارے! کب تک مجھے اس دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑے گا۔ پھر وہ مجھے چھوڑ کر جنگل کی طرف چلی گئی اور یہ کہتی جاتی تھی کہ میں اپنے ہی پاس بلانا آگ کی طرف نہ بھیجنا حتیٰ کہ اس کی آواز دور ہوتی چلی گئی اور میں نے اپنی راہ لی۔

ایک مجذوب لڑکی: فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر جا رہا تھا کہ مجھے ایک مجذوب سی لڑکی دکھائی دی جس نے صوف کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم ذوالنون ہو؟ میں نے حیرت سے پوچھا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ اس نے کہا کہ محبوب حقیقی کی معرفت سے پھر اس نے کہا۔ اے ذوالنون! میں یہ پوچھتی ہوں کہ سخاوت کیا چیز ہے؟ میں نے کہا' سخاوت داد و دہش ہے۔ کہنے لگی۔ یہ تو دنیا کی سخاوت ہے دین کی سخاوت کیا ہے؟ میں نے کہا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں بھرپور کوشش کرنا۔ کہنے لگی بندہ جب اطاعت میں کوشش کرتا ہے تو محبوب حقیقی اس کے قلب پر تجلی فرماتا ہے۔ مگر اس وقت چاہئے کہ اس سے کچھ نہ مانگا جائے۔ اے ذوالنون! بیس سال سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک چیز مانگوں لیکن مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ برے مزدور کی مانند ہو جاؤں کہ وہ جب کام کرتا ہے تو اسی وقت اجرت مانگ لیتا ہے۔ اس لئے تو اس کی تعظیم اور جلال کی وجہ سے کام کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی راہ پر ہوگئی اور چلی گئی۔

صوفی کسے کہتے ہیں؟: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ صوفی کسے کہتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ترک دنیا کر کے اللہ تعالیٰ کو محبوب بنا لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنا محبوب سمجھے۔ پھر کسی

نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا رستہ دکھا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تیری رسائی سے بہت دور ہے لیکن اگر کسی کو واقعی قرب مطلوب ہو تو پھر وہ پہلے ہی قدم پر مل جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ میں آپ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا صرف اللہ تعالیٰ سے دوستی کرو اور اسی کی دوستی تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تم حق شناس نہیں ہو تو کسی ایسے کی جستجو کرو جو تمہیں حق سے شناسا کرا دے کیونکہ میری دوستی تمہارے لئے سود مند نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا کہ جس کو حدود معرفت معلوم ہو جاتی ہے وہ خود گم ہو جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ عارف کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس میں پہلے تحیر ہو اور بعد میں اتصال حق ہو جائے۔ اسی وقت عارف کو حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو ہمہ اوقات یاد الٰہی اور وصال حاصل رہتا ہے اور نفس کی معرفت یہ ہے کہ ہمیشہ نفس سے بدظن رہے کبھی اس سے حسن ظن نہ رکھے۔

تیس سالہ تبلیغ کا نتیجہ: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ میں تیس سال تک لوگوں کو راہ راست کی طرف بلاتا رہا مگر میری تیس سال کی ہدایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہو سکا۔ وہ بھی اس طرح کہ ایک مرتبہ میری مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا تو میں اس وقت یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقتور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔ یہ سن کر شہزادے نے کہا کہ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔ میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے زیادہ بے وقوف کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آ کر مجھ سے پوچھنے لگا کہ وصال خداوندی کے لئے کون سی راہ اختیار کی جائے؟ میں نے کہا' دو راہیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری طویل چھوٹی تو یہ ہے کہ دنیا کی خواہشات اور معیت کو چھوڑ دے۔ طویل راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ اس نے کہا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں اور پھر اس کے بعد اس نے بے پناہ ریاضت اور عبادت کی جس کی بنا پر اسے رہ حق حاصل ہو گیا۔

مخلوق کی محبت دل سے نکل جائے: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کوہ لکام کی ایک پہاڑی پر گھوم رہا تھا کہ میں نے دیکھا۔ ایک شخص کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہے اور اس کے گرد درندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب میں ان کی طرف بڑھا تو درندے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بزرگ نے جلدی سے نماز ادا کی اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابوالفیض! اگر تیرا دل صاف ہوتا تو تجھے بھی جنگلی جانور تلاش کرتے اور پہاڑ بھی تیری طرف میلان کرتے۔ میں نے کہا' دل صاف ہونے کیا کیا مطلب ہے؟ فرمایا تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ تیرا قصد کرنے والا ہوتا۔ میں نے کہا۔ اس مرتبہ پر بندہ کیسے پہنچ سکتا ہے؟ فرمایا' اس مرتبہ پر تو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک مخلوق کی محبت تیرے دل سے نہ نکل جائے جیسا کہ شرک دل سے نکل گیا ہے اسی طرح محبت بھی نکل جائے۔ میں نے کہا' یہ بات تو مجھ پر بہت سخت ہے۔ فرمایا' مگر عارفوں پر یہ بات بہت ہی آسان ہے۔

محبت کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ایک وادی میں ایک ایسی عورت سے ملا جس نے بالوں کا سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے قریب جا کر اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ مردوں کو عورتوں سے کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا میں تمہارا بھائی ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔ کہنے لگی مرحبا۔ میں نے پوچھا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگی' یہ بات تم نے کیا پوچھی ہے۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جب کسی ایسے شہر میں میرا گزر ہوتا ہے کہ وہاں میرے محبوب حقیقی کی مخالفت اور نافرمانی ہوتی ہو تو وہاں پر رہنا مجھے گراں گزرتا ہے اور پھر میں کوئی اور پاک جگہ تلاش کرتی ہوں۔ وہاں جا کر اپنے قلب سے جو کہ شدت شوق سے سوختہ ہو رہا ہے مناجات کرتی ہوں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تم تو محبوب حقیقی کی باتیں خوب کرتی ہو۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ محبت کی حقیقت کیا ہے؟ کہنے لگی۔ سبحان اللہ! تم جیسا جلیل

القدر واعظ اور حکیم بھی مجھ سے محبت کی حقیقت دریافت کرتا ہو۔ سنو! محبت کی شان یہ ہے کہ جب وہ شروع ہوتی ہے تو محب کو دائمی غم لگ جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ کثرت محبت سے اہل محبت کی ارواح پاکیزگی تک پہنچ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت کے جام سے سیراب کرتا ہے جسے وہ خوب مزہ لے لے کر پیتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک زبردست چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ پھر جب اس کے ہوش بحال ہوئے تو اس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے محبوب حقیقی! مجھے تجھ سے دو طرح کی محبت ہے ایک محبت اس واسطے کہ تو ہی محبوب بننے کا اہل ہے۔ پہلی قسم کی محبت جس کا اقتضاء مجھ میں ہے اس کا اثر تو ذکر ہے کہ جس نے تو نے اپنے ماسواء سے مجھے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ دوسری قسم کی محبت کہ جس کا تو اہل ہے۔ اس کا ثمرہ یہ ہے کہ تو حجاب سامنے سے اٹھا دے تا کہ میں تجھے دیکھوں اور دو قسم کی محبت میں میرا کوئی کمال نہیں اس لئے میری اس میں کوئی حمد نہیں بلکہ ہر صورت میں تو ہی حمد کے لائق ہے۔

<u>شعر سے کیا مراد ہے؟</u>: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ موقف کا نام مشعر کیوں رکھا گیا ہے اس کو حرم کیوں نہیں کہتے؟ تو اس کا آپ نے جواب دیا کہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور حرم اس کا پردہ ہے اور مشعر اس کا دروازہ ہے۔ جب مہمان یعنی حاجی اللہ تعالیٰ کے گھر کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پہلے ان کو دروازے پر ٹھہرا دیتا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کرے۔ پھر دوسرے پردے پر آتا ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں۔ حاجی وہاں پر کھڑا ہوتا ہے اور عاجزی کرتا ہے جب اس کی عاجزی اور زاری قبول ہو جاتی ہے تو اس کو قربانی کا حکم دیا جاتا ہے۔ قربانی کرنے سے وہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ پھر طہارت کر کے خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ سے سوال کیا گیا کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟ ارشاد فرمایا اس لئے کہ حاجی صاحبان اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اس کی ملاقات کیلئے آئے ہیں اور مہمان

لیئے مناسب نہیں ہے کہ وہ میزبان کے یہاں روزہ رکھے۔ پھر پوچھا گیا کہ کعبہ
کے پردے کو پکڑ کر التجا کرنے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا۔ اس کی مثال ایسی
ہے جیسے کوئی بندہ اپنے مالک کا گناہگار ہے اور کوئی اس کا سفارشی ہے تو وہ مجرم بندہ
اپنے سفارشی کا دامن تھام لیتا ہے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوتا
ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی جذب ومستی: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ اپنے حجرہ سے باہر نکل کر بلند آواز اللہ ہو کے نعرے لگانے لگے پھر نعرے لگاتے لگاتے آپ بازار کی طرف چل پڑے۔ آپ کے مخالفین نے آپ کے ان مجذوبانہ نعروں کو پسند نہ کیا اور حاکم وقت کے پاس جاکر شکایت کر دی کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھرے بازار میں شوروغل مچا رہے ہیں۔ ہمارے سکون کو برباد کر رہے ہیں اس لئے ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے۔ حاکم نے فوری طور پر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ سپاہیوں نے حاکم کے حکم کی تعمیل میں بازار میں جاکر آپ کو پکڑ لیا اور پھر آپ کو قید خانہ کی طرف لے جانے کیلئے چل دیئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور دوستوں نے جب آپ کو گرفتار دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے اور آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ انداز اختیار کیا ہے۔ اس میں ضرور کوئی راز کی بات ہے چنانچہ سب مل کر چلتے ہیں اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ طریقہ اختیار کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ یہ سوچ کر وہ تمام حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ یا حضرت! ہم سب آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کے دوست ہیں۔ آپ کی اس گرفتاری کی وجہ سے ہم سب پریشان ہیں اور اس شش وپنج میں مبتلا ہیں کہ آپ نے یہ جو انداز اختیار کیا ہے اور اس میں جو مصلحت پوشیدہ ہے اس کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمائیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جذب کی کیفیت میں ہی ان
دریافت فرمایا۔ کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرے مرید اور دوست ہو۔ وہ کہنے لگے
واقعی آپ کے سچے مرید اور دوست ہیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ ا
علیہ نے اپنی لاٹھی زور سے ایک خیرخواہی کے دعویدار کے سر پر ماری جس سے اس
سر پھٹ گیا۔ وہ تو سرپٹ واں سے بھاگ اٹھا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ آپ
فوری طور پر دوسرے کے پیٹ پر ایک زوردار ڈنڈا رسید کیا۔ وہ بھی وہاں سے بھا
حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلوک کو دیکھ کر وہ سب جو مرید ا
دوست ہونے کے دعویدار تھے۔ ایک دم بھاگ اٹھے' آپ ان کو بھاگتا ہوا دیکھ
کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ دیکھو میرے سچے ہمدرد مرید اور دوست جو
مجھ پر اپنی جان قربان کرنے کے دعویدار تھے میری چند ضربیں بھی برداشت نہ کر
اور بھاگ اٹھے ہیں۔ یہ میرا کیا ساتھ دیں گے؟ اگر ان کا دعویٰ سچا ہوتا تو ہر
برداشت کر لیتے مگر یہ میرا ساتھ نہ چھوڑتے۔ معلوم ہوا کہ ان کی مریدی اور دوستی
نہ تھی۔

اہل معرفت کا وصف: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مر
میں دریا کے کنارے وضو کر رہا تھا کہ مجھے سامنے کی طرف سے ایک خوبصورت عور
دکھائی دی۔ جب میں نے اس سے بات چیت کرنا چاہی تو اس نے کہا کہ میں
تمہیں دور سے دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ تم دیوانے ہو۔ جب تم کچھ نزدیک آئے
میں نے سوچا کہ آپ کوئی عالم ہیں مگر جب بالکل نزدیک آ گئے تو میں نے اہل
معرفت خیال کیا۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ان تینوں میں سے تو کچھ بھی نہیں
ہو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس سے اس
کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں
کرتے اور اہل معرفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وہ عورت میر
نظروں کے سامنے غائب ہو گئی اور مجھے بخوبی سمجھ آ گئی کہ یہ غیب کی طرف

میرے لئے ایک تنبیہ ہے۔

نفس کی اصلاح: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ نفس کی ناجائز خواہش کو پورا نہ کیا جائے لہٰذا ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے نفس نے لذیذ قسم کا کھانا کھانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن آپ نے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے لذیذ قسم کا کھانا نہ کھایا۔ نفس کی خواہش روز بروز بڑھتی گئی مگر آپ ثابت قدمی کے ساتھ نفس کی مخالفت کرتے رہے اور دل میں اس بات کا عہد کرلیا کہ ہرگز اپنے نفس کا کہنا نہیں مانوں گا۔ ایک مرتبہ عید کی رات کو آپ کے دل نے آپ کو اس بات پر سخت مجبور کیا کہ اگر کل عید کے دن کوئی لذیذ قسم کا کھانا کھالیا جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر پہلے میں دو رکعت نفل نماز پڑھوں گا اور ہر دو رکعت میں پورا قرآن حکیم ختم کروں گا۔ اگر تمہیں میری یہ شرط منظور ہے اور اس بات میں تم میرے ساتھ موافقت کرتے ہو تو پھر کل ضرور تمہیں لذیذ کھانا ملے گا۔ آپ کے دل نے اس بارے میں آپ کی موافقت کی۔ چنانچہ جب دوسرا دن ہوا یعنی عید کے دن کی صبح ہوئی تو آپ نے اپنے لئے مزیدار کھانا منگوایا۔ ابھی آپ نوالہ اٹھا کر اپنے منہ میں رکھنا ہی چاہتے تھے کہ اسی وقت نوالہ واپس رکھ دیا اور کھانے کے برتن کو پرے کر دیا۔ آپ کے دوستوں نے آپ سے اس کی وجوہ پوچھی تو ارشاد فرمایا میں نے جس وقت نوالہ اپنے منہ کے نزدیک کیا تو میرے دل نے کہا۔ دیکھا آخر کار میں اپنی دس سال کی خواہش پوری کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ چنانچہ اپنے دل کی اس آواز کو سنتے ہی میں نے اسی لمحہ کہا۔ اچھا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں تجھے ہرگز کامیاب نہ ہونے دوں گا۔

جس وقت یہ معاملہ ہو رہا تھا عین اسی وقت ایک شخص نہایت لذیذ کھانے کا برتن اٹھائے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یہ لذیذ کھانا میں نے رات کو اپنے لئے تیار کیا تھا تاکہ صبح عید کے دن کھاؤں گا۔ جب میں رات کو سویا تو مجھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھ سے فرمایا کہ تم اگر مجھے کل قیامت کے دن بھی دیکھنا چاہتے ہو تو جو لذیذ کھانا تم نے تیار کیا ہے اس کو ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے نفس کے ساتھ صلح کرلو اور چند لقمے اس لذیذ کھانے سے کھالو۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سنا تو آپ پر وجد طاری ہوگیا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرمانبردار ہوں، میں فرمانبردار ہوں، پھر آپ نے وہ کھانا کھالیا۔

یاالٰہی آخرت کے عذاب سے خلاصی فرمانا: کتب میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جب نماز کی نیت کرتے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے۔ اے اللہ! تیری بارگاہ اقدس میں حاضری کیلئے کون سے پاؤں پاؤں اور کون سی آنکھوں سے قبلہ کی طرف نظر کروں اور کون سی زبان سے تیرا بھید بتاؤں۔ تعریف کے وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے تیرا نام لوں لہٰذا مجبور حیا کو ترک کر کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد نیت باندھ لیتے اور اکثر اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرتے کہ آج مجھے جن مصائب کا سامنا ہے وہ تو تیرے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں۔ مگر روز محشر مجھے اپنی بداعمالیوں سے جو اذیت پہنچے گی اس کا اظہار کس سے کروں گا۔ لہٰذا مجھے عذاب کی شرمندگی سے خلاصی عطا فرمادے اور مجھے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھ۔

اہل قرب کو چار خصلتیں ملتی ہیں: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے کوہ لبنان کے ایک غار میں ایک بزرگ شخص کو دیکھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے۔ سر کے بال غبار آلود تھے، جسم نہایت لاغر تھا اور نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ انہوں نے جب نماز پڑھ لی تو میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد پھر نماز کیلئے نیت باندھ لی۔ اسی طرح وہ عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ

گئے اور سبحان اللہ' سبحان اللہ کی تسبیح پڑھنا شروع کر دی۔ مجھ سے کوئی کلام نہ کیا' میں نے خود ہی ان سے عرض کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا فرمائیں۔ فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنا قرب عطا فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمایئے۔ ارشاد فرمایا' بیٹا! جس کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی دولت عطا فرما دیتا ہے اس کو چار خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ بغیر خاندان کے عزت' بغیر مانگے علم' بغیر مال کے غنا' بغیر جماعت کے انس' یہ کہہ کر انہوں نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ تین دن کے بعد ان کو افاقہ ہوا اور ان کی حالت سنبھلی۔ اٹھ کر وضو کیا اور مجھ سے پوچھ کر تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا کی اور مجھ سے سلام کر کے جانے لگے۔ جاتے وقت میں نے ان سے عرض کیا یا حضرت! میں تو اسی امید پر تین دن تک پڑا رہا کہ آپ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں گے۔ اس وقت میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھ اور اس کے سوا کسی کی چاہت نہ کر' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے سرتاج اور اللہ تعالیٰ کے مقبول اور اس کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے زور سے ایک چیخ ماری اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد پہاڑ سے عابدوں کی ایک جماعت اتری اور ان کے کفن دفن کے انتظام میں مشغول ہوگئی۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ اس شیخ کا نام کیا تھا؟ کہنے لگے حضرت شیبان مصاب رحمۃ اللہ علیہ۔

سب کچھ اللہ کی اطاعت میں ہے: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بنی اسرائیل کے بیابان میں چلا جا رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے حیران پریشان پھر رہی تھی۔ اس کی نگاہیں آسمان کی طرف بلند تھیں۔ میں نے کہا۔ اے بہن! اسلام علیکم! کہنے لگی۔ وعلیکم السلام اے ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ۔ میں نے پوچھا۔ تم نے مجھے کیسے پہچانا؟ کہا' کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم پیدا کرنے سے دو ہزار

برس قبل روحوں کو پیدا کیا تھا۔ پھر جن کے مابین وہاں پر تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں الفت کرتی ہیں اور جن میں وہاں ناواقفیت ہوتی ہے ان کے مابین یہاں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا تھا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی یہ باتیں سن کر اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے حکمت سکھائی ہے۔ اپنے علم میں سے کچھ مجھے بھی تعلیم دے۔ کہنے لگی اے ابوالفیض! اپنے اعضاء پر عدل کی ترازو رکھ یعنی اپنے اعضاء کو شریعت مطہرہ کے تابع کر دے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب فنا ہو جائے اور تیری قلبی صفائی ہو جائے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اس میں نہ ہو' اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دروازہ پر جگہ عطا فرمائے گا اور ایک نئے مقام سے تجھے مشرف فرمائے گا۔ تمام اشیاء کو تیری اطاعت کرنے کا حکم دے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے بہن! کچھ اور بھی بیان کرو۔ کہنے لگی اے ابوالفیض! اپنے نفس میں سے کچھ اپنے نفس کیلئے حصہ لے یعنی اپنے نفس کو اطاعت میں مشغول رکھ اور خلوت میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر۔ پھر جب تو دعا کرے گا تو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگی اور تو دنیا سے بالکل بے خود اور بے نیاز ہو جائے گا۔

آپ کے ہاں مال و زر کی کوئی اہمیت نہ تھی: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مالدار شخص کا جب انتقال ہو گیا تو اس نے وراثت میں ایک لاکھ دینار چھوڑے جو کہ اس کے بیٹے کے حصے میں آئے۔ وہ لڑکا حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ معتقد تھا اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! میں چاہتا ہوں کہ مجھے وراثت میں جو ایک لاکھ دینار ملے ہیں وہ میں آپ پر خرچ کر دوں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تم بالغ ہو یا نابالغ؟ کہنے لگا حضور! نابالغ ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تم بالغ نہ ہو جاؤ اس وقت تک اس مال کو خرچ کر دینا اچھی بات نہیں ہے۔ وہ لڑکا یہ بات سن کر واپس چلا گیا۔ پھر چند برسوں کے بعد جب وہ لڑکا بالغ ہو گیا اور جوانی کی حدوں کو چھونے لگا تو ایک مرتبہ پھر آپ

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے حلقہ ارادت میں باقاعدہ طور پر شامل ہو کر آپ کا مرید ہوا۔ اس نے اپنے حصے کے ایک لاکھ دینار درویشوں پر خرچ کر دیئے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ نوجوان درویشوں کے پاس آیا۔ اس وقت اتفاق سے درویشوں کو کوئی بہت ہی ضروری کام درپیش تھا جس کیلئے ان کو کچھ رقم کی شدید ضرورت تھی۔ اس کام کے بارے میں جب اس نوجوان کو علم ہوا۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہنے لگا کہ کاش میرے پاس اس وقت مزید ایک لاکھ دینار ہوتے تو میں وہ بھی ان درویشوں پر خرچ کر دیتا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس نوجوان کی یہ بات سنی تو آپ سمجھ گئے کہ یہ نوجوان اپنے اصل کام سے غافل ہے اس کی نگاہ میں درہم و دینار زیادہ وقعت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور اس سے فرمایا کہ تم فلاں عطار کی دکان پر جاؤ اور اسے میری طرف سے کہو کہ تین درہم کی فلاں دوا دے دو۔ آپ کے فرمان کے مطابق وہ نوجوان گیا اور دوا لے کر واپس آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس دوا کو سل پر ڈال دو اور اس کو خوب اچھی طرح رگڑو۔ اس کے بعد اس میں تیل ملا کر آٹے کی طرح گوندھ لو۔ پھر اس کی تین گولیاں بنا کر ہر گولی میں سوئی کے ساتھ سوراخ ڈال کر کے میرے پاس لے آؤ۔ اس نوجوان نے اسی طرح تین گولیاں تیار کیں اور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان گولیوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملا! اور پھر ان پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں گولیاں یاقوت کے تین ٹکڑے بن گئے۔ نوجوان نے پہلے اس قسم کے یاقوت نہیں دیکھے تھے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ ان کو بازار میں لے کر جاؤ اور ان کی قیمت معلوم کرو لیکن ان کو فروخت نہ کرنا۔ وہ نوجوان ان کو لے کر ایک جوہری کے پاس گیا اور اس کو دکھاتے ہوئے ان کی قیمت پوچھی۔ جوہری نے خوب اچھی

طرح دیکھنے کے بعد ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ دینار بتائی۔ نوجوان نے فروخت نہ کیئے اور واپس لے کر آ گیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ان ٹکڑوں کی قیمت یہ لگی ہے۔ آپ نے فرمایا' اب ان ٹکڑوں کو سل پر ڈال کر رگڑو اور ان کو باریک پیس دو۔ خبردار! درویش درہم و دینار کے بھوکے نہیں ہوتے۔ ان کے پاس سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دے رکھا ہے۔ یہ بات سن کر نوجوان کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کی نظروں میں دنیا کے مال و زر کی اہمیت ووقعت جاتی رہی اور وہ راہ حق کا صحیح طالب بن گیا۔

اسم اعظم: حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اسم اعظم جانتے ہیں۔ چنانچہ میں ان سے ملاقات کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا اور مصر کے ایک لنگر خانے میں ان کے ساتھ میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے اس حلیے میں دیکھا کہ میری داڑھی لمبی تھی اور ہاتھ میں ایک بڑا سا لوٹا پکڑا ہوا تھا۔ جبکہ ایک لنگی باندھے اور تسمے دار جوتے پاؤں میں پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب میری طرف دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ انہیں میرا یہ حلیہ پسند نہیں آیا۔ جب میں نے انہیں سلام کیا تو وہ میرے ساتھ حقارت سے پیش آئے۔ میں نے ان کو خوش نہ دیکھا۔ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو کہاں آ کر پھنسا ہے مگر پھر بھی میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ان کی خدمت میں رہتے ہوئے جب دو تین دن گزرے تو ان کے پاس ایک متکلم نے آ کر مناظرہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر غالب آ گیا۔ اس بات کا مجھے بہت رنج ہوا اور میں نے آگے بڑھ کر اس سے گفتگو شروع کی اور اس مناظر کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مناظرہ کے دوران اسے خاموش کر دیا۔ پھر ایسی دقیق گفتگو شروع کی کہ جس کو مناظر سمجھ ہی نہ سکا۔

یہ دیکھ کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے حیران ہوئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ گئے۔ حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے

کہ میں نے تمہارا علمی مرتبہ نہ پہچانا تھا۔ پھر معذرت کرتے ہوئے فرمایا۔ اب تم سب سے زیادہ قابل قدر ہو۔ اس کے بعد اپنے تمام ساتھیوں اور مریدوں سے زیادہ میری قدر کرتے تھے۔ میں اسی حال میں پورا ایک برس ان کی خدمت میں رہا۔ ایک سال کے بعد میں نے کہا۔ اے استاد! میں مسافر آدمی ہوں اور اب اہل وعیال سے ملنے کو دل چاہتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں سال بھر رہ چکا ہوں اور آپ پر میرا حق بھی ہے اور آپ نے میرا تجربہ بھی کرلیا ہے۔ آپ اب مجھے بخوبی جانتے بھی ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اسم اعظم کے بارے میں جانتے ہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو مجھے بھی سکھا دیجئے۔ میری بات سن کر انہوں نے خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید انہوں نے مجھے سکھا دیا ہو اور بتلایا نہ ہو کہ یہی اسم اعظم ہے۔ چنانچہ چھ ماہ تک میں پھر ان کی خدمت میں رہا۔ چھ ماہ کے بعد ایک دن مجھ سے کہا۔ اے ابو یعقوب! ہمارے فلاں دوست کو تم نہیں جانتے جو فلاں جگہ پر رہتا ہے اور ہمارے پاس آیا جایا کرتا ہے؟ میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔ پھر مجھے ایک طبق دیا جس پر ڈھکن لگا ہوا تھا۔ فرمایا یہ اس شخص کو جا کر دے آؤ۔ میں نے طبق ہاتھ میں لے کر دیکھا تو وہ بہت ہلکا تھا گویا کہ کچھ بھی اس میں نہیں ہے۔ لنگر خانہ اور خیمہ کے درمیان کے پل پر پہنچ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اسے دیکھوں تو سہی کہ اس میں کیا ہے؟ چنانچہ طبق کے منہ پر ڈھکن کی طرح بندھا ہوا رومال کھول کر پوش اٹھایا ہی تھا کہ اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے دل میں کہا کہ مجھ سے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مذاق کیا ہے۔ اس وقت میرا گمان ان کے مقصود کی طرف بالکل نہ گیا۔ میں غصہ سے واپس آ گیا تو انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور ساری بات سمجھ گئے۔ پھر فرمایا اے مجنون! میں نے ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھا تھا تو نے اس میں خیانت کی۔ اسم اعظم تیرے پاس کیسے امانت رکھوں۔ اس وقت میرے پاس سے چلے جاؤ اور پھر اس مقصد کیلئے کبھی میرے پاس نہ آنا۔ ناچار میں واپس آ گیا۔

مچھلی موتی لے آئی: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کشتی میں سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک سوداگر کا قیمتی موتی اس کشتی میں کھو گیا۔ اس سوداگر نے کشتی میں سوار تمام لوگوں پر شک کا اظہار کیا اور سب لوگوں کو چوری کا ذمہ دار قرار دیا۔ تمام لوگ آپس میں خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگے مگر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ سب لوگوں کی نگاہ آپ پر مرکوز تھی۔ آخر کار کشتی میں سوار تمام افراد نے متفقہ طور پر آپ ہی کو موتی کی چوری کا مرتکب قرار دے دیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس الزام تراشی کے جواب میں چپ رہے۔ تمام لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر آپ کو تنگ کر رہے تھے۔ جب لوگوں کا اصرار شدت کی حد سے بڑھ گیا تو آپ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور منہ میں کچھ پڑھا۔ پھر اپنا سر جھکایا عین اسی وقت لوگوں نے دیکھا کہ کشتی کے اردگرد پانی سے بے شمار مچھلیوں نے اپنے منہ میں ایک موتی پکڑ کر اپنے سروں کو پانی کی سطح پر ابھارا ہوا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے آرام سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور ایک مچھلی کے منہ سے موتی پکڑ کر اس سوداگر کے حوالے کر دیا۔ کشتی میں سوار تمام افراد یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور انتہائی شرمندہ ہوئے۔ آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ ہر کوئی آپ سے معذرت کر رہا تھا۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا' خاموشی سے اٹھے اور کشتی سے باہر نکل کر سمندر کے پانی پر اپنے قدم رکھ دیئے۔ یوں چلتے ہوئے لوگوں کی نظروں سے دور چلے گئے کہ جیسے کوئی صاف میدان میں چلتا ہے۔ اس دن کے بعد لوگوں نے آپ کا نام ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ رکھ دیا اور آپ نے اس نام سے خوب شہرت پائی۔

سچی طلب: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک شخص دکھائی دیا جو گھاس پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا پھر مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا کہ میں مصر کا باشندہ ہوں۔ کہنے لگا۔ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت طلب کرتا ہوں۔ کہنے لگا کہ دنیا اور آخرت کو چھوڑ دے۔ اس وقت تیری طلب سچی ہوگی اور تو اللہ تعالیٰ کی محبت پر پہنچ جائے گا۔ میں نے کہا' یہ سچ ہے مجھ سے اس کا بیان کرو۔ کہنے لگا' کیا تم ہماری حاصل کی ہوئی چیز پر یقین رکھتے ہو۔ تم جو کچھ کہتے ہو ہم اس سے بھی زیادہ دیئے گئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی معرفت عطا کر رکھی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا مجھے یقین آ گیا مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ اس نور پر مزید نور کا اضافہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا۔ اے ذوالنون! ذرا اوپر کی طرف دیکھ میں نے دیکھا تو زمین و آسمان سونے کے بن گئے تھے اور چمک رہے تھے۔ پھر فرمایا اپنی آنکھیں بند کر لے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور جب کھولیں تو زمین و آسمان جیسا کہ پہلے تھے بالکل ویسے ہی ہو گئے۔ میں نے کہا' اس کی طرف راہ کیسے ملے گی؟ کہنے لگا۔ پروردگار عالم کیلئے سب سے الگ ہو جا۔ اگر تو اس کا بندہ ہے۔

عشق حقیقی کی صداقت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں نے مجھ سے کہا کہ کوہ مقطم میں ایک لڑکی ہے جو بہت عبادت گزار ہے۔ میرے دل میں اس سے ملنے کا اشتیاق ہوا چنانچہ میں نے وہاں پہنچ کر اسے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملی۔ پھر میری ملاقات عابد و زاہد لوگوں کی جماعت میں سے ایک شخص کے ساتھ ہوئی تو میں نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ داناؤں سے بھاگتے ہو اور دیوانوں کے بارے میں پوچھتے ہو؟ میں نے کہا' آپ بتائیں تو سہی کہ وہ دیوانی کہاں ہے؟ کہا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے۔ چنانچہ میں ان کے بتائے ہوئے پتہ پر گیا تو مجھے دور سے ایک غم ناک آواز سنائی دی۔ میں اس آواز کے پیچھے چلا تو دیکھا کہ ایک لڑکی پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے قریب جا کر اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔ اے ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ!

تجھے دیوانوں سے کیا کام؟ میں نے کہا' کیا تم دیوانی ہو؟ کہنے لگی اگر میں دیوانی نہ ہوتی تو لوگ مجھے دیوانی کیوں کہتے۔ میں نے کہا کس چیز نے تمہیں دیوانہ بنا رکھا ہے؟ کہا اے ذوالنون! اس کی محبت نے مجھے دیوانہ اور اس کے شوق نے حیران کر دیا ہے اور اس کے دریافت کرنے نے مجھے تڑپ میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے اور شوق فواد میں اور دریافت کرنا سر میں ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا' اے لڑکی! کیا فواد اور چیز ہے اور قلب کچھ اور ہے؟ کہنے لگی' ہاں فواد' قلب کے نور کو کہتے ہیں اور سر فواد کے نور کو کہتے ہیں۔ سر قلب تو محبت کرتا ہے اور فواد مشتاق ہوتا ہے اور سر پاتا ہے۔ میں نے پوچھا' سر کس چیز کو پاتا ہے؟ کہنے لگی' حق کو پاتا ہے۔ میں نے کہا' حق کو کس طرح پاتا ہے؟ کہا اے ذوالنون! حق کو پانا بلا کیف ہوتا ہے۔ میں نے کہا بھلا تیرا حق کو پا لینے میں صادق ہونا کیا ہے؟ اس بات کے سنتے ہی اس نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئی کہ قریب تھا کہ اس کی جان تک چلی جاتی پھر جب وہ ہوش میں آئی تو نعرہ ہائے بلند کیئے۔ اس کے بعد چند درد انگیز اشعار پڑھے اور ایک زبردست چیخ ماری اور کہا۔ دیکھ صادق اور سچے لوگ اس طرح سے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس پر غشی طاری ہوئی اور وہ بے حس ہوگئی۔ میں نے قریب جا کر اسے ہلایا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ چنانچہ میں قبر کھودنے کیلئے کسی چیز کی تلاش میں ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ میری نظروں کے سامنے غائب ہوگئی۔

اللہ کے عاشق پاگل نہیں ہوتے: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مصر کے بازار میں گیا ہوا تھا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ چند بچے ایک نوجون کو پتھر مار رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم اس نوجوان کو کیوں پتھر مار رہے ہو؟ بچوں نے کہا کہ یہ پاگل اور دیوانہ ہے۔ ہم اس لئے اس کو پتھر مار رہے ہیں۔ میں نے کہا' اس میں پاگل پن کی کون سی علامت تمہیں دکھائی دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ اے

جوان! کیا تم نے یہ کہا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یا یہ لوگ بلا وجہ تم پر الزام لگا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ الزام نہیں ہے۔ میں نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور دیکھتا ہوں اور اگر ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے پردہ میں آ جاؤں تو میں سمجھ لوں گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

قید سے رہائی: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جب ولایت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے تو کسی میں یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرے۔ آپ کی کرامات کی شہرت ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کی اس شہرت کی وجہ سے اس وقت کے علماء کرام کا ایک طبقہ آپ سے حسد کرنے لگا اور ان لوگوں نے آپ کو زندیق کے نام سے مشہور کر دیا اور ساتھ ہی عباسی خلیفہ متوکل کو آپ کے خلاف برگشتہ کر دیا۔ آخر کار خلیفہ نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈال دینے کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کے حکم پر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور آپ چالیس دن تک جیل میں رہے۔ اس بات کی خبر جب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ محترمہ کو ہوئی تو وہ ہر روز روٹی پکا کر آپ کو جیل میں بھیج دیا کرتی تھیں۔ چالیس دنوں کے بعد جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ قید سے رہا ہوئے تو وہ چالیس روٹیاں بالکل اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ اس واقعہ کا سن کر اس نیک بی بی کو بہت دکھ ہوا اور فرمایا۔ یا حضرت! آپ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ میں نے رزق حلال سے روٹیاں پکا کر آپ کو بھیجی تھیں مگر پھر بھی آپ نے نہیں کھائیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اصل میں بات یہ تھی کہ جس پلیٹ میں روٹی رکھ کر بھیجی جاتی تھی اس کی پشت پاک نہیں تھی اور پھر یہ قیدیوں کے ہاتھوں مجھ تک پہنچتی تھی۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب قید سے رہائی حاصل ہوئی تو آپ جیل کے دروازے سے باہر نکلتے ہی زمین پر گر گئے۔ آپ کی پیشانی زخمی ہوگئی اور خون ٹپکنے لگا لیکن خون کے قطرے زمین پر گرتے ہی غائب ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ کو خلیفہ کے دربار میں لایا گیا چونکہ خلیفہ کو اپنی زیادتی کا

احساس ہو چکا تھا۔ اس لئے خلیفہ اور اس کے امراء نے آپ کے سامنے سخت شرمندگی کا اظہار کیا اور معذرت کے طلب گار ہوئے۔ خلیفہ آپ کا معتقد ہو گیا اور آئندہ کیلئے آپ کی ہر ممکن عزت و مرتبہ کا خیال رکھا۔

ہر کام اللہ کیلئے کیا جائے: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بیت المقدس سے مصر آ رہا تھا کہ راستہ میں مجھے ایک شخص دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس سے کچھ باتیں کی جائیں چنانچہ جب وہ نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ مرد نہیں بلکہ ایک عورت ہے تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں نے کہا کہ کدھر تشریف لے جا رہی ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ دینار تھے۔ میں نے نکال کر پیش کرنا چاہے تو مجھے اشارے سے روک دیا اور فرمایا۔ اے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ! تیرے دل میں تیرا وہم جو میری طرف سے پیدا ہوا ہے یہ تیری عقل کے ضعف کی بناء پر ہے میں جو کام کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتی ہوں اور سوائے اپنے پروردگار کے کسی سے کچھ نہیں لیتی۔ اس لئے کہ میں اس کے سوا کسی کی پرستار نہیں تو جس کی پرستار ہوں جو لینا ہو تو وہ اسی سے لے سکتی ہوں۔ یہ فرمایا اور مجھ سے علیحدہ ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت: حضرت شیخ ابوجعفر عور رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ دوسرے لوگ و احباب بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ بات جمادات کی اطاعت گزاری کے موضوع پر شروع ہوئی۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس میں پڑے ہوئے لکڑی کے ایک تخت کی طرف نگاہ ڈالی اور فرمایا۔ ان جمادات کی اطاعت گزاری اور فرمانبرداری کا یہ عالم ہے کہ اگر میں اس تخت کو کہوں کہ اپنی جگہ سے اٹھ اور اس مجلس کے گرداگرد چکر لگا تا رہ تو یہ

حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرے گا۔ ابھی آپ یہ بات فرما رہے تھے کہ وہ تخت حرکت میں آیا اور آپ کے حجرہ کے گرداگرد چکر لگانے لگا اور پھر اپنی جگہ پر آ کر رک گیا۔ مجلس میں موجود ایک نوجوان نے یہ منظر دیکھا تو وہ اس قدر رویا کہ جان دے دی۔ لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد اس تخت کو بھی اس نوجوان کے ساتھ دفنا دیا۔

ایک متوکل عورت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ جو ایک اونی قمیض پہنے رہتی تھی اور چادر اوڑھے رکھتی تھی۔ توکل کی راہ پر گامزن تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے سیر و سیاحت کرنا عورتوں کا کام نہیں ہے۔ کہنے لگی اے مغرور! میرے قریب سے دور ہو جا کیا تو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں پڑھتا۔ میں نے کہا ہاں میں پڑھتا ہوں۔ کہنے لگی تو پھر پڑھ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۔(النساء:۹۷)

"یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی جس میں تم مہاجرت کرتے"

مجھے پتہ چلا ہے کہ ساری زمین علم سے بھری ہوئی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو کس چیز سے پہچانا؟ کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی سے پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے؟ کہنے لگی کہ وہ لفظ اللہ ہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا نام ہے۔

اللہ کے بندے: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض ساتھیوں کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے میری مغفرت فرما دی۔ آپ کی محبت کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کر کے جنت کے مقامات دکھائے گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ کہ یہ کہتے ہوئے اس کا چہرہ غمزدہ تھا۔ میں نے کہا' میں تو تجھے غمزدہ دیکھ رہا ہوں حالانکہ تو جنت میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی نعمت حاصل کر چکا ہے۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔ اے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ! میں قیامت کے دن تک اسی طرح غمزدہ رہوں گا۔ میں نے دریافت کیا۔ وہ کیوں؟ کہنے لگا اس لئے کہ جب میں بہشت میں داخل ہوا تو مجھے اہل جنت کے مقامات دکھائے گئے جن کو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جب میں نے مقامات علیین دیکھے تو بہت خوش ہوا اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا۔ اسی اثناء میں اوپر سے ایک منادی نے آواز دی کہ اس کو یہاں سے واپس لے جاؤ۔ یہ مقام اس کیلئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو سبیل کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاری کرتے ہیں یعنی جب کبھی دنیا میں ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور پھر اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اگر تو بھی اس طرح عمل کرتا تو تجھ کو بھی یہ مقام حاصل ہو جاتا۔

حق شناسی والا علم: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے ایک عربی شخص کی بہت تعریف کی گئی۔ اس کے بلند مرتبہ اور حسن کلام کی خوبی کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا گیا۔ وہ معرفت کے بارے میں جو گفتگو کیا کرتے تھے اس کی خوبی کے بارے میں مجھے بتایا گیا۔ اس سے میرے دل میں اسے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ میں ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور چالیس یوم تک ان کی خدمت میں رہا۔ وہ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ ان کی عبادت الٰہی میں مشغولیت کی وجہ سے مجھے یہ موقع ہی نہ مل سکا کہ میں ان کے علم سے فیض حال کرسکوں۔ ایک روز انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ میں نے ان کو اپنے بارے میں بتایا تو فرمانے لگے کہ میرے پاس کس لئے آئے ہو؟ میں نے کہا' میں اس لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے ایسا علم حاصل کروں کہ جو

مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ دکھائے۔ فرمانے لگے' اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس سے مدد مانگ اور اسی پر توکل کر وہی حمد و تعریف کے لائق ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ میں نے ان سے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ میں مسافر آدمی ہوں اور بڑی دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میرے دل میں چند سوالات پیدا ہوئے ہیں ان کے بارے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے تم طالب علم ہو' عالم ہو یا مناظر ہو؟ میں نے کہا۔ میں محتاج طالب علم ہوں۔ فرمانے لگے پھر طالب علم کی طرح رہو اور سوال کا ادب ملحوظ خاطر رکھو۔ اس لئے کہ اگر تم ادب کرنے میں کوتاہی یا زیادتی کرو گے تو استاد کا نفع تم سے چلا جائے گا۔ عقل مند علماء کرام اور صوفیائے کرام سچائی اور وفا کی راہ پر چلتے ہیں۔ قرب اور تزکیہ کے قدم سے غم اور مصیبت کو برداشت کرتے ہیں۔ دونوں جسم کی عافیت اور لذت حاصل کرتے ہیں۔ میں نے کہا' اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مرتبہ پر بندہ کب پہنچتا ہے؟ ارشاد فرمایا' جب وہ اسباب و انساب سے فارغ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے دل سے تمام تعلق ختم کر دیتا ہے۔ میں نے کا کہ یہ رتبہ بندہ کیسے پاتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب وہ طاقت و قوت سے نکل جائے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہے کہ جس کا وہ مالک ہو اور نہ ہی ایسی حالت میں ہو۔ جیسے وہ جانتا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو جاتا ہے اور اسے بلند مقام عطا فرماتا ہے۔

کیکر کے درخت سے کھجوریں گریں: ایک بزرگ نے فرمایا ک ایک مرتبہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جنگل میں تھا اور ہم کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم میں سے ایک نے کہا کہ یہ کیا ہی اچھی جگہ ہے۔ اگر اس درخت پر کھجوریں ہوتیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کیا کھجوریں کھانے کو دل چاہتا ہے؟ یہ فرماتے ہی آپ نے اس درخت کو پکڑ کر ہلایا اور فرمایا۔ اے درخت! تجھے قسم ہے اس کی جس نے تجھے پیدا کیا اور درخت بنایا ہم پر

عمدہ عمدہ کھجوریں گرا۔ اس کے بعد ذرا زور سے درخت کو ہلایا تو اس سے عمدہ قسم کی کھجوریں گرنا شروع ہو گئیں۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائیں اور پھر سو گئے۔ اس کے بعد جب ہم نے اس درخت کو ہلایا تو اس سے سوائے کانٹوں کے کچھ بھی نہ گرا۔

بلند مقام توکل سے حاصل ہوتا ہے: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک خراسانی نوجوان ہمارے پاس آیا اور ایک ہفتہ تک ہماری مسجد میں رہا۔ اس دوران اس نے کچھ بھی نہ کھایا۔ میں اس کے سامنے کھانا پیش کرتا تو وہ کھانے سے انکار کر دیتا۔ ایک دن ایک سائل آیا۔ اس نوجوان نے اس سے کہا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ تجھے غنی کر دیتا۔ اس نے کہا' میرا یہ مقام کہاں؟ خراسانی نوجوان نے پوچھا تو کیا مانگتا ہے؟ کہنے لگا جس سے قوت لایموت ہو جائے اور عورت کا ستر ڈھک جائے۔ یہ سن کر اس شخص نے محراب کی جانب رخ کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر ایک نیا کپڑا اور پھلوں سے بھرا ہوا برتن اس سائل کو دے دیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا یہ مقام ہے اور تو نے ایک ہفتہ سے کچھ بھی نہیں کھایا۔ یہ سن کر وہ نوجوان دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے ابوالفیض! جن کے قلوب اللہ تعالیٰ کی رضا کے نور سے معمور ہوں ان کی زبان کیسے سوال کر سکتی ہے۔ میں نے کہا کہ رضا مندی والے سوال نہیں کرتے۔ کہنے لگا۔ کوئی کسی ادا سے سوال کرتا ہے' کوئی عنایت سے طلب کرتا ہے اور کوئی دوسرے کی مہربانی کیلئے مانگتا ہے۔ اس کے بعد اقامت ہوئی اور اس نے ہمارے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ پھر لوٹا لے کر مسجد سے باہر نکل پڑا۔ جیسا کہ رفع حاجت کیلئے جا رہا ہو۔ اس کے بعد پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

راہِ نجات کی باتیں: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے خطاؤں کے پودے لگائے۔

انہیں توبہ کا پانی دیا اور حسرت وندامت کا پھل کھایا۔ وہ دیوانگی کے بغیر دیوانے کہلائے اور بغیر کسی مشقت کے لذات حاصل کیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی معرفت رکھنے والے فصیح وبلیغ حضرات ہیں۔ عدیم النظیر ہیں۔ انہوں نے محبت کے جام پیئے اور مصائب پر صبر کرنے کی دولت سے مالا مال ہوئے پھر عالم ملکوت میں ان کے قلوب غم زدہ ہوگئے۔ عالم جبروت کے حجابات کی سیر نے ان کے افکار کو جلا بخشی۔ انہوں نے ندامت کے خیموں میں بسیرا کیا' اپنی غلطیوں کے صحیفوں کو پڑھا اور گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی پرہیزگاری کے باعث زہد کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے۔ انہوں نے ترک دنیا کی تلخی کو شیریں سمجھا اور سخت بستروں کو نہایت نرم جانا۔ حتیٰ کہ انہوں نے نجات کی راہ اور سلامتی کی بنیادوں کو حاصل کرلیا۔ ان کی ارواح کو جنت کے باغوں میں جگہ ملی اور حیات ابدی کے مستحق قرار پائے۔ انہوں نے آہ و بکا کی خندقوں کو کھود دیا اور تمناؤں کے پلوں کو پار کرگئے۔ حتیٰ کہ وہ علم کے پڑوسی ہوئے اور حکمت ودانائی کے تالاب سے سیراب ہوئے۔ وہ فہیم وفراست کی کشتیوں میں سوار ہوئے۔ انہوں نے سلامتی کے دریا میں نجات کی دولت سے قلعے بنائے اور آسائش کے باغات اور عزت وکرامت کے خزینوں کی ملکیت حاصل کرلی۔

<u>ٹوٹے دانت درست ہوگئے:</u> ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کے پاس دو شخص آپس میں جھگڑ کر آئے۔ ان میں سے ایک فوجی تھا اور دوسرا عام آدمی تھا۔ اس آدمی نے جھگڑے کے دوران فوجی کے دانت توڑ ڈالے تھے اور فوجی نے اسے پکڑ رکھا تھا کہ میں تجھے حاکم کے پاس لے جاکر تیرا فیصلہ کراؤں گا۔ اسی راستے پر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی قیامگاہ تھی۔ لوگوں نے اس فوجی سے کہا کہ اپنی مشکل حضرت سے تو بیان کر۔ چنانچہ وہ فوجی اس آدمی کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے دانتوں کو اپنا لعاب مبارک لگا کر اپنی جگہ پر لگا دیا۔ جب اس نے اپنے ہونٹ گھمائے تو وہ

دانت بالکل جمے ہوئے تھے اور ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ تھا۔

عشق حقیقی کی صداقت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے مجھ سے ایک خداشناس لڑکی کی بہت زیادہ تعریف کی۔ مجھے اس سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ میں نے اس کے رہنے کی جگہ کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک ویران اور اجڑے ہوئے گرجا میں رہتی ہے۔ اس پر میں اس گرجا میں گیا تو وہاں پر مجھے ایک دبلی پتلی سی لڑکی دکھائی دی۔ میں نے اس کو سلام کیا' اس نے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اے لڑکی! عیسائیوں کے مکان میں؟ اس نے کہا' سر اٹھا کر تو دیکھ دونوں جہان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی دکھائی دیتا ہے؟ میں نے کہا۔ اے لڑکی! تجھے تنہائی میں رہتے ہوئے وحشت نہیں ہوتی؟ کہنے لگی۔ مجھ سے دور ہو' مجھے قسم ہے اس کی جس نے میرے قلب کو دانائی کے بھیدوں سے بھر دیا ہے۔ میرے سینے کو اپنے دیدار کے شوق سے پر کر دیا ہے اور میرے قلب میں غیر کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے اس لڑکی سے کہا کہ تم تو کافی عقل مند دکھائی دیتی ہو۔ مجھ پر بھی کچھ حقیقت آشنا کرو۔ کہنے لگی۔ اے جوان! تقویٰ کو اپنا توشہ بنا لے پرہیز گاری کو راستہ اور ورع کو اپنی سواری بنا لے اور ڈرنے والوں کی راہ میں چل۔ حتیٰ کہ تو ایک ایسے دروازہ پر پہنچے گا جس پر پہرہ نہیں ہے۔ اس وقت داروغوں کو حکم ہوتا ہے کہ تیری مخالفت نہ کریں۔ پھر چند اشعار یہ پڑھے:

من یعرف الرب ولم تغنہ

معرفتہ الرب ذاك اشقی

ماضر ذالطاعة ماناله

من طاعة اللہ وما قد لقی

ترجمہ: جس نے پروردگار کو پہچان لیا اور پھر اسے بے پرواہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وہی بڑا شقی ہے اور اطاعت کرنے والے کو کوئی

ضرر نہیں ہے۔ اس مصیبت سے جسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پاتا ہے۔

اچھی نصیحت: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کوہ لبنان میں ایک عابدہ زاہدہ خاتون سے ملاقات کی وہ پرانی مشک کی مانند سوکھی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے قبر سے نکل کر آ رہی ہو۔ وہ بڑی عبادت گزار اور مجاہدہ کرنے والی خاتون تھی۔ اس جیسی کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ تمہارا وطن کون سا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی وطن نہیں ہے سوائے جہنم کے۔ لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے' مغفرت فرمائے۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے کچھ مجھے بھی وصیت ونصیحت کرو۔ اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اس میں جن باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرو۔ نیک ارادوں کو پورا کرنے کی خاطر دامن اٹھا کر تیار ہو جاؤ اور برے لوگوں کی جھوٹی امیدوں کو ترک کردو۔ جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اس منزل پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جو مجاہد ہیں۔ اے بھائی! اپنے نفس کیلئے جو کچھ حاصل کرنا ممکن ہو حاصل کرلے تو ہی مطلوب ہے دانشمند بن جا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے حق میں دعا فرمایئے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد بیان کی کہ اس سے پہلے میں نے کبھی بھی نہ سنی تھی۔ اسی طرح اس نے درود پاک بھی اس طرح سے پڑھا کہ اس سے قبل میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر اس نے میرے حق میں دعا کی اور میں نے واپسی کی راہ لی۔

گوشہ نشین عابد: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جبل لکام کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک میرا گزر ایک جنگل میں سے ہوا۔ اس جنگل میں درختوں کے ساتھ ساتھ کافی سبزہ تھا۔ میں وہاں پر کھڑا ہوگیا اور وہاں اگے ہوئے پھولوں کی خوبصورتی اور اس کے اردگرد کی سبزہ دیکھنے لگا۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر حیرت

ہو رہی تھی کہ اسی اثناء میں میرے کانوں میں ایک آواز آئی جسے سن کر میں بے اختیار رونے لگا۔ میرے اندر آتش عشق بھڑک اٹھی۔ پھر میں اس آواز کی جانب بڑھا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ پہاڑ کے دامن میں ایک غار ہے اور اسی غار میں سے آواز آ رہی ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس غار میں جھانکا تو وہاں پر مجھے ایک عابد دکھائی دیا جو یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اے اللہ! تو پاک ہے جس کی جستجو کرنے والوں کی راہ باغ اطاعت میں ہے۔ پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے عقل مندوں کو یہ سمجھا دیا کہ وہ اس کے سوائے غیر پر اعتماد نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے محبت کرنے والوں کے نفس کو دریائے محبت پر پہنچایا ہے اور وہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ پھر وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔ اے جذب و مستی کے مظہر السلام علیکم! اس نے جواب میں وعلیکم السلام کہا اور کہا۔ ایسے شخص کے پاس کیسے پہنچے ہو کہ جو لوگوں کے سوال سے ڈر کر تنہا رہتا ہے۔ نفس کے محاسبہ میں مشغول ہے اور لوگوں کی باتوں میں غور کرنا اس نے چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے نصیحت و عبرت کا شوق اور نیکوں کے دلوں کی عطاؤں کی طلب ہی آپ کے پاس لے آئی ہے۔ فرمانے لگے۔ اے نوجوان! اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کی تپش نے عشق کی آگ جلائی ہے۔ وہ اشتیاق کی شدت کے سبب ریاض ملکوت کی سیر کرتے پھرتے ہیں اور حجاب جبروت میں ان کیلئے جو کچھ پنہاں ہے اس کو دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کے بارے میں کچھ بیان فرمائیں۔ فرمانے لگے وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور محبت الٰہی کی شراب کے جام پیتے ہیں۔ اس کے بعد پھر فرمایا۔ اے میرے پروردگار! مجھے بھی ان لوگوں میں ملا دے اور ان جیسے اعمال کرنے کی توفیق دے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے بھی کچھ وصیت ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دیدار کے شوق پر کرو کہ ایک دن وہ ضرور اپنے اولیاء کرام کو اپنے جمال کی تجلی دکھائے گا۔ پھر چند اشعار

پڑھے۔

قد کان لی دمع فافینته
وکان لی جفن فادمیته
وکان لی جسم فابلیته
وکان لی قلب فافنیته
وکان لی یاسیدی ناظر
اری به الخلق فاعمیته
عبدك رضعی سیدی موثقا
لوشت قبل الیوم آویته

ترجمہ: کبھی میرے بھی آنسو تھے جن کو تو نے فنا کر دیا۔ میری بھی پلکیں تھیں جن کو تو نے ختم کر دیا۔ میرا بھی جسم تھا جس کو تو نے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا جس کو تو نے ضعیف کر دیا۔ اے میرے مالک! آنکھیں بھی تھیں جن سے میں مخلوق کو دیکھتا تھا تو نے اندھی کر دیں۔ اب تیرا بندہ تجھ پر ہی اعتماد رکھنے والا ہو گیا ہے۔ اگر تو چاہے تو آج سے پہلے بھی اپنے پاس بلا سکتا تھا۔

اللہ کے بچانے کا انداز: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دریائے نیل کے کنارے چل جا رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک بچھو دکھائی دیا۔ میں نے پتھر اٹھا کر اسے مارنے کا ارادہ کیا مگر وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دریائے نیل کے کنارے کے بالکل ساتھ جا کر ٹھہر گیا۔ اچانک دریا سے ایک کچھوا نکلا۔ بچھو کود کر اس پر سوار ہو گیا اور وہ تیرتا ہوا دریا کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کے پیچھے چلتا ہوا وہاں پر پہنچا۔ خشکی پر پہنچ کر بچھو کچھوے کے اوپر سے کودا اور زمین پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دور آگے ایک شرابی شخص شراب پی کر مستی میں پڑا ہوا تھا اور اس کے سر ایک اژدھا پھن نکالے اسے ڈسنے کا ارادہ کر

رہا تھا کہ یک دم تیزی سے بچھو وہاں پر پہنچا اور اس نے اژدھے کو ڈنگ مارا۔ بچھو کے ڈنگ لگتے ہی اژدھا زمین پر گرا اور مر گیا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں پر پہنچ کر جلدی سے اس شخص کو جگایا۔ وہ گھبراہٹ کے عالم میں اٹھا اور اپنے قریب اژدھے کو پڑے ہوئے دیکھ کر بھاگنے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ پھر میں نے شروع سے لے کر آخر تک تمام واقعہ اسے سنایا۔ یہ سن کر اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہنے لگا۔ اے اللہ تو اپنے نافرمان پر یہ احسان کرتا ہے تو پھر تو اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ کیاس برتاؤ کرتا ہوگا۔ مجھے قسم ہے تیری عزت وجلال کی کہ آج کے بعد تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ بہت رویا اور روتا ہوا چلا گیا۔

اہل عشرت کو توبہ کی توفیق مل گئی: ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاران طریقت کے ساتھ کشتی میں تشریف فرما تھے اور دریائے نیل کی سیر میں مشغول تھے۔ جیسا کہ اہل مصر کی عادت ہے کہ اچانک ایک اور کشتی آئی جس میں ایسے لوگ بیٹھے ہوئے تھے جو طرب ونشاط کے دلدادہ تھے۔ آپس میں جھگڑے فساد میں باتیں کرتے جا رہے تھے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی شاگردوں کو ان سے شدید نفرت پیدا ہوئی حتیٰ کہ آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ حضور! ان کیلئے بددعائیں فرمائیں کہ یہ سب دریا میں غرق ہو جائیں تاکہ مخلوق ان کے فتنہ سے نجات پائے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور دعا کیلئے ہاتھ پھیلا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ! جس طرح اس گروہ کو دنیا میں عیش عطا فرمائے ہیں۔ اسی طرح انہیں اس جہان میں بھی عیش عطا فرما دے۔ آپ کی یہ دعا سن کر مریدوں کو بڑی حیرانی ہوئی۔ پھر جب ان اوباشوں کی کشتی آپ کے قریب آئی اور ان کی نگاہیں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ پر پڑیں تو یکایک سب رونے لگے۔ اپنے تمام عیش وعشرت کے آلات توڑ کر توبہ کرتے

ہوئے رجوع الی اللہ میں متوجہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس جہان کا عیش اس جہان کے عیش سے توبہ کرنے میں تھا اور پھر تم نے دیکھا کہ دونوں کی مراد حاصل ہو گئی۔ اس طرح مراد ملی کہ کسی کو رنج نہ ہوا۔

اقوال حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

☆ جو شخص اپنے اعمال کو ریا کیلئے مزین کرتا ہے اس کی نیکیاں بھی برائیاں بن جاتی ہیں۔

☆ اللہ کی سرزمین میں سچائی اس کی تلوار ہے جس چیز پر یہ پڑ گئی اسے کاٹ کر رکھ دیا۔

☆ معرفت الٰہی کا دعویدار اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوتا ہے اور محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔

☆ وہ کمینہ ہے کہ جو خدا کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات حاصل نہ کرے۔

☆ کسی کو کمتر تصور نہ کرو خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تائب ہو کر مقبول خدا بن جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرا مطیع ہو جائے میں اس کا کارساز بن کر اس کی حمایت کرتا ہوں۔

☆ جو شخص تواضع انکساری اختیار کرنا چاہے اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

☆ جو شخص بے سود چیزوں کی طلب میں سرگرداں ہوتا ہے۔ وہ مفید چیزوں کے حصول سے محروم رہتا ہے۔

☆ اللہ سے خوف رکھنے والا اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے اور جو اس کی جانب متوجہ

ہو جائے اس کو نجات حاصل ہو گئی۔

☆ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کر دو اور اللہ سے ایسا تعلق قائم کرو تا کہ وہ تمہیں مخلوق سے بے نیاز کر دے۔

☆ غور و فکر خوش بختی کی کنجی ہے۔

☆ جو شخص پیٹ بھر کر کھانا کھانے کا عادی ہو جائے اسے حکمت حاصل نہ ہو گی۔

☆ ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا حب دنیا ہے۔

☆ عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہ کر مخلوق سے بیگانہ رہے۔

☆ یاد الٰہی کرنے والا خدا کے سوا ہر شے کو خود بخود بھولتا چلا جاتا ہے۔

☆ مصائب پر صبر کرنا بہادری نہیں۔ بہادری یہ ہے کہ مصائب میں خوش رہا جائے۔

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان پر غور کرے اس کا تکبر ختم ہو جاتا ہے۔

☆ توکل یہ ہے کہ مخلوق سے لالچ کو ختم کر لیا جائے۔

☆ جو کوئی تجھ کو گناہوں سے معصوم دیکھنا چاہے اس کی دوستی میں کوئی بہتری نہیں۔

☆ حاجت کو فقر کی زبان سے طلب کر نہ کہ حکم کی زبان سے طلب کر۔

☆ جو شخص ناراض ہو جانے پر تیرا راز ظاہر کر دے وہ کمینہ ہے۔

☆ صحبت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور کر دینے والی ہوں ان سے کنارہ کش رہے۔

☆ قلب و روح سے خدا کا فرمانبردار بن جانے کو عبودیت کہا جاتا ہے۔

☆ حالت وجد بھی ایک راز ہے اور سماع علاج نفس ہے اور جو حقانیت سے شریک سماع ہوتا ہے وہ اہل حق میں سے ہو جاتا ہے۔

☆ حق بینی کا دعویدار نہ صرف محرومی کا شکار ہوتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ بھی جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ حق بین بندہ اظہار کو معیوب تصور کرتا ہے۔

☆ کتنا اچھا ہوتا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبت کرنے والوں کو اس وقت محبت سے نوازتا

ہے جب ان کے دل پر خدشہ فراق سے خالی کر دیے جاتے ہیں۔

☆ جس کا ظاہر، باطن کا آئینہ دار نہ ہو اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ پھر فرمایا کہ یادالٰہی کرنے والا خدا کے سوا ہر شے کو خود بخود بھولتا چلا جاتا ہے۔

☆ خدا سے بُعد اختیار کرنے والوں کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے مساوی ہوتی ہیں اور صدق دلی سے تائب ہونے کے بعد سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆ صوفی وہ ہے جب وہ بولے تو اس کا کلام حقائق کی نقاب کشائی کرے اور خاموش ہو تو اس کا جسم انقطاع تعلق پر ناطق ہو۔

☆ جس چیز کو خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اسی کو صوفی کہتے ہیں۔

☆ حجاب چشم ہی سب سے بڑا حجاب ہے جس کی وجہ سے غیر شرعی چیزوں پر نظر نہیں پڑتی۔

☆ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکاب دروغ گوئی ہے۔

☆ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہے۔

☆ قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے۔

☆ مصائب میں صبر کرنا تعجب خیز نہیں بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔

☆ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

☆ جس طرح ہر جرم کی سزا ہوا کرتی ہے اسی طرح ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا دنیاوی محبت ہے۔

☆ خدا سے خوف کرنے والے ہدایات پاتے ہیں اور اس سے خائف ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ درویشی سے ڈرنے والے قہر الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

☆ اہل تقویٰ کی صحبت سے لطف حیات حاصل ہوتا ہے اور ایسے احباب بنانے چاہئیں جو تمہاری ناراضگی سے ناراض نہ ہوں۔

☆ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا رنج بھی ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال اور سنت پر عامل ہو۔

☆ عارف الٰہی ہر روز خوف وخشیت میں بڑھتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ اسے ہر گھڑی قرب الٰہی میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

☆ خوف الٰہی کی علامت یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے بے خوف ہو جائے اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔

☆ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے وقت کا تصور قلب سے نکال کر صرف حال کو غنیمت جانو۔

☆ ایسے اہل اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال میں تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔

☆ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا بھی رنج ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔

☆ مریض قلب کی چار علامتیں ہیں۔ اول عبادت میں لذت کا فقدان۔ دوم خدا سے خوفزدہ نہ ہونا۔ سوم دنیاوی امور سے عبرت حاصل نہ کرنا۔ چہارم علم کی باتیں۔ سننے کے بعد بھی ان پر عمل نہ کرنا۔

☆ خدا سے خوف رکھنے والا اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے اور جو اس کی جانب متوجہ ہو جائے۔ اس کو نجات حاصل ہوگئی اور قناعت پذیر بندہ لذت و کیف میں غرق ہو کر سب کا سردار بن جاتا ہے۔ جو بندہ لغو کاموں میں تکلیف برداشت کرتا ہے وہی چیز اس کے بعد کارآمد ثابت ہوتی ہے۔

☆ جس پر شمشیر صدق چل جاتی ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ مراقبہ سے مفہوم یہ ہے کہ بہترین اوقات کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر دے۔ اس کو عظیم جانے جس کو خدا نے عظمت عطا کی ہو اور اس کی جانب رخ بھی نہ کرے جس کو اس نے ذلیل و رسوا کر دیا ہو۔

☆ کوئی مرید اس وقت تک صحیح معنوں میں مرید نہیں ہوتا جب تک خدا کے بعد مرشد کا اطاعت گزار نہ ہو۔ جو بندہ وسواس قلبی کو ختم کرنے کے بعد مراقبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی عظمت عطا کر دیتا ہے۔

☆ اس طبیب سے نااہل کوئی نہیں جو عالم مدہوشی میں مدہوشوں کا علاج کرے یعنی جس پر نشہ دنیا سوار ہو۔ اس کو نصیحت کرنا بے سود ہے لیکن جب ہوش ٹھکانے آ جائیں تو پھر اس سے توبہ کروانی چاہئے۔

☆ تدبر و تفکرات عبادت کی چابی ہے اور خواہشات کی مخالفت خدا سے ملاقات کی آئینہ دار ہے۔ جو بندہ دل کے ذریعہ فکر کرتا ہے۔ وہ عالم غیب میں روح کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا کہ رضا نام شدت موت پر راضی رہنے اور مصائب میں دوستی کا دعویٰ کرنے کا۔ جو قضا و قدر پر راضی رہتا ہے وہ ہی اپنے نفس سے واقف ہو جاتا ہے۔

☆ ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد خوف سزا باقی رہے اور تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا تصور قائم رکھے۔ یعنی ہر لمحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں۔

☆ آپ سے کسی نے پوچھا۔ ''آدمی خود کو مخلص کب جانے؟'' فرمایا جب اپنی تمام کوشش اللہ کی اطاعت میں صرف کر دے اور دنیا میں اپنی ذلت پر راضی ہو جائے۔

☆ جو شخص راہ مستقیم پر گامزن ہونا چاہئے تو اسے لازم ہے کہ علماء کے پاس جاہل بن کر حاضر ہو زاہدوں کے پاس رغبت کے ساتھ جائے اور اہل معرفت کے حضور عقیدت و خاموشی کے ساتھ بیٹھے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوت سے زیادہ ہمیں کھانے کو دیا ہے اور ہماری قوت سے کم شرعی تکلیف دی ہے لیکن ہم اپنی قوت پر قناعت نہیں کرتے۔ جو شرعی تکلیف دی ہے اس میں اپنی قوت صرف نہیں کرتے۔

☆ یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو اور جس وقت تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو اور مصائب پر صبر کرتے ہوئے زندگی خدا کی یاد میں گزار دو۔

☆ توکل نام ہے خدا پر اعتماد رکھتے ہوئے کسی سے کچھ طلب نہ کرنے اور بندہ بن کر مالک کی اطاعت کرنے اور تدابیر و تکبر کے ترک کر دینے کا۔ انس نام ہے خدا کے محبوبوں سے محبت کرنے اور ان کی محبت حاصل کرنے کا۔ جس وقت اولیاء کرام پر غلبہ انس ہوتا ہے تو ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ زبان نور میں ان سے ہمکلام ہے اور غلبہ ہیبت ہوتا ہے۔ تو پھر نور کے بجائے زبان نار سے باتیں ہوتی ہیں اور خدا کے مونس کی شناخت یہ ہے کہ آگ میں ڈال دینے کے بعد بھی حوصلے میں کمی نہ آئے اور انس خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو جائے۔

☆ اخلاص میں جب تک صدق و صبر کی شمولیت نہ ہو اس وقت تک اخلاص مکمل نہیں ہوتا اور خود کو ابلیس سے محفوظ رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے اور اہل اخلاص وہ ہوتے ہیں جو اپنی تعریف سے خوش اور اپنی برائی سے ناخوش نہ ہوں۔ اپنے اعمال صالحہ کو اس طرح فراموش کر دیں کہ روز محشر اللہ تعالیٰ سے ان کا معاوضہ بھی طلب نہ کریں لیکن خلوت میں اخلاص کا قائم رکھنا بہت دشوار ہے۔

☆ عارف کی شناخت یہ ہے کہ بغیر علم کے خدا کو جانے بغیر آنکھ کے دیکھے۔ پھر

سماعت کے اس سے واقف ہو۔ بغیر مشاہدے کے اس کو سمجھے بغیر صفت کو پہچانے اور بغیر کشف وحجابات کے اس کا مشاہدہ کر سکے۔ یعنی ذات باری میں فنائیت کی یہ علامتیں ہیں جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”میں جس کو دوست بناتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے پکڑے“ (حدیث قدسی) آپ نے فرمایا کہ زاہدین سلطان آخرت ہوا کرتے ہیں اور ان کے دوست سلطان عارفین ہوتے ہیں۔

☆ عوام مصیبت سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اول توبہ انابت یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا۔ دوم توبہ استجابت' بندے کا ندامت کی وجہ سے تائب ہونا۔ یعنی اس پر نادم ہوکر میری ریاضت وعظمت خداوندی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہر ہر عضو کی توبہ کا جداگانہ طریقہ ہے۔ مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کر دے۔ آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کی جانب نہ اٹھے۔ کان کی توبہ یہ ہے کہ غیبت وبدگوئی سننے کی نیت نہ کرے۔ ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ غیر شرعی چیزوں کی جانب نہ اٹھے اور شرمگاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فقر جس میں کدورت وغبار ہو۔ میرے نزدیک خلوت تکبر سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ عارفین اس لئے زیادہ خائف رہتے ہیں کہ لحہ بہ لحہ قرب الٰہی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق میں رہ کر بھی بیگانہ خلائق رہے اور خدا سے ڈرنے والے کو بھی عارف کہا جاتا ہے۔ عارف کے اندر مسلسل تغیر ہوتا رہتا ہے اور عارف اپنی معرفت کی بنا پر ہمیشہ مودب رہتا ہے۔

☆ کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے۔ (۱) اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا۔ (۲) ابلیس کا فرمانبردار ہونا۔ (۳) موت کو قریب نہ سمجھنا۔ (۴) رضا الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا۔ (۵) تقاضائے نفس پر سنت

کو ترک کر دینا۔ (۶) اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا۔

☆ معرفت کی تین اقسام ہیں اول معرفت توحید جو تقریباً ہر مومن کو حاصل رہتی ہے۔ دوم معرفت حجت و بیان۔ یہ حکما و علماء کو ملتی ہے۔ سوم صفات وحدانیت کی معرفت یہ صرف اولیاء کرام کیلئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی ان سے مراتب سے واقف ہو سکتا۔

☆ اگر تم حصول معرفت کے متمنی ہو تو خدا سے ایسی دوستی کی مثال پیش کرو جیسی حضرت صدیق اکبر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی اور کبھی ذرہ برابر مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں "صدیق" کے خطاب سے نوازا۔ حب خداوندی کی نشانی بھی یہی ہے کہ کبھی اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے۔

☆ خدا سے خائف رہنے والے کے قلب میں خدا کی محبت اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے۔ جو بے سود چیزوں کے حصول کی سعی کرتا ہے وہ اس شے کو کھول دیتا ہے جس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

☆ توبہ دو طرح پر ہے ایک توبہ انابت دوسری توبہ اسحیاء توبہ انابت وہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ اسحیاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور شرم سے توبہ کرے اور اس کے کرم کی امید رکھے۔

☆ عوام کی توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے۔ اس لئے کہ عوام کی باز پرس ان کے ظاہری اعمال پر ہوگی اور خواص سے ان کی باطنی معاملہ پر اس کیلئے کہ غفلت عوام کیلئے نعمت ہے اور خواص کیلئے حجاب۔

☆ اے موت کو نہ چاہنے والے متکبر تجھ پر سلامتی ہو ہم مٹی سے ہیں۔

☆ بے صبر بھوکا کفر کے بہت قریب ہوتا ہے۔

☆ تمام مخلوق مردہ ہے سوائے علماء کے اور علماء سوئے ہوئے ہیں ماسوائے عمل کرنے والوں کے اور عمل کرنے والے سب دھوکے میں ہیں۔ لیکن مخلص لوگ اور تمام مخلص بہت بڑے خطرے پر ہیں۔

☆ اس شخص سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کرے کہہ دو کہ کسی غیر کے سامنے ذلیل ہونے سے بچتے رہنا۔

☆ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

☆ عارف کو جس قدر قربت حاصل ہوگی اسی قدر سرگرداں رہے گا جس طرح آفتاب سے قریب شے اس سے متاثر بھی زیادہ ہوتی ہے۔

☆ اگر تم اپنے عمل سے فسادات دور کرنا چاہتے ہو تو روزے پر مداومت کرو اور رات کو نمازوں میں قیام کرو۔ اگر پھر بھی کچھ باقی نہ رہ جائے تو یتیموں سے مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔

☆ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ موت کے ساتھ ہی پاؤں برابر ہو جائیں گے۔

☆ آنکھ کو نظر حرام سے روکنا شہوات سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔

☆ بعض لوگ صوفیوں کا سا لباس پہنتے ہیں اور از راہ جہالت دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ایسے لوگ تو فضول ہی صوف کا لباس پہنتے ہیں۔

☆ جاہل صوفی صوفیانہ لباس صرف اس غرض سے پہنتے ہیں تاکہ عوام انہیں امین اور نیک خیال کریں۔ لیکن درحقیقت ان کی اس صوفیائی کا مقصد نیکی اور شرافت نہیں ہوتا۔

☆ جاہل صوفی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ اس طرح عوام کو دھوکہ دہی اور ان کے ساتھ خیانت کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

☆ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ اول ٹھوس استقامت۔ دوم اجتہاد۔ سوم ظاہری و باطنی دونوں طریقوں

سے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ۔ چہارم موت کے انتظار میں توشہ آخرت میں مصروف ہونا۔ پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

وصال: حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بارے میں مختلف کتب میں مختلف باتیں ہیں۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ابوالفیض حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی شب ستر اولیاء کرام نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا دوست ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ آنے والا ہے اور میں اس کے استقبال کیلئے آیا ہوں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ "نفحات الانس" میں رقم طراز ہیں کہ آپ کا وصال مبارک ۲۴۰ھ میں ہوا۔ "مخبر الواصلین" کے مصنف نے آپ کے وصال مبارک کا سال ۲۴۴ھ کو قرار دیا ہے۔ امام شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال بمقام جیزہ ہوا۔ جب آپ کا وصال مبارک ہوا تو آپ کی پیشانی پر سبز روشنائی سے یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔

هٰذَا قَتِيْلُ اللهِ مَاتَ فِيْ سَيْفِ اللهِ وَهٰذَا حَبِيْبُ اللهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللهِ۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا قتیل ہے اور اس کی تلوار محبت سے شہید ہوا ہے۔ یہ اللہ کا محبوب ہے اور اللہ کی محبت میں فوت ہوا ہے۔

جنازہ: جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ اٹھا تو سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور گرمی بہت شدید تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار پرندوں کو بھیجا جو آپ کے جنازے پر پر پھیلائے اڑنے لگے جس سے آپ کے جنازے پر سایہ ہوگیا۔ یہ پرندے ایسی شکل و صورت کے تھے کہ آج تک کسی نے ایسے پرندے نہیں دیکھے تھے۔ اس کرامت کو دیکھ کر آپ کے منکر بھی تائب ہوگئے اور آپ کے کمالات کا انہوں نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔ جس طرف سے آپ کا جنازہ گزرا وہاں ایک مسجد میں موذن اذان دے رہا تھا۔ جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر پہنچا تو آپ نے اپنی انگشت شہادت اٹھا دی۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید آپ ابھی حیات ہیں۔ مگر جب جنازہ رکھ کر دیکھا تو آپ کا وصال ہو چکا تھا اور شہادت کی انگلی اٹھی ہوئی تھی۔ بہت کوشش کے باوجود بھی سیدھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ اسی طرح آپ کو دفن کر دیا گیا۔ آپ کی اس کرامت کو بھی دیکھ کر آپ کے وہ مخالفین جو آپ کو مسلسل اذیت پہنچاتے رہتے تھے بے حد نادم ہوئے اور انہوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی۔

مزار

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک مصر میں ہے۔ آپ کو دفنانے کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے لوح مزار پر یہ عبارت ایسے خط میں لکھی ہوئی تھی کہ جو کسی انسان کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا تھا۔

ذوالنون حبیب اللہ فی العشق قتیل اللہ

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ! اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اسی کے عشق میں قتل ہوئے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم الشان اور عظیم المرتبت اولیاء میں سے ہیں جنہیں معرفت اور قرب الٰہی میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس لئے آپ لوگوں میں سلطان العارفین کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تجلیات الٰہیہ کے محرم اور اسرار حق کے مظہر تھے۔ آپ اپنے آپ کو محبت الٰہی کی آگ میں سوختہ اور جسم کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایسے معظم و مکرم ہیں جیسے کہ ملائکہ کی جماعت میں جبریل امین علیہ السلام مکرم ہیں۔

خاندان: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا آدم بن سروشان آتش پرست تھے مگر جب اسلام کی روشنی ان تک پہنچی اور ان کا قلب منور ہوگیا تو دین اسلام قبول کرلیا۔ اس پر سختی سے عمل پیرا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرمایا اور ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

آپ کے والد گرامی حضرت عیسیٰ تھے۔ ان کے بارے میں اولیائے کرام میں لکھا ہے کہ ایران کے صوبے تومس کے شہر بسطام میں ایک حجرہ موبدان تھا۔ اس میں ایک بہت ہی عابد و زاہد اور نیک نفس بزرگ رہتے تھے۔ جن کا نام شیخ عیسیٰ تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ امید سے تھیں۔ ان کو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی کہ جب بھی وہ کوئی مشتبہ غذا لاعلمی میں کھالیتیں تو ان کو عجیب قسم کی بے کلی اور بے چینی سے

دوچار ہوتا تھا اور جب تک وہ غذا ان کے پیٹ سے باہر نہ آ جاتی۔ ان کی طبیعت بے قرار رہتی۔ بعض اوقات تو ان کو حلق میں انگلی ڈال کر وہ غذا باہر نکالنی پڑتی۔ اس کی کیفیت کو وہ بہت شدت سے محسوس کرتی تھیں۔ بچے کی ولادت میں ابھی چند ماہ باقی تھے کہ شیخ عیسیٰ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ باپ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والا یہ یتیم بچہ آئندہ زندگی میں روحانیت کی کن بلندیوں کو چھوئے گا اور سلطان العارفین کہلائے گا۔ اس بات سے کوئی بھی واقف نہیں تھا کہ یہ بچہ کون تھا۔ اس کو کیا مقام ملا' یہ بعد کی آنے والی دنیا نے دیکھا اور رہتی دنیا تک اس کا نام روشن رہے گا۔ یہ یتیم بچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ایک عبادت گزار خاتون تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں جب کہ میں کبھی کوئی ایسا لقمہ کھالیتی کہ جس کے بارے میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو میرے پیٹ میں بے قراری شروع ہو جاتی اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ میرے پیٹ میں بے چین ہو جاتے۔ پھر جب تک میں قے نہ کر دیتی اور وہ لقمہ باہر نہ نکل جاتا تب تک بے چینی ختم نہ ہوتی۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۳ء بسطام شہر میں ہوئی۔ آپ کا نام طیفور رکھا گیا مگر آپ نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پائی۔ آپ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ایک کا نام آدم اور دوسرے کا نام علی تھا۔

آپ پر اللہ کا خصوصی کرم: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل کیا تھا۔ جب آپ نے مدرسہ میں پڑھنا شروع کیا اور استاد محترم سے سورۃ لقمان کی یہ آیت مبارکہ پڑھی کہ ''اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ'' یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا۔ تو اپنے استاد محترم سے اجازت لے کر اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ مجھے

دو کا شکر ادا کرنا مشکل ہے یا تو آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں تاکہ میں اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں۔

ریاضت و عبادت: آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا۔ ہم اپنا حق بخش دیتے ہیں اور میں اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں۔ اس طرح والدہ کی اجازت سے آپ پھر بالکل ہی اللہ تعالیٰ کے ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ملک شام کی طرف نکل گئے اور وہاں کے جنگلوں میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے مجاہدے کیے، کئی برسوں تک عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ شب و روز عبادت کرتے رہتے۔ اس دوران بہت سے اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے روحانی فیض بھی حاصل کیا۔ اولیاء کرام کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت کے مدارج اور روحانی ترقی کے درجات طے کیے اور بہت استفادہ حاصل کیا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قدر مراتب حاصل ہوئے۔ وہ سب والدہ ماجدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی بدولت حاصل ہوئے۔ ایک رات میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا مگر اتفاق سے گھر میں اس وقت پانی بالکل ہی نہ تھا۔ چنانچہ میں نے برتن لیا اور نہر سے بھر کر لایا۔ میرے جانے اور آنے کی وجہ سے کچھ دیر ہو گئی۔ اس دوران میری والدہ سو گئیں اور میں ساری رات پانی کا پیالہ ہاتھ میں پکڑ کر والدہ کے سرہانے کھڑا رہا۔ شدید سردی کے باعث وہ پانی پیالے میں جم گیا پھر جب والدہ ماجدہ نیند سے بیدار ہوئیں تو میں نے ان کی خدمت میں پانی پیش کیا۔ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ تم پانی رکھ دیتے۔ اتنی دیر تک پانی لے کر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے عرض کی کہ میں صرف اس خوف کی وجہ سے کھڑا رہا کہ کہیں آپ جاگ جائیں ـــــــــ اور آپ کو تکلیف اٹھانی پڑے۔ میری بات سن کر والدہ نے مجھے بہت سی دعائیں دیں۔ اسی طرح ایک رات میری والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو مگر میں ساری رات اسی پریشانی میں کھڑا

رہا کہ پتہ نہیں والدہ نے دایاں پٹ کھولنے کا حکم دیا ہے یا بائیں کا۔ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھول دیا تو یہ ان کی حکم عدولی ہوگی۔ والدہ ماجدہ کی ایسی ہی اطاعت گزاری کی بدولت مجھے یہ تمام مراتب بارگاہ الٰہی سے حاصل ہوئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چالیس سال کا عرصہ مسجد میں قیام پذیر رہے۔ اس کے باوجود احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جب آپ مسجد میں ہوتے تو جو لباس پہنا ہوتا اسے پہن کر مسجد سے باہر نہ آتے اور باہر جانے کے وقت الگ لباس ہوتا تھا۔ اتنا عرصہ تک مسجد میں مقیم رہنے کے باوجود آپ نے سوائے مسجد کی دیوار کے کسی اور چیز سے کبھی ٹیک نہ لگائی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چالیس سال تک عام انسانوں کی غذا کبھی چکھی تک نہیں اس لئے کہ میرا رزق تو کہیں اور سے آتا تھا اور میں اس عرصے میں اپنے دل کی نگرانی میں مصروف رہا۔ پھر جب میں نے اس پر غور کیا تو مجھے ہر طرف بندگی اور خدائی دکھائی دی۔ میں نے تیس برس اللہ تعالیٰ کی جستجو میں گزار دیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس برس سے میری یہ حالت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھو لیتا ہوں۔

اکثر اوقات آپ کی یہ حالت ہوتی کہ جب مسجد میں داخل ہونے کے لئے آتے تو باہر دروازے پر ہی کھڑے رہتے اور مسلسل روتے رہتے۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا' میں خود کو حائضہ عورت کی مانند نجس خیال کرتے ہوئے گریہ وزاری کرتا ہوں کہ کہیں میرے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد نہ نجس ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک اپنے شہر بسطام سے باہر رہے۔ سیر وسیاحت بھی کرتے رہے۔ اس سفر کے دوران مدینہ منورہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت بھی حاصل کی۔ جب مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہوئے تو والدہ ماجدہ کی یاد ستائی۔ چنانچہ بسطام کی طرف رخت سفر باندھا

اور روانگی اختیار کی۔ اہل شہر کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ کے بعد تشریف لا رہے ہیں تو شہر سے باہر نکل کر کافی دور فاصلہ پر آپ کے استقبال کیلئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے یہ سوچا کہ اگر میں اتنی بڑی تعداد میں لوگوں سے ملتا رہا تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی یاد میں غفلت کا باعث ہو گی۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو اپنے سے متنفر کرنے کی غرض سے یہ کیا کہ رمضان المبارک ہونے کے باوجود ایک دکان سے کھانے کی چیز خریدی اور کھانا شروع کر دی۔

آپ کے عقیدت مندوں نے جب آپ کو رمضان المبارک کے مہینے میں اس طرح دن کے وقت سرعام کھاتے ہوئے دیکھا تو اسی وقت واپس ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کے استقبال کیلئے آگے ہی نہ بڑھے۔ آپ نے فرمایا' میں نے تو شرع پر عمل کیا ہے کہ سفر کے دوران روزہ نہیں رکھا مگر لوگ مجھے برا سمجھ کر مجھ سے متنفر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو دروازے کے ساتھ کان لگا کر سنا تو والدہ ماجدہ کی آواز کان میں پڑی۔ والدہ ماجدہ وضو فرما رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہتی جاتی تھیں۔ کہ اے اللہ! میرے مسافر کو آرام وسکون سے رکھنا اور اس کو بزرگوں سے راضی رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔

والدہ ماجدہ کی یہ دعا سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ کافی دیر تک دروازے پر کھڑے روتے رہے۔ پھر جب کچھ دل کی حالت سنبھلی تو دروازے پر دستک دی۔ اندر سے والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ کون ہے؟ جواب دیا' آپ کا مسافر' جواب سن کر والدہ ماجدہ نے دروازہ کھول دیا اور جب دونوں ماں بیٹے کی ملاقات ہوئی تو یہ منظر بڑا رقت آمیز تھا۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا' تم نے اتنا لمبا عرصہ سفر کرتے ہوئے گزار دیا کہ روتے روتے میری بینائی ختم ہو گئی اور غم سے میری کمر جھک گئی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو کام میں نے بعد کیلئے رکھ چھوڑا تھا۔ وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

دل کی نگہبانی کرتے رہو: ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہوگیا کہ میں بہت بلند مرتبہ رکھتا ہوں اور بہت بڑا بزرگ ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی آپ کے ذہن میں یہ خیال وارد ہوا کہ میرا یہ خیال کرنا تو تکبر وغرور کی علامت ہے۔ چنانچہ اسی وقت خراسان کی طرف چل دیئے اور جب منزل پر پہنچے تو بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی کہ یااللہ! تو جب تک کسی ایسے مرد کامل کو نہیں بھیجے گا جو مجھے میری حقیقت سے آگاہ کرا سکے تو میں اس وقت تک یہیں پڑا رہوں گا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں پر تین رات دن اسی طرح گزر گئے۔ جب چوتھا دن ہوا تو آپ کو ایک شخص اونٹ پر آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ نے اس کو ٹھہرنے کا اشارہ کیا جیسے ہی آپ نے اسے اشارہ کیا۔ اونٹ کے پاؤں زمین میں دھنسنا شروع ہوگئے۔ اونٹ پر سوار شخص غصے میں بولا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی کھلی ہوئی آنکھ کو بند کرلوں اور بند آنکھ کھول دوں۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سمیت سارے بسطام کو غرق کردوں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو آپ کانپ اٹھے اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اونٹ سوار نے جواب دیا کہ تم نے جس وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ میں اس وقت یہاں سے تین ہزار میل کے فاصلے پر تھا اور اس وقت میں وہاں سے آرہا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تم اپنے دل کی نگہبانی کرتے رہو۔ یہ کہتے ہی وہ شخص غائب ہوگیا۔

مومن کی شان ومرتبہ: ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ حضور! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مستجاب الدعوات کے مرتبہ پر فائز کر رکھا ہے۔ یعنی بارگاہ الٰہی میں آپ کی ہر دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔ یہ سن کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے ناسمجھ! مسکین اور غافل لوگ صرف اتنی ہی بلندی اور پرواز پر اتراتے پھرتے ہیں اور خوشی کا اظہار

کرتے ہیں کہ ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ زمین وآسمان بھی ان کے تابع کردیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی مسافتیں مختصر کر دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے توقف کے بعد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ اے دوست! دعاؤں پر ہی کیا موقوف ہے؟ دعائیں تو اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کی بھی قبول فرمالیتا ہے تو پھر مومن کی دعا کے قبول ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ مومن کی دعا تو ضرور شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سننے کے بعد اس شخص نے مزید کہا۔ حضور! میں نے آپ کے متعلق یہ بھی سنا ہے کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں اور پانی پر بھی آسانی سے چل سکتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اے ناسمجھ انسان! کیا تجھے دکھائی نہیں دیتا کہ ہوا میں تو پرندے بھی اڑ لیتے ہیں اور بے شمار جانور پانی میں دوڑتے پھرتے ہیں لیکن مومن کی شان و مرتبہ تو ان پرندوں اور جانوروں سے بہت بلند ہے۔ وہ تمام زمینوں' سمندروں' ہواؤں' فضاؤں اور افلاک سے بلند وبالا ہے' عرش وکرسی کے سوا تمام اس کے رتبہ سے کم تر ہیں۔

مریدوں پر شفقت کا ایک انداز: ایک مرتبہ کسی نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی ہے کہ قیامت کے دن جو اہل جہنم کی شفاعت نہ کرے' وہ میرا مرید نہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو قیامت کے دن دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوکر اور اہل جہنم کو بہشت میں بھیجنے کی خاطر خود کو دوزخ میں نہ گرا دے گا' وہ میرا مرید نہیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر اپنے فضل وکرم سے نواز رکھا ہے تو پھر آپ مخلوق کو سیدھے راستے کی طرف کیوں نہیں کھینچے؟ ارشاد فرمایا کہ جو خود ہی بارگاہ الٰہی میں مردود ہوگیا ہوا سے میں کس طرح مقبول بنا سکتا ہوں۔

دنیا سے بے نیازی: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی شان بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم کے ہاتھ

آپ کی خدمت میں ایک مصلی ارسال فرمایا مگر آپ نے اس مصلے کو قبول نہ فرمایا اور واپس کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجھے اس مصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو تمام ارض و سما کی عبادت کو اپنے جسم و جان میں سمیٹ رکھا ہے۔ میری ان عبادات کو میرا خالق و مالک ہی جانتا ہے۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی مصاحب خاص کے ہاتھ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک تکیہ بھیجا تاکہ آپ کے آرام کا باعث بنے مگر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تکیہ بھی قبول نہ فرمایا اور واپس بھجواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ جیسے بندے کو اس طرح کے تکیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے جسم کو ہی تکیہ اور اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصاحب خاص کے ذریعے سے آپ کو یہ پیغام بھیجا کہ اللہ والوں کا قافلہ تو روانہ ہو چکا ہے اور آپ ابھی تک آرام فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے ناسمجھ دوست! مرتبہ و فضیلت رکھنے والے اپنے مراتب پر فخر کرتے ہیں۔ اور اہل معرفت اپنے اعمال کو بڑا سمجھتے ہیں۔ معرفت والوں کا بڑے سے بڑا عمل جو ہے وہ آسمانوں اور زمینوں پر ہی کیوں نہ محیط ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ادنیٰ سا عمل ہوتا ہے اور جہاں تک قافلے کی روانگی کا تعلق ہے تو اس کے لئے ٹھیک ہے کہ وہ ساری رات سفر کر کے جس پڑاؤ پر پہنچا۔ ساری رات بے سکون رہا' جب وہ قافلہ پڑاؤ پر اترا تو آرام کرنے والا پہلے ہی سے وہاں پر موجود تھا۔

اہل معرفت کی ہمت اور رفعت: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے بایزید! پروردگار عالم نے مجھے اس مرتبہ سے نوازا ہوا ہے کہ جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا خصوصی فضل و کرم نازل کیا ہوا ہے۔ اس شخص کی بات سن کر حضرت بایزید بسطامی

رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسے کون سے مرتبہ و مقام نواز رکھا ہے کہ جس کا تو اظہار کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ عرش کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر شے کو میرے لئے مسخر کر رکھا ہے۔ آپ نے ف اے ناسمجھ اور غافل انسان! تو کس خیال میں کھویا ہوا ہے۔ تو نے یہ جو مقام و اور حالت بیان کی ہے یہ تو اہل معرفت کیلئے سب سے معمولی کام ہے۔ اہل معر کیلئے اس مرتبہ و مقام کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ پروردگار کے خزانے تو بہت اور بے حد و حساب ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو ملنے والی تمام نعمتیں اور درجات اپنی مخلوق کو بھی دے دے تو پھر بھی اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی اور ا بات یاد رکھو کہ معرفت والوں کا درجہ و مقام کچھ اور ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک جو تجھے حاصل ہے ان سے فیض یاب ہونے والا شخص تو نہایت کمتر درجہ اور ناقص م پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ا خوش فہمی میں رہنے والے ناسمجھ انسان! براہ کرم یہاں سے اب تشریف لے جائ جس ادنیٰ درجے کو آپ بہت کچھ سمجھ رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اہل معرفت کی ہمتوں اور رفعتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔

قرب اور معرفت: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مصاحب خاص بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے مدینہ طیبہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے گرد لوگ جمع تھے اور وہ شخص بالکل خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے۔ جب ا شخص نے لوگوں کی خواہش اور امیدوں کا خیال کیا اور اسے اس بات کا احساس ہ کہ لوگ اس سے کیا توقعات رکھے ہوئے ہیں۔ تو وہ زاروقطار رونا شروع ہو گیا لوگوں نے اس شخص کو اپنے اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیلئے درخواست کی اس بزرگ شخص کو دیکھ کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں پر رک گئے چند لمحے سکوت کے بعد وہ بزرگ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق اور بندے۔ اگر اپنے رب تعالیٰ کو جان لیتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بندے معرفت

الٰہی حاصل کر لیتے تو وہ خود اس قدر غنی ہو جاتے کہ ان کو کسی سہارے ضرورت کی حاجت ہی نہ رہتی اور ان بندوں کو میرے پاس آ کر کھڑے ہونے کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔

اس کے بعد وہ بزرگ بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کیلئے گویا ہوئے کہ اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں میں الجھا کر نہ رکھ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ تیرے اور میرے مابین حجاب بن جائیں اور میں تیری قربت سے محروم ہو جاؤں۔ یا اس طرح سے دعا کی کہ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں کہیں حجابات میں نہ آ جاؤں اور اے میرے مالک! مجھے ان لوگوں کیلئے حجاب بنا دے تا کہ میں تیری معرفت سے بیگانہ نہ ہو سکوں۔

کسی نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے کوئی ایسا طریقہ بتا سکتے ہیں کہ جس سے میری عبادت کو دوام حاصل ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پروردگار کا قرب اور معرفت ہی سب سے افضل اور احسن ہے۔ پھر جب بندہ معرفت کی اس منزل کو پا کر اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو جان اور پہچان لیتا ہے تو پھر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک ایسے مقام پر رہائی حاصل کر چکا ہے کہ جہاں پر اسے دوسری کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ یہ مرتبہ و مقام عارف کا حق ہے اور عارف یہ بات بھی جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی سب کچھ ہے اور وہی ہر چیز پر غالب اور محیط ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیر اللہ پر ارادہ نہیں ہوتا۔ وہ عارف اپنے تمام اشغال کو ترک کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اپنا ارادہ اور ہر عمل کر لیتا ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر شے کو اس عارف کے خیال اور ارادے کے تابع کر دیتا ہے اور پھر جب عارف جس بھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پروردگار اس ارادے کو بھی پورا فرما دیتا ہے۔ عارف اس مرتبہ اور درجے پر اس حقیقت کی معرفت حاصل کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے' اسے ہر طرف اللہ ہی اللہ دکھائی دیتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مصاحب خاص بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ پر ایک ایسی حالت اور کیفیت طاری ہوگئی کہ آپ نے بہت بلند آواز میں چیخنا شروع کر دیا۔ آپ کی یہ چیخیں اس قدر پرہیبت اور شدید تھیں کہ میں سن کر خوفزدہ ہوگیا اور میرے دل پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میرا دل پھٹ نہ جائے۔ کئی دنوں تک میں نے اپنی یہ حالت آپ سے چھپائے رکھی۔ لیکن ایک دن جب مجھ سے برداشت نہ ہوسکا تو میں نے آپ سے کہہ ہی دیا کہ حضور! پچھلے کئی دنوں سے میری عجیب حالت ہورہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا دل پھٹ نہ جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ دریافت فرمائی تو میں نے عرض کی کہ آپ کی زبردست چیخ سن کر میرا یہ حال ہورہا ہے کہ میرا دل دہل کر رہ گیا ہے۔ آپ اپنی اس حالت کے بارے میں بیان فرمائیں کہ آپ پر اس وقت کون سی کیفیت طاری تھی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصاحب خاص کو اس قدر خوفزدہ دیکھا تو فرمایا کہ یہ چیخ بلاوجہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا عارف صرف اس وقت شدید چیخ مارتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے مابین حائل حجاب کو دور فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عارف کے قلب سے جو شدید اور بلند چیخ نکلتی ہے۔ وہ حجاب کے پردے پر بجلی بن کر گرتی ہے جس سے حجاب خاکستر ہو جاتا ہے اور پھر اس سے بڑا اور کون سا مرتبہ و مقام عارف کیلئے ہوگا۔ کہ اس کے تمام حجاب ختم ہو جائیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے فیض یاب ہو جائے۔

اخلاص کی باتیں: ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجاہدے کے بارے میں بات کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے سو برس کی گوشہ نشینی کے بعد بھی خود کو غار میں رہنے والی عورت کی مانند پایا اور پھر جب میں نے دنیا ترک کردی تو میں نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے اور جب تک تو میرا ہے سب کچھ میرا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میرا صدق ملاحظہ فرمالیا تو میرے نفس کے نقائص و عیوب بھی رفع فرما دیئے اور مخلوق نے جتنا

مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا ہے۔ میں نے تنہا یاد کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یاد کیا اور مجھے اپنی معرفت سے ایک نئی زندگی عطا فرمائی۔

جسے اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی خلعت سے نوازتا ہے۔ وہ اس خلعت پر فریفتہ ہو جاتا ہے مگر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں مانگا۔ مجھے جب کبھی یہ خیال آتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں تو غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کو دوست نہیں رکھتا بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ میں نے ایسی ہستی سے علم حاصل کیا ہے کہ جسے موت ہی نہیں ہے۔ جب میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی طرف، راغب کرنا چاہا تو وہ راغب نہ ہوا۔ چنانچہ میں نے اس کو بھی چھوڑ دیا اور ر اللہ تعالیٰ اُسکے حضور میں پہنچ گیا۔ پھر جب مجھے فلک کی سیر کرائی گئی اور عالم ملکوت میرے مشاہدے میں آ گیا تو وہاں سے مجھے رضا ومحبت حاصل ہوگئی۔ یہ مرتبہ ومقام اس لئے مجھے حاصل ہوا کہ میں نے اپنے جس عضو کو اللہ تعالیٰ کی طرف راغب نہ پایا اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور دوسرے عضو سے کام نکال لیا۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان کے بعد میں نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کو کافی سمجھ لیا۔ ایک مدت سے نماز کے دوران مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میرا قلب مشرک ہے اور اپنے زنار کی حاجت ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید سے زیادہ کا طلب گار ہوں۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ یا اللہ! میں تیری توحید سے بڑھ کر اور کچھ نہیں چاہتا۔ غیب سے ندا آئی کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی' جو میرے لائق ہو۔ ندا آئی' خود کو چھوڑ کر آ جاؤ۔

جو لوگ مجھے اپنے جیسا سمجھتے ہیں اگر وہ عالم غیب میں میرے اوصاف کو دیکھ لیں تو مر جائیں اس لئے کہ میں تو ایک ایسے سمندر کی مانند ہوں۔ جس کی گہرائی کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے۔ اگر قیامت کے دن مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا تو میں اس سوال کو بہتر خیال کرتا ہوں کہ مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ تو نے فلاں کام نہ کیا۔ اگر اپنی پوری زندگی میں مجھ سے ایک بھی نیکی کا کام ہو جاتا تو

میں خوفزدہ نہ رہتا۔ مجھ سے تو عورتیں افضل ہیں کہ وہ ماہواری کے بعد غسل کر کے پاک وصاف ہوجاتی ہیں مگر میری ساری عمر غسل کرتے گزر گئی اور مجھے پاکی حاصل نہ ہوسکی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یااللہ! میری طرف نظر کرم فرما۔ آپ نے دیوانے کی یہ بات سنی تو اس سے دریافت فرمایا کہ ایسے کون سے اچھے اعمال تم نے کیے ہیں جو وہ تجھ پر نظر کرم کرے۔ دیوانے نے جوابدیا کہ جب وہ اپنی نگاہ کرم مجھ پر ڈال دے گا تو میرے اعمال بھی خودبخود نیک اور اچھے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ''تو سچا ہے۔''

کسی نے آپ سے کہا کہ اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے خلوص دل کے ساتھ میری طرف توجہ فرمائیں تو میں کچھ بات کروں؟ ارشاد فرمایا میں تیس برس سے اپنے پروردگار سے خلوص دل کا طلب گار ہوں مگر آج تک کامیاب نہ ہوسکا۔ اس لئے جب میرا دل ہی اخلاص وصفا سے خالی ہے تو پھر میں کس طرح تمہاری طرف توجہ کر سکتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا' کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ روشن چاند کی طرح منور ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک ایسی راہ ہے کہ کئی سالوں سے سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تلاش کر رہا ہوں لیکن نہیں ملتا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا زہدوتقویٰ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ سماعت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''وہ لوگ بھی تم ہی لوگوں میں سے ہیں کہ اپنے ارادوں میں صرف دنیا ہی کو (مدنظر) رکھتے ہیں اور پھر اس طرح کے لوگ بھی ہیں کہ جو صرف آخرت اور عقبیٰ کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کو سن کر رونے لگے اور پھر جب طبیعت کچھ سنبھلی تو ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے ایک شکوہ ہے۔ ایک شکایت ہے کہ اے لوگو! تم نے فقط دنیا اور عقبیٰ ہی کو مانگ کر صرف اسی پر ہی قناعت کر لی ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو صرف اور

ب اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر کے پروردگار ہی کو سونپ دیتے تو پروردگار تمہیں بے
بے حساب عطا فرماتا۔ اللہ تعالیٰ بندے کے قریب تر ہو جاتا' اللہ تعالےٰ تمہاری
ت' تمہاری بصارت اور تمہارے افعال و اعمال کی حرکات و سکنات بن جاتا اور
تعالیٰ ہی تمہارے لئے ہر معاملے میں کافی ہو جاتا۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن ایک جنگل میں تھا کہ مجھ پر محبت کی
ں برسنا شروع ہوئی اور ساری زمین برف کی مانند یخ ہو گئی۔ میں گردن تک اس
ڈوب گیا۔ میں نے نماز کے ذریعے سے ثابت قدمی اور روزے کے ذریعے
ئے بھوکا رہنے کے اور کچھ حاصل نہ کیا اور مجھے جو کچھ بھی حاصل ہوا۔ وہ سب اللہ
ٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا اور اپنی کوشش سے مجھے کچھ بھی نہ ملا۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہوئے
ام نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا روزی کمانے کا ذریعہ کیا ہے؟ امام کی بات سن
آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں پہلے اپنی نماز کا اعادہ کرلوں۔ اس کے بعد تیرے
ل کا جواب دوں گا۔ امام نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ نماز دوبارہ کیوں پڑھ
ہے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو رزق پہنچانے والے کو ہی نہیں جانتا اس کی
ت میں نماز ادا کرنا ٹھیک نہیں۔

ایک مرتبہ آپ راستے میں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا ایک عقیدت مند
ں آپ کے عقب میں ہو گیا۔ آپ کے پاؤں کے نقش پر قدم رکھ کر چلنے لگا اور
ہنے لگا کہ اس کو کہتے ہیں مرشد کے نقش قدم پر چلنا۔ اس کے بعد وہ مرید آپ سے
ض پرداز ہوا کہ حضور! آپ اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمائیں گے تاکہ میں
ی برکت حاصل کرسکوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' اس وقت تک میری کھال بھی
ہرے لئے فائدہ نہیں جب تک کہ تیرا عمل میرے جیسا نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نماز جمعہ کی ادائیگی کی
رض سے مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ اس وقت

خطیب بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا مانگ رہا تھا کہ اے میرے مالک اور رب م
مدد فرما۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خطیب کی دعا کے یہ الفاظ
تو خطیب پر اپنی خصوصی نگاہ ڈال کر توجہ فرمائی تو خطیب کی زبان پر یہ آیت کر
آ گئی جس کا ترجمہ یہ ہے ''اور جو اللہ تعالیٰ کی عظمت' شان اور قدر تھی لوگوں نے
کو پہچانا ہی نہیں ہے۔'' خطیب نے جب یہ آیت مبارکہ تلاوت کی تو اسے س
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کے جلال کی اس قدر ہیبت طا
ہوئی کہ آپ خوف الٰہی سے زاروقطار رونا شروع ہو گئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم بیان فرماتے ہیں کہ ا
مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے م
ابراہیم پر تشریف لے گئے اور اس مقام پر کھڑے ہو کر آپ نے بارگاہ الٰہی میں
مانگی' اے میرے مالک' اے میرے پروردگار! تو ہی میرا حقیقی پروردگار ہے' تیر
بے شمار بندے ایسے ہیں جو حجابات میں گرفتار ہیں مگر اے میرے پرودگار! تو ا
خاص بندوں کے حجابات دور فرما دیتا ہے۔ اے اللہ! تو اپنے بندوں کے حجابات د
فرما دے۔

غیب سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ندا سنائی دی کہ اے بایز
رحمۃ اللہ علیہ! تیرے رب کا کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں او
اپنے مابین کوئی حجاب حائل نہیں رکھتا بلکہ تیرا پروردگار بندے اور اپنے درمیان کو
حجاب پسند ہی نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بہت روئے او
عرض کی' اے باری تعالیٰ! میرے جسمانی اعضاء کو مجھ سے حجاب نہیں ہے۔ اے اللہ
تو میرے تمام حجاب دور فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی آپ اس قدر روئے کہ قلب
پر رقت طاری ہو گئی۔

اسمِ اعظم

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو

اور کہنے لگا کہ حضور! مجھے کہیں سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ کے پاس اسم اعظم ہے۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ وہ اسم اعظم مجھے بھی سکھا دیں کیوں کہ میں اسم اعظم سے بڑی محبت کرتا ہوں اور مجھے اس کے بارے میں بہت اشتیاق ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمہ وقت اسم اعظم کا ورد کرتا رہوں۔ اس شخص کے اشتیاق و اصرار جو دیکھ کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے تمام اسماء حسنیٰ اسمائے اعظم ہیں اور ان اسماء حسنیٰ میں کوئی تقسیم، حد بندی یا تخصیص نہیں ہے۔ تمام اسماء حسنیٰ مقدس و محترم ہیں، ان میں سے کوئی بھی ادنیٰ یا چھوٹا یا کم تر نہیں ہے۔ ان میں سے عظیم اور اعظم کا بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ اصل بات اس اسمائے حسنیٰ میں نہیں بلکہ وہ بندے کے دل کی ہے اور دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ بندہ کس قدر زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔ کس قدر والہانہ لگاؤ ان اسماء مبارکہ سے رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا بندہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں شریک نہ ٹھہرائے تو اسے وصل باری تعالیٰ کی لذت حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح وہ معرفت حق سے بھی آگاہی حاصل کر سکتا ہے اور بندہ اس مقام پر اپنی ہمت اور پرواز کے باعث طویل اڑان کر سکتا ہے۔ وہ مشرق و مغرب میں جہاں تک چاہے چند لمحوں میں ہی پرواز کر سکتا ہے۔ اس میں متعدد خدائی اوصاف بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مردوں کو زندہ کرنا اور زندوں پر موت طاری کرنا اس کیلئے معمولی کام بن جاتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قدر حسن بیان کلام کو سن کر اسم اعظم کی طلب و خواہش رکھنے والا شخص عش عش کر اٹھا اور کہنے لگا۔ سبحان اللہ! اس صورت میں تو واقعی ہمت رکھنے والوں کیلئے اسم اعظم کا حصول کوئی مشکل اور ناممکن کام نہیں ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک بلند حوصلہ اور ہمت والوں کیلئے اسم اعظم حاصل کرنا کوئی دشوار اور بڑا کام نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے سوا باقی تمام جہان اور عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طلب ہی سب سے اعظم ہے۔ پس اس طلب کے بلند ہمت اور بلند حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلند ہمت لوگ تو اپنے پروردگار

سے جو کہہ دیتے ہیں، پروردگار وہی کر دیتا ہے یہاں تک کہ عرش عظیم کے نیچے سے لے کر تمام کائنات ان کے زیر نگیں ہو جاتی ہے۔

اس شخص نے پوچھا کہ اس قدر عالی ہمت لوگ کون ہوتے ہیں؟ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو لوگ باری تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ مرتبہ ومقام ان ہی لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے۔

فضیلت وعظمت کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک تنگ گلی میں سے ہوا۔ اچانک سامنے سے ایک کتا آ گیا۔ کتے کو دیکھ کر آپ نے راستہ چھوڑ دیا۔ آپ کی تقلید کرتے ہوئے آپ کے ہمراہی مریدوں نے بھی کتے کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور وہ کتا اس گلی میں سے گزر گیا۔ آپ کے ایک مرید نے آپ سے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو پھر کتے کیلئے آپ نے راستہ کیوں چھوڑ دیا۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتا ہم سے برتر ہے اور یہ بات عقل اور شرع کے منافی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کتے نے زبان حال سے مجھ سے پوچھا تھا کہ ازل میں مجھے کتا اور آپ کو سلطان العارفین کیوں بنایا گیا اور اس میں میرا کیا قصور تھا۔ آپ کو کیا فضیلت حاصل تھی۔ چنانچہ کتے کی اس بات پر میں نے اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کس قدر فضل وکرم فرمایا ہے کہ مجھے اس نے کتے پر فضیلت عطا فرمائی اس لئے میں نے کتے کیلئے راستہ چھوڑ دیا۔

ایک مرتبہ چند لوگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ مراقبہ کی حالت میں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے مراقبہ سے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ میں نے بڑی کوشش کی کہ تمہیں دینے کیلئے کوئی چیز مل جائے مگر مل نہ سکی۔

خواب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بزرگوں کی ایک جماعت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے کہا کہ آپ ہمیں اپنا کوئی خواب سنائیں اور اپنے کلام سے بھی مستفید فرمائیں۔ اس پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رحمت سے آسمانوں پر بلایا۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہر آسمان پر مجھ سے ملتی رہی اور پھر ملائکہ کی وہی جماعت میرے ساتھ ہو جاتی۔ پھر ملائکہ کی ہر جماعت مجھ سے یہی سوال کرتی کہ اے بایزید رحمۃ اللہ علیہ! آپ کس وقت تک اور کتنے عرصے تک اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہیں گے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ذکر آپ کی موت تک جاری رہے گا۔

ملائکہ کے اس ایک ہی سوال کے بار بار دہرانے پر میں نے کہا کہ میرا قلب ہر گز یہ گوارا نہیں کرتا کہ میں ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے پروردگار کے ذکر سے غافل رہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا ذکر محو کرنے سے پروردگار عالم سے حیا آتی ہے اور میرے یہ بھی بس میں نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبدیت میں کھو جاؤں۔ اپنی عبدیت کیلئے اپنے پروردگار سے کچھ مانگوں۔ مجھ سے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے پروردگار کا ذکر کسی حدو شمار کے مطابق کروں۔ میں اپنے پروردگار کے ذکر کیلئے کسی طرح کی گنتی کا معیار بھی ٹھہرانا ادب کے خلاف سمجھتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے کہ ''اپنے اللہ کا شکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔''

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ باتیں سن کر ملائکہ رونے لگے اور پوچھا ''اے بایزید رحمۃ اللہ علیہ! یہ بتایئے کہ اس قدر زیادہ اور کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والی زبان آپ کو کیسے اور کس وقت عطا ہوئی؟ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس وقت لوگ اپنے پروردگار سے اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی کے بارے میں دعائیں مانگ رہے تھے اور بہشت کی طلب کی خواہش کر رہے تھے۔ جہنم

سے خوف کھانے والے جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہے تھے اور جنت کے طلب گار جنت کے حصول کی دعا مانگ رہے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب کہ عادل حقیقی فرما رہا تھا تو ایسے ہی وقت میں' میں بھی اپنے مالک حقیقی کے سامنے عجز وانکساری کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرنے کی بجائے امری اور ابدی طریق پر اللہ' اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اس وقت میں دنیا وآخرت سے بالکل بے نیاز تھا اور اسی وقت مجھے اللہ تعالیٰ کا ذکر عطا کرنے والی زبان عطا ہوئی تھی۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو اس وقت بخشی تھی اور میرے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی کافی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سماعت فرمانے کے بعد بزرگوں کی اس جماعت نے مزید اصرار کیا کہ آپ اس بارے میں مزید کچھ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بڑی شفقت کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں کہ "اے میرے بندے! تو آج جو مجھ سے چاہتا ہے مجھ سے مانگ لے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا' اے میرے پروردگار! تو رحم اور کرم کرنے والا ہے' مجھ پر اپنا فضل وکرم فرما۔ تیرے سوا مجھے اور کچھ نہیں چاہئے' میری یہی خواہش ہے اور یہی میری ہمت اور طلب ہے۔ اس کے بعد میرے سامنے ایک بہت بڑا دستر خوان بچھایا گیا اور اس پر انواع واقسام کی نعمتیں چن دی گئیں۔ اس کے بعد ایک فرشتہ میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے مجھے کھانے کی دعوت دی لیکن میں نے کھانے پینے کی کسی بھی چیز کی طرف نگاہ نہ کی۔ اپنے پروردگار کی طرف سے اپنی نگاہیں نہ ہٹائیں اس لئے کہ یہ کھانے اللہ تعالیٰ کی جلالت کے سامنے ہیچ تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے پروردگار سے عرض کی کہ اے باری تعالیٰ! اے پاک ومنزہ ذات! یہ کھانے پینے کی نعمتیں اور عظیم الشان دستر خوان میرا مطلوب ومقصود نہیں ہے۔ میری منشا صرف اور صرف میرا اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اسی کا طلب گار ہوں' اے اللہ! تیرا ایک طلب گار تیری بارگاہ میں

حاضر ہے تیرے باقی بندوں نے اپنی اپنی مرادیں حاصل کرلی ہیں۔ اے اللہ! تو نے ان لوگوں کو انہی کی طلب کے مطابق عطا فرما دیا ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھ پر یہ تیرا فضل اور احسان ہوگا کہ تو میرے حجابات دور فرما کر اپنا قرب اور معرفت حق عطا فرما۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے چند لمحے سکوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر میرا امتحان لیا اور یہ امتحان وہی انواع واقسام کے کھانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سجایا ہوا دسترس خوان تھا۔ یہ آزمائش اس قدر سخت اور شدید تھی کہ اس کو آسمان اور زمین بھی برداشت نہ کرسکتے مگر میرے پروردگار نے مجھے ثابت قدمی اور بلند ہمت رکھا۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خاموشی اختیار کرلی تو ایک بزرگ نے آپ سے کسی مکاشفہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے عالم رویاء میں آدم علیہ السلام کی پوری اولاد کو دیکھا ہے اور میں نے یہ بات محسوس کی ہے کہ ان میں سے بہت ہی کم لوگ اہل ہمت ہیں۔ مگر میں نے اس حقیقت کو جاننے کے بعد اس بات کا عہد کرلیا کہ میں اپنے اور پروردگار کے مابین کبھی کسی حاجت کو حائل نہیں ہونے دوں گا اور اپنی کوئی حاجت بیان نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ میرے لئے میرا اللہ ہی کافی ہے اور وہی میرا سب کچھ ہے۔

حکمت آمیز رقعہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عقیدت مند حج کے سفر پر جانے سے پہلے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا تاکہ آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کس کے مرید ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے مرشد کے اعمال واقوال کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے مرشد کا عمل تو یہ ہے کہ وہ مخلوق سے بے نیاز ہوکر اللہ تعالیٰ پر توکل کئے ہوئے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ اگر بارش کے نہ برسنے کے غلہ پیدا نہ ہو

اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میری عیال میں داخل ہو تو میں پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ وہ تو بہت بڑا مشرک ہے اور اگر میں پرندہ بن جاؤں تو پھر بھی اس کے شہر کی طرف نہ جاؤں اس لئے تم میرا یہ پیغام اسے پہنچا دو کہ تم فقط دو روٹیوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کو آزماتے ہو اور جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھا لینا توکل کی رسوائی نہ کرنا۔ کیوں کہ مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر ہی نہ تباہ ہو جائے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے جب اپنے مرشد کے بارے میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سنی تو اسی وقت حج کے سفر کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام لے کر اپنے مرشد کی خدمت میں پہنچا اور مرشد کو پیغام دیا۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس پیغام کا بنظر غائر جائزہ لیا تو ان کو محسوس ہوا کہ واقعی وہ عیب ان کے اندر موجود ہے مگر انہوں نے اپنے مرید سے دریافت کیا کہ تم نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر یہ عیب مجھ میں موجود ہے تو پھر آپ کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ اس پر وہ مرید صادق اپنے مرشد کی بات سن کر دوبارہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات کی تھی' اس کو دہرایا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ اس کی دوسری خطا ہے مگر جو جواب میں دوں گا' وہ تیری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ چنانچہ ایک کاغذ پر آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا ''بایزید کچھ بھی نہیں'' یہ کاغذ تہہ کر کے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حوالے کر دیا یعنی اس تحریر کا مطلب یہ تھا کہ بایزید تو کچھ بھی نہیں ہے تو پھر اس میں خوبیاں کیا ہو سکتی ہیں اس لئے اس کا مقام و مرتبہ پوچھنا فضول ہے۔ وہ مرید جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا رقعہ لے کر پہنچا تو حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بالکل قریب المرگ تھے۔ چنانچہ جیسے ہی اس کاغذ کو پڑھا تو ساتھ ہی کلمہ شہادت پڑھ کر رحلت فرما گئے۔

شجرِ طوبیٰ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک خط لکھا کہ میں آپ کو ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں مگر یہ راز کی بات میں اس وقت بتاؤں گا۔ جب ہم دونوں شجر طوبیٰ کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد کے ہاتھ ایک عدد روٹی بھی بھیجی اور قاصد سے کہا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیغام دینا کہ اس روٹی کو تناول فرمالیں۔ اس کو آب زمزم سے گوندھ کر تیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ جب قاصد آپ کے ہاں پہنچا تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے وہاں بہشت اور طوبیٰ دونوں موجود ہوتے ہیں اور میں یہ روٹی اس لئے واپس کر رہا ہوں کہ اسے آب زمزم سے گوندھنے کی فضیلت تو اپنی جگہ پر قائم ہے۔ مگر یہ بات کس کو معلوم ہے کہ جو بیج بویا گیا تھا وہ حلال کمائی کا تھا یا حرام کمائی کا۔ اس لئے مجھے اس رزق کے حلال ہونے میں شک ہے۔

جب یہ پیغام حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کو ملا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی جائے۔ چنانچہ اس نیت سے نماز ادا کرنے کے بعد بسطام پہنچے مگر اس خیال سے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو کسی اور جگہ پر مقیم ہوگئے۔ پھر صبح کے وقت آپ کے ہاں حاضری کیلئے آئے تو پتہ چلا کہ آپ قبرستان میں گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ قبرستان کی طرف گئے، دیکھا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں مشغول ہیں۔ جب خوب اچھی طرح دن نکل آیا تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں تجھ سے اس مقام کے بارے میں کچھ پوچھوں؟ تھوڑی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلام کیا اور آپ سے اس معاملے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مدارج عطا کرنا چاہے مگر وہ تمام حجاب

کے تھے۔ اس لئے میں نے قبول نہ کئے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے معرفت کیوں نہیں مانگی؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں اس چیز سے آگاہ ہو جاؤں جس کے لئے میری یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی واقف نہ ہو اور پھر تم خود ہی اس بات پر غور کرو کہ جہاں پر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وجود ہو۔ وہاں پر مجھ جیسے گناہ گار کا گزر کیسے ہو سکتا ہے؟ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا ومنشا ہے کہ اس کے علاوہ معرفت کو کوئی اور نہ جان سکے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو مراتب آج کی رات آپ کو عطا ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ فیض مجھے بھی عطا فرمایئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تجھے آدم علیہ السلام کی صفات' ابراہیم علیہ السلام کی خلعت' موسیٰ علیہ السلام کا شوق' عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزگی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب کچھ ہی عطا کر دیئے جائیں تو پھر بھی خوش نہ ہونا اس لئے کہ یہ تمام حجابات ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا تاکہ تجھے سب کچھ حاصل ہو جائے۔

اچھی عادت اختیار کرنے کی نصیحت: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عقیدت مند جب سفر پر جانے لگا تو جانے سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے نصیحت کا طلب گار ہوا۔ آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا اور جب کوئی تمہیں کچھ دے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور پھر دینے والے کا شکریہ ادا کرنا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے۔ جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو عجز وانکساری سے کام لینا اس لئے کہ صبر کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

ہمسایہ سے حسن سلوک: آپ کے ہمسائے میں ایک یہودی کا گھر تھا۔ اپنے کسی

ام کی غرض سے وہ یہودی سفر پر چلا گیا۔ اس کی غیر موجودگی میں غربت کے باعث
س کی بیوی کے پاس دیا جلانے کے لئے تیل تک موجود نہ تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے
س کا بچہ ساری رات روتا رہتا۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز
ات کے وقت اس کے گھر چراغ جلا کر رکھ آتے تھے۔ پھر جب وہ یہودی سفر کے
عد اپنے گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ اس کے گوش گزار کیا جسے سن کر
یہودی بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ہمارے لئے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس
قدر عظیم المرتبت بزرگ ہمارے ہمسائے میں رہتے ہیں۔ ہم اپنی زندگی گمراہی کے
ندھیرے میں بسر کردیں۔ اسی وقت اپنے بیوی بچوں کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت
یں حاضر ہوا اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے دونوں میاں بیوی مسلمان
ہو گئے۔

ہر پریشانی کا حل خدا سے طلب کیا: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اس درجہ
پنے حال میں محو رہا کرتے تھے کہ اگر کبھی کوئی پریشانی آپ کی راہ میں حائل ہو جاتی
تو بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے کہ یااللہ! روٹی عطا کردی ہے تو سالن بھی عطا فرما دے
تا کہ میں ٹھیک طرح سے کھا سکوں یعنی پریشانی بھی تو نے عطا فرمائی ہے اور صبر بھی تو
ہی عطا فرمانے والا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن مجھے یہ خیال آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے
بیویوں کے خرچ کی پریشانیوں سے بچا رکھے مگر اس کے ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی
آ گیا کہ یہ تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے
آتے ہی میں نے دعا نہیں مانگی اور اس ذمہ داری کو اپنے لئے قائم رہنے دیا اور پھر
پروردگار نے مجھے اس قدر آسانی عطا فرما دی کہ میری نظر میں عورت اور دیوار میں
کوئی فرق نہ رہا۔

برائی کی اصلاح: ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں سے
تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا۔ جب آپ اس کے

قریب سے گزرے تو آپ نے بلند آواز سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا۔ یہ سن کر اس نوجوان کو بہت غصہ آیا اور اس نے اس زور سے آپ کے سر پر بربط مارا کہ جس سے بربط ٹوٹ گیا اور آپ کے سر پر بھی چوٹ آئی۔

آپ خاموشی سے وہاں سے چل دیئے اور اپنی جائے مقام پر آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے ایک طباق میں حلوہ ڈال کر ساتھ ہی بربط کی قیمت اس جوان کے پاس بھیج دی اور خادم کی زبانی یہ کہلا بھیجا کہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ تم سے معذرت چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ کل تم نے میرے سر پر بربط توڑ دیا تھا' اس کی قیمت قبول کرلو اور دوسرا خرید لینا۔ اس حلوے کو کھالو تاکہ بربط کے ٹوٹنے کا غصہ اور تلخی تمہارے دل سے جاتی رہے۔ خادم نے اس جوان کو جب یہ بات سنائی تو وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اس نے اپنے فعل پر ندامت محسوس کی اور اسی وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر برے کاموں سے توبہ کی اور نیکی کی راہ اختیار کرنے کا عہد کیا۔ وہ بہت دیر تک اپنے گناہوں پر نادم ہوکر روتا رہا۔ اس کی موافقت میں اس کے چند دوست بھی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر گناہوں سے تائب ہوئے۔

قلبی کیفیت کے اظہار کا واقعہ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوسعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ اس نیت سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ کا امتحان لیا جائے کہ آپ کس مقام و مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے آتے ہی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے نور باطن سے ان کی نیت کا احوال معلوم کرلیا اور سمجھ گئے کہ یہ کس نیت سے آئے ہیں۔ چنانچہ ان سے فرمایا' تم ابوسعید راعی کے پاس چلے جاؤ۔ وہ میرا مرید صادق ہے۔ میں نے اپنی تمام ولایت اس کے سپرد کر دی ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید میخورانی وہاں سے چلے اور حضرت ابوسعید راعی رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر پہنچے۔ دیکھا کہ وہ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ چنانچہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ جب عبادت سے فارغ ہوں گے تو پھر بات کروں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ عبادت الٰہی سے فارغ ہوگئے اور شیخ

ابو سعید میخورانی سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ تازہ انگور چاہئیں۔ یہ بات سن کر حضرت ابو سعید راعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھڑی پکڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیئے۔ ایک ٹکڑا اپنے قریب زمین میں دبا دیا اور دوسرا ٹکڑا شیخ ابو سعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب زمین میں دفن کر دیا۔

چند ہی لمحوں کے بعد دونوں جگہوں سے انگور کے سرسبز درخت نمودار ہونا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان درختوں پر انگور بھی لگ گئے۔ حضرت ابو سعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب نمودار ہونے والے درخت پر سیاہ انگور لگ گئے جب کہ جو درخت حضرت ابو سعید راعی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب نمودار ہوا۔ اس پر بہت عمدہ قسم کے سفید انگور تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو سعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے میری طرف لگنے والے انگوروں کی رنگ سیاہ ہے جب کہ آپ کی طرف لگنے والے انگوروں کا رنگ سفید ہے۔ حضرت ابو سعید راعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے تو صدق ویقین کا درجہ حاصل ہے اور تمہیں صرف امتحان کرنا مقصود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں درختوں سے دونوں کی قلبی کیفیت کو ظاہر فرما دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ابو سعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کمبل عنایت کیا اور ساتھ ہی اس بات کی تاکید بھی کی کہ اس کمبل کو حفاظت سے رکھنا اور کہیں گم نہ کر دینا۔

حضرت شیخ ابو سعید میخورانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے وہ کمبل لے لیا اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ انہوں نے کمبل کو بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھا کہ کہیں گم نہ ہو جائے لیکن اس قدر احتیاط کے باوجود بھی کمبل عرفات میں گم ہو گیا۔ اس کے بعد جب وہ واپس بسطام آئے یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ وہی کمبل حضرت ابو سعید راعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود ہے۔

آپ مقبول بارگاہ تھے: ایک مرتبہ مشہور ولی اللہ حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

اپنے مریدوں کے ہمراہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے۔ ان کے مریدوں میں سے ایک مرید تو بہت ہی صاحب کرامت تھا۔ اسے بارگاہ الٰہی میں بلند مرتبہ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا مقبول اور مستجاب الدعوات بندہ تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ یہ ہوا میں اڑ سکتا تھا اور پانی پر چل سکتا تھا۔ زائرین کی یہ جماعت جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچی تو حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ جو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کی طاقت رکھتا ہے صرف وہی میرے ہمراہ اندر آئے اور باقی تمام لوگ اسی جگہ پر ٹھہر جائیں۔

مرشد کی یہ بات سن کر کسی نے بھی وہاں پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سبھی نے اپنے اس اشتیاق کا اظہار کیا کہ وہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مریدین کے اس ذوق وشوق اور اشتیاق کو دیکھتے ہوئے حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ تمام مریدین کے ہمراہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے دروازے پر پہنچے اور جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے۔ پھر جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو آپ نے پوچھا۔ ''اے احمد! تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو صاحب فضل و کمال اور بلند درجہ رکھتا ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے' اس کو بھی اندر بلا لو۔''

چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر اس مرید کو بھی اندر بلا لیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر وسیاحت میں مشغول رہیں گے۔ انہوں نے کہا جب پانی ایک ہی جگہ پر ٹھہر جائے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی رنگت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے جس میں نہ تو کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی اس کی رنگت تبدیل ہو۔ اس کے بعد دونوں بزرگوں کے مابین معرفت کے اسرار ورموز کے بارے میں گفت وشنید ہوتی رہی۔

دونوں نے راز و نیاز کی باتیں کیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ گراں بہا موتی لٹاتے رہے اور سب سننے والے سنتے رہے۔ حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی۔ حضور! آپ کا کلام میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اپنی باتوں کی ذرا وضاحت فرما دیں تاکہ میری سمجھ میں آ سکیں۔

یہ بات سن کر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عام فہم زبان میں گفتگو فرماتے رہے تاکہ ان کی سمجھ میں باتیں آ جائیں۔ پھر جب آپ نے خاموشی اختیار فرمائی تو حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ میں نے آپ کے گھر کے سامنے ابلیس کو پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' میں نے ابلیس سے اس بات کا وعدہ لیا تھا کہ وہ کبھی بسطام میں داخل نہ ہوگا۔ اس نے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی اور ایک شخص کو دھوکہ دینے کی غرض سے بسطام میں داخل ہو گیا اور میں نے اسی وعدہ کی خلاف ورزی پر اسے پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔

اسرار و رموز: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے مختلف اوقات میں مختلف سوالات کیئے جن کے آپ نے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے اور اسرار و رموز کے حیران کن نقطے بیان فرمائے جو آپ ہی کے ارشادات کا کمال ہے۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ آپ نے فرمایا صرف چار برس۔ اس لئے کہ میں صرف چار برسوں سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اس سے پہلے کہ ستر برس کی محض قیل وقال میں گزر گئے جن کو میں عمر میں شمار نہیں کرتا۔

پوچھا گیا کہ کس طرح کے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہیئے۔ ارشاد فرمایا' جو تمہاری عیادت کیلیۓ آئے جو تمہاری خطاؤں کو معاف کرتا رہے اور تم سے کبھی بھی حق بات پوشیدہ نہ رکھے۔ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دور کون ہے اور اللہ تعالیٰ سے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو غرور و تکبر کے باعث اشاروں کنایوں میں باتیں کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی طرف سے دی گئی

تکالیف کو برداشت کرتا ہے اور اس کے باوجود مخلوق کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ سے بہت نزدیک ہے۔

پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ ارشاد فرمایا' دنیا کی طرف نہ تو نظر اٹھا کر دیکھو اور نہ ہی اس کی باتیں سنو اور خود بھی دنیا والوں سے بات کرنا چھوڑ دو۔ پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعریف کیا ہے؟ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' دنیا کو ترک کر دو تاکہ ان دونوں چیزوں کا قصد ہی باقی نہ رہے۔ معرفت کے دریا میں غوطہ زن ہو کر امر بالمعروف کی شناخت ہوتی ہے اور بندہ نفس و مخلوق کی مدد کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر لیتا ہے۔

پوچھا گیا کہ زہد کی تعریف کیا ہے؟ ارشاد فرمایا زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے زہد کی حالت میں صرف تین دن گزارے ہیں۔ ایک دن ازل میں اور دوسرا آخرت میں اور تیسرا روزہ وہ ہے جو ان دنوں سے علیحدہ ہے۔ اس کے بعد غیب سے ندا آئی' اے بایزید رحمۃ اللہ علیہ! تجھ میں اتنی قوت نہیں کہ ہمیں برداشت کر سکے۔ میں نے عرض کی کہ میری آرزو بھی یہی ہے۔ ندا آئی کہ تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ میں نے کہا' یا اللہ! میں اس طرح بھی تمہاری رضا پر راضی ہوں کہ اگر تو کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھے اسافلین میں ڈال دے تو پھر بھی میں اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

پوچھا گیا کہ اس بات میں کیا بھید ہے کہ آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا یہ فرشتے ہیں جو مجھ سے علمی مسائل سمجھتے ہیں۔

کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد پوچھا کہ آپ اس وقت کہاں تھے؟ فرمایا کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تھا۔ بزرگ نے کہا کہ میں بھی تو وہیں پر تھا مگر آپ کو میں نے تو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک حجاب حائل تھا اور میں باری تعالیٰ کے بالکل سامنے تھا۔ اسی وجہ سے آپ مجھے نہ دیکھ

سکے۔ جو شخص سنت مطہرہ کی اطاعت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے' وہ جھوٹا ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ کی اطاعت کے بغیر طریقت کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پوچھا گیا کہ انسان کو کس وقت مرتبہ کمال حاصل ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا جب انسان مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے عیوب پر نگاہ ڈالے تو قرب الٰہی بھی اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا میں نے دنیاوی وسائل کو قناعت کی زنجیر میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق میں بند کر کے مایوسیوں کے دریا میں غرق کر دیا۔

پوچھا گیا کہ عارف کسے کہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا جو دنیا میں رہ کر بھی تم سے دور بھاگتا رہے اور خواب میں نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا بھید آشکارہ کرے۔ پوچھا گیا کہ طالب بندے سیر و سیاحت سے خوش کیوں نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا' مقصود اپنی جگہ پر قائم ہے تو پھر اس کو سیر و سیاحت کرتے ہوئے تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو بلند مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ ارشاد فرمایا' ایک مرتبہ میں بچپن کے دنوں میں چاندنی رات میں شہر سے باہر نکل گیا۔ مجھے وہاں پر ایک ایسا دریا دکھائی دیا کہ جس کے مقابلے میں تمام دنیا ہیچ نظر آتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا اللہ! ایسا بے مثال دریا دنیا کی نظروں سے کیوں اوجھل ہے؟ غیب سے ندا آئی کہ اس دربار میں صرف وہی آ سکتے ہیں جو اس کے اہل ہیں اس لئے کہ یہاں پر نااہل لوگوں کی پہنچ ناممکن ہے۔ میرے دل میں اس وقت یہ خیال آیا کہ میں ساری دنیا کی شفاعت طلب کروں تاکہ وہ بھی اس دربار میں داخلے کے اہل ہو سکیں۔ لیکن میں اس خیال سے چپ ہو گیا کہ شفاعت تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی مخصوص ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ تو نے ہمارے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب کا لحاظ رکھا۔ اس کے بدلے میں ہم تجھے وہ مرتبہ عطا

کرتے ہیں تاکہ قیامت تک تیرا نام سلطان العارفین ساری مخلوق کی زبان پر ہے۔

پوچھا گیا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے؟ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو سکے لیکن اس سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ سنت کس کو کہتے ہیں اور فرض کیا ہے؟ ارشاد فرمایا سنت ترک دنیا اور فرض اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو اور پھر بتاؤ کہ اس کو کس نے بنایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آسمان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بس اسی سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ تمہارے ہر حال کی خبر رکھتا ہے۔

اکثر اوقات لوگ آپ کی خدمت میں دعا کی غرض سے حاضر ہوتے تو آپ بارگاہ الٰہی میں یوں کہتے کہ اے اللہ! تیری مخلوق مجھے وسیلہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کی مانگ کیا ہے۔ چنانچہ اس طرح لوگوں کی حاجات پوری ہو جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کہ کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟ اس نے کہا بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو۔ ارشاد فرمایا میں بتیس برس سے اسے ڈھونڈ رہا ہوں مگر مجھے آج تک نہیں ملا۔

ایک مرتبہ آپ کسی فکر میں غوطہ زن سر جھکائے گہری سوچ میں تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ آپ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو وہ بزرگ بولے کہ آپ کس فکر میں مبتلا ہیں اور کیوں؟ آپ نے یہ سنا ہی تھا کہ آپ کو اس قدر جوش آیا کہ منبر سے ٹکرا کر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ اس میں تیری کیا مصلحت ہے کہ مجھ جیسے گمان رکھنے والے سے اپنی معرفت کا دعویٰ کروا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد کے ایک کونے میں اپنا عصا کھڑا کر دیا۔ مگر اتفاق سے وہ عصا گر گیا۔ ایک بوڑھے شخص نے اسے اٹھا

کر پھر اسی کونے میں کھڑا کر کے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ اس بوڑھے شخص کے گھر گئے اور اس بات کی معافی مانگی کہ اسے عصا اٹھا کر رکھنے سے تکلیف ہوئی۔

کسی شخص نے ایک آتش پرست کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے جواب دیا کہ اگر مسلمانی اس کا نام ہے جو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا اور جس طرح کے مسلمان تم سب لوگ ہو تو مجھے اس پر اعتماد نہیں۔

حضرت بایزید کی پیش گوئی: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوتراب نخشی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی غرض سے آئے تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے دستر خوان لگوایا اور پھر جب دستر خوان پر کھانے چن دیئے گئے اور وہاں پر موجود سب لوگ کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے تو آپ کے ایک عقیدت مند نے دیکھا کہ حضرت ابوتراب کھانا نہیں کھا رہے۔ عقیدت مند نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اگر دعوت کیلئے نفلی روزہ توڑ دیا جائے تو روزہ دار کو روزہ اور دعوت دونوں کا ثواب مل جاتا ہے۔ یہ بات سن کر بھی حضرت ابوتراب نے دعوت کھانے سے انکار کر دیا۔ اس تمام صورت حال کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ارشاد فرمایا' شاید تم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بہت دور رہے۔ چنانچہ چند دن ہی اس بات کو گزرے تھے کہ حضرت ابوتراب کو چوری کے الزام میں لوگوں نے چھڑیوں سے مارا۔

نفس کی مخالفت: ایک دن ارشاد فرمایا کہ موسم سردی کی نہایت ٹھنڈی رات کو میں گدڑی اوڑھ کر ایک جنگل میں سو رہا تھا کہ مجھے غسل کرنے کی حاجت پیش آئی مگر سردی اس قدر شدید تھی کہ میرے نفس نے غسل کے معاملے میں سستی سے کام لیا

لیکن میں نے بھی نفس کی مخالفت میں گدڑی سمیت ٹھنڈے یخ پانی سے غسل کر لیا۔ پھر وہ بھیگی ہوئی گدڑی اس نیت سے پہنے رکھی کہ اس جرم میں نفس کو مزید سخت سردی کا سامنا کرنا پڑے اور پھر اس دن سے میں نے یہ معمول بنالیا کہ دن میں کئی بار غسل کرتا ہوں اور ہر بار مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

عبرت کا سبق: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کو راستے میں ایک کتا ملا تو آپ نے کتے کو دیکھ کر اپنا دامن سمیٹ لیا۔ اس کتے نے زبان حال سے کہا کہ آپ نے مجھ سے اپنا دامن کیوں بچایا کیوں کہ میں اگر بھیگا ہوا نہیں ہوں تو پھر آپ کو مجھ سے ناپاکی کا خوف کیوں ہوا اور میں بھیگا ہوا ہوتا تو پھر بھی آپ اپنا لباس پاک کر سکتے تھے۔ مگر یہ تکبر جو آپ نے ابھی تک دکھایا ہے یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم بالکل سچ کہتے ہو اس لئے کہ تمہارا تو ظاہر ناپاک ہے اور میرا باطن اس لئے ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہئے تاکہ میرے باطن کو بھی پاکیزگی حاصل ہو جائے۔ مگر کتے نے پھر بزبان حال سے کہا کہ ہم دونوں کا ساتھ ناممکن ہے اس لئے کہ میں تو مردود ہوں اور آپ بارگاہ الٰہی کے مقبول بندے ہیں اور پھر یہ کہ میں دوسرے دن کیلئے ایک ہڈی بھی جمع کر کے نہیں رکھتا۔ جب کہ آپ ایک سال کا غلہ جمع کر کے رکھ لیتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا کہ افسوس! جب میں کتے کے ساتھ ہی رہنے کے قابل نہیں تو پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی قربت کیسے حاصل ہو سکتی ہے اور پاک ہے وہ باری تعالیٰ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو عبرت کا سبق دیتا ہے۔

حکمت آمیز بات: ایک مرتبہ آپ حج کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے سفر پر روانہ ہوئے مگر چند منزل تک سفر کرنے کے بعد واپسی اختیار کر لی اس پر لوگ بہت حیران ہوئے اور آپ سے واپسی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے راستے میں ایک حبشی مل گیا تھا اور اس نے مجھ سے بہت اصرار کرتے ہوئے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ کو بسطام میں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو۔ چنانچہ اس کی اس بات کو سن کر میں نے واپسی

اختیار کرلی۔

بزرگوں کی پہچان: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ کسی بزرگ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ بڑا صاحب فضل و کرم ہے۔ چنانچہ اس سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور ملاقات کی غرض سے روانہ ہوگئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ آپ نے یہ حرکت دیکھ کر بزرگ سے قطعی طور پر ملاقات نہ کی اور واپس چلے آئے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ بزرگ صاحب علم و فضل ہوتے اور طریقت کے درجات کو جانتے تو پھر کبھی شریعت کے خلاف کام نہ کرتے۔

غیبی آواز: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن سرخ رنگ کا ایک سیب اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو بہت لطیف ہے۔ آپ کا یہ فرمانا ہے کہ اچانک آپ کو ایک غیبی آواز سنائی دی کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ ہمارا نام سیب کیلئے استعمال کرتے ہو۔ اس کے بعد آپ کے اس جرم میں آپ کے قلب سے اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کیلئے اپنی یاد نکال دی مگر آپ نے بھی اس دن سے یہ قسم کھالی کہ اب کبھی بھی بسطام کا پھل نہیں کھاؤں گا۔

شہر بدری: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم آپ پر بہت زیادہ ہوگیا اور آپ کے مراتب و مدارج میں اضافہ ہونا شروع ہوا تو آپ کی باتیں لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوگئیں جس کی بنا پر آپ کو بسطام سے سات مرتبہ شہر بدر کیا گیا۔ آپ نے جب بھی لوگوں سے شہر بدری کی وجہ دریافت فرمائی تو لوگوں نے کہا کہ تم بہت برے آدمی ہو۔ تو آپ نے کہا کہ جس شہر کا سب سے برا آدمی بایزید ہو کیا وہ شہر سب سے اچھا ہوگا۔

مدینہ طیبہ کا ادب: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حج کے سفر پر تھے کہ اثنائے راہ میں کسی نے آپ سے پوچھا کہ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ ارشاد فرمایا حج کرنے کیلئے جارہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کے پاس کتنی رقم ہے؟ آپ

نے فرمایا میرے پاس دو سو دینار ہیں۔ کہنے لگا میں غریب آدمی اور عیال دار ہوں۔ آپ یہ رقم مجھے دے دیں اور سات مرتبہ میرا طواف کر لیجئے۔ اس طرح آپ کا حج ہو جائے گا۔ آپ نے یہ بات سن کر رقم اس کے حوالے کر دی اور وہ شخص رقم لے کر چلا گیا۔ آپ وہاں سے ہی واپس لوٹ آئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے سفر کا آغاز کیا تو آپ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہ کی بارگاہ نہیں ہے کہ ایک بارگی میں ہی پہنچ جاؤں۔ پھر اس سال مدینہ طیبہ نہ گئے اور فرمایا کہ حج بیت اللہ کے طفیل میں مدینہ طیبہ کی زیارت کرنا ادب نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مدینہ طیبہ کی زیارت کیلئے پھر کبھی حاضر ہوں گا۔ چنانچہ دوسرے سال مدینہ طیبہ کی زیارت کے ارادے سے چلے۔ راستے میں ایک شہر میں داخل ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کے گرد بہت ہجوم کیا اور آپ نے چاہا کہ یہ لوگ کسی طرح علیحدہ ہوں۔ چنانچہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے دو رکعت نماز پڑھی اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ لوگوں نے سنا تو کہنے لگے کہ یہ شخص تو دیوانہ ہے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ارشادات عالیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

☆ فرمایا عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے۔

☆ فرمایا کہ عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ مجھے خدا کی بارگاہ سے حیرت و ہیبت کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔

☆ فرمایا کہ زاہد و صالح کو ایسی ہوا کی طرح تصور کرو جو تمہارے اوپر چل رہی ہے

☆ فرمایا کہ بھوک ایک ایسا ابر ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔

☆ فرمایا کہ خدا کے بہت سے بندے ایسے بھی ہیں جو دیدار الٰہی کے مقابلے میں جنت کو اچھا نہیں سمجھتے۔

☆ فرمایا کہ زیبائش جنت خداشناس لوگوں ہی سے ہے لیکن وہ اس کو ایک بار تصور کرتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ خداشناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے۔

☆ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو ملک و دولت کو معیوب تصور کرتا ہو لیکن اس کی عبادت کا صلہ سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔

☆ فرمایا کہ خود کو اپنے مرتبہ کے مطابق ہی ظاہر کرنا چاہئے یا جس قدر خود کو ظاہر کرتا ہے وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہئے۔

☆ فرمایا کہ خدا کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بنا پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تجھ تک رسائی کی کیا صورت ہو فرمایا گیا کہ اپنے نفس کو تین طلاقیں دے دے۔

☆ فرمایا کہ اگر محشر میں مجھے دیدار خداوندی سے محروم کر دیا گیا تو اس قدر گریہ کروں گا کہ اہل جہنم بھی اپنی تکالیف کو بھول جائیں۔

☆ فرمایا کہ اگر پوری دنیا کی سلطنت بھی مجھ کو دے دی جائے جب میں اپنی اس آہ کو افضل تصور کروں گا جو میں نے گزشتہ شب کی ہے۔

☆ فرمایا کہ ایک حبہ معرفت میں جو لذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں۔ فرمایا کہ خدا کی یاد میں فنا ہو جانا زندہ جاوید ہو جانا ہے۔

☆ فرمایا کہ نفسانی خواہشات چھوڑ دینا درحقیقت واصل الی اللہ ہو جانا ہے اور جو واصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔ مخلوق اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔

☆ فرمایا کہ ایک رات صبح تک اپنے قلب کی جستجو کرتا رہا لیکن نہیں ملا اور صبح کو یہ ندائے غیبی آئی کہ تجھے دل سے کیا غرض تو ہمارے سوا کسی کو تلاش نہ کر۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے اول دریا کی طرح سخاوت، دوم آفتاب کی طرح روشنی، سوم زمین کی طرح عاجزی۔

☆ تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کرے اور امیروں سے تکبر۔

☆ جو گن کر کام کرتا ہے اس کا اجر بھی گن کر ملتا ہے۔

☆ ادنیٰ بات جو عارف کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ ملک اور مال سے پرہیز کرے۔

☆ برے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلی دشمنی کے مترادف ہیں۔

☆ وہ زمانہ غربت اسلام کا ہے جس میں علماء مفتون دنیا ہوں۔

☆ ملک ایک کھیتی ہے اور عدل اس کا پاسبان اگر پاسبان نہ ہو تو کھیتی اجڑ جاتی ہے۔

☆ خوش خلقی اور خاموشی ہلکی ہیں پیٹھ پر اور بھاری ہیں میزان پر۔

☆ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق یہ ہے کہ دنیا و آخرت ہر دو کو دوست نہ رکھے۔

☆ ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

☆ تجھ کو لوگ تکبر کرنے سے بڑا نہیں سمجھ سکتے بلکہ تو تواضع سے بڑا ہوگا۔

☆ نفس ایسی چیز ہے جو ہمیشہ باطل کی طرف رخ کرتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی نشانی یہ ہے کہ لوگوں سے بھاگے۔

☆ جنت کو بغیر عمل کے طلب کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔

☆ معرفت یہ ہے کہ تو مخلوق کی حرکات و سکنات کو بواسطہ خالق جانے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو راضی کر وہ تجھے راضی کرے گا۔

☆ جیسا تم اللہ تعالیٰ کو کل کیلئے چاہتے ہو آج اس کیلئے ویسے بن جاؤ۔

☆ اندھا' بہرہ اور لنگڑا بن کر حق کو پہچاننا چاہیے۔

☆ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث سمجھے وہ متکبر ہے۔

☆ ولی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امرونہی پر صبر کرے اس لئے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی جتنی ہوگی۔ اس کے حکم کی عظمت اتنی ہی زیادہ ہوگی اور اس کی نہی سے اس کا جسم اتنا ہی بعید ہوگا۔

☆ جو شخص خواہشات کی کثرت سے اپنے دل کو مردہ بنائے۔ اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹو اور ندامت کی زمین میں دفن کرو اور جو نفس کو خواہشات سے باز رکھتا ہے۔ اس کو رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی زمین میں دفن کرو۔

☆ اس وقت تک اپنے آپ کو انسان سمجھو' جب تک کہ تمہاری رائے غصے کے زیر اثر ہو۔

☆ میں نے اپنے دل' زبان اور نفس کی اصلاح پر دس دس برس صرف کئے۔ ان میں دل کی اصلاح مجھے سب سے زیادہ دشوار معلوم ہوئی۔

☆ میں نے تیس برس کا مجاہدہ کیا مگر مجھ پر کوئی چیز سخت ترین محسوس نہ ہوئی سوائے علم اور اس کی اتباع کے۔

☆ نفس ایک ایسی چیز ہے جسے باطل پرستی کے بغیر سکون نہیں اور حق سے اس کی ہرگز سیری نہیں ہوتی۔

☆ جو شخص خود کو بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار نہیں کرتا۔ اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا۔

☆ جس کو اطاعت خداوندی کی خلعت سے نوازا گیا وہ اس خلعت پر فریفتہ ہو کر رہ گیا مگر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ طلب نہیں کیا۔

☆ بندے کو ایسا وقت ضرور نکالنا چاہیے کہ جس میں اپنے مالک کے سوا کسی پر نظر نہ اٹھے۔

☆ اللہ کے بہت سے بندے ایسے بھی ہیں جو دیدار الٰہی کے مقابلے میں جنت کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔

☆ اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر جتنا کہ تو ہے یا پھر ویسا ہو جائے جیسا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرے۔

☆ جو نیکی فوری طور پر کسی نور یا علم کا پھل نہ دے اس کو نیکی شمار نہ کرو اور جس گناہ کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا خوف اور توبہ میسر آ جائے اس کو گناہ شمار نہ کرو۔

☆ میں نے چار چیزوں کو دنیا میں تلاش کیا مگر نہ پایا۔ اول: عالم بے طمع۔ دوم: یار موافق۔ سوم: لقمہ حلال۔ چہارم: طاقت بے دریا۔

☆ انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں۔ علم، کرم، حلم اور خوش اخلاقی۔ توکل یہ ہے کہ تو زندگی کو ایک دن کیلئے جانے اور کل کی فکر نہ کرے۔

☆ نیک بخت وہ ہے جو نیکی کرے اور ڈرے اور بد بخت وہ ہے کہ جو برائی کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔

☆ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام کرنے سے زیادہ نقصان دہ اور مہلک ہے۔

☆ میری انتہائی کوشش کے باوجود بھی درحق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعے کھلا اور میں نے ہر طرح سے اس کی راہ میں چلنے کی کوشش کی مگر سب بے سود ثابت ہوئیں۔ جب میں قلبی لگاؤ کے ذریعے چلا تو منزل کو پالیا۔

☆ بندہ کیلئے یہی مناسب ہے کہ خود کو ہیچ سمجھتے ہوئے کبھی اپنے علم و عمل کی زیادتی پر نازاں نہ ہو کیوں کہ بندہ جب خود کو ہیچ تصور نہ کرے واصل باللہ نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی صفت کا مظاہرہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کو یہ مقام حاصل ہو جائے۔

☆ ولی اللہ کی نگاہ میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں مگر ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں

مطلوب کے طالب رہتے ہیں۔ جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں۔

☆ جب میرے دل میں اندیشہ دنیا گزرتا ہے تو میں طہارت کرلیتا ہوں اور جب اندیشہ عاقبت گزرتا ہے تو غسل کرلیتا ہوں۔ اس لئے کہ دنیا محدث ہے اور اس کا اندیشہ حدث ہے اور آخرت محل غیبت و آلام ہے اور اس کا اندیشہ جنابت ہے۔ تو حدث سے طہارت واجب ہے اور جنابت سے غسل۔

☆ میں نے تیس برس تک عبادت میں محنت کی پھر میں نے ایک کہنے والے کو دیکھا جو مجھ سے کہنے لگا۔ اے بایزید! اس کے خزانے عبادت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر بارگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو تجھے ذلت اور مسکینی اختیار کرنی چاہئے۔

☆ ایک دن میں نے اپنے نفس کو عبادت کیلئے آمادہ کرنا چاہا تو وہ منحرف ہوگیا مگر میں نے بھی اس کو پورا ایک سال پانی سے محروم رکھا اور کہا یا تو عبادت کیلئے تیار ہو جاؤ ورنہ تجھے اسی طرح پیاس سے تڑپاتا رہوں گا۔

☆ عشاق اور اہل محبت کے دلوں میں کبھی جنت کا خطرہ بھی نہیں گزرتا اس لئے کہ اہل محبت اپنے محبوب کے پردہ محبت میں محجوب ہیں۔ انہیں اپنے محبوب کے انداز و ناز کے مقابلے میں کسی دوسری طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں ہے۔

☆ ستر زنار کھولنے کے باوجود بھی ایک زنار میری کمر میں باقی رہ گیا اور جب کسی طرح بھی نہ کھل سکا تو میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اس کو کیسے کھولا جائے۔ ندا آئی کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں جب تک ہم نہ چاہیں۔

☆ فرمایا کہ علم خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور جو اعزاز دنیاوی کیلئے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ اس لئے کہ اس کا علم خود اس کے لئے سودمند نہیں۔

☆ فرمایا کہ خدا کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خدا کو خدا

کے ذریعہ شناخت کرتا ہے۔ وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

☆ فرمایا کہ عشاق کیلئے شوق ایسی راجدھانی ہے جس میں تخت فراق بچھا ہوا ہے۔ شمشیر ہجر رکھی ہوئی ہے اور وصل ہجر کے آغوش میں ہے۔ شمشیر ہجر نے ہر وقت ہزاروں سر کاٹے جا رہے ہیں لیکن سات ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی شاخ وصال کو کوئی بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔

☆ فرمایا کہ جو ازروئے تکبر اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے۔ وہ خدا سے دور ہے اور جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ خدا سے بہت نزدیک ہے۔

☆ فرمایا کہ اہل دنیا اہل دنیا کے لئے غرور اور آخرت اہل آخرت کیلئے سرور ہی سرور۔ جب خداوند عارفین کے لئے نور ہی نور ہے اور عارف کی ریاضت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کا نگراں رہے۔ اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ جو خموشی کے ساتھ مخلوق سے کنارہ کش رہے۔

☆ فرمایا کہ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں۔ اس لئے کہ میں نے خود کو بھی اس طرح فراموش کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت و خدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو ہماری بارگاہ میں ایسی شے شفاعت کیلئے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو۔ آپ نے سوال کیا کہ وہ کونسی شے ہے۔ فرمایا گیا کہ عجز و انکساری اور ذلت و غم حاصل کر کیونکہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ یہ ایک کلیہ ہے کہ جب تک ندی نالے بہتے رہتے ہیں اس وقت تک ان میں شور ہوتا ہے اور جب دریا سے مل جاتے ہیں تو تمام شور ختم ہو جاتا ہے۔

☆ محبت یہ ہے کہ اپنی کثیر کو قلیل جانے اور دوست کی قلت کو کثرت سمجھے اور بندہ کو حق طریقہ سے یہ سمجھنا ضروری ہے اس لئے کہ جو نعمت دنیا بندہ کو ملتی ہے وہ قلیل ہے۔

☆ فرمایا کہ محشر میں اہل جنت کے سامنے کچھ صورتیں پیش کی جائیں گی اور جو کسی صورت کو اپنا لے گا وہ دیدار الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔ یہی مناسب ہے کہ بندہ خود کو ہیچ سمجھتے ہوئے کبھی اپنے علم و عمل کی زیادتی پر نازاں نہ ہو کیونکہ جس وقت تک بندہ خود کو ہیچ تصور نہ کرے واصل الی اللہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی صفت کا اسی وقت مظاہرہ ہو سکتا ہے جب یہ مقام اس کو حاصل ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ بہت سے حجابات سے گزر کر جب میں نے غور کیا تو خود کو مقام حزب البحر میں پایا۔ یعنی ذات باری میں گم ہو گیا جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ممکن نہیں۔

☆ فرمایا کہ چالیس سال میں نے مخلوق کو نصیحت کرنے میں گزارے لیکن بے سود ثابت ہوا اور جب رضائے خداوندی ہوئی تو میری نصیحت کے بغیر ہی لوگ سیدھے راستے پر آ گئے۔

☆ فرمایا کہ قلب عارف اس شمع کی طرح ہے جو فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا۔

☆ فرمایا کہ میں نے مکمل تیس سال اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات کے مطابق طلب کیا یعنی اس کی راہ میں گامزن ہوتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ یہ تمنا کرنے لگا کہ یا اللہ تو میرا ہو جا اور تیری جو مرضی ہو ویسا کر۔

☆ فرمایا کہ جو شخص خود کو بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے۔ اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا۔

☆ فرمایا کہ جب ترک دنیا کے بعد حب الٰہی اختیار کی تو اپنی ذات کو بھی دشمن تصور کرنے لگا اور جب میں نے ان حجابات کو اٹھا دیا جو میرے اور خدا کے مابین تھے تو اس نے مجھے اپنے کرم سے نواز دیا۔

☆ فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں۔ جب بھی مسرور نہ ہونا اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس مت ہونا کیونکہ جس نے لفظ ''کن'' سے تمام عالم بنا دیا۔ اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں۔

☆ فرمایا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ نے یہ محسوس کرلیا کہ امت محمدی میں ایسے خدا رسیدہ بھی ہیں جو تحت الثریٰ سے لے کر اعلیٰ عیلین تک چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شمولیت کی دعا کی۔ لیکن اس قول سے مجھے اپنی برتری مقصود نہیں ہے۔

☆ فرمایا کہ عارف وہ ہے جس کی نظر میں ہر برائی اچھائی میں تبدیل ہو جائے اور خدا شناس جہنم کیلئے عذاب ہے اور ناخدا شناس کے لئے جہنم عذاب ہے لیکن خدا شناسی کی راہوں میں بہت سے وہ لوگ آتے ہیں جو رات کو ایمان سے خالی ہو کر پلٹ جاتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ گفتگو اور آواز و حرکت سب پردے کے باہر کی چیزیں ہیں لیکن پردے میں سوائے ہیبت و رعب اور خموشی کے کچھ بھی نہیں اور بندے کو جس وقت تک قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا اسی وقت تک باتیں بناتا ہے لیکن جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ علوم میں ایک ایسا علم بھی ہے جس سے عالم واقف نہیں اور زہد میں ایک ایسا زہد ہے جس کو زاہد بھی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے۔ اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا

رہے۔

☆ فرمایا کہ گزشتہ بزرگ معمولی سی چیزوں پر ہی خدا سے راضی ہو گئے لیکن میں نے راضی ہونے کے بجائے خود کو اس پر قربان کر دیا ہے اور مجھے وہ اوصاف حاصل ہوئے کہ اگر ان میں سے ایک حبہ کے برابر بھی سامنے آ جائے تو نظام عالم برہم ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ عارف صادق وہی ہے جو خواہشات کو ترک کر کے خدا کی پسندیدگی کو ملحوظ رکھے۔

☆ لوگوں نے سوال کیا کہ انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے اور اسی وقت قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے۔

☆ پھر سوال کیا گیا کہ ہمیں تو زہد و عبادت کی تلقین فرماتے ہیں لیکن خود اس جانب راغب نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے زہد و عبادت کو مجھ سے سلب کر لیا۔

☆ پھر کسی نے پوچھا کہ خدا تک رسائی کس طرح ممکن ہے۔ فرمایا کہ نہ تو دنیا کی جانب نظر اٹھاؤ نہ اس کی باتیں سنو اور اہل دنیا سے خود بھی بات کرنا چھوڑ دو۔

☆ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے کلام سے بہتر کسی بزرگ کا کلام نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے کلام میں التباس ہوتا ہے اور میں بغیر تلبیس کے گفتگو کرتا ہوں کیونکہ دوسرے لوگ تو ہم کہتے ہیں اور میں تو ہی تو کہتا ہوں۔

☆ فرمایا کہ خدا دوست لوگوں کی نظر میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں مطلوب کے طالب رہتے ہیں جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں۔

☆ فرمایا کہ خدا نے جن کے قلوب کو بار محبت اٹھانے کے قابل تصور نہیں کیا۔ ان کو عبادت کی طرف لگا دیا کیونکہ معرفت الٰہی کا بار سوائے عارف کے اور کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ پھر فرمایا کہ دو عالم کی دولت سے یہ بات بہتر ہے کہ انسان خدا کے فضل سے ہٹ کر اپنی ذات سعی سے کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ پھر بھی انسان کو سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے سعی بہت ضروری ہے لیکن سعی کے بعد جو کچھ حاصل ہوا اس کو محض خدا کا فضل تصور کرنا چاہئے۔

☆ فرمایا کہ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ عیلین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے جب بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

☆ آپ کے ایک ارادت مند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمہیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے خدا کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا۔ کیونکہ اللہ ہی نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

☆ جب آپ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گزارے ہیں۔ ایک دن ازل میں اور دوسرا دن آخرت میں۔ تیسرا دن وہ ہے جو ان دونوں دنوں سے علیحدہ ہے۔ پھر ندا آئی کہ اے بایزید تیری قوت سے باہر ہے تو ہمیں برداشت کرسکے۔ میں نے عرض کیا کہ میری بھی یہی خواہش ہے۔ ندا آئی کہ تیری خواہش پوری ہوگئی۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی۔ دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیونکہ یادالٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے۔ جواب ملا کہ بایزید کی۔ فرمایا کہ میں تو تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا۔ جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ وہ خاصان خدا کی طرح خدا میں ضم ہو گئے تھے۔

☆ معرفت یہی ہے کہ بندہ جان لے کہ مخلوقات کی تمام حرکات اور جملہ سکون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور کسی کو اس کے اذن کے بغیر اس کی ملک میں حق تصرف نہیں۔ عین اس سے عین ہے اور اثر اس سے اثر ہے۔ صفت اس سے صفت ہے اور متحرک اس سے متحرک ہے۔ ساکن اس سے ساکن ہے اور وہ بندہ کے وجود میں توفیق پیدا نہ فرمائے۔ دل میں قوت ارادہ نہ ڈالے تو بندہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔

<u>وصال مبارک</u>: آپ کا وصال ۱۵ شعبان <u>۲۶۹ھ</u> بمطابق <u>۸۸۳ء</u> بروز جمعۃ المبارک بسطام شہر میں ہوا۔ آپ کے دنیا سے جانے کے بارے میں لکھا ہے کہ وصال سے کچھ روز پہلے آپ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ پھر جب آپ پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوئی تو اس وقت فرمانے لگے اللہ اللہ۔ چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے بہت زیادہ اللہ اللہ کیا کرتے تھے اس لئے سکرات موت کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر زبان مبارک پر جاری ہوگیا۔ پھر فرمایا اے اللہ! میں نے آج تک غفلت میں ہی اللہ اللہ کیا ہے اب میرا آخری وقت ہے پتہ نہیں کہ کب تیری بارگاہ میں حاضری ہو جائے۔ ابھی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ آپ کی روح پرواز کرگئی۔

آپ کے وصال مبارک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس رات کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ اس وقت میں آپ کے پاس حاضر نہ تھا۔ اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے عرش الٰہی سر پر اٹھایا ہوا ہے اور اڑتا ہوا جا رہا ہوں۔ جب میں بیدار ہوا تو اپنے اس خواب کے متعلق سوچ کر بہت حیران ہوا۔ چنانچہ اپنے اس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی غرض سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کیلئے چل پڑا۔ جب میں آپ کے یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ رات کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کا جنازہ تیار تھا اور انسانوں کا ایک ہجوم چاروں اطراف سے آ آ کر جمع ہو رہا تھا۔ پھر جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بھی کوشش کی کہ میں بھی حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کو کندھا دوں مگر ہجوم کی کثرت کے باعث میں اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میری باری ہی نہ آتی تھی کہ میں چارپائی کا پایہ پکڑ کر کندھا دوں۔ یہ دیکھ کر میں بہت بے چین ہوا اور پھر جب مجھ سے کچھ نہ ہو سکا تو میں آپ کے جنازہ کے نیچے گھس گیا اور جنازہ کو اپنے سر پر اٹھا لیا۔ اس وقت تک میں اپنا خواب بھولا ہوا تھا مگر اس وقت اچانک مجھے ایک ندا سنائی دی کہ اے ابو موسیٰ! تیرے خواب کی یہی تعبیر ہے کہ تو نے عرش الٰہی کو اپنے سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ اے ابو موسیٰ! وہ عرش تو یہی عاشق الٰہی کا جنازہ ہے۔

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ فرمایا کہ مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا لے کر آیا ہے؟ میں نے کہا، اے اللہ! اگر کوئی درویش بارگاہ میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ کیا لے کر آیا ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ تو کیا چاہتا ہے۔ آپ کو بسطام شہر ہی میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اولیٰ کے جلیل القدر اولیاء میں سے ہیں۔ آپ اپنے دور کے عظیم شیخ ولی نامدار مقرب بارگاہ رب العزت تارک بادشاہت دنیا، سر پر اولیائی لباس، مصدق ومتوکل علی اللہ۔ واصل بہ نہایات، فنا فی اللہ درمراتب فقر وزہد تھے۔

نام ونسب: آپ کا نام سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تھا اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ آپ کا نسب پانچ واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ جو یہ ہے۔ ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن ناصر بلخی بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ادھم قلندر: اکثر کتب میں لکھا ہے کہ آپ کے والدہ ماجد کا اسم گرامی ادہم تھا جو قلندر تھے اور صحیح النسب فاروقی تھے۔ وہ سیر کرتے ہوئے بلخ پہنچے اور شہر سے باہر کاشانہ فقیر بنا کر بیٹھ گئے۔ ایک دن کسی کام سے شہر کے اندر گئے۔ اتفاقاً بلخ کے بادشاہ کی لڑکی باغ کی سیر کر کے باہر آرہی تھی۔ شاہی اہتمام تھا۔ ادھم قلندر سڑک کے کنارے ایک طرف ہو کر ٹھہر گئے۔ جب شہزادی کی پالکی ان کے سامنے سے گزری تو ہوا کا ایسا تیز جھونکا آیا کہ پردہ اٹھ گیا اور قلندر کی نگاہ اس کے ہوش ربا چہرہ پر پڑی جو اشک حور تھا۔ شہزادی کو دیکھتے ہی آپ ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہو گئے اور بے خودی کے عالم میں بادشاہ کے محل کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ جب شہزادی کی پالکی اندر چلی گئی تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا محل ہے۔

انہوں نے بتایا کہ یہ شاہ بلخ کا محل ہے اور یہ اس کی شہزادی تھی۔ جو باغ کی سیر کیلئے گئی ہوئی تھی۔ یہ سن کر قلندر اپنے تخیل کے عالم میں مست ہو کر کھڑے رہے حتیٰ کہ جب بادشاہ باہر آیا تو قلندر نے سلام کیا۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا اس سے پوچھو کیا حاجت ہے۔ وزیر نے قلندر سے دریافت کیا کہ کس چیز کی ضرورت ہے۔ قلندر نے بلا خوف وخطر سارا ماجرا بیان کر دیا۔ کہنے لگا کہ بادشاہ سے کہو کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ اس پر وزیر کو غصہ آیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

وزیر جب بادشاہ کے پاس آیا تو اس کا چہرہ متغیر دیکھ کر کہنے لگا کہ میں نے تجھے اس فقیر سے حاجت دریافت کرنے کیلئے مامور کیا لیکن تو آ کر خاموش ہو گیا۔ کیا بات ہے؟ وزیر نے زمین بوس ہو کر عرض کیا کہ میں حضور والا شان کا غلام ہوں۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن جو حقیقت حاصل معلوم ہوئی ہے اس سے میرے قلب میں آگ لگ گئی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بے قرار ہو گیا اور تاکید کی کہ حقیقت حال سے مجھے آگاہ کرو۔ ناچار اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بادشاہ یہ بات سن کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا اور پھر تخیل میں غرق ہو گیا۔ اس کے بعد قلندر کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور اس کا حسب ونسب معلوم کیا۔ جب ان کی نسبت معلوم ہو گئی تو کہنے لگا کہ خاطر جمع رکھو۔ چونکہ تم عالی نسب ہو مجھے اپنی بیٹی دینے میں کوئی عذر نہیں لیکن چند روز صبر کرو تاکہ جن جن لوگوں سے میں نے مشورہ کرنا ہے' مشورہ کر کے تمہیں جواب دے سکوں۔ یہ بات سن کر قلندر بہت خوش ہوئے اور اپنے کاشانہ پر واپس چلے گئے۔ تین چار دن کے بعد وہ پھر بادشاہ کے پاس گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے وزیر سے جس قدر کہا کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ قلندر سے کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر ضد کر رہا تھا کہ بادشاہ کی بیٹی اور ایک فقیر کے ساتھ نکاح یہ غیر مناسب بات ہے۔ دوسرے بادشاہ کیا کہیں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح قلندر سے کروں گا۔ اب میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ وزیر نے کہا آپ کچھ نہ کریں۔ میں

جانوں اور وہ۔ میں کسی طریقے سے اسے اس کام سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا وہ کافی دیر سوچتا رہا۔ آخر وہ بادشاہ کے خزانے میں سے ایک بیش بہا موتی نکال کر لے آیا اور ادھم قلندر سے کہنے لگا کہ شہزادی سے شادی کی شرط یہ ہے کہ تم اس جیسا موتی لے آؤ۔ قلندر نے کہا پکا وعدہ ہے۔ اس نے کہا ہاں پکا وعدہ ہے۔ قلندر وزیر سے وعدہ لے کر چل پڑا اور دریا کے کنارے پر جا کر اپنے قلندری کشتے کے ذریعے دریا سے پانی نکال کر باہر پھینکنا شروع کر دیا۔ صبح سے شام تک یہی کام کرتا رہتا تھا۔ اس کام میں کھانا پینا اور سونا بھی بھول گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن فرمان باری تعالیٰ کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام وارد ہوئے اور قلندر کو خبردار کیا کہ یہ کام چھوڑ دو۔ میں حق تعالیٰ کے حکم سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ حق تعالیٰ نے تمہاری محنت قبول فرمائی ہے اب جو تمہارے دل کی مراد ہو مجھے بتاؤ تا کہ پوری کروں۔ قلندر یہ مژدہ جانفزا سن کر بہت خوش ہوا اور کام چھوڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام کو سلام کیا اور کہنے لگا کہ اے پیغمبرِ خدا! آپ نے مجھے اپنے کام سے باز رکھا اور میرا وقت ضائع کیا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے ساتھ بات چیت کرنے میں اپنا مدعا ترک کر دوں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا اے درویش! اگر تم ہزار سال تک دریا کا پانی نکالتے رہو پھر بھی پانی کم نہ ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اپنا مدعا بیان کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل آسان کرے۔ یہ سن کر ادھم قلندر نے اپنا سارا حال خضر علیہ السلام کو بتا دیا۔ انہوں نے کہا کہ خاطر جمع رکھو میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارے سامنے اتنے موتی ڈال دوں گا کہ اٹھا نہیں سکو گے۔ قلندر نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد خضر علیہ السلام چلے گئے اور اسی وقت دریا کے کنارے بہت سے موتی آ پڑے غیب سے آواز آئی کہ اے قلندر! جتنے موتی چاہو اٹھا لو۔ قلندر شکر بجا لایا اور ان موتیوں میں سے صرف بارہ ایسے موتی اٹھا لئے جو چڑیا کے انڈے کے برابر تھے۔ کسی بادشاہ نے آج تک دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ اب وہ شب و روز سفر کرتے ہوئے بلخ پہنچا اور تھوڑی دیر آرام کر کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔

آداب بجا لایا اور بارہ انمول موتی نکال کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیئے۔ بادشاہ سے کہا کہ آپ ایک موتی طلب کرتے تھے لیکن حق تعالیٰ نے مجھے اس قدر موتی عطا فرمائے کہ اگر آپ دیکھ لیتے تو حیران ہو جاتے۔ میں ان میں سے صرف بارہ موتی اٹھا کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ موتی دیکھ کر بادشاہ حیران رہ گیا۔ اس نے موتی اٹھا لئے اور وزیر سے دوبارہ مشورہ طلب کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ وزیر نے کہا کہ یہ ہرگز ممکن نہیں ہوسکتا کہ بادشاہ معظم کی دختر کی شادی ایک فقیر سے ہو جائے اور بادشاہ سلامت دنیا کے تمام بادشاہوں کے سامنے بے عزت ہوں۔ بادشاہ نے کہا مجھے تو اب اپنی جان کا خوف لاحق ہوگیا ہے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ باعظمت ہے' درویش ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بددعا کرے اور ہمیں پشیمان ہونا پڑے۔ وزیر نے کہا' حضور والا! گھر تشریف لے جائیں اور خود بخود اس درویش کو ٹھیک کرلوں گا۔ بادشاہ کے چلے جانے کے بعد وزیر نے قلندر سے کہا کہ اے فقیر تو کس خیال محال میں گرفتار ہوگیا ہے یہ کام نہ ہونا ہے نہ ہوگا۔

بادشاہ کو کب پسند ہے کہ بادشاہ کی لڑکی تجھ جیسے مفلوک الحال کے حوالہ کر دی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور اپنی جان سلامت لے جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ قلندر نے کہا اے نابکار میں اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا ہوں۔ کیا تو خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر اور قادر مطلق نہیں سمجھتا۔ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ خدا کو درمیان میں لاکر وعدہ خلافی کر رہا ہے اور خدا کے قہر سے نہیں ڈرتا۔ یہ سن کر وزیر غضبناک ہوگیا اور چوبداروں کو حکم دیا کہ فقیر کو مار مار کر باہر نکال دو تاکہ اس کے بعد پھر کبھی دربار میں نہ آسکے۔ ادھر قلندر حیران اور ناامید ہوکر آہ وزاری کرتا ہوا اپنے کاشانہ پر آیا اور ماتم میں مشغول ہوگیا۔ قدرت کا کرنا دیکھو اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد شہزادی کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور بیمار ہوگئی۔ بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن جان بر نہ ہوسکی اور تھوڑی دیر کے بعد مرگئی۔ اس کی موت سے بادشاہ کے محل میں قیامت برپا ہوگئی اور بادشاہ کی ایسی حالت ہوگئی کہ پناہ بخدا۔ اس کے بعد بادشاہ نے وزیر کو

طلب کر کے اسے بہت برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وزیر بہت ہی شرمندہ ہوا اور سر نیچا کر کے خاموش بیٹھ گیا۔ اس کے بعد شہزادی کی تجہیز و تکفین کی گئی اور شان و شوکت سے اسے لے جا کر دفن کیا گیا۔ قبر کے گرد انہوں نے قنات لگا دی اور اوپر شامیانہ نصب کر کے بے شمار اگر بتیاں جلائی گئی جس سے میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ قبر پر بہت سے قرآن خوان بھی بٹھائے گئے تا کہ شہزادی کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے۔ نیز قبر کے اردگرد پہرہ دار بھی مقرر کر دیئے تا کہ وہاں کوئی نہ جا سکے۔

ادھر ادھم قلندر کے دل میں آتش عشق کے شعلے بھڑک رہے تھے اور ساری رات بے قرار رہا۔ آخر اٹھ کر شہزادی کی قبر پر آیا۔ اس وقت تمام پہرہ دار سارے دن کی بھاگ دوڑ کے بعد خواب راحت میں مشغول ہو چکے تھے اور چاروں طرف سناٹا تھا۔ قلندر نے موقع غنیمت جانا اور قبر کو کھول کر اندر چلا گیا۔ صندوق سے اپنی محبوبہ کی نعش کو نکال باہر لایا اور قبر کو اسی طرح بند کر کے نعش کو اپنے کاشانہ میں لے گیا۔ نعش کی پشت کو دیوار کے ساتھ لگا کر بٹھا دیا اور خود اس کے حسن و جمال کے مشاہدہ میں غرق ہو گیا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے اس وقت بخارا کا ایک حکیم حاذق شہر بلخ میں وارد ہوا۔ لیکن رات کے وقت چونکہ شہر کے دروازے بند تھے۔ قلندر کے گھر میں روشنی دیکھ کر اندر چلا گیا۔ قلندر اس کے پاؤں کی آہٹ سن کر ایک طرف چھپ گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کے آدمی اسے گرفتار کر لیں۔ جاتے وقت اس نے شہزادی کی نعش کو زمین پر لٹا دیا۔ حکیم اندر جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ہر طرف خاموشی ہی خاموشی ہے اور ایک ماہ جبین زمین پر پڑی ہے۔ کافی دیر تک وہ اس کے رخ روشن کو دیکھتا رہا۔ آخر اسے معلوم ہو گیا کہ وہ مری نہیں ہے بلکہ اس پر سکتہ طاری ہے۔ اس نے فوراً اپنا تھیلا کھول کر نشتر نکالا اور اس کی رگ کاٹ کر خون نکال لیا۔ خون کے نکلتے ہی شہزادی نے آنکھ کھولی اور نامحرم مرد کو اپنے پاس بیٹھا دیکھ کر منہ چھپا لیا۔ اس حکیم سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ ابا جان مجھے بتاؤ کہ میں کس طرح یہاں آئی ہوں۔ حکیم نے کہا بیٹی میں اجنبی ہوں، مجھے یہاں کے حالات کا علم نہیں ہے۔ میں شہر کے اندر

داخل ہونا چاہتا تھا لیکن دروازے بند ہونے کی وجہ سے یہاں آ گیا ہوں۔ تجھے اس حالت میں دیکھ کر مجھے یقین ہوا کہ مرض سکتہ میں مبتلا ہو۔ میں نے تمہارا علاج کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے شفا عطا فرمائی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیسے اس حالت کو پہنچی ہو۔ یہ گفتگو سن کر قلندر نے جھانک کر دیکھا تو اپنی محبوبہ کو زندہ پایا اور اس کے سامنے ایک سفید ریش بزرگ کو بیٹھے دیکھا۔ فوراً باہر آیا اور حکیم کو سلام کر کے بیٹھ گیا' سارا ماجرا بیان کیا۔ اس کا حال سن کر حکیم بہت خوش ہوا اور ان دونوں کا نکاح کر دیا۔ صبح ہوتے ہی اس نے الوداع کہا۔ شہر میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

ولادت باسعادت: کچھ عرصے کے بعد ادھم قلندر کے گھر ایک ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوا جو حسن و جمال میں والدہ کی طرح تھا۔ اس کا نام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ رکھا گیا۔ آپ کی ولادت ۱۰۷ھ بلخ میں ہوئی۔

تربیت: چار پانچ سال کے بعد پاس کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ ایک دن بادشاہ کا گزر اس مدرسے ہوا۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ مدرسوں میں جا کر انعام تقسیم کرتا تھا اور بچوں کو چھٹی دلا دیتا تھا۔ چنانچہ اس مدرسہ میں جا کر اس نے سب بچوں میں انعام تقسیم کیا۔ جب ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ان کے سامنے آئے تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بھی کہ وہ اس کی بیٹی کے ہمشکل تھے۔ اس نے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے سامنے گھوڑے پر بیٹھا کر استاد سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک باعظمت قلندر کا بیٹا ہے۔ ہر صبح قلندر اسے لے آتا اور چھٹی کے وقت لے جاتا ہے۔ بادشاہ نے استاد کو زر کثیر دیکر کہا میں اس بچے کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ استاد نے کہا بہت اچھا۔ بادشاہ نے بچے کو گھر لے جا کر اپنی ملکہ کو دکھایا۔ ملکہ نے بچے کو گلے سے لگایا اور پیار کیا۔ ادھر جب بچوں کی چھٹی کا وقت آیا تو قلندر مدرسہ میں پہنچ گیا۔ استاد نے اسے سارا ماجرا سنایا لیکن قلندر بالکل مضطرب نہ ہوا اور سیدھا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے اسے پہچان لیا اور عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پہلو میں جگہ دی۔ کافی دلجوئی کے بعد قدم رنجی کا سبب

دریافت کیا۔ درویش نے کہا، میرے یہاں آنے کا سبب سوائے اس بچے کے نہیں ہے جو آپ کی گود میں بیٹھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں، اس کے ساتھ سخت محبت کرتی ہے اور اگر اسی وقت بچہ اس کے پاس نہ پہنچا تو اس کی موت واقع ہو جائیگی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی ماں کا کیا نام ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ خدا کیلئے سچ سچ بتا دو۔ قلندر نے بلاتکلف سب کچھ بادشاہ کو بتا دیا۔ بادشاہ اپنی چہیتی بیٹی کے زندہ ہونے کی خبر سن کر بے حد خوش ہوا اور اٹھ کر یہ مژدہ جانفزا اپنی ملکہ کو دیا۔ اسی وقت سواری بھیج کر شہزادی کو بلوالیا۔ شہزادی نے جب اپنے ماں باپ کو دیکھا آداب بجالائی اور ان کے پاؤں پر گرگئی۔ ماں باپ نے اسے اٹھا کر گلے لگا۔ خوشی کے آنسو بہائے، خوشی کی محافل منعقد کیں اور خدائے عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر بجا لائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ادھم رحمۃ اللہ علیہ قلندر کے لئے زندگی کا پورا سازو سامان مہیا کیا اور شان وشوکت کا انتظام کیا۔ لیکن انہوں نے بدستور سابق اسی طرح قلندری اور فقر کو پسند کیا اور بادشاہ کی کوئی چیز قبول نہ کی۔

تخت نشینی: بادشاہ نے سلطان ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ماں باپ کی رضامندی سے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنا ولی عہد حق کیا۔ اس وجہ سے کہ اس لڑکی کے سوا بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ جب کافی عرصہ کے بعد بادشاہ کا انتقال ہوا تو سلطان ادھم رحمۃ اللہ علیہ اس کی جگہ تخت نشین ہوئے اور ایسا عدل و انصاف قائم کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ لیکن ان کا قلب ہمیشہ اپنی اصل کی طرف مائل اور حق تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہا۔ آپ درویشوں کی بے حد تعظیم وتکریم کرتے تھے اور اکثر اوقات ان کے جوتے اٹھا کر سامنے رکھتے۔ آخر جوانی ہی میں سلطنت سے دست بردار ہو کر عبادت حق تعالیٰ میں مشغول ہو گئے۔

ترک سلطنت کا واقعہ: بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ محو خواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ جواب ملا کہ میں آپ کا ایک شناسا ہوں اور اونٹ کی تلاش میں چھت پر آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ چھت پر اونٹ کس طرح آ سکتا ہے؟ جواب ملا کہ آپ کو تاج وتخت میں خدا کس طرح مل جائے گا۔ یہ سن کر آپ ہیبت زدہ ہو گئے اور دوسرے دن جس وقت دربار جما ہوا تھا تو ایک ذی حشم شخص دربار میں آ پہنچا۔ حاضرین پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ کسی میں کچھ پوچھنے کی سکت باقی نہ رہی اور وہ شخص تیزی کے ساتھ تخت شاہی کے نزدیک پہنچ کر چاروں طرف کچھ دیکھنے لگا۔ جب ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو تو اس نے کہا کہ میں قیام کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن یہ سرائے معلوم ہوتی ہے اس لئے یہاں قیام ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برادرم یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل ہے۔ اس نے سوال کیا کہ آپ سے قبل یہاں کون آباد تھا۔ فرمایا کہ میرے آباؤ اجداد۔ غرض کہ اسی طرح کئی پشتوں تک پوچھنے کے بعد اس نے کہا کہ اور اب آپ کے بعد یہاں کون رہے گا۔ فرمایا کہ میری اولادیں۔ اس نے کہا ذرا تصور فرمائیے کہ جس جگہ اتنے لوگ آکر چلے گئے اور کسی کو ثبات حاصل نہ ہو سکا۔ وہ جگہ اگر سرائے نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گیا اور ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ رات ہی کے واقعہ سے بہت مضطرب تھے اس لئے اس واقعہ نے اور بھی بے چین کر دیا۔ آپ اس کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ملاقات کے بعد آپ نے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خضر کہتے ہیں۔ اسی ادھیڑ پن میں آپ لشکر سمیت شکار کیلئے روانہ ہوئے لیکن لشکر سے بچھڑ کر جب تنہا رہ گئے تو غیب سے ندا آئی کہ اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! موت سے پہلے بیدار ہو جاؤ اور یہ آواز مسلسل آتی رہی۔ جس سے آپ کی قلبی کیفیت دگرگوں ہوتی چلی گئی۔ پھر اچانک سامنے ہرن نظر آ گئے اور جب آپ نے شکار کرنا چاہا تو وہ بول پڑا کہ اگر آپ میرا شکار کریں گے تو آپ خود شکار ہو جائیں گے۔ کیا آپ کی تخلیق کا یہی مقصد ہے کہ آپ سیر وشکار کرتے پھریں۔ پھر آپ کی سواری کے زین سے بھی یہی صدا آنے لگی اور آپ گھبرا کر اس طرح متوجہ الی اللہ ہوئے کہ قلب نور باطنی سے منور ہو گیا۔ اس کے بعد آپ

تخت و تاج کو خیر باد کہہ کر صحرا بصحرا گریہ وزاری کرتے ہوئے نیشاپور کے قرب و جوار میں پہنچ کر ایک تاریک و بھیانک غار میں مکمل نو سال تک عبادت میں مصروف رہے۔ ہر جمعہ کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اور جو کچھ ملتا آدھا راہ مولیٰ میں دے دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کیلئے غار میں چلے جاتے۔

<u>بیعت و خلافت</u>: کتاب لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے سلطنت سے نکال کر اس راستے پر لگایا' تربیت دی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ اس کے بعد آپ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت حاصل کرنے کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اس کے بعد آپ کو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض صحبت بھی نصیب ہوا۔ ایک خرقہ خلافت ان سے بھی حاصل کر کے اوج کمال تک پہنچ گئے۔ آپ سے ایک جہان فیض یاب ہوا اور ہدایت حاصل کی۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کو حضرت عمران بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت زید راعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت تھی۔ حضرت زید راعی کو حضرت خواجہ اویس کرنی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت معمر الجیلی رضی اللہ عنہ سے خلافت تھی۔ جن کا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوتا ہے۔ ان کا مزار اردبیل اور جیل کے مابین ایک مقام پر ہے۔

حضرت خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بھی ملی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہمیشہ سیدنا ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کے شاگردوں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ یہ سعادت ان کو کیسے ملی ہے۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ وہ دائماً حق تعالیٰ میں مشغول ہے اور ہم دوسرے کاموں میں مشغول ہیں۔

بندگی جب لوگوں نے سوالکیا کہ آپ کس کی بندگی کرتے ہیں۔ آپ لرزہ براندم ہو کر گر پڑے۔ پھر بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کی۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم ۹۳) آسمان اور زمین کے رہنے والے سب کے سب خدا کے سامنے بندے ہو کر آنے والے ہیں۔ لوگوں نے سوال کیا کہ زمین پر گرنے سے قبل آپ نے یہ آیت تلاوت کیوں نہیں کی۔ فرمایا کہ خود کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہوں تو وہ حق بندگی طلب کرے گا اور بندہ ہونے سے منکر بھی ہو سکتا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کے مشاغل کیا ہیں۔ فرمایا میرے پاس چار سواریاں ہیں جب نعمت ملتی ہے تو شکر کی سواری پر، جب فرمانبرداری کرتا ہوں تو خلوص کی سواری پر، جب معصیت کا مرتکب ہوتا ہوں تو ندامت و توبہ کی سواری پر اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہوں تو صبر کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں۔ آپ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تک بندہ اہل و عیال کو چھوڑ کر کتوں کی مانند گھوڑے کی کمر پر نہ لوٹے اس وقت تک وہ مردوں کی صف میں شمار نہیں جاتا۔ اس لئے آپ نے سلطنت چھوڑ کر ذلت و رسوائی اختیار کی جس کی وجہ سے دولت فقر سے مالا مال ہوئے۔

آپ نے شیوخ کے مجمع کے نزدیک بیٹھنا چاہا تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تمہارے اندر سے حکومت کی بو نہیں گئی۔ تعجب ہے کہ ان شیوخ نے جب آپ جیسی ہستی کو قرب عطا نہیں کیا تو دوسروں کیلئے ان کا تصور کیا ہوگا۔ آپ سے سوال کیا کہ دلوں پر پردے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے پر اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔

عاجزی و انکساری: آپ کو دن بھر کی مزدوری کے بعد جو رقم ملتی وہ سب اپنے ارادت مندوں پر صرف کر دیتے اور ایک رات جب آپ کو آنے میں بہت تاخیر ہوگئی تو اس تصور سے کہ شاید آپ نہ آئیں۔ سب مریدین کھانا کھا کر سوگئے اور آپ نے واپسی پر سب کو محو خواب دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ سب بھوکے ہی سو گئے۔ چنانچہ آپ آٹا لے کر آئے اور آگ روشن کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اتفاق سے

اسی وقت ایک مرید بیدار ہوگیا اور سوال کیا کہ آپ یہ مصیبت کیوں برداشت کررہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ شاید تم لوگ بغیر کھائے سو گئے۔ اس لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہوں۔ یہ سن کر مرید کو بے حد ندامت ہوئی اور دوسرے مرید سے کہنے لگا کہ ہم سب تو آپ کی آمد میں تاخیر کی وجہ سے نہ جانے کن شکوک وشبہات میں مبتلا تھے۔ آپ ہمارے لئے کتنی اذیت برداشت کررہے ہیں۔

شکرانے کی چار سو رکعتیں: ایک یوم آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا تو شکرانے کی چار سو رکعتیں ادا کیں اور جب اسی طرح مکمل سات یوم گزر گئے اور آپ کے ضعف ونقاہت میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو آپ نے بھوک کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی وقت ایک نوجوان آپ کے پاس آیا اور اپنے مکان پر لے جا کر عرض کیا کہ میں آپ کا دیرینہ غلام ہوں اور میری تمام املاک آپ ہی کی ملکیت ہے۔ یہ سن کر آپ نے اسے آزاد کردیا اور تمام جائیداد اسی کے حوالے کردی۔ یہ عہد کرلیا کہ اب کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا کیونکہ روٹی کے ایک ٹکڑے کی طلب پر پوری دنیا پیش کردی گئی۔

پرہیزگاری کا راستہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تخت شاہی چھوڑنے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کسی باغ کی نگہبانی وحفاظت کے لئے ملازم ہوگئے۔ باغ کے مالک کو اس کا کوئی علم نہ تھا کہ یہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ایک دن وہ باغ کا مالک اپنے باغ میں آیا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا۔ جاؤ کوئی میٹھا انار لے آؤ۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ گئے اور ایک انار توڑ کر لے آئے۔ مالک نے اسے چکھا تو وہ کھٹا نکلا۔ اس نے کہا کوئی دوسرا انار لاؤ۔ چنانچہ آپ دوسرا لے آئے۔ مالک نے چکھا تو وہ بھی کھٹا ہی نکلا۔ آخر مالک نے جھنجھلا کر کہا کہ اتنے دن گزر گئے۔ مگر تمہیں اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ انار میٹھا کون سا ہے اور کھٹا کون سا؟ کوئی انار چکھ کر میٹھا لایا ہوتا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بولے مگر آپ نے باغ میرے سپرد اس لئے کیا ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں نہ اس لئے کہ میں اس کے انار کھاؤں اور چکھوں۔ مالک یہ جواب سن کر کہنے لگا۔ واہ سبحان

اللہ! اتنے پرہیزگار اور متقی۔ کوئی جانے کہ آپ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر فوراً باغ سے نکل گئے اور مالک حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کون تھا۔

حکایات و واقعات

ستر جانثار فقراء کا واقعہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا جب نواح عراق میں پہنچا تو میں نے ایسے ستر فقراء کو دیکھا جو راہ مولیٰ میں اپنی جان نچھاور کر چکے تھے لیکن ان میں ایک ایسا فرد باقی تھا جس میں زندگی کے کچھ آثار موجود تھے۔ جب میں نے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! بس محراب اور پانی کو جزو حیات بنا کر آگے جانے کی سعی نہ کرو ورنہ مجبور ہو جاؤ گے اور قربت کا تصور بھی چھوڑ دو۔ ورنہ اذیت اٹھاؤ گے کیونکہ کسی کی تاب وطاقت نہیں کہ سلامت روی کی حالت میں گستاخی کا مرتکب ہو سکے۔ اس دوست سے بھی ڈرتے رہو جو حجاج کو کفار روم کی مانند بذریعہ جنگ تہ تیغ کر دیتا ہے۔ ہم اس بیان میں یہ عہد کر کے کہ خدا کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھیں گے۔ محض توکل علی اللہ کے سہارے مقیم ہو گئے اور جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو حضرت خضر سے شرف نیاز حاصل ہو گیا۔ ہم نے آپ کی ملاقات کو مبارک فال تصور کرتے ہوئے اپنی سعی کے بارآور ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن اسی وقت ندا آئی کہ اے عہد شکنو! اے فریب کارو! کیا تمہارا یہی عہد تھا کہ مجھ کو فراموش کر کے دوسروں سے راہ و رسم بڑھاؤ۔ سن لو کہ میں تمہیں اس جرم میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ چنانچہ اے ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ یہ تمام فوت شدہ لوگ اسی کے قہر کا شکار ہو گئے اور اگر تم بھی خیریت چاہتے ہو تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے حیرت زدہ ہو کر اس شخص سے پوچھا کہ تم کیسے زندہ بچ گئے تو جواب دیا کہ ابھی نیم پختہ ہوں۔

اب انہیں کی طرح پختہ ہو کر جان دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی جان بحق ہو گیا۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ اے شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ! یہ بلند مرتبہ تمہیں کیسے حاصل ہوا؟ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں ایک بیابان سے گزر رہا تھا کہ وہاں پر میری نظر ایک ایسے پرندہ پر پڑی جس کے دونوں بازو ٹوٹے ہوئے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیکھتا ہوں اس پرندہ کو رزق کیسے ملتا ہے۔ چنانچہ میں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں پر ایک پرندہ آیا۔ اس کی چونچ میں ایک ٹڈی تھی وہ اس نے اس پرندہ کے منہ میں ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا وہ پروردگار پوری کائنات کا رازق ہے اس نے ایک پرندے کا رزق دوسرے پرندے کے ذریعے پہنچا دیا ہے۔ مجھے بھی میرا رزق ہر حال میں پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے تمام کام چھوڑ دیئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا' اے شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ! تم نے مجبور و معذور پرندہ بننا پسند کر لیا اور تندرست پرندہ بننا پسند نہ کیا کہ تم کو بلند مرتبہ حاصل ہوتا کیا تم نے یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ مومن تو ہمیشہ درجات میں بلندی کی خواہش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ابرار کی صف میں جگہ حاصل کر لیتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو چوم لیا اور کہا بلاشبہ آپ میرے استاد محترم ہیں۔

فرشتوں کے آنے کا واقعہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کے وقت بیت المقدس کے نیچے ٹھہرا ہوا تھا کہ رات گئے دو فرشتے اترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہاں پر کون ہے؟

دوسرے نے کہا کہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ۔ پہلا فرشتہ بولا' یہ وہی ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہے جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے۔ دوسرے نے پوچھا یہ کس وجہ سے ہوا؟ پہلے نے جواب دیا کہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ میں ایک دکاندار سے چھوہارے خریدے تھے اور پھل فروش کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا (تول سے زائد) ان کے چھوہاروں میں گر گیا تھا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو فوری طور پر بصرہ میں آیا اور اسی پھل فروش سے چھوہارے خریدے اور ایک چھوہارا دکاندار کے چھوہاروں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد پھر بیت المقدس واپس آیا اور اسی جگہ پر آ کر سو گیا۔ جب رات کچھ گزر گئی تو وہی دونوں فرشتے پھر وہاں پر اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہاں پر کون ہے؟ دوسرا فرشتہ بولا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ پہلا فرشتہ کہنے لگا یہ وہی ہے جس نے چیز کو اس کی جگہ پر واپس کر دیا اور اس کا جو درجہ کم کر دیا گیا تھا پھر بلند کر دیا گیا۔

ایک نوجوان سے گفتگو: حضرت عثمان عمارہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''حجر'' شہر کے ایک علاقہ میں میری ملاقات حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اور عیار مصری اور محمد بن ثوبان رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ وہ آپس میں معرفت کی باتیں کرنے لگے۔ ان سے تھوڑے فاصلہ پر ایک نوجوان ایسا بیٹھا ہوا تھا جو بڑی توجہ سے سب باتیں سن رہا تھا اور بڑی ارادت کے ساتھ بولا۔ اے اللہ کے بندو! میں بھی ایک ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہوں' رات کو بیداری کرتا ہوں' دن کو روزہ رکھتا ہوں اور میں نے اپنی زندگی کی تقسیم اس طرح سے کی ہوئی ہے۔ ایک سال حج بیت اللہ کی سعادت کرتا ہوں اور دوسرے سال مال جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیتا ہوں۔ مگر جو گفتگو تم کر رہے ہو میں نے تو ان باتوں کی کبھی خوشبو بھی نہیں سونگھی۔ نہ ہی اپنے دل میں کوئی خاص انقلاب محسوس کیا ہے اور میں یہ بھی نہیں سمجھ سکا کہ آپ لوگوں نے کیا باتیں کی ہیں۔ اس کی باتوں کا ہم نے کوئی جواب نہ دیا اور

اپنی گفتگو کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم میں سے ایک صاحب نے کہا کہ ہمیں اس جوان کی بات کا جواب دینا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ دل جلا ہے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک نے اس سے یہ کہا۔ اے جوانمرو! سن، جو لوگ اس طرح عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں وہ کسی کے طلب گار نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضا اور جذبہ عبادت میں جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ اب تم اپنی حالت کو دیکھتے جاؤ اور اپنی ہر خامی و کمزوری کا علاج کرتے جاؤ اسی کو تربیت کہتے ہیں۔

ایک غلام کی خصوصیات: ایک مرتبہ ایک غلام خرید کر نام پوچھا۔ جواب دیا جس نام سے جی چاہے پکاریں۔ فرمایا کھاتے کیا ہو؟ جواب ملا جو کھلا دیں۔ فرمایا تمہاری خواہش کیا ہے؟ جواب دیا جو خواہش آپ کی۔ غلام کو ان چیزوں سے بحث نہیں۔ یہ سن کر میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کا یونہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔

سانپ کا رخ انور سے مکھیاں اڑانا: رونق المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ سخت گرمی کے ایام میں بھی آپ اپنے گوشہ تنہائی سے نکل کر مسجد میں آتے اور نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کا ایک شاگرد ساتھ تھا۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے سائے میں سو گئے۔ شاگرد کیا دیکھتا ہے کہ دیوار کے سوراخ سے ایک سانپ نکلا۔ سانپ کے منہ میں نرگس کی شاخ تھی جس سے وہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے رخِ انور سے مکھیاں اڑا رہا تھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو شاگرد نے آپ کو سانپ کے مکھیاں اڑانے کا ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ فضل و کرم کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے۔

میں اپنی مراد کو کب پہنچا: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضور! کبھی آپ اپنی مراد کو بھی پہنچے ہیں یا نہیں؟ آپ نے

فرمایا ہاں۔ مجھے دو مرتبہ مراد ملی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہا تھا۔ کشتی میں سوار لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے نہیں جانتا تھا۔ میرے کپڑے بہت ہی میلے کچیلے تھے اور سر کے بال بھی بہت بڑھے ہوئے تھے۔ میری اس حالت کو دیکھ کر کشتی میں سوار لوگ میرا مذاق اڑانے لگے۔ وہ مجھ پر طرح طرح کی حجت کرتے تھے۔ ہر شخص میری تحقیر کرنے میں پیش پیش تھا۔ ان میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے مذاق کرتے کرتے میرے سر کے بال نوچنا شروع کر دیئے۔

ان لوگوں کی پوری توجہ میرا مذاق اڑانے میں لگی ہوئی تھی۔ وہ میرا مذاق اڑانے میں مشغول تھے اور میں اپنے دل میں بڑا خوش ہو رہا تھا کیونکہ میں اپنے دل کی مراد پا رہا تھا۔ ان لوگوں کا تمسخر اس قدر حد سے بڑھا کر ان میں سے ایک مسخرے نے اٹھ کر مجھ پر پیشاب کر ڈالا۔ اس کی اس حرکت سے میری خوشی انتہا کو پہنچ گئی۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ پھر فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ میں اس وقت مراد کو پہنچا کہ جب ایک مرتبہ نہایت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور میں بارش میں بھیگتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچا۔ سخت سردی کا موسم تھا' سردی کی شدت کی وجہ سے میں کانپ رہا تھا اور میرا خرقہ پانی میں پوری طرح بھیگ چکا تھا۔ میں قریب ہی واقع ایک مسجد میں چلا گیا۔ وہاں پر موجود لوگوں نے مجھے وہاں رہنے نہ دیا اور نکال باہر کیا۔ سخت سردی کی وجہ سے میرے دل پر لرزہ طاری تھا۔ میں وہاں سے نکل کر دو اور مساجد میں گیا لیکن وہاں پر بھی مجھے لوگوں نے رہنے نہ دیا اور باہر نکال دیا۔ ایک جگہ پر مجھے حمام دکھائی دیا۔ میں اس کے چولہے پر گیا اور اس پر اپنا خرقہ تان دیا تا کہ سوکھ جائے۔ اس چولہے کے دھوئیں نے میرا خرقہ اور میرا منہ بھی سیاہ کر دیا۔ اس وقت بھی میں اپنی مراد کو پہنچا۔

<u>پیٹنے والے کے حق میں جنت کی دعا:</u> ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ راستے میں آپ کو ایک سپاہی ملا

جس نے آپ سے پوچھا کہ تو بندہ ہے (یعنی غلام ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بندہ ہوں۔ سپاہی نے پوچھا کہ بستی کس طرف کو ہے؟ آپ نے قبرستان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ادھر' سپاہی نے کہا کہ میں آبادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا' قبرستان ہی آبادی ہے۔ یہ سن کر سپاہی کو غصہ آ گیا وہ آگ بگولا ہوگیا اور آپ کے سر میں زور سے کوڑا مارا۔ اس سے آپ کا سر پھٹ گیا۔ سپاہی نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ آپ کو پکڑ کر شہر میں لے آیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے جاننے والے احباب کو علم ہوا تو وہ آئے اور صورت حال دریافت کی۔ سپاہی نے سارا ماجرا بیان کیا اس پر وہ کہنے لگے کہ یہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سپاہی نے جب آپ کا نام سنا تو فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور سخت شرمسار ہوا۔ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور عذر پیش کرنے لگا۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ میں بندہ ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ تو کس شخص کا بندہ ہے بلکہ یہ پوچھا تھا کہ تو بندہ ہے؟ چونکہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا اس لئے میں نے کہہ دیا کہ ہاں میں بندہ ہوں۔ پھر جب اس نے مجھے مارا تو میں نے اس کے حق میں جنت کی دعا مانگی۔ لوگوں نے کہا' اس نے تو آپ پر ظلم کیا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ یقین تھا کہ اس مصیبت پر مجھے ثواب حاصل ہوگا۔ چنانچہ مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ اس کی وجہ سے مجھے ثواب ملے اور میری وجہ سے اسے عذاب ملے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی دعا: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں ایک شہر میں پہنچا اور وہاں پر ایک مسجد میں قیام اختیار کیا۔ جب عشاء کی نماز ہو چکی تو مسجد کا امام آیا اور کہنے لگا۔ یہاں سے باہر نکلو۔ میں نے دروازہ بند کرنا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں مسافر ہوں اس لئے رات مسجد میں ہی گزاروں گا۔ وہ کہنے لگا' مسافر تو

مسجد سے قندیلیں اور چٹائیاں چرا لے جاتے ہیں اس لئے ہم کسی کو بھی یہاں پر سونے نہیں دیتے' چاہے ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں۔ میں نے کہا' میں ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہوں یہ سخت سردی کی رات تھی۔ اس نے مجھ سے کہا' تمہاری شکل سے ہی معلوم ہوتا ہے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر وہ غصے میں آ گیا اور کہنے لگا۔ بس زیادہ بکواس نہ کرو اور سختی سے میری ٹانگ پکڑ کر کھینچی۔ مجھے منہ کے بل گھسیٹتا ہوا حمام کے تنور کے دروازہ تک لے گیا اور وہاں چھوڑ کر واپس ہوا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں پر کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک آگ جلانے والا حمام میں آگ جلا رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اسی کے پاس جا کر رات گزارنی چاہیے۔ چنانچہ میں اس شخص کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک موٹے کپڑے کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اسے سلام کیا لیکن اس نے جواب نہ دیا اور مجھے اشارہ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ وہ شخص خوفزدہ حالت میں کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب دیکھتا جاتا تھا' مجھے اس سے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ جب اس نے اپنا کام ختم کر لیا تو پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے کہا' حیرت ہے کہ جب میں نے تمہیں سلام کیا تھا تو تم نے اسی وقت مجھے جواب کیوں نہ دیا؟ کہنے لگا کہ میں ایک قوم کا ملازم ہوں۔ میں اس بات سے ڈر گیا کہ اگر تیرے سلام کے جواب میں مشغول ہو گیا تو میں خائن اور گنہگار ہو جاؤں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے دائیں بائیں نظر دوڑاتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا تم کسی سے خوفزدہ ہو؟ اس نے جواب دیا' ہاں میں نے کہا۔ کس سے خوفزدہ ہو؟ کہنے لگا' موت سے نہ جانے دائیں جانب سے آن پہنچے یا بائیں جانب سے۔ میں نے پوچھا' ایک دن میں کتنے کی مزدوری کر لیتے ہو؟ کہنے لگا ایک درہم اور ایک دانگ کی۔ میں نے پوچھا اس کا کیا کرتے ہو؟ جواب دیا ایک دانگ تو میں اور میرے اہل خانہ کھاتے ہیں۔ جبکہ ایک درہم اپنے ایک بھائی

کی اولاد پر خرچ کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا وہ تمہارا سگا بھائی تھا؟ کہنے لگا' نہیں میں نے اس سے اللہ کیلئے محبت کی تھی اب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کی اولاد کی کفالت میں ہی کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا' تم نے اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کے بارے میں دعا مانگی تھی جو اس نے قبول فرمائی ہو۔ اس نے کہا' میری ایک حاجت ہے اور میں بیس برس سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں۔ ابھی تک میری وہ حاجت پوری نہیں ہوئی۔ میں نے کہا' تیری وہ کیا حاجت ہے؟ کہنے لگا' میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص ہے جو زاہدوں میں بلند مرتبہ اور تمام عابدوں پر فائق ہے۔ انہیں ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' میں نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی تھی کہ میں ان کا دیدار کروں اور ان کے سامنے ہی میری جان نکل جائے۔ میں نے کہا' اے میرے بھائی! خوش ہو جا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری حاجت پوری کردی اور تیری دعا کو شرف قبولیت بخشا اور مجھے تمہارے پاس منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے پہنچا کر راضی ہوا۔ یہ سنتے ہی وہ اچھل پڑا اور مجھ سے معانقہ کیا۔ پھر وہ کہنے لگا اے اللہ! تو نے میری حاجت پوری کی اور میری دعا قبول کرلی۔ اب میری روح بھی قبض کرلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی دوسری دعا بھی قبول ہوگئی۔ وہ شخص گرا اور گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے ملاقات: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر کام پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور دوران سفر یہ بھی کہتے جاتے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچتے ہیں۔ لیکن میں سر اور آنکھوں کے بل پہنچوں گا اور جب مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں خانہ کعبہ غائب تھا۔ چنانچہ آپ اس تصور سے آبدیدہ ہوگئے کہ شاید میری بصارت زائل ہوچکی ہے لیکن غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی ہے بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کیلئے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ کو احساس ندامت ہوا اور گریہ کناں ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ وہ کون ہستی ہے۔ ندا آئی کہ وہ بہت

ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں۔ کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے اور آپ نے رابعہ بصری سے سوال کیا کہ تم نے نظام عالم کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ شور تو آپ نے مچا رکھا ہے دنیا میں اس بات کی دھوم مچی ہوئی ہے کہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ چودہ برس سے آنکھوں کو قدم بنا کر خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے سفر کر رہا ہے اور ابھی تک وہ خانہ کعبہ کی زیارت سے سرفراز نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو خانہ کعبہ دیکھنے کی خواہش ہے اور مجھے خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنے کی آرزو ہے۔ اس لئے جس شخص کو مالک دیکھنے کی امنگ ہو تو وہ گھر میں بیٹھ کر بھی دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ گھر تو اپنے مالک کے پاس ہی ہوتا ہے۔

ایک صاحب وجد نوجوان سے ملاقات: روایت ہے کہ کسی نے آپ سے ایک صاحب وجد اور عبادت وریاضت میں مشغول رہنے والے نوجوان کی بہت تعریف کی۔ چنانچہ اشتیاق ملاقات میں جب آپ اس کے یہاں پہنچے تو اس نے آپ سے تین یوم کیلئے اپنے یہاں مہمان رکھنے کی استدعا کی اور جب آپ نے تین یوم میں اس کے احوال کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ اس کی جتنی تعریف سنی تھی اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا۔ یہ دیکھ کر آپ نے نادم ہو کر فرمایا کہ ہم اس قدر کاہل وجود ہیں اور یہ شب بیداری کرتا رہتا ہے۔ لیکن پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ کہیں یہ ابلیس کے کسی فریب میں مبتلا تو نہیں ہے۔ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ حلال رزق استعمال کرتا ہے یا نہیں۔ جب آپ کو یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے تو پھر آپ نے اس سے اپنے یہاں تین یوم مہمان رکھنے کیلئے فرمایا اور اس کو اپنے ہمراہ لا کر کھانا کھلایا۔ جس کے بعد اس کی پہلی سی حالت باقی نہ رہی۔ اس نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کر دیا ہے۔ تو فرمایا کہ تجھے رزق حلال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے شیطان کی

کارفرمائیاں جاری تھیں۔ اب میرے یہاں کے رزق نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام عبادت و ریاضت کا تعلق صرف رزق حلال پر موقوف ہے۔

نفس پر صبر: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شفیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو مکہ مکرمہ کے ایک بازار (میں جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت والے مقام کے نزدیک ہے) دیکھا آپ راستہ سے ہٹ کر ایک کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور رو رہے تھے۔ میں بھی اپنا راستہ چھوڑ کر ان کے قریب چلا گیا اور ان سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ خیرت ہے' میں نے دو تین مرتبہ استفسار کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر تم کسی سے اس بات کا ذکر نہیں کرو گے تو پھر تم کو بتاؤں گا۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ آپ ارشاد فرمائیں چنانچہ آپ فرمانے لگے کہ تیس سال سے میرا دل حریرہ کھانے کیلئے مجھے تنگ کر رہا تھا لیکن میں بڑی کوشش اور صبر سے اس کو روکتا تھا۔ کل رات کے وقت میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی۔ اسی اثناء میں ایک شخص سبز پیالہ ہاتھ میں لے کر آیا۔ اس پیالہ میں سے بھاپ اڑ رہی تھی اور حریرہ کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے اپنے نفس کو روکا۔

اس شخص نے پیالہ میرے نزدیک کر کے مجھ سے کہا۔ اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! اس کو کھا لے۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کھلا دے تو کھا لینا چاہئے۔ مجھے اس کا کوئی جواب نہ سوجھا اور میں رونے لگا۔ اس نے پھر مجھ سے کہا کہ لو اس کو کھا لو۔ میں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کھانا کہاں سے آیا ہے اس وقت تک ہاتھ نہ ڈالیں۔ اس نے جواب دیا کہ اسے کھاؤ یہ تمہارے لئے ہی آیا ہے۔ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ پیالے کو لے جا اور ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے نفس کو کھلا دے۔ اس لئے کہ اس نے بڑی مدت سے اپنے نفس پر صبر کر کے اس کو روک رکھا ہے۔ اب اس پر اللہ تعالیٰ

نے رحم کیا ہے اور اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! یہ بھی یاد رکھو کہ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کو نہیں لیتا تو پھر اگر طلب کرتا ہے تو نہیں ملتی۔ میں نے کہا یہ بات ہے تو میں تمہارے سامنے ہوں اس کا معمہ اللہ تعالیٰ ہی حل فرمائے گا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک اور شخص آیا اس نے پہلے کچھ دیا اور کہا کہ تم ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دو۔ چنانچہ اس نے میرے منہ میں لقمہ ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ میں سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اس کا ذائقہ اپنی زبان پر محسوس کیا۔

حضرت شفیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات ختم کی تو میں نے ان سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے کریں' میں نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر چوم لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے باری تعالیٰ! جو لوگ اپنی خواہشات کو اچھی طرح روکتے ہیں تو ان کی خواہش کو پوری کرتا ہے' تو ہی دلوں میں یقین ڈالتا ہے' تو ہی ان سے دلوں کو مطمئن رکھتا ہے۔ اے اللہ! اپنے بندہ شفیق پر بھی نگاہ کرم فرما۔ پھر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت سے جو تو نے ان پر کیا ہے اپنے عاجز بندہ پر بھی عنایت فرما جو تیرے ہی فضل و کرم' احسان و رحم کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس کا حقدار نہیں۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور چلتے ہوئے حرم شریف میں داخل ہو گیا۔

توکل کیا ہے؟: آپ نے فرمایا کہ توکل کر کے ایک جنگل میں پہنچ گیا۔ کئی دن کچھ نہ کھایا۔ خیال آیا قریب ایک دوست سے کھالیا جائے لیکن یہ تصور بھی آ گیا کہ میرا توکل ہی کالعدم ہو جائے گا۔ ایک مسجد میں جا کر یہ کلمہ ورد کرنا شروع کر دیا۔ تَوَکَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ۔یعنی میرا توکل اس پر ہے جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ ندائے غیبی آئی کہ اللہ تعالیٰ نے متوکلین سے عالم کو پاک کر دیا ہے۔ پھر ندا آئی یہ متوکل نہیں کہ دوستوں کے یہاں کھانے کا ارادہ کرے۔ فرمایا کہ میں نے ایک

متوکل سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانا کہاں سے آتا ہے۔ جواب دیا کہ یہ سوال تو آپ اللہ سے کریں۔ میرے پاس ایسی بے ہودہ بات کا جواب نہیں ہے۔

رفیق جنت کا مشاہدہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز جناب الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی جو عورت جنت میں میری رفیق ہوگی اسے مجھے دکھادے۔ جب سو گئے تو جواب میں ان سے کہا گیا کہ تمہاری رفیقہ جنت سلامہ نامی ایک عورت ہے جو فلاں فلاں موضع میں بکریوں کا ریوڑ چرا رہی ہے۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور جس موضع کا نشان و پتہ خواب میں بتایا گیا تھا۔ اس کی طرف چل دیئے اور اس موضع میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے ایک عورت کو بکریاں چراتے دیکھا اور اسے سلام کیا۔ اس عورت نے جواب میں کہا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا اِبْرَاهِيْمُ۔ ابراہیم نے فرمایا۔ بھلا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں۔ وہ بولی جس نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی ہے کہ میں آپ کی رفیق جنت ہوں۔ ابراہیم بولے اے سلامہ! مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا شب بیداری اور رات کو نماز تہجد پر مداومت اختیار کیجئے۔ اس لئے کہ رات کا قیام بندے کو اپنے رب کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ آپ کو اگر محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو رات کی نیند چھوڑ دیجئے۔

اللہ کے حکم سے سانپ نے راحت پہنچائی: موسم سرما میں یخ بستہ پانی کو جس نے برف کی شکل اختیار کر لی تھی۔ توڑ کر نہائے اور پوری شب مشغول عبادت رہے اور صبح کو جب ہلاکت آمیز سردی محسوس ہونے لگی تو آپ کو آگ کا خیال آیا۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے پشت پر گرم پوستین ڈال دی ہو۔ جس کی وجہ سے پرسکون نیند آ گئی اور جب بیداری کے بعد دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا۔ یہ دیکھ کر آپ خوفزدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے تو اس کو میرے لئے وجہ سکون بنایا لیکن اب یہ قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے۔ یہ کہتے ہی اژدھا پھن زمین پر مارتا ہوا غائب ہو گیا۔ جب عوام کو آپ کے مراتب کا صحیح اندازہ ہو گیا تو آپ نے اس غار کو خیر باد

کہہ کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ شیخ ابوسعید نے اس غار کی زیارت کر کے فرمایا کہ اگر یہ غار مشک سے لبریز کر دیا جاتا۔ جب اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ کے چند روزہ قیام سے موجود ہے۔

اسم اعظم کی تعلیم: صحرائی سفر میں آپ کی ایک ایسے خدا رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی اور آپ ہمیشہ اسی اسم اعظم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے۔ پھر اسی دوران آپ کی ملاقات جب حضرت خضر سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جن بزرگ نے تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دی وہ میرے بھائی الیاس ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر حضرت خضر کی بیعت کی اور بلند مراتب تک پہنچے۔

اللہ سے مغفرت کی دعا: آپ اکثر یہ فرماتے کہ مجھے یہ جستجو رہتی ہے کہ رات میں کسی وقت خانہ کعبہ خالی مل جائے لیکن ایسا موقع نصیب نہ ہوتا تھا۔ اتفاق سے ایک شب بارش ہو رہی تھی اور میں تنہا طواف میں مشغول تھا۔ میں نے حسن اتفاق سمجھ کر حلقہ کعبہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے لگا۔ لیکن یہ ندا آئی کہ پوری مخلوق مجھ سے طالب مغفرت ہوتی ہے اور اگر میں سب کو معاف کر دوں تو پھر میری غفاریت و رحمانیت کی کیا قدر رہ جائے گی۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔ ندا آئی کہ دوسروں کے متعلق ہم سے سوال کر اپنے متعلق ہم سے کچھ نہ کہہ' کیونکہ دوسروں کیلئے تیری سفارش مناسب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اکثر یہ دعا کیا کرتا۔ اے اللہ تو علیم و خبیر ہے کہ تیری عنایت و کرم جو مجھ پر ہے۔ اس کے مقابلہ آٹھوں جنتوں کو بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی طرح تیری محبت کے مقابلے میں آٹھوں جنتیں ہیچ ہیں لہٰذا اے خدا رسوائی معصیت سے بچاتے ہوئے مجھے اطاعت کا شرف عطا فرما دے اور جو تیری ذات سے واقف ہے۔ اسے کیا خبر کہ اس شخص کی کیا کیفیت ہوگی جو تجھ سے قطعاً ناواقف ہے۔

کرامات

اللہ کی طرف سے رزق ملنے کا واقعہ: بعض بزرگان دین سے مروی ہے۔ ...ماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ساحل ...ندر پر چلے جا رہے تھے چلتے ہوئے ہم ایک جنگل میں جا پہنچے۔ جنگل میں بہت سی ...ک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے کہا کہ اگر ہم رات اس مقام پر گزارتے اور اس ...ک لکڑی کو جلاتے تو بہت اچھا ہوتا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' ...ی بات ہے رہ جاؤ۔ چنانچہ ہم نے آگ جلائی' ہمارے پاس روٹی تھی۔ اس کو گرم ...ر کے ہم کھانے لگے۔ ہم میں سے ایک نے کہا کہ یہ انگارے کتنے اچھے ہیں اگر ...ی وقت گوشت ہوتا تو خوب بھونتے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ...ہ تعالیٰ ہی تمہیں کھلانے پر قادر ہے۔ اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ ایک شیر ایک ...ٹ کو بھگا کر لایا ہے اور ہمارے بالکل نزدیک آ کر اسے پکڑ لیا اور اس کی گردن پر ...لہ آور ہوا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اس ...نٹ کو ذبح کرو یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس اونٹ کا گوشت ...ونا جبکہ وہ شیر کھڑا دیکھتا رہ گیا۔

آپ کے سمجھانے سے حصول توبہ: ایک شخص ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ ...لیہ کے پاس آیا۔ کہا کوئی ایسا طریقہ بتائیے جس سے میں برے کام کرتا رہوں اور ...رفت نہ ہو۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ چھ باتیں قبول کر لو پھر ...و چاہے کرو۔ تجھے کوئی گرفت نہ ہوگی۔ اول یہ کہ جب تو کوئی گناہ کرے تو خدا کا ...زق مت کھا۔ اس نے کہا یہ تو بڑی مشکل ہے کہ رازق تو وہی ہے۔ پھر میں کہاں ...سے کھاؤں۔ فرمایا! تو یہ کب مناسب ہے کہ تو جس کا رزق کھائے۔ پھر اس کی نافرمانی کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر تو کوئی گناہ کرنا چاہے تو اس کے ملک سے باہر نکل ...کر اس نے کہا۔ تمام ملک ہی اس کا ہے پھر میں کہاں نکلوں۔ فرمایا تو یہ بات بہت

بری ہے کہ جس کے ملک میں رہو اس کی بغاوت کرنے لگو۔ تیسرے یہ کہ جب تو گناہ کرے تو ایسی جگہ کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھے۔ اس نے کہا یہ تو بہت ہی مشکل ہے اس لئے کہ وہ تو دلوں کا بھید بھی جانتا ہے۔ فرمایا تو یہ کب مناسب ہے کہ تو اس کا رزق کھائے اور اس کے ملک میں رہے اور اسی کے سامنے گناہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جب ملک الموت تیری جان لینے آئے تو اسے کہہ کہ ذرا ٹھہر جا۔ مجھے توبہ کر لینے دے۔ اس نے کہا کہ وہ مہلت کب دیتا ہے۔ فرمایا تو یہ مناسب ہے کہ اس کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لے اور اس وقت کو غنیمت سمجھ۔ پانچویں یہ کہ قیامت کے دن جب حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ تو کہنا کہ میں نہیں جاتا۔ اس نے کہا وہ زبردستی بھی لے جائیں گے۔ فرمایا تو اب خود ہی سوچ لے کہ کیا گناہ تجھے زیبا ہے وہ شخص قدموں میں گر گیا اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

پتھر سے چشمہ جاری ہو گیا: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں ایک بکری چرانے والے کے پاس سے گزرا اور پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ کو دونوں میں سے کیا پسند ہے؟ میں نے کہا پانی۔ اس نے فوراً پتھر کی سخت چٹان پر اپنا ڈنڈا مارا اور اس سے پانی جاری ہو گیا۔ میں نے جب اس پانی کو پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں تعجب میں پڑ گیا۔ انہوں نے کہا:

> ''حیرت نہ کرو جب بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہا' آمین۔

قبولیت دعا کا واقعہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سمندری جہاز میں بیٹھے سفر کر رہے تھے۔ ایک کمبل آپ نے اپنے جسم مبارک پر لپیٹا ہوا تھا اور مراقبہ کی حالت میں تھے۔ سفر شروع کئے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ سخت طوفانی ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ جہاز کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جہاز میں سوار تمام مسافروں میں ہلچل مچل گئی۔ ہر طرف گھبراہٹ اور افراتفری پھیلی ہوئی

تھی مگر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ خاموش اور سکون واطمینان سے تشریف فرما تھے۔ تمام مسافر آپ کی خدمت میں بھاگتے ہوئے آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم ہلاکت کے طوفان میں گھرے ہوئے ہیں۔ سخت طوفانی ہواؤں سے جہاز کے غرق ہونے کا خطرہ بڑھتا جارہا تھا اور آپ اطمینان سے سو رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر مراقبے سے اٹھایا اور فرمایا اے اللہ! ہم نے تیری قدرت کاملہ کو دیکھ لیا ہے اب اپنے فضل وکرم سے ہمیں معاف فرما۔ آپ نے یہ الفاظ ادا فرمائے ہی تھے کہ اسی وقت طوفانی ہوائیں چلنا بند ہوگئیں اور جہاز سکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف چلنا شروع ہوگیا۔

ابلیس لعین کا وار: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں جارہا تھا کہ اچانک راستے میں مجھے ایک بزرگ صورت بوڑھا ملا۔ اس نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے اور تم بغیر زادِ راہ لیے سفر کر رہے ہو' اس کی یہ بات سن کر میرے دل میں فوری طور پر یہ خیال آیا کہ یہ بوڑھا کوئی بزرگ نہیں بلکہ ابلیس لعین ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ پھر فرماتے ہیں کہ اس وقت میری جیب میں چاندی کے چار درہم پڑے ہوئے تھے جو کہ میں نے کوفہ شہر میں اپنی زنبیل فروخت کر کے جیب میں رکھ لیے تھے۔ میں نے فوری طور پر وہ درہم نکالے اور ان کو زمین پر پھینک دیا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے اس بات کا عہد کیا کہ میں ہر میل پر چار سو رکعت نفل نماز ادا کروں گا۔ میں چار سال تک متواتر صحرا نوردی کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ میری روزی مجھے بغیر کسی تنگی اور تکلیف کے پہنچاتا رہا۔ اسی دوران مجھے حضرت خضر علیہ السلام کی بھی زیارت ہوئی ان کی صحبت سے میں نے بہت فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد پھر میرا دل اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی سے مکمل طور پر فارغ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد: حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کئی برس تک حضرت

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی عجیب واقعہ بتائیں۔ اس پر انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ہمارا زاد راہ ختم ہو گیا۔ ہم کوفہ کی ایک ویران سی مسجد میں ٹھہر گئے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم بھوک سے نڈھال دکھائی دیتے ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ مجھے شدید بھوک لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے قلم دوات منگوائی اور کاغذ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا۔ ہر حالت میں اے رب ذوالجلال! تو ہی ہمارا مقصود اور ہر کام میں تو ہی مددگار ہے اس کے بعد آپ نے یہ اشعار لکھے:

انا حامد انا شاکر
انا جائع انا ضائع انا عاری
ھی ستة وانا الضمین لیفضها
فکن الضمین لیفضها یا باری
مدحی لغیرك لهب نار خفتها
فاجر عبیدك من دخول النار

ترجمہ: میں تیری حمد کرنے والا، میں شکر کرنے والا اور ذکر کرنے والا ہوں، میں بھوکا خستہ حال اور برہنہ ہوں یا اللہ! میں تین باتوں کا ضامن ہوں اور بقایا تین کی ضمانت تو قبول فرمالے۔

تیرے سوا کسی اور کی تعریف میرے لیے آگ سے کم نہیں ہے اپنے بندے کو اس آگ سے بچالے۔

حضرت حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ دل میں کسی غیر کا خیال نہ لانا تمہیں سب سے

پہلے جو شخص نظر آئے اس کو یہ رقعہ دے دینا۔ چنانچہ مجھے سب سے پہلے جو شخص ملا وہ ایک خچر سوار تھا۔ میں نے اس کو وہ رقعہ دے دیا۔ اس نے پڑھا اور رونا شروع کر دیا۔ پھر کہنے لگا کہ اس رقعہ کو لکھنے والا کہاں پر ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ فلاں ویران مسجد میں اقامت گزین ہے۔ یہ سن کر اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے۔ اس کے بعد مجھے ایک اور شخص ملا اس سے میں نے اس خچر سوار کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ نصرانی تھا۔ واپس آ کر میں نے سارا واقعہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہرو وہ ابھی آ جائے گا تھوڑی دیر کے بعد وہ نصرانی آ گیا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے سر کو بوسہ دینے لگا۔ پھر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گیا۔

کنویں سے سونے چاندی کا نکلنا: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کنویں سے ڈول نکالا تو ڈول سونے سے لبریز تھا۔ آپ نے اسے پھینک کر پھر ڈول ڈالا تو چاندی سے بھرا ہوا نکلا اور تیسری مرتبہ موتیوں سے۔ اس وقت آپ نے کہا یا اللہ! میں تو پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے پانی کا خواستگار ہوں۔ میری نگاہوں میں سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں۔ سفر حج کے دوران آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں۔ فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو اور اس درخت کی جانب دیکھو جو اس وقت پودا سونے کا بن چکا ہے۔

اللہ پر توکل کا ثمر: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب بادشاہت چھوڑ کر فقر کی راہ پر چل دیئے تو باری تعالیٰ کے توکل پر نکل پڑے۔ چلتے ہوئے ایک جنگل میں پہنچے وہاں پر دیکھا کہ ایک فقیر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے۔ آپ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ یہ جگہ آبادی سے فاصلے پر ہے اور رفاقت کیلئے ایک فقیر موجود ہے۔ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اس فقیر نے جب آپ کو اپنے پاس بیٹھے دیکھا تو غصے میں آ گیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا کہ یہاں سے اسی وقت چلے جاؤ۔ کہیں تیری

شامت اعمال سے میری عبادت میں خلل نہ پڑے۔ میرے لئے ہر روز غیب سے کھانا آتا ہے جس سے بمشکل میرا گزارا ہوتا ہے تو یہاں پر رہا تو بھوکا پیاسا مر جائے گا۔

اس فقیر کی بات سن کر حضرت ابراہیم بن اُدھم رحمۃ اللہ علیہ بڑے شکستہ دل ہوئے اور وہاں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے توکل کے سہارے دوسری جگہ پر ذرا ہٹ کر بیٹھ گئے۔ دل میں خیال کیا کہ جس پروردگار نے مجھ سے بادشاہت ترک کرائی وہ سب کا روزی رساں ہے' کیا اسے اس بات سے شرم نہ آئے گی کہ میں بھوکا پیاسا مر جاؤں۔ چنانچہ اس بات کو دل میں ٹھان کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اس فقیر کے لئے معمول کے مطابق غیب سے روٹی اور پیاز آیا۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس غیب سے سنہری برتن اترنا شروع ہوئے' کسی میں چاول یا کسی میں گوشت' کسی میں کوفتے' کسی میں کباب' کسی میں قیمہ اور کسی میں حلوہ تھا۔ یعنی کہ جو نعمتیں بادشاہی کے زمانہ میں آپ تناول فرماتے تھے۔ ان سے بڑھ کر نعمتیں آپ پر نازل ہوئیں۔ آپ نے اپنی بھوک کے موافق اس میں سے تھوڑا سا کھالیا اور باقی چیزیں اس فقیر کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ بھوکے ہیں تو کھا لیجئے۔ فقیر نے یہ دیکھا تو حسد کی آگ میں جل گیا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گرا اور کہا اے اللہ! میں چالیس برس سے تیری عبادت کر رہا ہوں اور یہ تو نوجوان آدمی ہے اس نے میری جتنی عبادت کب کی ہوگی جو بھوک کے صدمے میں نے اٹھائے ہیں اس نے کب اٹھائے ہوں گے۔ حیرت کی بات ہے کہ میری عبادت کا صلہ روٹی اور پیاز ہے جبکہ ہر طرح کی نعمتیں اس کیلئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خطاب ہوا کہ تو اپنی اصلیت کو دیکھ تو ایک مفلس کسان تھا اور روٹی پیاز پر گزر بسر کرتا تھا۔ یہ ایک بادشاہ تھا اس کے دستر خوان پر لاتعداد کھانے چنے جاتے تھے۔ تجھے تیری خوراک ملتی ہے اسے اس کی خوراک ملا کرے گی۔ دوسرے تو ایک غریب شخص تھا جب تو نے کوئی ذریعہ معاش نہ دیکھا تو میرے

ر پر آ پڑا اور وہ جاہ وجلال رکھنے والا بادشاہ تھا اس نے بادشاہی چھوڑ کر گدائی اختیار کی ہے۔

نار میٹھا ہو گیا: حضرت محمد مبارک صوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت براہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیت اللہ کے سفر میں دو پہر کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ اس وقت درخت میں سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا اور ایک خود کھایا۔ لیکن اس وقت وہ درخت بھی چھوٹا تھا اور انار بھی ترش تھے۔ مگر جب ہم بیت المقدس سے واپس ہوئے تو وہ بہت قد آور ہو گیا تھا اور انار بھی بہت شیریں تھے۔ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بنا پر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

ہر مچھلی کے منہ میں سوئی: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جب سلطنت چھوڑ کر اطاعت الٰہی میں مشغول ہو گئے تو حضرت کے ایک صاحبزادے نے آپ کو بے حد تلاش کیا۔ آخر ایک دفعہ دیکھا کہ حضرت دریا کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام کے بعد عرض کیا۔ یہ کیسی زندگی آپ نے اختیار کر رکھی ہے۔ اس تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو اس نے غصے سے سوئی حضرت کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی۔ کہا یا تو آپ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرت نے فرمایا بیٹا سوئی اب کس طرح نکل سکتی ہے لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرت نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لے حاضر ہو گئیں تو اس نے کہا میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں جو میں نے پھینکی ہے۔ اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا کہ میں اس سوئی کو حضرت خضر کیلئے بطور تبرک لئے جا رہی تھی۔

حضرت کے احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔ مجھے معاف کیجئے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا بیٹا تم واپس جاؤ جو اپنے پروردگار عالم کی یاد میں محو ہو اسے کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا۔

شیر نے کہنا مانا: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند لوگ آئے اور کہنے لگے کہ حضور! فلاں راستے میں ایک شیر آ بیٹھا ہے اور راستہ بند ہو گیا ہے۔ وہ شیر وہاں سے جاتا ہی نہیں۔ جس سے لوگ بڑے پریشان ہو رہے ہیں۔ فرمایئے! کیا کریں؟ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور جہاں شیر بیٹھا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر شیر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے شیر! اگر ہم میں سے کسی پر حملہ کرنے کا تجھ کو حکم ہو چکا ہے تو اپنا کام کر اور اگر ایسا نہیں تو یہاں سے اٹھ اور اپنی جگہ چلا جا۔ شیر نے یہ سنا تو فوراً اٹھا اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھنے لگا اور پھر وہاں سے واپس جنگل میں چلا گیا۔

حصولِ پاکیزگی: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ایک راستے سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک شرابی کو دیکھا جو شراب کے نشہ میں راہ میں گرا ہوا تھا اور بے ہوشی کے عالم میں اپنی زبان سے بہت بکواس کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا۔ یہ زبان تو ذکر حق کیلئے تھی اسے کون سی آفت پہنچی کہ یہ ایسے بکواس کر رہی ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس کا منہ اور اس کی زبان دھونے لگے۔ دھو کر آگے تشریف لے گئے۔ شرابی ہوش میں آیا تو لوگوں نے اسے یہ سارا واقعہ سنایا۔ شرابی یہ سن کر کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ میرا منہ اور زبان دھو گئے ہیں۔ رویا اور کہنے لگا الٰہی! تیرے مقبول بندے کی شرم کھا کر میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں تو بھی اپنے مقبول بندے کے طفیل مجھے بخشش دے۔

رات کو ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ

اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! تو نے اس شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا۔

تین حجابات: فرمایا کہ تین حجابات رفع ہو جانے کے بعد قلب سالک پر سارے خزانے کشادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ کبھی دنیا کی سلطنت قبول نہ کرے۔ دوم اگر کوئی شے سلب کر لی جائے تو غمزدہ نہ ہو کیونکہ کسی شے کے حصول پر اظہار مسرت نہ کرے کیونکہ اظہار مسرت کرنا احساس کمتری کی علامت ہے اور احساس کمتری والا ہمیشہ ندامت کا شکار ہوتا ہے۔

آسودہ و مطمئن حال: ایک دن کوئی مزدور دن بھر کی ناکامی کے بعد جب گھر کی طرف چلا تو خیال آیا کہ آج اہل و عیال کو کیا جواب دوں گا۔ اسی عالم میں سر راہ اس کی ملاقات حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی اور اس نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی حالت پر صرف اس لئے رشک آتا ہے کہ آپ تو آسودہ و مطمئن ہیں لیکن میں شب و روز مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج تک کے عبادات صدقات میں تجھے نذر کرتا ہوں اور تو صرف آج کی پریشانیاں مجھے عطا کر دے۔

کیا آپ اللہ سے واقف ہیں؟: ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا کہ کسی نے عرض کیا کہ اس کو کچھ معاوضہ دے دیجئے گا۔ چنانچہ آپ نے ایک تھیلی اٹھا کر اس کو دے دی لیکن اسی وقت اتفاق سے ایک سائل آ گیا اور حجام نے وہ تھیلی اسے دے دی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس میں تو سونا اور اشرفیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو مجھ کو بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ انسان دل سے غنی ہوتا ہے نہ کہ دولت سے۔ لیکن میں جس کی راہ میں لٹاتا ہوں اس سے آپ واقف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جملہ سن کر مجھے بے حد ندامت ہوئی اور میں نے نفس سے کہا کہ جیسا تو نے کیا ویسی ہی سزا مل گئی۔

ساتھی کی خدمت: حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ آپ

کے ہمراہ دوران سفر بیمار ہو گیا اور آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ سب میری بیماری پر خرچ کر دیا۔ جب سب چیزیں ختم ہو گئیں تو اپنا خچر فروخت کر کے خرچ کیا اور صحت یاب ہونے کے بعد جب میں نے خچر کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ تو میں نے فروخت کر دیا۔ پھر جب میں نے عرض کیا کہ میں سفر کس طرح کر سکوں گا تو فرمایا کہ میرے کاندھوں پر اور آپ یقین کر لیں کہ مجھے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر تین منزل تک سفر کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے پاس کھانے کو کچھ باقی نہ رہا تو مسلسل پندرہ یوم تک صرف ریت کھا کر گزار دیئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی مکہ معظمہ میں اس لئے کوئی پھل نہیں خریدا کہ وہاں کی بیشتر زمینیں فوجیوں نے خرید رکھی تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے بے شمار حج کرنے کے بعد بھی محض اس خوف سے کبھی آب زمزم نہیں پیا کہ اس پر حکومت کا ڈول رہتا ہے۔

ایک روٹی پر قناعت: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے امراء میں سے تھے۔ ایک مرتبہ آپ محل سے باہر نکلے تو آپ کو محل کے نزدیک ایک شخص دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی۔ اس کو کھا کر وہ سو گیا۔ آپ نے اپنے ایک غلام سے کا کہ جب یہ آدمی جاگ جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ جب وہ شخص بیدار ہوا تو غلام اس کو حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا اے جوان! تجھے بھوک لگی ہوئی تھی اور تو ایک روٹی سے سیر ہو گیا۔ اس شخص نے کہا' ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ تمہیں نیند خوب آئی؟ کہنے لگا' ہاں۔ آپ نے اپنے دل میں سوچا آئندہ کیلئے میں دنیا کے حصول میں مارا مارا نہیں پھروں گا۔ نفس انسانی تو ایک روٹی پر قناعت کر لیتا ہے۔

قبولیت دعا کا طریقہ: ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے دعائیں قبول نہ ہونے کی شکایت کی تو فرمایا کہ تم خدا کو پہچانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت سے گریزاں ہو اور اس کے قرآن و رسول سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس کا رزق کھا کر بھی اس کا شکر نہیں کرتے'

جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا انتظام نہیں کرتے۔ ماں باپ کو دفن کر کے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ابلیس کو غنیم جانتے ہوئے بھی اس کی معاندت نہیں کرتے۔ اجل کی آمد کا یقین رکھتے ہوئے اس سے بے خبر ہو اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو۔ پھر بھلا خود سوچو کہ ایسے لوگوں کی دعائیں کیسے قبولیت حاصل کرتی ہیں۔

روحانی سیر میں رات گزر گئی: ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ کو دیکھنے کی غرض سے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے آپ کو ایک کمبل میں لپیٹا اور بستر پر لیٹے رہے۔ تمام رات آپ نے کروٹ بھی نہ لی حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو گیا۔ موذن نے اذان دی۔ آپ اسی طرح اٹھ کر نماز میں شامل ہو گئے اور وضو بھی نہ کیا۔ میرے دل میں یہ بات کھٹکی چنانچہ میں نے ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ساری رات تو آپ لیٹ کر سوئے رہے اور پھر وضو بھی نہیں کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تو ساری رات جنت کے باغات میں بھاگتا رہا۔ ایسی حالت میں بھلا نیند کیسے آسکتی ہے۔ (احیاء العلوم)

دنیوی لالچ کی مذمت: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے دنیاوی لوب لالچ سے بے نیاز تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے نذرانے کے طور پر آپ کو ایک ہزار درہم پیش کئے۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا۔ درہم دینے والے نے عرض کیا کہ میں تو بہت امیر ہوں۔ اس پر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تجھے مزید دولت کی آرزو نہیں ہے؟ جس پر درہم دینے والے شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ تو یہ رقم لے جا کیونکہ تو فقیروں کا سردار ہے۔

اللہ کے بندوں کو کام کی ضرورت نہیں: خلیفہ معتصم باللہ نے جب آپ سے آپ کی مصروفیات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے دنیا و آخرت ان کے

طلب گاروں کیلئے وقف کر کے اپنے لئے آخرت میں صرف دیدار الٰہی کو منتخب کرلیا ہے۔ پھر کسی اور نے آپ سے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ اللہ کے کارندوں کو کسی بھی کام کی حاجت نہیں ہوتی۔

زبان کی تاثیر: آپ کسی بزرگ سے ایک پہاڑی پر مصروف گفتگو تھے تو انہوں نے سوال کیا کہ اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے۔ یہ کہتے ہی وہ پہاڑ حرکت میں آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے چلنے کو نہیں کہا تھا چنانچہ وہ ٹھہر گیا۔

اللہ کے دوستوں کے نام کی کتاب: آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ کتاب سی بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اس میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اس میں میرا نام بھی شامل ہے۔ فرمایا کہ تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے دوستوں کا دوست تو ضرور ہوں۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر ساکت رہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے منجانب اللہ یہ حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے تمہارا نام درج کروں۔ اس کے بعد دوسروں کا کیونکہ اس راستے میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔

اقوال حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

☆ فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ انسان کا اخلاق ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو۔

☆ فرمایا فرضی عبادت کیلئے گھر سے باہر نکلنا اور نفلی عبادت کیلئے گھر میں بیٹھنا سب اعمال سے بہتر ہے۔

☆ فرمایا کہ حشر میں وہی عمل وزنی ہوگا جو دنیا میں گراں محسوس ہوتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جن اعمال کو انسان بہتر سمجھتا ہے وہ درحقیقت ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ

انہیں معاف نہ فرمائے تو سخت عذاب کا اندیشہ ہے۔

☆ فرمایا کہ خواہشات کا بندہ کبھی سچا نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کے ساتھ اخلاص کا تعلق صدق وخلوص نیتی سے ہے۔

☆ چار چیزیں کمال کو پہنچا دیتی ہیں۔ اول فقر' دوم استغنا' سوم تواضع' چہارم مراقبہ۔

☆ فقر تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول سخاوت' دوم تواضع' سوم ادب۔

☆ زہد تین قسم کا ہے۔ فرض یعنی حرام امور سے' واجب یعنی مشتبہ امور سے' سنت یعنی حلال امور سے اور حکومت سے زہد سونے چاندی کے زہد سے زیادہ مشکل ہے۔

☆ صوم وصلوٰۃ اور جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ محسوس نہ کرے کہ اس کی روزی کس قسم کی ہے۔

☆ اللہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے مجھ کو جہنم میں جانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس کی معصیت کرتا ہوا جنت میں جاؤں۔

☆ اگر تم جماعت حق میں شمولیت چاہتے ہو تو دنیا وآخرت کی رتی بھر پروا نہ کرتے ہوئے خود کو غیر اللہ تعالیٰ سے خالی کر لو اور رزق حلال استعمال کرو۔

☆ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیت کا سچا کرنا اخلاص ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل میں استغفار نہیں ڈالتا جسے عذاب دینا منظور ہو۔

☆ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کو اچھا کہیں وہ نہ متقی ہے نہ با اخلاص۔

☆ گوشہ نشینی کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ انسان ایسی کوئی برائی نہیں دیکھتا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

☆ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار حج کرنے کے بعد بھی محض اس خوف

سے کبھی آب زمزم نہیں پیا کہ اس پر حکومت کا ڈول رہتا ہے۔

☆ روایت ہے کہ جب آپ کے اوپر واردات غیبی کا نزول ہوتا تو فرمایا کرتے کہ سلاطین عالم آ کر دیکھیں کہ یہ کیسی واردات ہے اور اپنی شوکت وسلطنت پر نادم ہوں۔

☆ آپ اکثر یہ فرماتے کہ پندرہ برس کی مکمل اذیتوں کے بعد مجھے یہ ندا سنائی دی کہ عیش و راحت کو ترک کر کے اس کی بندگی اور احکام کی تعمیل کیلئے مستعد ہو جا۔

☆ آپ فرماتے ہیں میں نے ایک راہب سے پوچھا تو کہاں سے کھاتا ہے۔ وہ بولا یہ بات میرے جاننے کی نہیں۔ میرے پروردگار سے پوچھ لو کہ وہ کہاں سے مجھے کھلاتا ہے۔

☆ عارف کی شناخت یہی ہے کہ وہ ہر شے میں حصول عبرت کیلئے غور وفکر کرتے ہوئے خود کو حمد وثناء میں مشغول رکھے اور اطاعت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے۔

☆ ہم نے اپنے کلام کو تو ایسا صاف اور درست کرلیا ہے کہ اس میں کبھی غلطی نہیں کرتے لیکن عمل کے لحاظ سے ایسے خطاکار ہوگئے ہیں کہ کبھی اس کی اصلاح نہیں کرتے۔

☆ آپ کا کوئی دوست مدت کے بعد آپ سے ملنے آیا اور ایک شخص کی غیبت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا تیرا ہم سے نہ ملنا ہی بہتر ہے۔ تو نے میرے دوست کی نسبت میرے دل میں بغض ڈال دیا اور میرے دل کو غافل کردیا۔ کاش تو آج ہم سے نہ ملتا۔

☆ فرمایا کہ ایک مرتبہ راہ میں مجھے ایک ایسا پتھر ملا جس پر یہ تحریر تھا کہ اس کو الٹا پڑھو اور جب میں نے پڑھا تو اس پر تحریر تھا کہ اپنے علم کے مطابق اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور جس کا تمہیں علم نہیں اس کے طالب کیوں ہوتے ہو۔

☆ ہمارے دلوں پر تین پردے ہیں جب تک وہ دور نہیں ہوتے تب تک بندے پر یقین ظاہر نہیں ہوتا۔ اول موجود چیز پر خوش رہو۔ دوم کسی چیز کے ضائع ہو جانے پر رنج کرنا۔ سوم اپنی تعریف سن کر خوش ہونا۔

☆ کوئی دوست اپنے دوست سے روزہ کے متعلق دریافت نہ کرے کیونکہ اس نے کہا۔ میں روزے سے ہوں تو اس کا نفس خوش ہوگا کہ یہ خودستائی میں داخل ہے۔ اگر انکار کیا تو اس کا نفس غمگین ہوگا (کہ احساس کمتری میں شامل ہے) اور یہ دونوں باتیں ریا کی علامتیں ہیں۔

☆ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے۔ یعنی تصوف میں سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہو۔ رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہو' صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا ہو' ارشادات حضرت زکریا علیہ السلام کے ہوں' غربت حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ہو' سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہو' لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہو اور فقر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو۔

☆ فرمایا کہ جس کو تین حالتوں میں دلجمعی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کے اوپر باب رحمت بند ہو چکا ہے۔ اول تلاوت کلام مجید کے وقت' دوم حالت نماز میں' سوم ذکر وشغل کے وقت اور عارف کی شناخت یہی ہے کہ وہ ہر شے میں حصول عبرت کیلئے غور وفکر کرتے ہوئے خود کو حمد وثناء میں مشغول رکھے۔ اطاعت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے۔

☆ کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ خالق کو محبوب رکھتے ہوئے مخلوق سے کنارہ کش ہو جاؤ اور بند کو کھول دو۔ کھلے ہوئے کو بند کر لو اور جب اس نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ سیم وزر کی محبت چھوڑ کر تھیلی کا منہ کشادہ کر دو اور لغویات سے احتراز کرو۔

☆ اگر کوئی آپ کی معیت اختیار کرنا چاہتا تو آپ اس کے سامنے تین شرطیں پیش

فرماتے۔ اول یہ کہ میں سب کا خادم بن کر رہوں گا۔ دوم اجازت بھی میں خود دیا کروں گا۔ سوم جو شے مجھے میسر ہوگی وہ سب کو مساوی تقسیم کروں گا اور جب ایک شخص نے کہا کہ میں ان شرائط کی پابندی نہیں کرسکتا تو فرمایا کہ مجھے تیری صداقت پر حیرت ہے۔

☆ ایک شخص برسوں آپ کی صحبت میں رہ کر جب واپس جانے لگا تو عرض کیا کہ اگر کچھ خامیاں یا برائیاں آپ نے میرے اندر دیکھی ہوں تو متنبہ فرما دیں تاکہ میں ان کے ازالے کی سعی کرتا رہوں۔ فرمایا کہ میں نے تمہیں بنظر محبت سے دیکھا ہے اور عیوب پر صرف دشمن کی نظر ہوتی ہے۔

☆ کسی درویش نے آپ کے سامنے دوسرے درویش کا شکوہ کیا تو فرمایا کہ تو نے مفت خریدی ہوئی درویشی بے سود اختیار کی۔ جب اس نے پوچھا کہ کیا درویشی بھی خریدی جاسکتی ہے۔ فرمایا کہ یقیناً کیونکہ میں نے سلطنت بلخ کے بدلہ میں درویشی خریدی اور بہت ارزاں خریدی کیونکہ درویشی سلطنت کے مقابلہ میں بہت بے بہا شے ہے۔

اولاد: جب آپ نے بلخ کی سلطنت کو خیر باد کہا تو اس وقت آپ کا بہت چھوٹا سا بچہ تھا۔ جب اس نے جوانی میں پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد بتایا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ اس کے بعد اس لڑکے نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ جو لوگ میرے ساتھ سفر حج پر چلنا چاہیں۔ میں ان کے پورے اخراجات برداشت کروں گا۔ یہ منادی سن کر تقریباً چار ہزار افراد چلنے پر تیار ہوگئے جن کو وہ لڑکا اپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا میں کعبۃ اللہ پہنچ گئے۔ جب اس نے مشائخین حرم سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارے مرشد ہیں۔ اس وقت اس نیت سے جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں کہ فروخت کرکے اپنے اور ہمارے کھانے کا انتظام کریں۔ یہ سنتے ہی لڑکا جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیاں کا بوجھ لاتے دیکھا گوفرط

محبت سے وہ بیتاب تو ہو گیا۔ لیکن بطور سعادت مندی اور ناواقفیت کے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے بازار پہنچ گیا۔ جب وہاں جا کر حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آواز لگائی کہ کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض میں لکڑیاں خرید لیں جن کو آپ نے اپنے ارادت مندوں کے سامنے لے جا کر رکھ دیں اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا۔ جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں اور تمام رفقاء اس ہدایت کے پابند رہتے ہوئے آپ کے ہمراہ طواف میں شریک رہتے۔ لیکن ایک مرتبہ حالت طواف ہی میں آپ کا لڑکا سامنے آ گیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔ فراغت کے بعد آپ کے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے جس سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہو گئے۔ کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو تمہارے علم میں ہی نہیں ہے کہ جب میں نے بلخ کو خیر باد کہا تو اس وقت میرا چھوٹا سا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے پھر اگلے دن آپ کا ایک مرید جب بلخ کا قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا کہ وہی لڑکا دیبا وحریر کے خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے۔ جب اس نے آپ کے مرید سے آمد کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کیا کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شاید یہی میرے والد ہیں۔ اگر ان سے کچھ پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ فرار ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار ہیں۔ ان کا اسم گرامی ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ سن کر مرید نے کہا چلئے میں ان سے آپ کی ملاقات کروا دوں۔ اپنے ہمراہ آپ کی بیوی اور لڑکے کو لے کر بیت اللہ میں داخل ہو گیا۔ جس وقت بیوی اور بچے کی آپ پر نظر

پڑی تو وفور محبت سے بیتا بانہ دونوں لپٹ گئے اور روتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ تو لڑکے نے جواب دیا اسلام۔ پھر سوال کیا کہ تم نے قرآن کریم پڑھا ہے۔لڑکے نے اثبات میں جواب دیدیا۔ پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے۔لڑکے نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر فرمایا الحمد للہ! اس کے بعد جب آپ جانے کیلئے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے روک لیا۔جس کے بعد آپ نے آسمان کی جانب چہرہ اٹھا کر کہا کہ الٰہی اغثنی یہ کہتے ہی آپ کے صاحبزادے زمین پر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ جب ارادت مندوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جب میں نے بچے سے ہم آغوش ہوا تو وفور جذبات اور فرط محبت سے بیتاب ہو گیا۔ اسی وقت یہ ندا آئی کہ ہم سے دوستی کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یااللہ یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دیدے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا قبول ہوگئی اور اگر اس پر اعتراض کرے تو میرا یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تحیر خیز نہیں کیونکہ انہوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی اس بیٹے کے علاوہ اور بھی بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک خواجہ ابواسحاق ناصر الدین ہیں جو فرخ شاہ کابلی کے دادا تھے۔فرخ شاہ کابلی حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے جدامجد تھے۔ فرخ شاہ کی اولاد بہت تھی۔ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے اور بیٹے خواجہ ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی اولاد ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے اور شیخ مبارک کو یاسوی ناصحی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تذکرۃ العارفین میں بھی لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تھانیسر کے فاروقی مشائخ بھی

حضرت ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں جو حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ حضرت خواجہ ناصح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہندوستان کے اکثر علاقوں میں پائی جاتی ہے اور مکرم سمجھی جاتی ہے۔

خلفاء: سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ کے دو خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ۔

وصال ومدفن: صاحب نفحات الانس کا بیان ہے کہ آپ کا وصال شام میں ۱۶۲ھ میں اور دوسری روایت کے مطابق ۲۸۰ھ میں اور تیسری روایت کے مطابق ۲۶۶ھ اور چوتھی روایت کے مطابق یکم ماہ شوال ۲۸۱ھ کو اور ایک اور روایت کے مطابق چھ جمادی الاول کو خلیفہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دوانقی کے عہد حکومت میں ہوا جو بنی عباس کے تیسرے خلیفہ تھے۔

معلوم نہیں کہ آپ کا مدفن کہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ملک شام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر کے متصل دفن ہیں۔

روایت ہے کہ ایک آدمی نے وصال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیونکہ آپ نے اللہ کی محبت میں بادشاہی ترک کی تھی اور فقر اختیار کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ عرش الٰہی کے بالمقابل جہاں عاشقان الٰہی ہر روز ستر بار دیدار کرتے ہیں۔ مجھے مقام ملا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے مقتدا شیخ وقت منبع علم وعرفان اور امام اہل طریقت تھے۔ رموز واشاعت میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ معروف کرخی کے نامور خلیفہ تھے۔ آپ کا اصل نام سراالدین اور کنیت ابوالحسن ہے۔

صاحب مراۃ الاسرار نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ مالک حضرت ملکوت شاہد عزت و جبروت موحد وقت قطب عالم خواجہ سری بن مفلس سقطی رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اہل تصوف کے امام تھے۔

ابتدائی حالات: آپ کی ولادت بغداد شہر میں تقریباً ۱۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ سری کا مطلب جوان آدمی ہوتا ہے اور سقطی سے مراد متفرق چیزیں بیچنے والا ہوتا ہے۔ آپ نے چونکہ جوانی میں متفرق چیزیں بیچنے کا کام شروع کیا اس لئے آپ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پا گئے۔

آپ کا راہ حق کی طرف آنا: ایک مرتبہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ ابتداء میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل ہوئی؟ ارشاد فرمایا' ایک دن میری دکان کے پاس سے حضرت حبیب بن سلیم راعی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ میں نے اپنے کباڑ خانہ کی کچھ بوسیدہ چیزیں ان کی خدمت میں پیش کیں کہ وہ ان کو فقیروں میں تقسیم فرما دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے خیرک اللہ کے الفاظ سے دعا دی جس دن سے میرے کانوں نے اس دعا کو سنا ہے۔ دنیاوی معاملات سے میرے دل کو نفرت ہوگئی۔

ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ آپ دکان پر اشیاء فروخت کرنے کا کام کیا کرتے تھے۔ جس بازار میں آپ کی دکان تھی۔ اتفاق سے اس بازار میں آگ لگ گئی جس کے باعث سارا بازار جل کر راکھ ہو گیا۔ اس وقت آپ دکان پر موجود نہیں تھے اور کہیں گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آرہے تھے تو راستے میں آپ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کی دکان بھی آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گئی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا' میں نے دکان و مال کی قید سے آزاد ہو چکا ہوں۔ اس کے بعد جب لوگوں نے آپ کی دکان دیکھی تو بڑے حیران ہوئے کہ سارے بازار کی دکانیں جل کر خاکستر ہو چکی تھیں مگر صرف حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی دکان جلنے سے محفوظ تھی۔ حالانکہ اس دکان کے اردگرد کی تمام دکانیں جل کر سیاہ ہو گئی تھیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے مالک حقیقی کا یہ فضل و کرم دیکھا تو آپ پر خوشی و مسرت کی اس قدر کیفیت طاری ہوئی کہ اسی وقت اپنی دکان اور اس کا سارا سامان فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیا۔ خود درویشی و فقر کا راستہ اپنا لیا۔

حصول روحانیت: آپ نے تزکیہ نفس اور حصول روحانیت کیلئے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدی اختیار کی اور انہی کی صحبت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ بے پناہ ریاضت و عبادت کی۔ جب آپ شریعت اور طریقت میں ہر لحاظ سے کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ عابد و زاہد کامل کسی کو نہیں دیکھا اور آپ کے علاوہ اور کسی میں یہ بات نہ دیکھی کہ آپ کی عمر شریف ۹۸ سال کی ہوئی مگر سوائے موت کے وقت کے کبھی آپ کو لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو کھجوریں چنتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان سے

پوچھا کہ یہ آپ کس لئے اکٹھی فرما رہے ہیں؟ حضرت معرف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک لڑکے کو آج کے دن روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ میں یتیم ہوں۔ آج عید کا دن ہے سب لڑکوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس لئے کھجوریں چن رہا ہوں کہ ان کو فروخت کرکے اس کو اخروٹ لے دوں تاکہ وہ ان کے ساتھ کھیلے اور روئے نہیں۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اس خدمت کو میں سرانجام دے لوں گا۔ آپ اس بارے میں ہرگز فکرمند نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے اس یتیم بچہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اس کو نئے کپڑے خرید کر پہنا دیئے۔ پھر میں نے اس کو تھوڑے سے اخروٹ بھی لے کر دیئے تاکہ وہ ان سے کھیلتا رہے۔ اس حسن سلوک سے لڑکے کا دل بہت خوش ہوگیا اور مجھے اس کام کا فائدہ یہ ہوا کہ میرے دل میں ایک ایسا نور پیدا ہوگیا جس نے میرے دل کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا اور مجھے معرفت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

آپ اکثر یوں فرمایا کرتے اَللّٰھُمَّ مَھْمَا عَذَّبْتَنِیْ بِہٖ مِنْ شَیْءٍ فَلَا تُعَذِّبْنِیْ بِذُلِّ الْحِجَابِ۔ ''یعنی اے خدا! اگر مجھے کسی چیز سے عذاب پہنچانا ہے تو تجھے اختیار ہے کہ اس کیلئے میں حاضر ہوں لیکن وہ عذاب حجاب کی ذلت کا نہ ہو کیونکہ تجھ سے حجاب میں نہ ہونے کی صورت میں آنے والی بلائیں اور تیرا عذاب ترے ذکر اور مشاہدہ کی بدولت معلوم نہ ہوگا۔ لیکن اگر تجھ سے حجاب میں رہوں تو تیری ابدی نعمتیں بھی میری ہلاکت کا ذریعہ ہوں گی۔ حجاب وہ بلا ہے کہ خود دوزخ میں بھی اس سے زیادہ سخت کوئی عذاب نہیں ہے۔ اگر دوزخیوں کو دوزخ میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا تو انہیں ایسا سرور حاصل ہوتا کہ بدن پر عذاب کی تکلیف اور جسمانی آزار کو یکسر بھول جاتے۔ عذاب و بلا کا احساس تک نہ ہوتا' بہشت کی نعمتوں میں دیدار الٰہی سے بڑھ کر کوئی نعمت کامل تر نہیں ہے۔ اگر اہل بہشت کو وہ تمام نعمتیں بلکہ ان سے بھی

سینکڑوں گناہ مزید نعمتیں حاصل ہوں۔ لیکن دیدار الٰہی حاصل نہ ہو تو وہ دل و جان سے ہلاک و برباد ہو کر رہ جائیں۔

حقائق و معارف: سب سے پہلے جس نے حقائق و معارف کو بغداد میں نشر فرمایا وہ آپ ہی ہیں۔ عراق کے بہت سے مشائخ آپ کے سلسلہ ارادت سے منسلک تھے۔ آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ کے ماموں اور شیخ طریقت تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ طریقت جیسا کامل کسی کو بھی نہیں دیکھا اور حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کرتا تھا کیونکہ میں آپ کے زہد و تقویٰ سے واقف تھا۔ جانتا تھا کہ جب آپ کے دست مبارک سے کوئی چیز باہر جاتی ہے تو آپ خوش ہوتے ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ علم ہو جاتا کہ لوگ میرے پاس حصول تعلیم کی غرض سے آ رہے ہیں تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ ان کو وہ تعلیم عطا کر دے جس میں میری احتیاج ہی باقی نہ رہے۔ مجھے یہ لوگ تیری عبادت سے غافل نہ کر سکیں۔ ایک شخص مکمل تیس سال سے عبادت و مجاہدات میں سرگرم عمل تھا اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا تو جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت سری سقطی کے دروازے پر جا کر جب انہیں آواز دی تو پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا۔ یہ سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ! اس کو ایسا بنا دے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے۔ چنانچہ اسی دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج معرفت کے اس درجہ تک پہنچ گیا۔

وعظ و نصیحت: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بغداد شریف میں تقریر فرما رہے تھے کہ خلیفہ بغداد کا ایک مصاحب احمد بن یزید بڑے ہی کر و فر سے حاضر ہوا اور آپ کی تقریر سننے کیلئے بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ تمام مخلوقات میں انسان سے زیادہ ضعیف کوئی مخلوق نہیں مگر باوجود اس قدر ضعف کے گناہ کرنے میں کتنا جری اور بہادر بنتا ہے۔ افسوس صد افسوس..... آپ کے ان فقروں کا

احمد بن یزید کے دل پر خاص اثر ہوا۔ تقریر ختم ہونے پر اپنے مکان پہنچا اور رات کو کھانا بھی نہیں کھایا اور اسی بھوک کی حالت میں شب بھر آہ و بکا وگریہ زاری میں گزاری۔ دوسرے دن فقیروں کا لباس پہن کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا کہ کل آپ کے وعظ نے میرے دل میں گھر کرلیا ہے اس لئے اب آپ خدا کے تقریب کا راستہ مجھے بتائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عام راستہ یہ ہے کہ نماز پنج گانہ جماعت کے ساتھ ادا کرو...... مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو ...... اور تمام احکام شریعت کی پوری پابندی کرو؟ خاص راستہ یہ ہے کہ دنیا سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ سے بھی سوائے اس کی رضا کے کسی دوسرے کو طلب نہ کرو۔ آپ کی نصیحت یہیں تک پہنچی تھی کہ احمد بن یزید فوراً کھڑے ہو گئے اور سیدھے جنگل کی طرف چل دیئے۔ کچھ دنوں کے بعد احمد بن یزید کی ماں روتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ حضور! میرا صرف ایک ہی فرزند تھا جو آپ کی نصیحت کو سن کر نہ معلوم کہاں چلا گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اے ضعیفہ غمگین نہ ہو عنقریب تیرا لڑکا آجائے گا اور میں تجھے اطلاع دوں گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ فقیروں کی صورت بنائے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد جنگل کی جانب چلا گیا۔ یہاں تک کہ پھر دوسری مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کی ہی گود میں ان کا وصال ہو گیا۔ مگر آپ نے جب اس کی والدہ کو اطلاع دی تو اسے بہت صدمہ ہوا۔

خواب میں شرف دیدار الٰہی: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواب میں دیدار الٰہی کی عظیم دولت سے مشرف ہوا اور اس کا یہ ارشاد سنا کہ اے سری! جب میں نے انسان کو پیدا کیا تو بیک زبان سب نے مل کر میری محبت کا دعویٰ کیا۔ لیکن جب میں نے دنیا کو پیدا کر کے انسان کو عالم وجود میں ظاہر کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار نے دنیا کے عیش و آرام کو پسند کرلیا۔ مجھ سے فراموشی اختیار کرلی اور جو ایک ہزار باقی رہے جب جنت اور اس کی روح افزاء

بہاروں کو پیدا کر کے اس کے سامنے پیش کیا تو اس باقی ایک ہزار میں سے نو سو تو جنت کے طالب ہو گئے۔ صرف ایک ہی سو باقی رہ گئے۔ پھر میں نے ایک سو کی آزمائش کیلئے انہیں بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کیا تو ان میں سے نوے آدمی ان مصیبتوں کے سبب مجھے بھول گئے اور اس سے صرف دس باقی رہے۔ انہیں دسوں سے میرا خطاب ہے۔

اے لوگو! تم نے نہ دنیا کے عیش و آرام کو چاہا' اور نہ فقط جنت ہی کے لالچ میں میرے خاص بندے بنے' نہ بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو کر مجھ سے بھاگے۔ اے سری! اس پر وہ بندے بولے کہ پروردگار عالم! ہم اپنے سب سے پہلے عہد ''بَلٰی شَهِدْنَا '' یعنی بے شک تو ہے ہم گواہ ہوئے۔ اس پر قائم ہیں۔ تو پھر اے سری ہم نے اپنے ان خاص بندوں کو جواب دیا۔ ''مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ '' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔

قول و فعل میں مطابقت: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کرام کے مظہر تھے اور قول و فعل میں ان کے نقش قدم پہ تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں آپ کے ایک عقیدت مند حاضر ہوئے اور مسئلہ صبر کی تشریحات چاہی؟ آپ صبر کے موضوع پر تقریر فرمانے لگے۔ ثنائے تقریر ایک بچھو آپ کے پاؤں میں ڈنک مارنے لگا تو لوگوں نے کہا کہ حضور! اس کو مار کر ہٹا دیجئے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں جس موضوع پر تقریر کر رہا ہوں۔ اس کے خلاف کام کروں یعنی بچھو کے ڈنک مارنے پر بے صبری کا اظہار کروں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اس ارشاد ربانی ''اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا '' کی تشریح اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔ سلامتی کی توقع شدائد دینوی پر صبر کرو اور جنگ کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو۔ نفس لوامہ کی خواہشات کو روک دو' ان باتوں سے بچو جن کا انعام ندامت ہے۔ جب یہ شرائط بجا لاؤ گے تو امید ہے کہ عزت و کرامت کی بساط پر تم کامیابی حاصل کر سکو۔

کاروبار کی سچائی: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں تجارت کرتے تھے اور پانچ فیصدی سے زیادہ نفع لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے بادام بغرض تجارت خریدا اور چند ہی دنوں کے بعد بادام کا بھاؤ بہت چڑھ گیا۔ ایک دلال آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ اپنے باداموں کو مجھ سے فروخت کر دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم ترسیٹھ دینار میں اس کو خریدو؟ اس دلال نے کہا کہ اس وقت ان باداموں کی قیمت نوے دینار ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو یہی قصد کرلیا ہے کہ پانچ فیصد سے زیادہ منافع نہیں لوں گا اور میں اپنی اس رائے کو تبدیل کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ تو دلال نے کہا کہ میں آپ کے مال کو موجودہ وقت کے بھاؤ سے کم بیچنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ مال اسی طرح پڑا رہا نہ دلال کم بیچنے پر راضی ہوا اور نہ آپ زیادہ پر راضی ہوئے۔

ترک لذت نفس: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ تھا۔ طاق میں ٹھنڈا پانی ہونے کیلئے آبخورہ رکھ دیا تھا۔ عصر کے مراقبہ میں تھے حوراں بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا جو سامنے آتی۔ اس سے دریافت فرماتے تو کس کیلئے ہے۔ وہ ایک بندہ خدا کا نام لیتی ہے۔ ایک آئی۔ اس سے پوچھا' اس نے کہا اس کے لئے ہوں۔ جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے۔ فرمایا' اگر تو سچ کہتی ہے۔ تو اس کوزہ کو گرادے۔ اس نے گرادیا اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہ آبخورہ ٹوٹا پڑا تھا۔

محبت حقیقی کا مفہوم: ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کا صحیح مفہوم دریافت کیا تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارت کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہا تو وہ اپنی جگہ چمٹی رہی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہوگئی تو میں اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہونگا۔ یہ فرماتے ہی

بیہوش ہو گئے لیکن آپ کا روئے مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے ناآشنا تھا لیکن خدا نے جب آگاہ فرما دیا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ حج: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک روز بیت المقدس میں تھا اور حج کے دنوں میں بہت تھوڑے دن باقی رہے گئے تھے۔ میں نے اس سال حج کیلئے نہ پہنچ سکنے پر بڑا افسوس کیا اور دل سوچنے لگا کہ لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پہنچ چکے ہوں گے۔ مین یہاں ہی ہوں۔ افسوس! کہ میں اس نعمت سے محروم رہ گیا۔ میں رونے لگا اور بہت رویا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتف سے ایک ندا سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا اے سری! مت رو اللہ تعالیٰ تمہیں کسی سبب حج کیلئے مکہ معظمہ پہنچا دے گا۔ میں نے کہا مگر یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مکہ معظمہ یہاں سے کافی دور ہے اور میں یہاں بیت المقدس میں ہوں۔ آواز آئی کہ اللہ کیلئے سب کچھ ممکن ہے۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور ہاتف کی آواز کی صداقت کے ظہور کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں مسجد بیت المقدس میں وجیہ اور نورانی چہروں والے چار حضرات داخل ہوئے ان کی نورانی صورتیں ایسی پرنور تھیں جیسے سورج چمک رہا ہو۔ ان چاروں میں سے ایک ان کا پیشوا تھا اور تین ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو ساری مسجد جگمگا اٹھی۔ میں نے انہیں دیکھا تو اٹھ کر ان کے ساتھ ہولیا۔ پھر انہوں نے دو رکعات باجماعت نماز پڑھی۔ امام وہی بنا جو ان کا پیشوا تھا۔ نماز کے بعد ان کا وہ امام دعا مانگنے لگا اور وہ تینوں اس کی دعا پر آمین کہنے لگے۔ میں قریب ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڑی رقت آمیز دعا مانگ رہے تھے۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوئے تو میں ان سے السلام علیکم کہا اور انہوں نے جواب دیا۔ پھر ان کے اسی پیشوا نے مجھ سے کہا مبارکباد اے سری! کہ ہاتف سے تمہیں حج کی بشارت مل چکی ہے۔ میں نے کہا ہاں یا سیدی!

آپ کے یہاں تشریف لانے سے قبل ہاتف سے یہ بشارت مل چکی ہے۔ وہ فرمانے لگے ہاں ہاں۔ جب تمہیں ندائے ہاتف سنائی گئی ہے ہم اس وقت خراسان میں تھے۔ میں نے حیران ہوکر پوچھا۔ حضور! خراسان کی مسافت تو یہاں سے سال بھر کی ہے۔ پھر آپ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؟ تو فرمایا مسافت اگر ہزاروں سال کی بھی ہو تو کوئی بات نہیں۔ زمین اسی خدا کی ہے جس کے ہم بندے ہیں۔ ہم اسی کے گھر کی زیارت کیلئے نکلے ہیں اور پہنچا دینا بھی اسی کا کام ہے۔ دیکھو یہ سورج مشرق سے چل کر صرف ایک دن ہی میں مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ مشرق و مغرب میں مسافت کئی سالوں کی ہے تو کیا سورج یہ اتنی طویل مسافت اپنی قدرت سے طے کرتا ہے؟ تو جب ایک بے جان وجود اتنی لمبی مسافت دن بھر میں طے کر لیتا ہے تو جو اللہ کے مقبول بندے ہیں وہ اگر سال بھر کی مسافت پل بھر میں طے کر لیں تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ پھر وہ باہر نکلے اور مجھے ساتھ لے لیا۔ نماز ظہر کے وقت ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مگر اسی مقبول حق کی برکت و کرامت سے ہم نے وہاں ایک ٹھنڈا چشمہ پایا جس سے ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر چلے اور نماز عصر کے وقت ہمیں حجاز کی نشانیاں نظر آنے لگیں اور مغرب سے پہلے پہلے ہم مکہ معظّمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظّمہ پہنچا کر وہ پاک لوگ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

ادب بارگاہ ربّ العزت: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے معمول کے مطابق نماز پڑھی (نماز پڑھ لینے کے بعد) محراب کی طرف اپنے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا تو مجھے غیب سے ندا آئی۔ اے سری! کیا بادشاہوں کے دربار میں اسی طرح بیٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے فوراً اپنے پاؤں سمیٹ لئے اس کے بعد میں نے کہا کہ مجھے تیری عزت کی قسم! اب میں کبھی بھی اپنے پاؤں نہیں پھیلاؤں گا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ساٹھ سال تک زندہ رہے اور اس دوران کبھی بھی دن کو یا

رات اپنے پاؤں نہیں پھیلائے۔

ایک عارفہ کی داستان معرفت: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شب مجھ کو نیند آئی نہایت درجہ بے چین ہوا۔ میں آنکھ تک نہ بند کر سکا۔ باوجودیکہ اس شب کو تہجد سے بھی محروم رہا۔ جب فجر کی نماز پڑھ چکا تو گھر سے نکلا کسی طرح مجھ کو قرار نہ تھا۔ پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا۔ ایک واعظ کا وعظ سننے لگا تاکہ کچھ دل کو راحت ہو۔ میں نے اپنے دل کو پایا کہ سختی اس کی بڑھتی جاتی ہے۔ میں وہاں سے چل دیا۔ دوسرے واعظ کے پاس ٹھہرا وہاں بھی دل کا اضطراب نہ کم ہوا۔ پھر میں نے اپنے جی سے کہا دل کے طبیبوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محب کو محبوب کی راہ بتلاتے ہیں۔ ان سے ملوں پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی۔ پھر میں نے کہا اب میں کوتوالی میں جاؤں۔ وہاں لوگوں کو سزا پاتے دیکھ کر کچھ عبرت ہو مگر وہاں بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی۔ پھر میں نے کہا چلوں قید خانے کو شاید ان لوگوں کو جو مبتلائے عذاب ہیں۔ دیکھ کے دل ڈرے جب میں قید خانہ میں داخل ہوا۔ اپنے دل کو پایا کھل گیا اور میرا سینہ کشادہ ہوا۔ ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اوڑھنی اوڑھے نظر آئی۔ اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی۔ پاک نظر نیک دل تھی۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی، پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کیے۔ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکا دی۔ ان ہاتھوں نے نہ کبھی خیانت کی نہ چوری کی۔ میرے پہلو میں جگر ہے۔ میں جانتی ہوں وہ جل گیا۔ قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد میں سچی قسم کھاتی ہوں۔ اگر تو میرے دل کے ٹکڑے کر ڈالے تیرے حق کی قسم ہے کبھی تجھ سے نہ پھرے گا۔ شیخ سری فرماتے ہیں کہ میں نے داروغہ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ کہا لونڈی ہے۔ دیوانی ہوگئی ہے اس کے مالک نے یہاں قید کیا ہے تاکہ درست ہو جائے۔ جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سنا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شیخ سری فرماتے ہیں میں

نے اس سے وہ باتیں سنیں جنہوں نے مجھے بے چین کر دیا۔ مجھ کو غم دیا' جلایا' رلایا۔ جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے۔ کہا اے سری! یہ تمہارا رونا اس کی صفت سن کر ہے کیا حال ہو۔ اگر تم اس کو پہچان لو' پھر ایک ساعت وہ بیہوش رہی۔ جب ہوش آیا میں نے کہا اے لونڈی! جواب دیا لبیک اے سری! میں نے کہا مجھ کو تو نے کیسے پہچانا؟ کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی اور جب سے خدمت کی سست نہ ہوئی۔ جب سے وصل ہوا جدا نہ ہوئی اور درجے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ سے سنا کہ تو محبت کرتی ہے۔ تیرا دوست کون ہے؟ کہا جس نے اپنے محبوں کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنی بڑی عطا کے ساتھ سخاوت کی۔ وہ دلوں کے پاس ہے۔ محبوب کے طلب گار کا دوست ہے۔ سنتا ہے جانتا ہے۔ پیدا کرنے والا' حکمت والا' سخی' کریم' بخشنے والا' رحیم ہے۔ میں نے پوچھا یہاں تجھ کو کس نے قید کیا؟ کہا حاسدوں نے باہم مدد کی اور قول وقرار کیا۔ پھر وہ بآواز بلند چلائی اور بیہوش ہوگئی۔ میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی ختم کر لی۔ پھر وہ ہوش میں آئی۔ شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قید خانہ کے داروغہ سے کہا اس کو چھوڑ دو۔ اس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ کہا اے سری رحمۃ اللہ علیہ! میں کہا جاؤں' اسے چھوڑ کر میرا کہاں راستہ ہے۔ میرے دل کے دوست نے اپنے مملوک کو میرا مالک بنا دیا۔ اگر میرا مالک راضی ہوگا' چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی۔ میں نے کہا خدا کی قسم! یہ تو مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ میں اسی حال میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا مالک آ گیا۔ داروغہ سے پوچھا۔ تحفہ اس کی لونڈی کہاں ہے؟ کہا اندر ہے اور اس کے پاس شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں۔ مالک یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اندر آیا اور مجھ کو مرحبا کہا اور میری تعظیم کی۔ میں نے کہا یہ لونڈی بہ نسبت میرے تعظیم کی زیادہ مستحق ہے۔ اس کی کیا حرکت تجھ کو ناپسند ہے۔ کہا بہت سی باتیں ہیں نہ کھائے نہ پیئے' بے عقل' نہ خود سوئے' نہ ہم کو سونے دے' ہر وقت متفکر رہتی ہے۔ ذرا سی بات پر فوراً رو دے۔ آہ و نالے سے کام ہے'

سدا رویا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے۔ میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درہم دے کر اس کو مول لیا۔ امید تھی کہ نفع حاصل ہوگا کیونکہ حسن و جمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔ میں نے کہا اور کام کیا کرتی ہے۔ کہا گانا جانتی ہے۔ میں نے پوچھا کتنی مدت سے یہ مرض اس کو ہے؟ کہا ایک برس سے۔ میں نے کہا ابتداء کیسے ہوئی۔ کہا ایک مرتبہ عود لئے گا رہی تھی۔ دفعتۃً عود توڑ کر کھڑی ہوگئی اور روئی چلائی۔ میں نے اس کو انسان کی محبت کی تہمت لگائی۔ میں نے اس کی تحقیقات کی مگر کچھ علامت ونشان نہ پایا۔

میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے؟ لونڈی نے زبان تیز اور جلے دل سے جواب دیا۔ میرے دل سے خدا نے مجھ کو خطاب کیا۔ میرا واعظ میری زبان پر تھا' مجھ کو بعد دوری کے قریب کیا اور مجھ کو خدا نے خاص منتخب کیا۔ جب میں برضا ورغبت بلائی گئی۔ میں نے قبول کیا اور لبیک اپنے بلانے والے کے جواب میں کہی۔ جو کچھ گناہ مجھ سے سابق میں ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزوؤں میں ڈال دیا۔ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس کے مالک سے کہا۔ میرے ذمہ اس کی قیمت ہے اور میں زیادہ دوں گا۔ مالک چلایا اور کہا۔ ہائے محتاجی تیرا برا ہو تم تو ایک مرد فقیر ہو۔ اس کی قیمت کہاں پاؤ گے۔ میں نے کہا جلدی نہ کرو۔ تم یہیں رہو میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔ پھر وہاں سے چل دیا' غمگین روتا ہوا۔ قسم خدا کی میرے پاس لونڈی کی قیمت ایک درہم بھی نہ تھا۔ تمام رات خدا کی درگاہ میں روتا' خوشامد' عاجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا تھا۔ تمام رات آنکھ نہ جھپکی اور کہتا تھا خداوند تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے۔ میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا' مجھ کو فضیحت نہ کرنا' اس لونڈی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ اسی حالت میں عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا دروازہ میں کون ہے؟ کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے کسی سبب سے یہاں آیا ہے۔ خدائے مہربان کا حکم اس کو یہاں لایا ہے۔ میں

نے دروازہ کھولا۔ ایک شخص چار غلام اس کے ہمراہ شمع لئے۔ پھر اس آنے والے نے کہا۔ اے استاد! مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا آؤ۔ وہ شخص اندر آیا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا احمد بن مثنیٰ ہوں۔ مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دیتے وقت بخل نہیں کرتا۔ میں آج کی رات سو رہا تھا۔ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا۔ پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لے جاؤ۔ ان کا دل خوش ہو اور وہ تحفہ کو خرید لیں کیونکہ ہم کو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے۔ میں نے خدا کے شکر میں سجدہ کیا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی۔ فجر کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح کی نماز ادا کی' احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانہ میں لے گیا۔ رات کو ہاتف نے مجھ کو پکار کر کہا ہے۔ شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تحفہ نے جب ہم کو دیکھا۔ اس کے آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ اسی حال میں تحفہ کا مولیٰ آ گیا' روتا ہوا' دل غمگین' رنگ فق۔ میں نے کہا مت روؤ۔ جس قدر قیمت تم نے دی ہے میں لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع دوں گا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم! میں نے کہا دس ہزار نفع لو۔ کہا نہیں خدا کی قسم نہیں لوں گا۔ میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لو۔ کہا اگر تم تمام دنیا اس کے عوض دو گے نہ قبول کروں گا۔ تحفہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے۔ کہا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی ہے۔ میں تمام حال چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگا ہوں۔ خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا کفیل ہو اور میرے رزق کا ضامن۔ پھر میری طرف ابن مثنیٰ متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو؟ کہا خداوند تعالیٰ نے جس کام کیلئے مجھ کو بلایا اس سے راضی نہیں ہوا۔ تم گواہ رہو۔ میں نے اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ میں نے کہا تحفہ کیا بڑی صاحب برکت ہے۔ تحفہ کھڑی ہوئی جو کپڑے پہنے تھی اتار کر پھینک دیئے اور ایک کرتا بالوں کا پہن لیا۔ روتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ ہم لوگوں نے اس سے کہا خدا نے تم کو آزاد کر دیا پھر کیوں روتی ہو۔ پھر ہم قید خانہ کے دروازے سے نکلے۔ اثنائے راہ میں تحفہ کو تلاش کیا اپنے ہمراہ نہ پایا۔ ابن مثنیٰ راستے میں مر گئے۔ میں اور

تحفہ کا مولیٰ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ایک دن میں طواف کر رہا تھا' کسی زخمی دل سے کلام مجروح سنا۔ وہ کلام یہ ہے۔ خدا کا دوست دنیا سے بیمار ہے۔ اس کا مرض دراز ہے۔ اس کی دوا خود مرض ہے۔ اس کو شراب محبت کا پیالہ پلا دیا اور خوب پلا کر سیر کر دیا۔ پھر تو وہ دوست اس کی محبت میں حیران ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہوا۔ بجز اس کے دوسرا محبوب نہیں چاہتا۔ یہی حال اس کا ہے جو براہ شوق خدا کی طرف بلایا جائے۔ اس کی محبت میں حیران رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دیدار نصیب ہو۔ پھر میں اس آواز کی جانب گیا۔ اس نے جب مجھے دیکھا کہا اے سری! میں نے کہا لبیک! تم کون ہو؟ خدا تم پر رحم کرے۔ کہا لا اِلٰہ اِلاَّ اللّٰہُ بعد معرفت کے اب انجان ہو گئے۔ میں تحفہ ہوں۔ وہ اس وقت بالکل ضعیف و ناتوان تھی جیسے کسی کا خیال دل میں گزرے۔ اس طرح وہ نظر آتی تھی۔ میں نے کہا اے تحفہ! جب سے تم خلق خدا سے جدا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوئی۔ خدا سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ کہا اپنے قرب سے انس دیا۔ غیر سے مجھ کو وحشت دی۔ پھر میں نے کہا ابن مثنیٰ مر گئے۔ کہا خدا ان پر رحم فرمائے۔ میرے مولا نے ان کو وہ کرامات عطا کئے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تمہیں آزاد کیا ہے۔ میرے ساتھ ہے۔ یہ سن کر تحفہ نے کچھ دعا مخفی مانگی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے روبرو مردہ نظر آئی۔ جب اس کے مالک نے اسے مردہ دیکھا تو اپنے کو سنبھال نہ سکا۔ منہ کے بل گرا پڑا۔ میں نے پاس جا کر ہلایا۔ وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ پھر میں نے دونوں کے غسل و کفن سے فراغت کر کے دونوں کو دفن کر دیا۔ ان پر خدا کی رحمت ہو۔

ایک اللہ والے کی موت: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا میں کچھ باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان خوبصورت لباس فاخرہ پہنے ہوئے آیا۔ ساتھ میں اس کے چند یار دوست تھے۔ میں نے وعظ کہا اور وعظ میں یہ بھی بیان کیا کہ بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ ضعیف' قوی کی

نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہوگیا اور اسی وقت وہ چلا گیا۔ پھر اگلے روز آ کر اول سلام علیک کی اور پھر دو رکعت نفل پڑھ کر میری مجلس میں بیٹھ گیا۔ کہنے لگا اے سری! میں نے کل تم سے یہ سنا تھا کہ تم نے کہا تھا کہ ''ضعیف' قوی کی نافرمانی کرتا ہے'' تو اس کا مطلب کیا ہے؟ میں نے کہا مولیٰ (یعنی خداوند کریم) سے زیادہ کوئی قوی نہیں اور بندے سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں۔ لیکن یہ پھر بھی اس کی نافرمانی کئے جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ اس روز چلا گیا' اگلے روز آیا تو فقط دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ دوستوں میں سے بھی کوئی ساتھ نہ تھا۔ مجھ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا کون سا راستہ ہے؟ میں نے کہا اگر تم عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزے رکھو اور راتوں کو نماز پڑھو۔ اگر محض اللہ کو چاہتے ہو تو اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دو اور مسجدوں یا ویران جگہ یا قبرستان میں رہا کرو۔ چنانچہ وہ یہ کہتا ہوا کھڑا ہوگیا کہ قسم ہے خدا کی! میں مشکل ہی سے رستہ کو طے کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے پاس چند لڑکے آئے اور پوچھنے لگے۔ احمد بزید کاتب کو کیا ہوگیا۔ میں نے کہا میں تو اس کو جانتا بھی نہیں ہوں۔ ہاں ایک ایسی ایسی صفت کا آدمی میرے پاس آیا تھا (نہ معلوم کون تھا) اور ایسی ایسی چند باتیں مجھ سے پوچھ کر چلا گیا۔ اب اس کا حال مجھے بھی معلوم نہیں (کہ کہاں ہے) کہا اچھا۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے جاتے ہیں کہ جب تمہیں اس کا حال معلوم ہو ہمیں ضرور خبر کردینا۔ اس کے بعد ایک سال تک مجھے اس کی بالکل خبر نہ لگی۔ ایک روز عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ میں نے اندر آنے کیلئے پکارا تو وہی نوجوان آنکلا۔ میری پیشانی پر بوسہ دے کر کہا اے سری! جیسا اللہ نے دنیا کی غلامی سے مجھے آزاد کردیا ہے ایسی ہی ہمیں دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے۔ میں نے اسے دیکھ کر اپنے ایک دوست کو اشارہ کردیا کہ اب ان کے گھر جا کر ان کو خبر کر آؤ (کہ تمہارا آدمی آ گیا ہے) وہ اسی وقت گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کی بیوی بال بچوں کو لئے ہوئے آئی۔ اس کا ایک بچہ زیور وغیرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس بچہ

کو اس کی گود میں ڈال کر کہنے لگے کہ اے میرے میاں! تم نے اپنے جیتے جی ہی مجھے رانڈ بنا دیا اور ان بچوں کو یتیم کر دیا۔ اس جوان نے میری طرف دیکھا کہ کہ اے سری! تم نے یہ کیا بیوفائی کی۔ پھر بیوی بچوں سے کہا کہ قسم ہے خدا کی بیشک تم میرے دل کے پھل اور میرے دلی محبوب اور پیارے ہو۔ میری اولاد مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیاری ہے لیکن کیا کروں۔ اس سری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تم اللہ کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو اس کے سوا تمام اشیاء سے قطع تعلق کر لو۔ یہ کہہ کر بچہ پر جو زیور وغیرہ تھا اتار لیا اور بیوی سے کہا کہ یہ زیور وغیرہ تو بھوکوں ننگوں کو دے دو اور میری کملی میں سے تھوڑا سا پھاڑ کر اس کے بدن پر ڈال دو۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم! میں اپنے بچہ کو ایسی حالت میں دیکھنا نہیں چاہتی اور بچہ کو اس سے چھین لیا۔ جب جوان نے دیکھا کہ اس کی بیوی نے مجھ سے منہ چڑھا لیا ہے۔ فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس رات کو تم نے مجھے اپنے اللہ کی یاد بھی نہ کرنے دی۔ پھر اسی وقت نکل کر چل دیا اور گھر میں رونے پیٹنے کا شور مچ گیا۔ پھر اس کی بیوی (جاتے ہوئے) کہہ گئی کہ اگر اب کے پھر آئے یا تم کہیں خبر سنو تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ (اگر کہیں معلوم ہوا تو خبر کرا دوں گا) ایک عرصہ دراز کے بعد ایک بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا اے سری! مقام شونیز یہ میں ایک لڑکا حضور کو پوچھتا تھا۔ میں گیا تو وہی جوان پڑا ہوا تھا۔ سر کے نیچے ایک پکی اینٹ رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام علیک کی سن کر فوراً آنکھیں کھول دیں۔ کہنے لگا اے سری! تمہارا کیا خیال ہے۔ کہا (اللہ کے ہاں) میری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کیا میرے جیسوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہا میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔ میں نے کہا وہ غرق ہونے والوں کو بھی بچا دیتا ہے۔ کہا میرے ذمہ بہت ظلم اور لوگوں کے حق ہیں۔ میں نے کہا حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ خود جس نے توبہ کر لی۔ قیامت کے دن اسے اور اس کے حقداروں کو بلایا جائے گا اور انہیں یہ حکم ہوگا کہ تم اسے چھوڑ دو۔ اس کی طرف سے اللہ معاوضہ دے گا۔ پھر

اس نے کہا اے سری سقطی! میرے پاس کچھ گٹھلیوں کی بکری کے چند درہم ہیں۔ جس وقت میں مر جاؤں تو جس چیز کی میرے واسطے ضرورت ہو اسی میں سے خرید کر کفن دفن کر دینا اور میرے گھر والوں کو خبر نہ کرنا ورنہ وہ حرام کی کمائی میں سے میرا کفن خرید کر میرا کفن بدل دیں گے۔ میں اس کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا رہا اس نے آنکھیں کھولے رکھیں۔ یہ پڑھا لمثل ھٰذا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ ۔ (یعنی عمل کرنیوالوں کو ایسے ہی اجر کیلئے عمل کرنے چاہئیں) پھر مر گیا۔ میں نے وہ درہم لئے اور جس جس چیز کی ضرورت تھی خریدنے گیا۔ ابھی واپس آ رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ گھبرائے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا خیر تو ہے؟ کہا ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم اس کے جنازے کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ خیر میں نے آ کر اسے غسل دیا اور ہم سب نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ ایک مدت دراز کے بعد اس کے گھر والے خبر لینے کو میرے پاس آئے۔ میں نے اس کا مرنا ان پر ظاہر کر دیا۔ اسی وقت اس کی بیوی رونے پیٹنے لگی۔ میں نے اس کا سارا حال اس سے بیان کیا۔ کہا خیر مجھے اس کی قبر دکھلا دو۔ اس پر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اب یہ اس کا کفن نہ بدل دیں (اور اس پر بھی یہ بات ظاہر کر دی) اس نے کہا واللہ! ایسا نہیں ہوگا۔ (آپ اطمینان رکھیں) خیر میں نے اسے قبر دکھا دی۔ پھر اس نے دو گواہ بلوائے اور ان کے روبرو اپنی سب لونڈیاں آزاد کر دیں۔ زمین وقف اور مال خیرات کر دیا۔ اپنے مرتے تک اس قبر کو نہ چھوڑا۔ آخر وہیں انتقال ہو گیا۔

مجذوب بزرگ کا کلام: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بہلول دانا رضی اللہ عنہ کو قبرستان میں اطمینان سے تشریف فرما دیکھا۔ پوچھا یہاں کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا میں ایسے لوگوں میں رہتا ہوں جو نہ مجھے اذیت دیتے ہیں اور نہ پسِ پشت غیبت کرتے ہیں۔ حضرت سری نے پوچھا کیا آپ کو بھوک پیاس نہیں لگتی۔ یہ سن کر چہرہ پھیر لیا اور پڑھا۔

تجوع فان الجوع من علم التقیٰ   وان طویل الجوع یوما سیشبع

(بھوکے رہا کرو کیونکہ بھوک تقویٰ کی علامت ہے۔ زیادہ بھوکا رہنے والا عنقریب آسودہ ہوگا)

ایک مجذوب بزرگ کو کسی نے قبرستان سے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ جواب دیا اس مقام پر ایک کارواں خیمہ زن ہے۔ اسی کے پاس سے آرہا ہوں۔ اس نے پوچھا کیا اہل کارواں سے کچھ گفت وشنید بھی ہوئی۔ فرمایا جی ہاں! میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کوچ کب کریں گے۔ کہنے لگے۔ جب تم لوگ بھی شامل قافلہ ہو جاؤ۔

مجذوب بزرگوں کے بارے میں کسی نے ایک عارف حق آگاہ سے پوچھا۔ یہ لوگ ہوتے تو مجنون ہیں۔ مگر باتیں نہایت حکمت کی کرتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے۔ فرمایا' ان لوگوں کے پاس فضل اور عقل دو نعمتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل لے لی تو فضل رہ گیا۔ اس لئے حکمت کا کلام کرتے ہیں۔

خدا شناس کنیز: حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خدمت کیلئے ایک کنیز خریدی۔ وہ زمانہ دراز تک حضرت کی خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت حضرت سے پوشیدہ رکھی۔ اس کی نماز کیلئے ایک خاص جگہ تھی۔ حضرت فرماتے ہیں۔ ''ایک شب میں نے اسے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے۔ وہ کہہ رہی تھی اے اللہ تیری اس محبت کے وسیلہ سے جو تجھے مجھ سے ہے' میرا یہ یہ کام پورا فرما دے۔'' میں نے یہ سنا تو ڈانٹ کر کہا اے عورت! یوں نہ کہہ بلکہ اس طرح عرض کر ''میری اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھے تجھ سے ہے۔ کنیز نے جواب دیا کہ اے میرے آقا! اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو آپ کو نماز سے روک کر مجھے قیام کی توفیق نہیں دیتا۔ صبح ہوئی تو میں نے اسے بلایا اور کہا تو میری خدمت کے لائق نہیں بلکہ اس لائق ہے کہ رب کی خدمت میں رہے۔ جا تو اللہ کے واسطے آزاد ہے۔ اسے کچھ چیزیں دے کر میں نے رخصت کر دیا اور اس کی جدائی سے نادم وغمگین ہوا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

فرشتوں کی دعائیں: حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا۔ میرے پڑوس میں قرآن مجید کا ایک حافظ صالح متقی شخص رہتا تھا جو نہایت غریب اور مفلس تھا۔ ایک مرتبہ اس پر فاقہ اور تکلیف کا سخت وقت آیا۔ تو اس نے اپنے دل کا حال ایک کاغذ پر لکھ کر بارگاہ خداوند میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے رقعہ لکھا اور رات آئی تو لکھا ہوا رقعہ لے کر محراب مسجد میں پہنچا۔ نماز پڑھی اور دعا کرتے ہوئے رقعہ آسمان کی طرف بلند کیا۔ یہی عمل وہ کافی دیر تک کرتا رہا۔ بالآخر اس پر شب بیداری سے تکان لاحق ہوئی اور وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا۔ جب رات کا مختصر حصہ باقی رہ گیا تو اسے نیند آ گئی۔ دیکھا کہ ایک حسین وجمیل شخص اس سے مخاطب ہے۔ کہہ رہا ہے کہ اے ابوبشر! تجھ پر کیسی غفلت طاری ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور روشنائی سے لکھا ہوا رقعہ پیش کر رہا ہے؟ ابوبشر! پھر کیا کروں؟ مرد شکیل سن! جب اس بارگاہ میں کوئی درخواست کا ارادہ کرے تو دست شکر کو دریائے ذکر سے دھو کر اپنے قلب پر قلم صبر کے ذریعہ بیاض فکر سے تحریر کر۔ ابوبشر! کیا تحریر کروں؟ مرد شکیل! یہ دعا۔

يامن افضاله افضل افضال المفضلين وانعامه انعم انعام المنعهين يامن عجز من شكره شكرالشاكرين قد جربت غيرك من المامولين بغيرى من السّائلين فاذا كل قاصد الى غيرك مردودو كل طريق الى سواك مسدود وكل خير عندك موجودو عند سواك معدوم و مفقود ۔

اے وہ ذات جس کے افضال سارے فضل کرنے والوں سے افضل ہیں اور تیرے انعام تمام انعام کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ تیرے شکر سے تمام شکر کرنے والے عاجز ہیں۔ میں نے دوسرے مانگنے والوں کے ذریعہ ان سب کو آزما لیا جن سے کوئی امید وابستہ کی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ تیرے غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا مردود رہے اور غیروں کا ہر

راستہ بند ہے۔ ہر خیر تیرے پاس موجود ہے اور تیرے غیر کے پاس نہیں۔

ابو بشر! یا سیدی! یہ تو بہت خوب ہے۔ مرد شکیل: اگر بیاض بصیرت باقی رہے ورتو اپنے ارادے کی تصریح کی مزید ضرورت سمجھے تو تو یہ تحریر کرو۔

یا من الیه توسلت وعلیه فی السراء والضراء عولت حاجاتی مصروفة الیك وامالی موقوفة لدیك کل ما وفقتنی له من خیر اعمله واطیقه فانت دلیلی وطریقه

اے وہ ذات کہ میں نے تیرے لئے تجھی کو وسیلہ بنایا اور راحت و تکلیف میں تجھی پر اعتماد کیا۔ میری حاجتیں تیری ہی طرف مصروف ہیں اور امیدیں تیرے ہی سامنے قائم ہیں۔ جس کام کی تو نے مجھے توفیق دی تو ہی اس کا رہنما اور تو ہی اس کا ذریعہ ہے۔

ابو بشر سیدی! یہ تو اس سے بھی بہتر ہے۔

مرد شکیل! اور اگر بیاض بصیرت میں اس سے زیادہ تصریح کی ضرورت ہو تو مزید یہ لکھ دے۔

یاقدیر الاتؤده المطالب ویاملکایرغب الیه کل راغب ما ذلت مصحوبا منك بالنعم جاریا علی عادات الاحسان والکرم یامن بکرمه یبلغ الکرم ومن حمده یزید النعم

اے قدیر! طلب مجھے عاجز نہیں کرتی اور اے بادشاہ ہر رغبت والا تیری طرف جھکتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے مالا مال ہوں جو مجھ پر صرف تیرے فضل و کرم سے اترتی ہیں۔ اور اے وہ ذات کہ تیرے کرم سے ہر شخص کرم کا مستحق ہوتا ہے اور تیری تعریف سے نعمت بڑھتی ہے۔

ابو بشر سیدی! یہ اس سے بھی خوب تر ہے۔

مرد شکیل! بیاض بصیرت اگر اور باقی رہے اور تو مزید حاجت تصریح رکھے تو یہ

رقم کر۔

یـامـن جعل الصبر عونا علی بلائه وجعل الشکر مادا انعمائه اسـئلك صبرا جمیلا علی المحن وتوفیقا للشکر علی المنن فـقـد عظمت محنتك عن صبری وجلت نعمتك عن شکری فتـفـضـل علی اقراری بعفو انت اوسع له واقدر علیه فان لم یکن لذ نـبی عذر تقبله فاجعله ذنبا یغفر ۔

اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کیلئے معاون بنایا اور شکر کو نعمت بڑھانے والا بنایا۔ میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمت پر شکر کی توفیق مانگتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے اور تیری نعمت میرے شکر سے زیادہ ہے۔ تو میرے اقرار پر عفو کی چادر ڈال تو قادر وتوانا ہے اور اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں تو تو اپنی جانب سے اسے معاف فرما۔

مردِ شکیل! اے ابو بشر مقام تبتل میں مغفرت اور بخشش کی جگہ کھڑا ہو۔ انکساری اور عاجزی کے ساتھ فضل کا امیدوار رہ اور توسل کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزارے۔

ابو بشر! یہ اور اچھی بات ہے۔

مردِ شکیل! یہ خاص ملائکہ کی دعائیں ہیں جو تجھے تعلیم کی گئیں۔

ابو بشر! اس میں کوئی شک نہیں انشاء اللہ۔ اس کے بعد اس حسین وخوبصورت مردِ غیب نے ابو بشر کے سینہ اور شکم پر اپنا ہاتھ پھیرا جس سے وہ جاگ اٹھے اور ساری باتیں انہیں یاد تھیں اس طرح کہ ایک حرف بھی بھولے نہیں تھے۔

حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد انہوں نے یہ تمام باتیں اور دعائیں ہمیں بتائیں۔ ہم نے ان کو پسند کرلیا اور تحریر کرلیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک لڑکا ڈوبنے سے بچ گیا: سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ متعلمہ ایک نیک خاتون تھیں جو اپنے استاد محترم کے پاس رہتی تھیں۔ ان کا ایک فرزند تھا جو ایک معلم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ لڑکے کو اس کے استاد نے پن چکی کسی کام سے بھیجا۔ سوئے اتفاق کہ لڑکا پانی میں جا گرا وقت پر اسے کسی نے نہیں نکالا اور وہ ڈوب گیا۔ لڑکے کا معلم اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ حضرت کو سن کر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے سوچا اس بات کی اطلاع لڑکے کی ماں کو اس طرح دی جائے کہ اسے صبر ہو جائے۔ حضرت اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ مصاحبین بھی ساتھ تھے۔ آپ نے صبر کی فضیلت اور برکت کے بارے میں کلام فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی برضا ہونے کے فضائل گنائے۔ اس عورت نے کہا کہ جناب میں کچھ سمجھی نہیں کہ ان تقریروں کا کیا موقع ہے۔ تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ تیرا بیٹا پانی میں ڈوب کر انتقال کر گیا ہے۔ مگر خاتون نے جواباً کہا کہ میرا بیٹا! نہیں نہیں۔ میرے رب نے یہ نہیں کیا۔ پھر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں۔ معلم صاحب نے اسے پن چکی پر بھیجا تھا وہاں وہ ندی میں گر کر ڈوب گیا۔

عورت کہنے لگی مجھے اس جگہ لے چلیئے۔ میرا بیٹا ڈوبا ہے تو لوگ اس صالحہ خاتون کو لے کر نہر پر آئے۔ لڑکے کے ڈوبنے کا مقام دکھایا۔ خاتون نے آواز دی۔ بیٹے محمد! پانی سے لڑکے نے جواب دیا لبیک امی جان۔ پھر وہ پارسا خاتون نہر میں اتر گئی اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائی۔ وہ زندہ صحیح وسلامت تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ سے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی عقدہ کشائی چاہی۔ تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے احکام میں وہ خاتون اتنی مستعد ہے کہ اس کی برکتوں سے آنے والے واقعات کا علم اسے پہلے ہی کرا دیا جاتا ہے۔ اپنے فرزند کے ساتھ ہونے والے حادثہ کی اطلاع چونکہ اسے پہلے ہی دیدی

ئی۔ اس لئے جب اسے آپ لوگوں نے بتایا تو اس نے اس سے انکار کر دیا۔ نہایت جزم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہونے والا ہوتا تو مجھے خبر دی گئی ہوتی۔ (اس واقعہ کو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذ نے بیان فرمایا)

آپ کی دعا سے شرابی نمازی بن گیا: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرابی کو دیکھا جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا۔ اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ حضرت سری نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا۔ فرمایا اس بے خبر کو کیا خبر؟ کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے۔ منہ دھو کر آپ چلے گئے۔ آپ کے بعد شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں۔ شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان اور نادم ہوا اور رونے لگا۔ نفس کو مخاطب کر کے بولا۔ بے شرم! اب تو سری بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں۔ خدا سے ڈر اور آئندہ کیلئے توبہ کر۔ رات کو حضرت سری نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے سری رحمۃ اللہ علیہ تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا۔ ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھویا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت مسجد میں گئے۔ تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا۔ تو وہ بولا۔ آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

ایک خاتون کی دعا: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاتون کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ جب وہ تہجد پڑھنے اٹھی تو دعا کرتی۔ اے اللہ! ابلیس بھی تیری ایک مخلوق ہے اس کی پیشانی تیرے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے دیکھنے سے قاصر ہوں۔ تو اسے دیکھتا ہے جب کہ وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا اور تو اس کے تمام کاموں پر قادر ہے۔ وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ! اگر وہ میری بدخواہی کرے تو تو اسے روک دے اور اگر وہ مجھ سے مکر کرے تو تو اس کے مکر کا

اسے بدلہ دے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھتکارتی ہوں۔

وہ خاتون یہ دعا کر کے رویا کرتی تھیں۔ کچھ دنوں بعد ان کی ایک آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ لوگوں نے کہا کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ انہوں نے کہا اگر میری یہ آنکھ جنت والوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا عوض مجھے ضرور عطا فرمائے گا۔ جو بالیقین اس سے اچھی ہوگی اور اگر یہ اہل جہنم میں سے ہے تو بہتر ہے کہ اسے خداوند قدوس مجھ سے دور کر دے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بھا۔ آمین۔

خیرالنساج کو پند و نصائح: خیرالنساج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زندگی بھر محنت مزدوری کر کے رزق حلال کمایا اور زمانے کی آسائشوں کو شان بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ جن دنوں آپ مشہور بزرگ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں زندگی گزار رہے تھے۔ اسی دوران ایک روز آپ کو معلوم ہوا کہ کسی مالدار شخص نے ایک مکان خرید لیا ہے مگر اب وہ اس مکان کو حویلی میں تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس خبر نے آپ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور فوراً سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کی آمد کا سبب دریافت فرمایا تو آپ نے کہا۔ ''حضرت میرے پڑوس میں ایک امیر شخص آن بسا ہے۔ وہ اپنے پرانے مکان کو حویلی میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اب بتایئے مجھے کیا کرنا چاہیئے۔''

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مال دار پڑوسی تیرے پڑوس میں خود آیا ہے تو اس کے پڑوس میں نہیں گیا۔ اب آ گیا ہے تو اسے رہنے دیجئے؟ تو حضرت خیرالنساج نے کہا کہ پھر آپ دعا فرمائیں کہ اللہ میرے قلب کو استقامت اور تیقن عطا فرمائے۔ میں مالدار کے شر سے محفوظ رہوں۔

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ اے ابن اسماعیل! تیرا قلب ایسا ہے کہ اس پر کسی دولت مند کا اثر انداز ہونا ناممکن ہے۔ جانتے ہو قلب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟ تو اس پر انہوں نے عرض کیا۔ حضرت! میں تو یہی سب جاننے کیلئے آپ

کے پاس آیا ہوں۔ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ تو سنو! قلب کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ اول وہ قلب ہوتا ہے جو کوہ گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہتا ہے۔ دوم وہ قلب جو تناور درخت کی طرح مستحکم اور مضبوط ہوتا ہے مگر اس درخت کو بادتند کے جھونکے ہلا کے رکھ دیتے ہیں اور کبھی کبھی ان کو اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ سوم وہ قلب ہوتا ہے جو پرندوں کی طرح پرواز کرتا رہتا ہے۔ تیرا قلب بلندی پر محو پرواز رہتا ہے۔ اس لئے تجھ کو کسی کے خوف اور مایوسی کی پرواہ بھی نہیں کرنی چاہئے۔

انہیں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ قیمتی خزانے سے کم نہیں تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ ''زندگی کیلئے کتنی چیزیں ضروری ہیں۔'' سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ ''پانچ چیزیں ان پانچ کے علاوہ جو کچھ ہے فضول ہے۔ بے سود ہے۔'' آپ نے پوچھا۔ ''کون کون سی۔'' سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ ''اول کھانا' مگر بقائے زندگی ہی کی حد تک' دوم پانی' صرف رفع تشنگی کیلئے' سوم لباس' صرف ستر پوشی کی حد تک' چہارم مکان' صرف سکونت کیلئے۔ پنجم' علم' عمل کی حد تک۔

یہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دیر تک بیٹھے سوالات کرتے رہے اور ان کے جوابات سے نشہ اور بے خودی سی محسوس کرتے رہے۔

فانی دنیا کے نظارے: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز احباب کے ساتھ ایک ویرانے میں کھنڈر سے گزرے' بوسیدہ ویران عمارت کو دیکھا جس کی تاریخ کو زمانے نے اپنے سینے تلے دبا لیا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ستون گری چھتیں سامنے تھیں۔ دروازہ اپنی جگہ پر قائم تھا جس پر تختی لگی ہوئی تھی۔ گرد صاف کی گئی تو اشعار نظر آئے جن کا مفہوم یہ ہے۔ ''یہی راہ ہے' زندگی کا عرصہ ایک دن سے دوسرے دن تک ایسا ہے جس طرح خوابیدہ انسان خواب میں خوشی دیکھتا ہے تم کسی کام میں مشغول رہو مگر موت تمہارے گرد زور وشور سے چکر لگاتی ہے' جلد بازی ہرگز نہ کر اور ٹھہر دنیا کی یہ دولت وثروت ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔''

حضرت شیخ سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میرے احباب محل کے دوسرے

حصہ میں گئے تو انہیں وہاں زمرد کا ایک قبہ ملا جسے جواہرات اور یاقوت سے مرصع کیا گیا تھا۔ کہنگی کی وجہ سے اس پر غبار کی تہیں جم گئی تھیں۔ وہ قبہ یاقوت کے چار ستونوں پر قائم تھا۔ وہاں بھی ایک کتبہ تھا جس کا مفہوم یہ ہے۔ ''قبروں پر کھڑے ہو کر ان کے مکینوں کو آواز دو جو صرف بوسیدہ ہڈیاں اور بوسیدہ جسم بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے درمیان تعلقات کی تمام راہیں مرنے کے بعد کاٹ دی گئی ہیں۔ وہ لحد کے نیچے دبے ہیں۔ بخدا! اگر وہ کسی دن زندہ کئے جائیں اور اٹھائے جائیں تو کہیں گے کہ تقویٰ اچھا توشہ ہے۔''

اس محل کے اندر ہم لوگوں نے بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ دیکھی۔ اس پر بھی اشعار لکھے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔ ''کسی لحہ اور کسی سانس موت سے بے خوف نہ رہ تو محافظین اور سپاہیوں کے پہرہ میں کیوں نہ رہتا ہو اور اس بات کو جان لے کہ ہر زرہ پہننے والے اور ڈھال والے کے جسم میں بھی موت کے تیر تو گھس کر رہیں گے۔ تو آخر اپنے دین کو میلا کرنے پر کیوں راضی ہے حالانکہ اپنے کپڑے ہمیشہ صاف کرتا رہتا ہے۔ نجات کی امید تو کرتا ہے مگر اس کا کیا طریقہ ہے اس پر عمل نہیں کرتا۔ جان لے کہ خشکی پر ناؤ نہیں چلتی۔ میں نے بھی بہت سمجھا تھا جس طرح تو سمجھا ہے اور تیری طرح میں نے بھی بہت کچھ پڑھا تھا۔''

ارشادات

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں۔

☆ فرمایا کہ مالدار ہمسایہ بازاری قاری اور امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہئے۔

☆ فرمایا کہ سلامتی دین اور سکون وجسم صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے۔

☆ فرمایا کہ جو خدا کا اطاعت گزار ہوتا ہے پورا عالم اس کے زیر نگیں رہتا ہے۔

☆ فرمایا کہ رموز قرآنی کی تفہیم کے لئے غور وفکر کرنے والا ہی سب سے زیادہ دانش مند ہے۔

☆ فرمایا کہ مخلوق سے کچھ نہ طلب کرتے ہوئے دنیا سے متنفر رہنے کا نام زہد ہے۔

☆ فرمایا کہ خود کو فنا کر دینے کے بعد عارف کو سکون ملتا ہے۔

☆ اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہئے۔

☆ فرمایا کہ جو خود اپنے نفس کو آراستہ نہ کر سکے وہ دوسرے کے نفس کو کیسے سنوار سکتا ہے۔

☆ فرمایا کہ گناہ سے احتراز کرنا صرف تین وجوہ سے ہوتا ہے۔ اول خواہشات بہشت سے' دوم خوف جہنم سے' سوم خدا کی شرم سے۔

☆ فرمایا کہ محشر میں امتوں کو انبیاء کرام کی جانب سے ندا دی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا۔

☆ فرمایا کہ اخلاق یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت دینے کے بجائے ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لے اور غصہ پر قابو پانا بھی داخل اخلاق ہے۔

☆ فرمایا کہ انس وحیا قلب کے دروازے پر پہنچتے ہیں لیکن اگر قلب میں زہد وورع کا وجود ہوتا ہے تو مقیم ہو جاتے ہیں ورنہ وہیں سے لوٹ آتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ ایسے افراد بہت قلیل ہیں جن کے قول وفعل میں تضاد نہ ہوتا اور قدر نعمت نہیں کرتا۔ نعمت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

☆ فرمایا کہ عبادات کو خواہشات پر ترجیح دینے سے بندہ عروج کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک مرتبہ صبر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کئی مرتبہ بچھو نے کاٹا لیکن آپ نے اف تک نہ کی۔

☆ فرمایا کہ میں نے زہد کے تمام وسائل اختیار کئے لیکن حقیقی زہد سے محروم رہا۔ پھر فرمایا کہ ریا کاری سے ملنا خدا سے دور کر دیتا ہے اور کثرت سے میل ملاپ رکھنے والے کو صدق حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ فرمایا کہ جس قلب میں کوئی اور شے مقیم ہوتی ہے وہاں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتیں۔ خوف' رجا' حیا' انس' محبت اور ہر مقرب بارگاہ کو اس کے قرب

کے مطابق ہی فہم عطا کی جاتی ہے۔

☆ فرمایا کہ خواہشات کی حد تک گناہ قابل معافی ہے لیکن کبر و نخوت کی بنیاد پر ہر گناہ ناقابل معافی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم کی لغزش خواہش کی بنیاد پر تھی اور ابلیس کی خواہش کبر و نخوت کی وجہ سے تھی۔

☆ اپنی مناجات میں آپ یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ تیری عظمت نے مناجات سے روکا اور تیری معرفت نے انس عطا کیا۔ اگر زبان سے ذکر کرنے کو منع فرما دیتا تو میں زبان سے کبھی تجھے یاد نہ کرتا کیونکہ زبان میں تیری صفات بیان کرنے کی قدرت ہی نہیں ہے۔

☆ فرمایا کہ عارفین کا بلند مقام شوق ہے اور عارف وہ ہے جو کم کھائے، کم سوئے اور کم آرام کرے۔ عارف برق تاباں کی مانند سب کو منور کر دیتا ہے اور زمین کی طرح ہر شے کا بار سنبھالے رکھتا ہے۔ آگ کی طرح سب کو راستہ دکھاتا ہے اور پانی کی طرح قلوب کو حیات تازہ دے کر سیراب کرتا رہتا ہے۔

☆ فرمایا کہ زبان و رخ سے قلبی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن قلب کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ قلب جو کوہ گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہے۔ دوم وہ قلب جو مستحکم درخت کی طرح ہو لیکن بادتند کے جھونکے کبھی اس کو ہلا بھی دیتے ہوں۔ سوم وہ قلب جو پرندوں کی مانند پرواز کرتے ہیں۔

خلفاء: آپ کے خلفائے کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوالقاسم سیدۃ الطائفہ جنید بغدادی

حضرت شاہ ابومحمد

حضرت شاہ عرف شیخ کبیر

حضرت شاہ حرتبون

حضرت شاہ ابوالعباس مظروف

حضرت شاہ ابوحمزہ

حضرت شاہ ابوالحسن نوری
حضرت شاہ فتح الموصلی

حضرت شاہ عبداللہ احرار حضرت شاہ سعید ابرار رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وصال مبارک: حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت اخیر آیا تو حضرت عبداللہ بن فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے۔ سکرات کی کیفیت دیکھ کر رو پڑے۔ شیخ سری! ابو محمد رو کیوں رہے ہو؟ عبداللہ بن فضیل! حضور آپ کا یہ حال دیکھ کر رو رہا ہوں۔ شیخ سری! نہ رو میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حساب ہے بیس سال سے میں اس کا طالب رہا۔ جب اسے پایا تو بیس سال حق تعالیٰ نے مجھ سے خدمت لی۔ اس کے بعد بیس سال تک مجھے رلایا۔ پھر بیس سال مبتلائے شوق رکھا۔ اس کے بعد بیس سال مجھے مقامِ فنا میں چھوڑا۔ اب اس وقت یہ امید ہے کہ مجھے خدا کا دیدار نصیب ہوگا تو اس کے لئے اس کی مدد سے اور اس کے ساتھ مجھے بقا حاصل ہوگی۔ ابو محمد! یہ رونے کا وقت نہیں بلکہ مبارکباد دینے کا وقت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ۔ جب آپ بیمار ہوگئے تو میں آپ کی عیادت کو گیا۔ آپ کے پاس ہی ایک پنکھا پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا لیا اور آپ کو جھلنے لگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنید! اسے رکھ دو کیونکہ آگ ہوا سے زیادہ تیز اور روشن ہوتی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے پھر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا عَبْــــد مَمْلُوْك لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلق کی صحبت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا اور اسی کلمے پر آپ کا وصال ہوگیا اور حق تعالیٰ کی رحمت سے مل گئے۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' آپ کا وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ بروز منگل بوقت صبح صادق ۹۰ سال کی عمر میں بغداد شریف میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس بغداد شہر کے قبرستان شونیزیہ میں ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ جنیدیہ کے بانی حضرت جنید بغدادی ہیں آپ کو اکابر صوفیا میں خاص اہمیت اور شہرت دوام حاصل ہے آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور انوار الٰہی کا مخزن و منبع اور پیشوائے اہل حقیقت تھے۔

حسب ونسب: آپ کے والد کا نام محمد اور دادا کا نام جنید قواریری تھا۔ آپ کے والد نہاوند کے رہنے والے تھے یہ شہر کافی قدیم تھا اور ایران کے صوبہ الجبال میں واقع تھا طہران اور اصفہان اس شہر کے قریب تھے آپ کے والد آبگینہ فروشی کا کام کرتے تھے یعنی شیشہ گری کی تجارت کرتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ نہاوند میں حالات سازگار نہ رہے جس کی بنا پر آپ کے والد نہاوند کو خیر باد کہہ کر بغداد میں آکر آباد ہو گئے اور یہیں شیشے کا کام کرنے لگے۔

پیدائش: آپ کی پیدائش بغداد شہر میں ہوئی اکثر کتب میں آپ کا سن ولادت ۲۱۵ھ لکھا ہے آپ کا اصل نام جنید رکھا گیا مگر نسبت وطنی کی بنا پر آپ جنید بغدادی مشہور ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اس کے علاوہ سید الطائفہ، طاؤس العلماء اور تاج العارفین کے خطبات سے بھی آپ کو پکارا گیا۔

فطری ذہانت: آپ بچپن ہی سے فطری طور پر بڑے ذہین تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے آپ کو بے پناہ ذہنی صلاحیت عطا فرما رکھی تھی اس کا اظہار آپ کے ایک واقعہ سے یوں ہوتا ہے ایک مرتبہ بچپن میں جب جنید بغدادی کی عمر صرف سات سال تھی آپ شیخ سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے۔ حج کے عرصہ

میں آپ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مختلف مجالس میں بھی شرکت کرتے رہے۔
ایک دن آپ اپنے مرشد کے ساتھ حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چار صوفیاء کرام کو شکر کے موضوع پر بحث میں مصروف پایا۔ آپ غور سے ہر صوفی کے خیالات سنتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ سبھی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ بھی بغور بھانجے پر نظر رکھے اسے دیکھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ صوفیا کی باتوں کو بھی سنتے جا رہے تھے۔ اس لیے جونہی وہ چاروں صوفیا جنہوں نے شکر کے مسئلے پر اپنے اپنے خیالات پیش کئے تھے خاموش ہوئے تو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھانجے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ تم بھی شکر کے مسئلے پر اپنا نقطۂ نظر بیان کرو۔ سبھی بزرگوں کی نظریں آپ پر جم گئیں اور سات آٹھ سالہ بچے کو حیرت سے دیکھنے لگے جس کے سرپرست نے اسے علمائے دین کے سامنے اپنا نظریہ پیش کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت جنید بغدادی نے سر جھکایا اور کہنا شروع کیا۔ بزرگو! میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں کہ میں شکر پر اظہار خیال پیش کرسکوں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ جب ہمیں ہمارا واحد پروردگار کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو ہم اسے اپنے اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں۔ کیونکہ وہی نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔ وہی ہر نعمت کا منبع ہے۔ پس ہمیں اسی کے احکام کی تعمیل میں خود کو وقف کردینا چاہیے۔'' مجلس میں موجود صوفیا نے ایک معصوم بچے کے منہ سے جب اس قدر واضح شکر کی تشریح سنی تو بلند آواز میں پکار اٹھے۔ بے شک یہ مفہوم برحق ہے شکر کا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اک بچے سے شکر کی رمز سے آگاہ کروایا۔''

دینی ماحول: حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب واقع ہوئے تھے کہ آپ کو بچپن ہی سے انتہائی اچھا دینی ماحول میسر آیا کیونکہ آپ کے گھر کے تمام افراد علم وعمل کے پیکر تھے والدہ بڑی نیک دل اور پارسا خاتون تھیں اور اپنے زمانے کے شیخ طریقت حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ ہونے کا شرف رکھتی تھیں۔ پدر بزرگوار حضرت محمد قواریری رحمۃ اللہ علیہ انتہائی دیانت دار تاجر اور سلوک کے مراحل

طے کئے ہوئے بزرگ تھے۔ ماموں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ عالم و فاضل، مفسر و محدث اور اپنے عہد کے مرجع خلائق قطب ارشاد تھے بغداد کا شہر علم و عرفان کا مرکز اور دین و دانش کا گہوارہ بھی تھا۔ ہر علم کے استاد اور ہر فن کے امام یہاں رونق فروز تھے۔

ماموں کی صحبت تربیت: آپ بچپن ہی میں اپنے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت تربیت میں چلے گئے اور اس کی وجہ یہ واقعہ بنا کہ، ایک دن اپنی بیوی کے بھائی کو جو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بغداد میں مشہور بزرگ کامل کے طور پر مشہور تھے۔ اپنے مال کی زکوٰۃ دینے گئے۔ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ پیشے کے اعتبار سے مسالہ فروش تھے۔ اسی لیے ان کے نام کی ساتھ سقطی رحمۃ اللہ علیہ لگا ہوا ہے۔ سقطی کے معنی ہیں مسالہ فروش۔ لیکن تجارت کی نسبت زیادہ وقت اور توجہ اپنے خالق حقیقی کی عبادت میں صرف کرتے۔ سو معاشی حالات اکثر خراب رہتے۔ خاندان بھر میں صرف وہی تھے جو تجارت سے منہ موڑے اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے، چنانچہ انہی وجوہات کے پیش نظر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے والد جب اپنے مال پر عائد زکوٰۃ لے کر ان کے پاس گئے تو انہوں نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار جنید بغدادی کے دل پر تازیانہ بن کے لگا۔ دل غم سے بوجھل ہو گیا۔ سوچ میں پڑھ گئے کہ کیا واقعہ انہوں نے عمر بھر ایمان داری سے جو تجارت کی اور جائز منافع کمایا وہ اس حد تک نامراد ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں بلکہ صاف انکار کر دیتے ہیں۔ سوچتے سوچتے دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں چھ سال کے معصوم سے بچے تھے، باپ سے بے پناہ پیار تھا۔ اب جو والد کو یوں آنسو بہاتے دیکھا تو ضبط نہ کر سکے دوڑ کر باپ کے گلے جا لگے اور معصومیت سے پوچھنے لگے۔'' بابا جان! کیا ہوا؟ کیوں آنسو بہا رہے ہیں آپ؟ باپ نے بیٹے کو دیکھ کر چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ سجائی اور آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولے۔'' جان پدر! تم نہ

سمجھ سکو گے۔ تم بہت کمسن ہو، تم اپنے بابا کا درد نہ جان سکو گے۔'' لیکن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اصرار جاری رکھا اور جب باپ نے محسوس کیا کہ یہ ننھا سا معصوم بیٹا جب تک وجہ نہ جان لے گا پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تو مجبوراً بتانے لگے کہ کس طرح آج وہ زکوٰۃ کا مال لے کر اس کے ماموں کے پاس گئے تھے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ گویا عمر بھر جو میں اس بات پر نازاں رہا کہ میں اللہ اور رسول کے فرمان کے مطابق حق حلال کی کمائی کھا رہا ہوں وہ اس قدر مشتبہ ہے کہ خدا کے نیک بندے اس سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔

باپ کی بات سن کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے شگفتگی سے کہا بس بابا جان...... اتنی سی بات کے لیے آپ یوں رو رہے تھے۔ لائیں مجھے دیں زکوٰۃ کا وہ مال میں خود ماموں کے پاس لے جاتا ہوں۔'' باپ نے بیٹے کے چہرے پر جو معصومیت میں بسی عزم کی یہ کیفیت دیکھی تو دل میں بیٹے کا پیار امڈ آیا اور چاہت بھرے لہجے میں بولے۔'' کیوں نہیں میرے بچے...... اگر تیرے ہاتھوں سے ماموں زکوٰۃ کا مال لے لیتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور بات کیا ہو گی۔ میرے دل کو بھی قرار آجائے گا۔'' چنانچہ انہوں نے زکوٰۃ کا مال دے کر بیٹے کو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کی طرف بھیج دیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ماموں کے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ خود ہی باہر نکلے۔ باہر بھانجے کو کھڑا دیکھا تو فرطِ مسرت سے اسے گود میں اٹھا لیا۔ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔'' جنید میرے بچے آج تو کیسے آ گیا ہے؟''

جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سنجیدگی سے کہا'' ماموں آپ نے بابا کو جو زکوٰۃ کا مال لوٹا دیا تھا وہ میں آپ کو دوبارہ دینے آیا ہوں۔'' یہ سن کر شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر درشتی کے آثار ابھر آئے اور ذرا تلخی سے کہا۔'' جب میں ایک مرتبہ انکار کر چکا ہوں تو پھر تمہارے بابا نے تمہیں دوبارہ کیوں بھیجا ہے میرے پاس؟'' جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ماموں کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔'' ماموں اسے آپ کو قبول کرنا ہی

ہو گا۔ خدا کے نام پر' اس خدا کے نام پر جس نے آپ کو اپنے فضل سے نواز رکھا ہے ور میرے باپ سے عدل کر رکھا ہے۔"

شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ معصوم بھانجے کی زبان سے یہ بات سن کر حیرت زدہ رہ گئے! انہیں اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ ننھی سے جان انہیں یہ سب سمجھا رہی ہے۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں باپ نے تو پڑھا کر نہیں بھیجا۔ سو جاننے کے لیے انہوں نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پیار سے گود میں بٹھاتے ہوئے پوچھا۔" جنید میرے بچے ذرا مجھے سمجھانا تو کہ خدا نے کس طرح مجھ پر اپنا فضل کر رکھا ہے اور تمہارے بابا پر عدل۔"

جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر ماموں کی طرف دیکھا پھر سر جھکا کر آہستہ آہستہ کہنے لگے۔" ماموں! اللہ نے آپ کو پرہیز گار اور متقی بنا کر درویشی عنایت کی۔ یہ آپ پر خدا کا فضل ہی ہے جب کہ اسی خدا نے میرے بابا کو دنیاوی کاروبار میں اس قدر عروج عطا کیا کہ آپ وہ اپنے مال پر خدا کے نام پر زکوٰۃ دیتے ہیں اور یہ اللہ کا عدل ہے۔ میرا باپ زکوٰۃ کا یہ مال حق داروں تک خدا کے نام پر پہنچاتا ہے اب آگے حق داروں کی مرضی' وہ اسے قبول کریں یا نہ کریں لیکن میرا بابا پنا حق ادا کرتا رہے گا۔"

یہ سن کر شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر حیرت و مسرت کے تاثرات پیدا ہو گئے۔ بے خود ہو کر بھانجے کو آغوش میں بھر لیا اور بولے۔" زکوٰۃ کا مال وصول کرنے سے پہلے میں کیوں نہ تمہیں اپنی ملکیت میں لے لوں۔"

اس طرح جنید بغدادی' بغداد کے ایک مشہور صوفی شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جنید کے والد کا انتقال ہو گیا تو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مستقل طور پر اپنے پاس رکھ لیا' شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ عامل صوفی تھے اور صوفیا کی اس جماعت سے تعلق رکھتے تھے جس کے سربراہ حسن بصری تھے۔

نوعمری کا دانشمندانہ جواب: حضرت ابوالحسین حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ وہاں کافی مشائخ تشریف فرما تھے اور میں ان سب سے کم عمر تھا۔ حضرت سری نے لوگوں سے پوچھا کہ کون سی ایسی چیز ہے جو آنکھوں سے نیند کو اڑا دے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کوئی کہنے لگا...... بھوکے رہنا کسی بزرگ کا خیال یہ تھا کہ پانی کم سے کم مقدار میں پینا۔ میرے بولنے کی باری آئی تو میں نے جواب دیا دلوں کا اس بات کو جان لینا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے بارے میں پوری طرح خبر ہے کہ اس نے کیا کچھ کمایا ہے۔ حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا پیارے بیٹے! تم نے خوب جواب دیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے قریب جگہ عطا فرمائی اور اس واقعے کے بعد میں جہاں کہیں بھی ہوتا ان تمام مشائخ پر وہ ہمیشہ مجھے ہی مقدم رکھتے تھے۔

علمی اور روحانی اکتساب فیض: حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد پوری طرح اپنے ماموں حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ جو عالم حدیث بھی تھے کی سرپرستی میں آ گئے اور ان سے حدیث نبوی اور اس سے متعلقہ علوم کی تحصیل کی کہا جاتا ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے دس سے پندرہ سال کی عمر کا زمانہ حدیث شریف پڑھنے اور کتابت حدیث کا خوشگوار فریضہ سرانجام دینے میں گزارا کتابت حدیث کے سلسلہ میں ان کے نامور شیخ حضرت حسن بن عرفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ کے تحصیل علم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ اپنے وقت کے مشہور عالم دین فقہ شافعی کے پیروکار حضرت ابوثور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے فقہ اور علم حدیث کی تعلیم حاصل کریں چنانچہ استاد محترم کے حکم سے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوثور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے زیر سایہ علم حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے تقریباً آٹھ برس تک حضرت ابوثور

رحمتہ اللہ علیہ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ جب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث وفقہ کے علوم حاصل کر لیے اور اس فن میں کامل ہو گئے تو پھر اپنے ماموں اور ... حضرت شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اب آپ تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوعبداللہ حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے جائیں۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوتا تھا آپ مستجاب الدعوات تھے اس قدر متقی اور پرہیزگار تھے کہ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے حصہ میں تیس ہزار کا اثاثہ آیا مگر آپ نے حکم دیا کہ یہ تمام مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے اس لیے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''قدریہ فرقہ والے اس امت کے مجوسی ہیں'' اور چونکہ میرے والد کا تعلق فرقہ قدریہ سے تھا اس لیے میرا اس ورثہ سے کوئی تعلق نہیں اور مجھے ایسا ورثہ لینا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ پر اپنی خصوصی عنایات فرما رکھی تھی۔ جب بھی آپ کبھی کسی مشکوک کھانے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی انگلیوں کی رنگت تبدیل ہو جاتی اور انگلیوں میں اتنی طاقت ہی نہ رہتی کہ مشکوک لقمہ اٹھا سکیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ میرے پاس تشریف لائے آپ کے چہرہ پر بھوک کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے کہا یا شیخ! اگر اجازت ہو تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کروں۔ آپ نے رضا مندی کا اظہار فرمایا' رات ایک شادی کی تقریب سے ہمارے گھر کھانا آیا تھا میں نے وہ کھانا اٹھایا اور آپ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا ہاتھ اس کھانے تک پہنچنے میں سخت دشواری محسوس کر رہا ہے اور رک رہا ہے مگر آپ نے میری خاطر زور لگا کر ایک لقمہ اٹھا ہی لیا اور اپنے منہ میں رکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ

ایک لقمہ بھی آپ کے حلق میں پھنس گیا اور نیچے نہیں اتر رہا آخر کار آپ نے اسے نکال کر باہر پھینک دیا اور رخصت ہو گئے۔ پھر ایک دن ان سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے پوچھا' اے جنید! وہ کھانا کہاں سے لے کر آئے تھے؟ میں نے کہا کہ محلہ میں شادی تھی اور رات کو انہوں نے مجھے کھانا بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مشکوک کھانا میرے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ اے جنید! درویشوں کے سامنے اس قسم کا کھانا نہیں رکھنا چاہیے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے آپ سے اصرار کیا کہ آپ آج میرے گھر ضرور تشریف لائیں کیونکہ آپ اس دن بغیر کھانا کھائے میرے گھر سے واپس لوٹ گئے تھے اور مجھے اس بات پر بہت شرمندگی ہے۔ چنانچہ میرے اصرار پر آپ میرے ساتھ چلے آئے گھر پہنچ کر میں نے جو کی خشک روٹی آپ کو پیش کی آپ خوش ہو کر کھانے لگے پھر ارشاد فرمایا' یہ خشک ہے لیکن حلال ہے درویشوں کو اسی طرح کا کھانا کھانا چاہیے۔

آخر حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور تقریباً تین برس تک ان کی صحبت میں رہ کر مستفیض ہوتے رہے حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس کو اولیاء کرام کی صحبت راس نہ آئے اور اس سے فائدہ نہ ہو اس پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے استاد محترم کی صحبت میں رہ کر بہت سے فیوض و برکات حاصل کئے اور پھر جب حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ وصال فرما گئے تو آپ کو ان کی جدائی سے بہت دکھ ہوا۔ دکھی دل کے ساتھ اپنے ماموں حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے ہاتھ پر باقاعدہ طور پر بیعت ہوئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جہاں بھی کسی صاحب علم و فضل کے بارے میں معلوم ہوتا تو اس کی صحبت میں رہنا باعث سعادت خیال کرتے۔ تعلیم و تربیت کی منازل طے کرتے ہوئے بہت سے اولیاء کرام کی

صحبت سے فیض یاب ہوئے پھر ایک دن دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ اپنے وقت کے مشہور ولی اللہ جو صاحب ریاضت وعبادت ومروت تھے ان کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا جائے یہ ولی اللہ حضرت شیخ ابوحفص حداد رحمتہ اللہ علیہ تھے یہ صاحب کرامت ولی اللہ تھے نیشاپور کے رہنے والے تھے ظاہری طور پر آہن گری کا کام کیا کرتے تھے جو کچھ کماتے سب درویشوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ان کی استغراق کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات دہکتی ہوئی بھٹی میں اپنا ہاتھ ڈال کر تپتا ہوا لوہا اٹھا لیتے لیکن آپ کے ہاتھ کو کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ بعض اوقات تو یوں ہوتا تھا کہ اوزار سے پکڑنے کے بجائے ہاتھ سے گرم لوہا بھٹی سے نکالتے اور آئرن پر رکھ دیتے پھر ہاتھ سے پکڑ کر شاگرد سے کہتے کہ اس پر ہتھوڑے مارتے جاؤ۔ شاگرد حیران رہ جاتے کہ آپ نے اس قدر گرم لوہا ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے۔ جب آپ استغراق کی کیفیت سے نکل کر ہوش میں آتے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیتے اور ہاتھ کی بجائے اوزار کا استعمال کرتے۔

حضرت ابوحفص حداد رحمتہ اللہ علیہ جو کہ نیشاپور کے رہنے والے تھے اس لیے عربی زبان سے ناواقف تھے چنانچہ جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں بغداد شریف پہنچے اور وہاں پر مختلف لوگوں سے جب ملاقات کی تو اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ عربی میں گفتگو کی اہل زبان بھی دنگ رہ گئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ حضرت شیخ ابوحفص حداد رحمتہ اللہ علیہ بغداد شریف میں تشریف لائے ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور اگلے ہی دن ان کی زیارت سے مشرف ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ حضرت شیخ ابوحفص رحمتہ اللہ علیہ اس شان سے تشریف فرما ہیں کہ ان کے سامنے ان کے مرید اور عقیدت مند نہایت مودبانہ انداز میں کھڑے ہیں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے سلام کرنے کے بعد کہا' یا شیخ! آپ تو اپنے مریدین کو شاہی آداب سکھا رہے ہیں حضرت

ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اے جنید! بظاہر جو تم دیکھ رہے ہو حقیقت میں ہر گز ایسا نہیں ہے مجھے اس بات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ میں مریدین کو آداب شاہی سے روشناس کراؤں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں ان کو صرف ادب و احترام کی تعلیم دیتا ہوں اس لیے کہ جو اس فانی دنیا میں ادب کی تربیت حاصل نہیں کرتا وہ اگلی دنیا میں ادب کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکے گا۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار کر لی۔ حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان کی حیثیت سے بہت دن تک رہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی صحبت میں رہ کر بہت فیض حاصل کیا۔ چونکہ حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے سفر میں تھے اس لیے یہاں سے رخصت ہو کر جب مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں پر بہت سے مساکین سے بھی ملاقات کی ان کی تنگدستی دیکھ کر ان کی مدد کرنے کا دل میں خیال آیا مگر اپنے پاس بھی کچھ نہ تھا کہ ان کو دے دیتے اللہ تعالیٰ پر یقین اور امید' پیار و محبت اور تعلق اس قدر زیادہ تھا کہ آپ نے ایک پتھر اٹھایا اور کہنے لگے' اے اللہ! اگر تو نے ان لوگوں کو دینے کے لیے آج بھی کچھ عطا نہ کیا تو میں اس پتھر سے تیرے گھر کے فانوس توڑ دوں گا۔ آپ نے ابھی یہ فرمایا ہی تھا کہ اچانک اسی وقت ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں ایک ہزار دینا کی تھیلی تھی اس نے آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے وہ ساری رقم مساکین میں تقسیم کر دی۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ جب بغداد شریف پہنچے تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ ہمارے لیے کیا تحفہ لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا' میں تمہارے لیے یہ تحفہ لیکر آیا ہوں کہ اگر کوئی تمہارا خطاوار ہو تو اس کو اپنی ہی خطا خیال کرو اور اگر اس پر نفس مطمئن نہ ہو تو اس کو آگاہ کر دو کہ اگر تم اپنے بھائی کی خطا معاف نہ کرو گے تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور اپنے نفس سے زبردستی خطا کو معاف کراؤ۔ یہ سن کر حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بلند

مرتبہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو عطا فرمایا ہے۔

ایک دن حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ بغداد کی مشہور مسجد شونیزیہ میں تشریف فرما تھے وہاں پر بہت سے مشائخ عظام بھی موجود تھے اور آپ سے گفتگو فرما رہے تھے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ یہ فرمائیں کہ فتوت کیا چیز ہے؟ حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں پر تمام مشائخ تشریف فرما ہیں میں چاہتا ہوں کہ سب یکے بعد دیگرے فتوت کی تعریف وضاحت کریں۔ اس مجلس میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے چنانچہ سب سے پہلے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فتوت کی تعریف میں گویا ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک فتوت کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنی فتوت یعنی جوانمردی کو نہ دیکھے اور جو کچھ کر رہا ہے اس فعل کو اپنی طرف منسوب نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ میں کرتا ہوں۔

حضرت ابو حفص رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا بیان ہے مگر میرے نزدیک فتوت کی تعریف یہ ہے کہ انصاف کا حق ادا کیا جائے اور اپنے لیے انصاف کی طلب کو ترک کرے۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ عش عش کر اٹھے اور فرمایا ابو حفص جوانمردی میں اولادِ آدم سے بڑھ گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حیات طیبہ میں بہت سے اساتذہ کرام سے اکتساب فیض حاصل کیا اور ان کی صحبت کی زیر سایہ سلوک و عرفان کی منازل طے کیں تربیت کے آداب سے آگاہی حاصل کی علم و معرفت کے اسرار و رموز سے روشناس ہوئے۔

شیخ ابو طالب مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی علم سے لگن اور حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ کی رہنمائی پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سے اٹھتا تو حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوتا۔ ایک بار حضرت سری رحمتہ اللہ علیہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ جب تم یہاں سے اٹھ کر

جاتے ہوتو پھر کس کے پاس جا بیٹھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ان سے علم و ادب تو ضرور حاصل کر لینا لیکن ان کو علم کلام سے جو رغبت ہے اوران کی مناظرے کی جو عادت ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ اس روز جب میں حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے واپس آیا تو دعائیں دینے لگے اور کہنے لگے خدا تمہیں پہلے حدیث کا عالم بننے کی توفیق دے اور پھر صوفی بنائے۔ پہلے صوفی اور بعد ازاں محدث بننے سے بچائے رکھے۔

بیعت وخلافت: آپ کے ماموں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی تھی اس لئے آپ نے اپنی ارادت انہی سے قائم کی اور انہی کی زیرنگرانی روحانی منازل طے کیں اور انہی سے خرقہ خلافت پایا۔

مسند ارشاد و وعظ: آپ نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا خواہ کچھ ہو جائے وہ اس وقت تک مسند وعظ وارشاد نہ سنبھالیں گے جب تک ان کے ماموں مرشد شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ حیات ہیں۔ یہ آپ کی سعادت مندی ہی تھی کہ اپنے مرشد کے ہوتے ہوئے خود مسند ارشاد وعظ پر بیٹھتے۔ ایک مرتبہ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے مجلس میں سوال کیا کہ حضرت کیا ایک مرید کا رتبہ اپنے روحانی مرشد سے بھی بلند ہو سکتا ہے۔" تو شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ ہاں...... کیوں نہیں...... مثلاً جنید کا رتبہ مجھ سے بھی بلند ہے۔" جب کسی مرشد کی اپنے مرید کے بارے میں یہ رائے ہوتو اس مرید کی علمیت وقابلیت سے کیسے انکار ہوسکتا ہے۔ لیکن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہرگز مرشد ہوتے ہوئے مرشد کا کام سنبھالنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ انہیں بار بار ہدایت کرتے کہ وہ اب عام لوگوں میں جائیں۔ رشدہ ہدایت کی تعلیم دیں اور عام لوگوں کو صراط مستقیم سے آگاہ کریں لیکن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہر بار خاموش ہو جاتے۔ ادب کی وجہ سے مرشد سے کچھ کہہ بھی نہ سکتے تھے اور خاموش رہنا بھی بے ادبی خیال کرتے۔ اسی شش و پنج میں شب و روز

کٹ رہے تھے کہ ایک دن اچانک جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ خاتم النبین محمد بنفسِ نفیس تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔" جنید تجھے خدا نے خلق کی نجات کے لیے چنا ہے اٹھ سستی نہ کر۔ تیری زبان ہی خلق کے لیے راہ نجات ہے۔"

نیند سے بیدار ہو کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب کو یاد کیا تو مسرت و انبساط سے سرشار ہو گئے انہیں اپنی قسمت پر ناز تھا کہ وہ سرکار دو عالمؐ کی دید کا نظارہ کر چکے ہیں ساتھ ہی یہ احساس فخر بھی دل میں پیدا ہوا کہ حضورؐ نے انہیں شرفِ دید سے نوازا ہے۔ جب کہ ان کے مرشد اس سے محروم رہے ہیں۔ گویا مرشد کی موجودگی میں مرید کو شرف دید سے نوازنا اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اب مرشد اور مرید کے درمیان حد ادب ختم ہو چکی ہے۔ ابھی وہ خوشی کے عالم میں ہی سب سوچ ہی رہے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد کھڑا تھا۔ آپ نے احترم سے اسے اندر آنے کے لیے جگہ دی لیکن اس نے جواب دیا" حضرت میں اس وقت آپ کے لیے شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام لایا ہوں۔ آپ براہ مہربانی اسے سن لیں اور مجھے جانے کی اجازت دیں۔" آپ نے اثبات میں سر ہلایا تو شاگرد بولا۔" شیخ نے فرمایا ہے کہ جا کر جنید سے کہنا اب وہ میری بات غور سے سنے۔ جب تمھیں ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ وعظ نصیحت کا کام سنبھالے تو تم نے انکار کیا۔ بغداد کے شیوخ سے خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن تم پھر بھی انکاری رہے۔ حتیٰ کہ میں نے تمھیں اس کے لیے کہا لیکن تم نے میرا بھی کہنا نہ مانا اور ہمیشہ وعظ و نصیحت عام کرنے سے پہلو بچاتے رہے۔ اگر چہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس کی وجہ کیا تھی لیکن میرے بچے اب کی مرتبہ تمھیں حضور عالمؐ نے حکم دیا ہے اور دیکھ حضورؐ کا کہا اس طرح مان کہ ہر کام پر آپؐ کے حکم کو ترجیح دے۔"

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا سر شرم سے جھک گیا۔ شاگرد کو

رخصت کر کے واپس حجرے میں آن بیٹھے اور دل ہی دل میں نادم ہوتے رہے کہ وہ شیخ کے بارے میں کیا کیا سوچتے رہے۔ اپنی نادانی وغفلت پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی عرفان کی بلندی سے آگاہ تک نہ ہوئے۔ جنہیں باطنی علوم کا ملکہ حاصل تھا چنانچہ شرمندہ شرمندہ سے نادم ہوتے حضرت شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ ابھی آپ اپنی شرمندگی کے اظہار کے لیے الفاظ ہی ڈھونڈ رہے تھے کہ شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہونٹوں پر تبسم سجائے آپ سے مخاطب ہوئے۔ '' میرے بچے! تجھے نادم ہونے کی ضرورت نہیں مجھے سب علم ہے۔ یاد رکھ جب روحانیت کے سفر کا آغاز ہوتا ہے تو شیطان راہ میں طرح طرح کے جال بچھاتا ہے۔ یہ اللہ کا ہی احسان ہے کہ وہ جسے چاہے شیطان کے شر سے محفوظ کر لیتا ہے اور میری اپنے پروردگار سے دعا ہے کہ وہ تمہیں ہر موڑ پر شیطان موذی کے شر سے محفوظ رکھے۔

اب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ ونصیحت کی مسند سنبھال لی تھی اور ان کی شہرت دن دونی رات چوگنی پھیلتی جا رہی تھی۔ چونکہ آپ کا بچپن شیخ سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہی گزرا تھا جہاں ہر وقت اولیاء اللہ کا ہجوم رہتا تھا۔ چنانچہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو ان صوفیا اور بزرگانِ دین سے ملاقات کے مواقع ملتے رہے اور آپ ان صوفیا کی تعلیمات کو ذہن میں بٹھاتے گئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جامع مسجد میں لوگوں کو وعظ سنانے کے لیے بیٹھ گیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ بات سب طرف مشہور ہوگئی کہ آپ وعظ سنانے کے لیے بیٹھ گئے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک متعصب نصرانی کا غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کہنے لگا کہ اے جنید! حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد پاک کا مطلب کیا ہے کہ '' مومن آدمی کی فراست سے بچنا چاہیے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ''

اس کی یہ بات سن کر حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا سر نیچا کر لیا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنا سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ بس تو مسلمان ہو جا تیرے اسلام قبول کر لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اس غلام نے آپ کے فرمانے پر اسی وقت کلمہ اسلام پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور صدق دل سے توبہ کی۔

مخالف خلیفہ معتقد ہو گیا: جیسا کہ ہر دور میں ہوتا آیا ہے کہ حاسدوں نے حسد کی آگ میں جل کر مخالفتوں کے جھنڈے لہرائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء کرام سے حسد کرنے والے بھی اپنے اپنے مورچوں پر ڈٹے ہوئے تھے اس میں خلیفہ بغداد کا ایک خاص درباری بھی اولیاء اللہ کا سخت مخالف تھا اور اس مخالفت میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا مخالفت کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے خالی نہ جانے دیتا تھا۔

ایک مرتبہ اس درباری نے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر خلیفہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! بغداد شہر میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو رقص و سرور (یعنی سماع اور دھمال) کی دلدار ہے اور لوگ بھی ان میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ جماعت غیر شرعی باتیں کرتی ہے ان کی وجہ سے عام لوگ اسلام سے روگردانی اختیار کرتے جا رہے ہیں اگر آپ مجھے ان زندیقوں کو ختم کرنے کا اختیار دیں تو میں ان کے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دوں۔ اس درباری کی باتوں کی تائید وں چند دیگر حاسدوں نے بھی کی۔ اس پر خلیفہ بغداد نے اولیاء کرام کی اس جماعت کو اپنے دربار میں طلب کیا۔

چنانچہ خلیفہ کے دربار میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابو حمزہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت رقام رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابو الحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے دیگر اولیاء کرام بھی تشریف لائے خلیفہ بغداد نے ان سب کی طرف دیکھا اور ان سب کو قتل کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں جلاد تلوار ہاتھ میں لے کر آگے بڑھا اور اس نے سب سے پہلے

حضرت رقام رحمتہ اللہ علیہ کی گردن اڑانا چاہی مگر حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ فوری طور پر آگے بڑھے اور اپنی گردن پیش کر دی۔ آپ کو ہنستے اور مسکراتے اپنے آپ کو موت کے حوالے ہوتا ہوا دیکھ کر تمام اہل دربار آپ کی اس جرات پر حیران رہ گئے اور کہنے لگے' اے اللہ کے بندے! تلوار تو کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتی۔

حضرت رقام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' میرا تصوف کا طریقہ تو ایثار اور قربانی کرنا ہی ہے اور یہی میری زندگی کی عزیز ترین شے ہے۔ میں اپنی زندگی کے چند لمحات اپنے بھائی پر قربان کرنا چاہتا ہوں حالانکہ میں اس زندگی کو آخرت کے ہزار سال سے بھی زیادہ بیش قیمت تصور کرتا ہوں۔

یہ گفتگو جب خلیفہ نے سنی تو اس نے جلاد کو تلوار چلانے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ ان کو قتل نہ کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ علماء وقت سے اس بارے میں فتویٰ طلب کر لوں۔ چنانچہ خلیفہ نے قاضی شہر کو طلب کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔ قاضی نے کہا کہ ان سب میں سے کامل علوم حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جبکہ ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ تو دیوانہ مزاج آدمی ہیں۔ ان سے کیا شرعی مسئلہ دریافت کروں۔

چنانچہ قاضی نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے جواب دینے سے پہلے ہی حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ ساڑھے بیس دینار۔ قاضی کہنے لگا کہ اس بارے میں کوئی شرعی دلیل بیان کرو' آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے آپ نے وہ تمام کے تمام دے دیئے تھے اور اپنے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ رکھا تھا۔ اس لیے ہم صوفیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع میں بیس کے بیس دینار دے دیں گے۔ قاضی نے پوچھا کہ پھر آدھا دینار زائد کیسا؟ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا یہ آدھا دینار اس بات کا کفارہ ہے کہ اپنے پاس بیس دینار جمع کیوں کیے رکھے۔

یہ سن کر قاضی نے خلیفہ وقت کی طرف منہ کرتے ہوئے کہا' اگر یہ لوگ ملحد اور زندیق ہیں تو پھر میرا فتویٰ ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں کوئی بھی موحد نہیں ہے اور سب زندیق ہیں۔ قاضی کے اس فتویٰ کو سن کر خلیفہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اپنے تخت سے نیچے اترا اور ان تمام اولیاء کرام کا عزت و احترام بجالاتے ہوئے ادب کے ساتھ بولا' حضور! میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ تمام اولیاء کرام نے جواب دیا کہ ہم آپ کو صرف ایک ہی تکلیف دیں گے کہ آج کے بعد ہم سب کو اپنی مقبولیت سے دور ہی رکھیں اور پھر کبھی دربار میں طلب نہ کریں۔ خلیفہ بے اختیار رونے لگا معذرت کا خواستگار ہوا پھر ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تمام اولیاء کرام کے ساتھ ان کو الوداع کہنے کی غرض سے کافی دور تک پیدل چلتا ہوا آیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حاسد لوگوں نے خلیفہ وقت کو آپ کے خلاف بھڑکایا اور یہ حاسد لوگ پہلے بھی اس قسم کی حرکات کیا کرتے تھے مگر چونکہ آپ پر لگائے جانے والے الزمات جھوٹے ہوتے تھے اس لیے حاسد لوگ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو جاتے تھے جب حاسد لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف خوب دشنام طرازی کی اور خلیفہ کو اس بات پر مجبور کیا کہ کسی نہ کسی طرح حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو سزا دی جائے تو خلیفہ نے جواب دیا کہ جب تک ان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا ان کو سزا دینا کچھ درست معلوم نہیں ہوتا۔ ایک دن خلیفہ نے آپ کا امتحان لینے اور آپ کو آزمانے کی غرض سے ایک خوبصورت کنیز کو زرق برق لباس سے آراستہ کر کے اور بیش قیمت زیورات سے سجا کر آپ کی خدمت میں اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ جب تم حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچو تو ان کے سامنے اپنا نقاب اتار دینا اور ان سے کہنا کہ میں ایک رئیس کی بیٹی ہوں اگر آپ میرے ساتھ ہم بستری کریں تو میں آپ کو دولت سے مالا مال کر دوں گی۔

اس کے ساتھ ہی خلیفہ نے ایک غلام کو کنیز کے تعاقب میں بھیج دیا تا کہ وہ صورتحال معلوم کر کے اس پر نظر رکھے۔ چنانچہ جب وہ کنیز حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچی اور آپ کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور ایک ایسی زبردست آہ بھری کہ کنیز تاب نہ لا سکی اور وہیں گر گئی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ غلام چھپ کر سارا منظر دیکھ رہا تھا اسی وقت واپس پلٹا اور خلیفہ کے سامنے آ کر صورت حال سے آگاہ کیا جسے سن کر خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا اسے اس لیے بھی بہت دکھ ہوا کہ وہ خود اس کنیز سے بہت محبت کرتا تھا۔ کہنے لگا' جو حرکت میں نے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ کی ہے مجھے ہرگز نہیں کرنی چاہیے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ بری خبر سننی پڑی۔ چنانچہ خلیفہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ نے یہ بات کیسے گوارا کر لی کہ اس قدر خوبصورت اور پیاری کنیز کو اس دنیا سے رخصت کر دیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ''اے خلیفہ! امیر المومنین ہونے کے ناطے تمہارا تو یہ فرض بنتا ہے کہ تم مومنین کے ساتھ مہربانی کرو مگر تم نے بجائے مہربانی کرنے کے یہ کس طرح گوارا کر لیا کہ میری چالیس برس کی عبادت کو ہی ملیا میٹ کر دو۔ آپ کا یہ جواب سن کر خلیفہ معذرت کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلا گیا۔

ایک عورت کے پیغام کا جواب: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے ایک ہم عمر ولی اللہ حضرت شیخ رویم رحمتہ اللہ علیہ راستے میں چلے جا رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت نے ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا کہ مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے اگر آپ اسے کر سکیں تو پھر میں آپ سے کہتی ہوں۔ حضرت شیخ رویم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اماں جی! آپ کا جو بھی کام ہوگا انشاء اللہ میں اسے کروں گا۔

اس بوڑھی عورت نے کہا' میرا کام یہ ہے کہ جب آپ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جائیں تو ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ آپ کو لوگوں کے سامنے اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے حیا نہیں آتی؟ چنانچہ حضرت شیخ رویم رحمتہ اللہ علیہ جب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس پاک میں گئے تو اس بوڑھی عورت کا پیغام آپ کو سنایا۔ آپ نے سن کر چند لمحے سکوت کیا اور پھر ارشاد فرمایا' میں اللہ تعالیٰ کا ذکر لوگوں کے سامنے اس لیے کرتا ہوں کہ اس دنیا میں اس کے ذکر کا حق کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا۔

شرابیوں کا راہ ہدایت پر آنا: ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا شیخ! آپ کا وعظ صرف شہر میں ہی اثر دکھاتا ہے یا جنگل میں بھی اس کا کچھ اثر ہوتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ اس نے کہا' بات یہ ہے کہ فلاں مقام پر جنگل کے اندر چند لوگ بیٹھے شراب نوشی میں مشغول ہیں۔

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اٹھے اور اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ کر جنگل کی طرف تشریف لے گئے جب آپ ان لوگوں کے نزدیک پہنچے تو وہ لوگ اٹھ کر بھاگنے لگے آپ نے ان کو آواز دے کر ارشاد فرمایا' ٹھہرو' بھاگو نہیں' میں بھی تمہاری ہی طرح ہوں۔ میرے لیے بھی لاؤ۔ شہر میں تو ہم پی نہیں سکتے چھپتے چھپاتے یہاں پر آئے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ ان لوگوں کے اٹھے ہوئے قدم رک گئے اور وہ افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمیں بہت افسوس ہے اب تو شراب ہمارے پاس سے ختم ہو گئی ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو شہر سے ابھی منگوا لیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' کیا تم لوگوں کو ایسی کوئی بات نہیں آتی کہ جس سے شراب خود بخود آ جایا کرے' وہ کہنے لگے جناب! یہ کمال ہم میں تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا' اچھا تو پھر آؤ میں تم کو ایک ایسی بات سکھا دوں کہ جس سے شراب خود بخود آ جائے۔ پھر تم لوگ اس شراب کا مزہ دیکھو۔ یہ سن کر وہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ حیرت کے عالم میں جستجو کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ایسا کمال تو

آپ ضرور ہمیں بتائیں۔

آپ نے فرمایا' تو پھر تم یوں کرو کہ سب سے پہلے غسل کرو پھر صاف کپڑے پہن کر میرے پاس آؤ۔ چنانچہ ان سب نے خوب اچھی طرح غسل کیا اپنے کپڑے دھو کر پاک کیے اور کپڑے پہن کر صاف ستھری حالت میں آپ کے پاس حاضر ہو گئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ اب تم سب دو رکعت نفل نماز ادا کرو۔ وہ سب نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ لوگ نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور بدست دعا ہوئے کہ یا اللہ! تو بڑا غفور ورحیم ہے۔ میرا تو اتنا ہی کام تھا کہ میں نے ان کو تیری بارگاہ میں کھڑا کر دیا اب تجھے اختیار ہے چاہے تو ان کو گمراہ رکھ یا ان کو ہدات نصیب فرما۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور وہ لوگ آپ کی دعا کی کرامت سے راہ ہدایت پر آ گئے اور توبہ کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

<u>گم شدہ بچے کے ملنے کا واقعہ:</u> حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار صاحب کرامت اولیاء کرام میں ہوتا ہے آپ مستجاب الدعوات تھے اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو فوری طور پر شرف قبولیت بخشا تھا آپ کی دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتی تھی اور ایسا ہونا یقیناً آپ کی کرامت کے زمرہ میں آتا ہے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرا بیٹا کہیں گم ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا اے خاتون! تو جا اور صبر کر۔ یہ سن کر وہ عورت واپس چلی گئی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر بے چینی کی حالت میں آ موجود ہوئی اور دعا کے لیے عرض کرنے لگی۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو پھر یہی جواب دیا۔ چنانچہ وہ پھر چلی گئی لیکن ماممتا کی ماری ہوئی کو ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہ آتا تھا۔ آخر وہ تیسری مرتبہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا شیخ! اب تو میرا صبر کا پیمانہ

لبریز ہو چکا ہے اور مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ آپ دعا فرمائیں کہ میرا گمشدہ بیٹا مجھے مل جائے۔

آپ نے فرمایا' اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر تم اپنے گھر چلی جاؤ۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمہارا بیٹا گھر آ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ عورت اپنے گھر کی طرف بھاگی اور جب اس نے دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا گھر پہنچ چکا ہے تو اس کے قلب پر رقت طاری ہو گئی حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت و کرامت کی دل سے قائل ہوئی اسی وقت اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ساتھ ہی حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی شکریہ ادا کیا کہ ان کی دعا کی کرامت سے کھویا ہوا بیٹا مل گیا۔

ایک مرید کی اصلاح کا واقعہ: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ارباب عرفان میں بزرگ ترین شخصیت تھے طریقت و تصوف میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کو یہ گمان ہو گیا کہ مجھے مرتبہ کمال حاصل ہو گیا ہے اور اب مجھے اولیاء کرام کی صحبت میں رہنے کی بجائے تنہا رہنا اچھا ہے۔ چنانچہ وہ گوشہ نشین ہو گیا اور اولیاء کرام کی صحبت میں رہنا چھوڑ دیا۔

اس کی اس گوشہ نشینی کے دوران ایک رات نصف شب کے قریب ایک جماعت اس کی پاس آئی اور کہنے لگی کہ تجھے تو جنت میں جانا چاہیے۔ اس جماعت کے پاس ایک اونٹ بھی تھا۔ اس مرید نے یہ بشارت سنی تو بہت خوش ہوا اور فوراً اونٹ پر سوار ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اونٹ نے اسے ایک ایسی جگہ پر پہنچا دیا کہ جہاں ہر طرف باغ ہی باغ تھے اور خوبصورت لوگ وہاں پر موجود تھے اس کے علاوہ اس نے وہاں پر بہتی ہوئی نہریں اور اعلیٰ مزیدار قسم کے کھانے دیکھے یہ تمام چھ دیکھ کر وہ پھولے نہیں سما رہا تھا ساری رات وہ وہاں پر رہا۔

جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے آپ کو اپنے اسی حجرۂ عبادت میں پایا۔ جہاں پر کہ وہ تھا۔ چند دنوں تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس

کے دل میں غرور نے اپنا غلبہ قائم کر لیا حتیٰ کہ اس نے اپنی یہ حالت لوگوں پر بھی ظاہر کرنا شروع کر دی اور ولایت کا دعویٰ کرنے لگا اس نے لوگوں کو اپنا معتقد بنانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی مل گئی۔ اس پر آپ خود اس کے حجرہ میں تشریف لائے اور اس سے اس کے حال کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے اپنی ساری کیفیت بیان کر دی۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر تم آج کی رات یہ حال دیکھو تو تین مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ لینا' یہ فرما کر آپ واپس لوٹ آئے۔ جب رات ہوئی تو اس کے ساتھ پھر حسب معمول وہی واقعہ پیش آیا وہ چل پڑا تو اس کے دل میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان سے بدگمانی پیدا ہوئی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تجربہ کے خیال سے تین مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا تو وہ جماعت شور وغل کرتی ہوئی غائب ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے آپ کو ایک ایسی جگہ پر پایا۔ جہاں گندگی اور استعمال شدہ ہڈیوں کا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ غلطی پر نادم ہوا اور تنہائی اختیار کرنے سے توبہ کی اور پھر اس نے آئندہ کے لیے اولیاء کرام کی صحبت میں حاضری کا اپنا معمول بنا لیا۔

شہید ہونے کا بلند مقام: ایک مرتبہ آپ کے آٹھ مریدین نے جہاد کے لیے جانے کی خواہش کا اظہار کیا ان دنوں اسلامی لشکر رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کی غرض سے روم روانہ ہونے والا تھا چنانچہ آپ بھی اپنے مریدین کے ہمراہ کفار سے جنگ کرنے کے لیے لشکر اسلام میں شامل ہو کر روم کی طرف گئے دوران لڑائی گھمسان کا رن پڑا اور میدان جنگ میں ایک کافر کے ہاتھ سے آپ کے آٹھوں مریدین شہید ہو گئے۔ اسی وقت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ عیہ نے فضا میں دکھا کہ نو پالکیاں فضا میں معلق ہیں اور آپ کے آٹھوں مریدین کی ارواح کو آٹھ پالکیوں میں رکھا جا رہا ہے یہ دیکھ کر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ نویں پالکی

برے لیے ہے چنانچہ اس خیال کے مطابق بڑی بے جگری سے کفار کا مقابلہ کرنا
شروع کر دیا مگر جس کافر کے ہاتھوں آپ کے آٹھ مریدین نے جام شہادت نوش کیا
تھا وہ اچانک آپ کے سامنے آیا اور عرض کی کہ آپ مجھے مسلمان کر لیں اور کلمہ اسلام
پڑھائیں پھر جب بغداد جائیں تو لوگوں کو یہ بات بتائیں کہ وہ نویں پالکی میرے
لیے ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی درخواست پر اسے کلمہ پڑھایا
اور دائرہ اسلام میں داخل کیا اس کے بعد اس نومسلم نے اپنی قوم کے افراد پر حملہ کر دیا
اور اسلامی لشکر کی طرف سے لڑا آٹھ کافروں کو جہنم واصل کرنے کے بعد اس نے
جام شہادت نوش کیا اور پھر حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اس نویں پالکی میں
اس کی روح کو داخل کیا گیا۔

<u>حقیقت حج</u>: ایک مرتبہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں
حاضر ہوا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب
دیا کہ یا شیخ! حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر کے آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا' تم
نے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ کہنے لگا' جی ہاں۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا جب تم حج کی نیت سے اپنے گھر سے چلے
اور اپنے وطن سے نکلے تو کیا تم نے اس وقت تمام گناہوں کو بھی چھوڑ دینے کا عزم کیا
تھا یا نہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا' تو پھر تم گھر
سے روانہ ہی نہیں ہوئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم اپنے گھر سے روانہ ہوئے اور منزل
پر قیام کیا تو حق کا راستہ یعنی مقام طریقت بھی طے کیا یا نہیں۔ اس نے کہا' اس کے
بارے میں تو میں جانتا ہی نہ تھا۔ ارشاد فرمایا' تو پھر تم نے منازل بھی نہ طے کیں۔
اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے احرام باندھا تو میقات میں بشری صفات سے علیحدگی
اختیار کی جس طرح کہ کپڑے اور عادات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ کہنے لگا' مجھ
سے تو یہ بھی نہیں ہو سکا۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے احرام کا

مقصد بھی پورا نہیں کیا اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم عرفات میں کھڑے ہوئے تو اس وقت تمہیں کشف و مشاہدہ کے مابین کوئی فرق دکھائی دیا۔ اس شخص نے کہا' یا شیخ! مجھے کچھ معلوم و محسوس نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم عرفات میں بھی کھڑے نہیں ہوئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم مزدلفہ پہنچے تو تم نے تمام نفسانی خواہشات کو ترک کیا کہ نہیں؟ کہنے لگا' وہ تو میں نے ترک نہیں کیں۔ ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مزدلفہ بھی نہیں گئے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے بیت اللہ کے طواف کیے تو اس وقت اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے جمال کی قدرتوں کو دیکھا؟ کہنے لگا' یا شیخ! مجھے یہ سب کچھ دکھائی نہ دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے طواف بھی نہیں کیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے صفا و مروہ کی سعی کی تو اس وقت تمہیں صفا کا مقام اور حق کے رستہ پر گزرنے کا درجہ معلوم ہوا؟ وہ شخص کہنے لگا' یا شیخ! مجھ میں اتنی اہلیت ہی کہاں تھی کہ میں کچھ معلوم کر سکتا۔ آپ نے فرمایا' تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ابھی صفا و مروہ کی سعی بھی نہیں کی۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ جب تم منیٰ میں پہنچے تو تمہاری ہستی تم سے الگ ہوئی کہ نہیں؟ جواب دیا' نہیں۔ آپ نے فرمایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم منیٰ میں بھی نہیں گئے۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم قربان گاہ میں پہنچے اور قربانی کی تو اس وقت تم نے اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کیا یا نہیں۔ کہنے لگا' یا شیخ! یہ تو میں نے نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے قربانی بھی نہیں کی اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم رمی جمار کر رہے تھے تو اس وقت تم نے اپنے دل میں موجود خواہشات کو بھی نکال کر پھینکا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا' ایسا تو میں نے نہیں کیا۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے رمی بھی نہیں کی اور گویا کہ تم نے حج کی ادائیگی ہی نہیں کی واپس جاؤ اور ایسا حج کرنے کی سعادت حاصل کرو جو میں نے تمہیں بتایا ہے اس کے بعد تم مقام ابراہیم

پر پہنچو گے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے تو وہاں پر آپ کی ملاقات مشائخ عظام سے ہوئی۔ وہ مشائخ آپس میں بیٹھ کر محبت کے موضوع پر مباحثہ کرنے لگے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ خاموشی سے ان کی گفتگو سماعت فرما رہے تھے کہ ان مشائخ عظام میں سے کسی نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے عراقی! تم بھی کچھ بیان کرو۔ یہ سن کر آپ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور رونے لگے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا' یہ وہ بندہ ہے جو کہ اپنا آپ کھو چکا ہے اس پروردگار کا مسلسل ذکر کرتا ہے اور اس کے حقوق کی مسلسل ادائیگی کیے جا رہا ہے اور قلب کی نگاہوں سے اپنے پروردگار کا دیدار کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کے انوار نے اسے جلا دیا ہے اور اس کی الفت و محبت کے جام سے اس نے شراب طہورہ پی ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب سے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ اس لیے جب یہ شخص کلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے کلام کرے گا اور اگر حرکت کرے گا تو اسی کے حکم سے اور اگر ساکن ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اس لیے یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی معیت میں ہو گا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کلام سن کر تمام مشائخ عظام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ رو پڑے پھر کہنے لگے کہ اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حال پر رحم فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

شریعت کو مقدم جاننا: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں حضرت حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کا خوب چرچا تھا جب حضرت حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ پر سکر و جذب نے غلبہ پالیا اور یہ فنا الفناء کے درجہ پر فائز ہوئے تو ہمہ وقت انا الحق کی صدا بلند کیے رکھتے تھے جس سے لوگ ان کے خلاف ہو گئے علماء وقت نے بھی اس کی مخالفت میں اپنی آواز بلند کی۔ اس بات کی اطلاع خلیفہ وقت کو بھی دی

گئی۔ خلیفہ نے علماء کرام کو طلب کیا اور اس مسئلہ پر رائے طلب کی۔ علماء ظاہر بین نے حضرت حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کو قتل کر دینے کا فتویٰ جاری کر دیا اس پر لوگ ان کی مخالفت پر متحد ہو گئے۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ ان تمام مخالفتوں اور لوگوں کی باتوں سے بے نیاز و بے پرواہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے دروازہ پر پہنچے اور زور سے دروازہ پر دستک دی۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا' کون ہے؟ جواب دیا' اناالحق یعنی میں اللہ ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' ایسا نہ کہو' بلکہ اس طرح سے کہو کہ ھُوَ الْحَقُّ یعنی وہ اللہ ہے۔ حسین بن منصور رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا' ہاں وہ تو ہر جگہ پر ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گم ہے حالانکہ حسین بن منصور گم ہے' اللہ تعالیٰ تو موجود ہے باقی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے کہ جب تم اپنے خون سے پھانسی کا تختہ رنگین کرو گے۔ جواب دیا' ہاں' لیکن آپ اس وقت باطنی لباس سے عاری ہو کر ظاہری لباس زیب تن فرمالیں گے۔

چنانچہ وہ وقت بھی جلد ہی آ گیا کہ جب علماء ظاہر حسین بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کے قتل کا فتویٰ لے کر خلیفہ وقت کے دربار میں پہنچے اور اپنا فتویٰ متفقہ طور پر سنایا۔ خلیفہ سن کر الجھن میں پڑ گیا کہ اب کیا کیا جائے اس نے کہا کہ جب تک اس فتویٰ کی تصدیق و تائید حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نہیں کریں گے اس وقت تک میں حسین بن منصور کے قتل کا حکم نہیں دوں گا۔ خلیفہ کی بات پر تمام علماء کرام حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اصرار کرنے لگے کہ آپ اس فتویٰ کی تصدیق فرمائیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے صوفیاء کا لباس اتار کر علماء کا لباس زیب تن کیا اور اس فتویٰ پر لکھا ''ہم ظاہر پر فتویٰ دیتے ہیں''

<u>شیطان کے سامنے آنے کا واقعہ:</u> حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ بیان

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں ابلیس لعین کو دیکھوں چنانچہ ایک دن میں مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا کہ مجھے دور سے ایک بوڑھا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس بوڑھے نے دور سے میری طرف دیکھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے اپنے دل میں وحشت کا اثر محسوس ہوا۔ وہ جب میرے بالکل ہی قریب آگیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو کہ میری نگاہ تمہاری وحشت کے باعث تمہیں دیکھنے کی تاب نہیں لاتی اور تیری نحوست کا اثر میں اپنے قلب پر بہت بری طرح محسوس کرتا ہوں۔

وہ بوڑھا شخص میری بات سن کر بولا کہ میں وہی ہوں جس کو دیکھنے کی آپ کو تمنا ہے۔ ایک دم سے میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان لعین ہے۔ میں نے اس سے کہا' اے لعین! کس چیز نے تجھے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا تھا؟ اس نے جواب دیا اے جنید! تم جیسے موحد کے دل میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کروں؟ اس ملعون کا یہ جواب سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میں لاجواب سا ہو گیا مجھے اس کا کوئی جواب سمجھ میں نہ آیا۔ قریب تھا کہ اس بارے میں میرا ایمان متزلزل ہوتا کہ عین اس وقت میرے دل پر الہام ہوا کہ اے جنید! اس خبیث سے کہہ دو کہ تو بالکل جھوٹا ہے اور بے ایمان ہے اگر تو بندہ مامور تھا تو اپنے مالک کی کبھی حکم عدولی نہ کرتا۔

شیطان لعین نے میرے دل کی آواز سن لی اور ایک زبردست چیخ مارتے ہوئے بولا' اللہ کی قسم! اے جنید! تم نے تو مجھے جلا ہی ڈالا۔ یہ کہتے ہوئے شیطان ملعون میری نگاہوں کے سامنے غائب ہو گیا۔

غیبت معاف کروانے کا واقعہ: ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''مسجد شونیزیہ'' میں تشریف فرما تھے اور کسی جنازے کے منتظر تھے۔ اسی دوران مسجد میں ایک فقیر داخل ہوا اور اس نے لوگوں سے مانگنا شروع کر دیا۔ فقیر کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا...... '' کاش! یہ شخص کسی ایک کے

سامنے اپنی حاجت بیان کرتا اور اس طرح تمام لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتا۔'' ابھی آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ میدان میں ایک جنازہ لایا گیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ ادا کی اور گھر تشریف لے آئے پھر جب آپ رات کو سوئے تو ایک عجیب منظر دیکھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ اچانک ایک گوشے سے کچھ لوگ برآمد ہوئے۔ وہ ایک لاش کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر وہ لاش حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی گئی۔ آپ بڑی حیرت اور خاموشی سے اجنبی انسانوں کا یہ عمل دیکھ رہے تھے۔ ''جنید! اس کا گوشت کھاؤ۔'' اجنبی لوگوں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں مردہ خور نہیں ہوں۔ پھر اس مردے کا گوشت کس طرح کھاؤں؟'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ '' کل جس طرح مسجد میں بیٹھ کر کھایا تھا، اسی طرح کھاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ اجنبی لوگ چلے گئے مگر لاش وہیں رکھی رہی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فوراً سمجھ گئے کہ انہیں اس طرح تنبیہہ کی جا رہی ہے۔ آپ نے غور سے لاش کی طرف دیکھا۔ یہ اسی فقیر کی لاش تھی جو مسجد میں بھیک مانگ رہا تھا اور جسے دیکھ کر حضرت جنید بغداد رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا تھا کہ کاش یہ شخص کسی ایک کے سامنے اپنا دست طلب دراز کرتا۔ یہ ایک قسم کی غیبت تھی اور غیبت کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی انسان کی غیبت کی، گویا اس نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا۔ اجنبی لوگوں نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ ''یہ تو غیبت کی سزا ہے۔ بے شک! اس فقیر کی طرف سے میرے دل میں برا خیال گزرا تھا مگر میرے دل کی بات زبان پر نہیں آئی تھی۔''

فوراً ہی ایک صدائے غیب سنائی دی۔ ''جنید! تم جس مرتبے کے انسان ہو، اس کے دل میں اس قسم کا خیال گزرنا بھی ویسا ہی گناہ ہے جیسا کہ کسی دوسرے انسان

سے عملی طور پر سرزد ہو۔"

یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کی......"اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اگر تو نے مجھے معاف نہیں فرمایا اور میرے حال پر رحم نہیں کیا تو میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔"

جیسے ہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے، وہ لاش غائب ہوگئی۔

نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا: ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو آشوب چشم کا مرض لاحق ہوا۔ ابتداء میں آپ نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی مگر جب تکلیف نے شدت اختیار کی تو خدمت گاروں نے عرض کیا۔ بغداد میں ایک عیسائی ماہر امراض چشم ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اس سے رجوع کیا جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔"جیسی تمہاری مرضی! دوسرے دن عیسائی طبیب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بہت دیر تک آپ کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ پھر نسخہ تجویز کرتے ہوئے کہا۔"شیخ! آپ کی آنکھوں کا ایک ہی علاج ہے کہ انہیں پانی سے بچایا جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسائی طبیب کا مشورہ سننے کے بعد فرمایا۔ میں پانچ وقت وضو کرنے کا عادی ہوں۔ اس صورت میں آنکھوں کو پانی سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟ عیسائی طبیب نے جواباً عرض کیا۔ شیخ! اگر آپ کو اپنی آنکھوں کی سلامتی منظور ہے تو ہر حال میں پانی سے اجتناب کرنا ہوگا۔" اگر کسی وجہ سے میں ایسا نہ کر سکو؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تو پھر آپ بہت جلد بینائی سے محروم ہو جائیں گے۔ عیسائی حکیم نے اپنے طبی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا۔ عیسائی طبیب مایوسی کا اظہار کرتا ہوا چلا گیا۔ جاتے جاتے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور خدمت گاروں کو آخری ہدایت بھی کر گیا۔ اگر تم اپنے شیخ کی

آنکھیں صحیح سلامت دیکھنا چاہتے ہو تو انہیں وضو نہ کرنے کا مشورہ دو۔ عیسائی طبیب کے جانے کے بعد مریدین اور خدمت گار حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ سیدی! شریعت میں تیمّم کی رعایت اور گنجائش موجود ہے۔ میں جانتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تحمّل کے ساتھ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے مکمل وضو کیا اور نماز عشاء ادا کر کے تکیے پر سر رکھ کر سو گئے۔ پھر اسی طرح آپ نے تہجد کی نماز ادا کی۔ نماز فجر کے بعد جن کی روشنی میں تمام مریدوں اور خدمت گاروں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تک نہیں تھی۔ آپ آشوبِ چشم کے مرض سے مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔

دوسرے دن عیسائی طبیب پھر حاضر خدمت ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ یا تو شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مشورے پر عمل کیا ہوگا اور مرض میں کمی آگئی ہوگی یا پھر دوسری صورت میں بیماری شدت اختیار کر گئی ہوگی۔ شیخ! آپ کیسے ہیں؟'' عیسائی طبیب نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کرتے ہوئے کہا۔ ''اللہ نے مجھے اس عارضے سے نجات دے دی۔'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''یقیناً آپ نے میری ہدایت پر عمل کیا ہوگا۔'' عیسائی طبیب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''ہرگز نہیں!'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص تبسم کے ساتھ فرمایا۔ '' میں نے تمہاری ہدایت کی کھلی خلاف ورزی کی تھی مگر یہ مسیحائے حقیقی کی شان کریمانہ ہے کہ تمہارے نزدیک جو پانی آنکھوں کیلئے انتہائی مضر تھا وہی پانی اکسیر بن گیا۔'' عیسائی طبیب نے دوبارہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور حیران رہ گیا۔ مرض کا دھندلا سا نشان تک باقی نہیں تھا۔ پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھا۔ ''یہ مخلوق کا نہیں خالق کا علاج ہے۔'' اس کے ساتھ ہی عیسائی طبیب نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست پر اسلام قبول کر لیا۔

عشق و محبت میں اضافہ: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کا ایک

عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ایک دن میرا گزر کوفے کی طرف ہوا۔ وہاں میں نے ایک عالی شان مکان دیکھا جو کسی بڑے رئیس کی ملکیت معلوم ہوتا تھا۔ مکان کے چاروں طرف بڑی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ قدم قدم پر دولت کے کرشمے نمایاں تھے۔ اس مکان کے کئی دروازے تھے اور ہر دروازے پر نوکروں اور غلاموں کا ہجوم نظر آ رہا تھا۔ ابھی میں دل ہی دل میں ان لوگوں کی بدمستی اور بے خبری پر افسوس کر رہا تھا کہ اچانک ایک خوش گلو عورت کی آواز سنائی دی۔ میں نے غور سے سنا۔ وہ عورت نہایت دلکش آواز میں یہ اشعار گا رہی تھی۔ اے مکان! تیری چار دیواری کے اندر کبھی کوئی غم نہ آئے۔ تیرے رہنے والوں کے ساتھ یہ ظالم زمانہ کبھی مذاق نہ کرے۔" (جیسے کہ اس کی عادت ہے کہ وہ بڑے بڑے محلات کو آن کی آن میں ویران کر دیتا ہے۔)" جب کوئی مہمان بے گھر ہو تو ایسے مہمان کے لئے تو کیسا اچھا گھر ہے؟" (ترجمہ) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کے اشعار سنے تو یہ کہتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔" ان لوگوں کی حالت بہت نازک اور سنگین ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں مکمل طور پر غرق ہو چکے ہیں۔"

پھر ایک مدت کے بعد اتفاق سے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اسی محل نما مکان کی طرف سے ہوا۔ آپ نے حیران ہو کر اس عشرت کدے پر نظر ڈالی۔ کوئی نوکر اور غلام وہاں موجود نہیں تھا۔ در و دیوار انتہائی خستہ ہو چکے تھے اور جگہ جگہ سے اینٹیں گر رہی تھیں۔ ریشمی پردے دھجیوں میں تبدیل ہو کر پیوند خاک ہو چکے تھے۔ دروازے تباہ ہو گئے تھے۔ اب نہ صاحب جائداد تھا، نہ دربان، فانوسوں اور قمقموں کی جگہ چمگادڑوں نے اپنے مسکن بنا لئے تھے۔ جن کمروں میں شہر کے بڑے بڑے امراء جمع ہو کر داد عیش دیا کرتے تھے، اب وہاں آوارہ کتوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ ہر طرف ذلت و نحوست برس رہی تھی اور ہاتف غیب یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

"اس کی ساری خوبیاں جاتی رہیں اور رنج و الم نمایاں ہو گئے۔ زمانے کا یہی

مزاج ہے کہ وہ ایسے کسی مکان کو صحیح و سالم نہیں چھوڑے گا۔"

"لہٰذا اس مکان کے اندر جو انس (محبت) پایا جاتا تھا، اسے وحشت میں بدل دیا گیا اور کیف و سرور کی جگہ شور ماتم برپا کر دیا گیا۔"

مکان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت افسوس ہوا۔ پھر آپ نے ایک پڑوسی سے پوچھا۔"اس عشرت کدے کے مکین کہاں چلے گئے؟"

پڑوسی نے بتایا۔"مالک مکان مر گیا اور اس کے مرتے ہی مکان کی ساری رونقیں بھی رخصت ہو گئیں۔" "اب اس مکان میں کوئی بھی نہیں رہتا" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔"ایک بوڑھی عورت کسی کمرے میں پڑی رہتی ہے۔" پڑوسی نے بتایا۔"محلے والے ترس کھا کر اسے کھانا کھلا دیتے ہیں ورنہ وہ عورت مکان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اضطراب کے عالم میں اس کمرے تک پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔

اندر سے ایک غمزدہ عورت کی آواز ابھری۔"کون ہے؟ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔" واپس چلے جاؤ!" عورت نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا۔"اب میرے سوا یہاں کوئی نہیں رہتا۔ وہ زمانے رخصت ہوئے۔ مجھ غریب کو پریشان نہ کرو۔" دروازہ کھولو! حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔" عورت نے دروازہ کھول دیا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ اس مکان کی وہ آب و تاب، وہ چاند سورج (پری چہرہ لوگ) وہ کنیزیں اور غلام اور وہ عیش و عشرت کے دلدادہ لوگ کہاں چلے گئے؟" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے پوچھا۔ یہ سن کر وہ عورت زار و قطار رونے لگی۔"آسائش کی وہ چیزیں کسی اور کی تھیں۔ اس مکان کے رہنے والے غلطی سے انہیں اپنا سمجھ بیٹھے تھے۔ سارا ساز و سامان کرائے کا تھا۔ جہاں سے آیا تھا، وہیں چلا گیا۔" کئی سال پہلے جب میں ادھر

سے گزرا تھا تو میں نے ایک عورت کو یہ اشعار پڑھتے سنا تھا۔'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اشعار دہرا دیئے۔اس عورت نے ایک آہ سرد کھینچی اور نہایت رقت آمیز لہجے میں بولی۔ خدا کی قسم! میں وہی عورت ہوں جس کی زبان سے آپ نے یہ اشعار سنے تھے۔'' پھر یہ عالیشان مکان اور اس کے مکین اس حال کو کیسے پہنچے؟'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔''انسان جس دنیا پر غرور کرتا ہے، وہ دنیا باقی نہیں رہتی۔ بس اس کے حال پر ماتم اور عبرت کرنے والے باقی رہ جاتے ہیں۔'' عورت کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔'' پھر تم اس ویرانے میں اکیلی کیوں پڑی ہو؟'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شکستہ حال عورت سے پوچھا۔

'' آپ بھی کیسا ظلم کرتے ہیں کہ مجھ سے اس مکان کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کے لئے کہتے ہیں۔'' اس عورت نے نہایت غم زدہ لہجے میں جواب دیا۔ کیا یہ مکان میرے دوستوں اور پیاروں کا مسکن نہیں تھا؟ کیا یہ ان اگلی محبتوں کی یادگار نہیں ہے؟ پھر میں اسے چھوڑ کر کیسے چلی جاؤں۔ کہنے والے کیا کہیں گے کہ میں صرف رونقوں اور خوشیوں کی ہم نشیں تھی۔ بد حالی اور ویرانی کی شریک نہیں۔ یہ تو بڑی بد عہدی ہوگی۔ لوگ میرے عمل کو بدترین بے وفائی سے تعبیر کریں گے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گی، جب تک میرا جسم اس عمارت کے ملبے میں دفن نہیں ہو جائے گا۔'' یہ کہہ کر اس عورت نے ایک اور شعر پڑھا جو محبت کی خلش اور سوز و گداز سے لبریز تھا۔'' میرا دل مقامات محبت کی تعظیم کرتا ہے۔ اگرچہ ان کے کمرے نعمت و مال سے محروم ہو چکے ہیں۔'' (ترجمہ)

یہ شعر سنتے ہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔'' سچ کہا تم نے'' حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ پر کیف و جذب کی عجیب کیفیت طاری تھی۔ پھر آپ اسی عالم میں بغداد تشریف لے آئے۔ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ آج بھی مجھے اس عورت کے خلوص اور

استقلال پر حیرت ہوتی ہے۔ دراصل عشق صادق اسی کو کہتے ہیں کہ انسان ایک در کا پابند ہو جائے۔ پھر چاہے موج خوں سر سے گزرے یا قیامت نازل ہو جائے مگر عاشق اسی آستانے پر پڑا رہے۔ بے شک! وہ عورت اپنے عشق میں سچی تھی اور اسی کے ذریعے معلم غیب نے مجھے یہ سبق دیا یہ عشق کیا ہے اور وفاداری کسے کہتے ہیں۔

ادائیگی امانت: ایک دن آپ جامع مسجد بغداد میں حاضر تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرنے لگا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور ذکر میں مشغول ہو گئے پھر وہ شخص نماز پڑھ کے مسجد کے ایک گوشے میں چلا گیا۔ اتفاق سے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس طرف اٹھی تو آپ نے دیکھا کہ وہ شخص اشارے سے بلا رہا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کسی تامل کے بغیر اس کے پاس چلے گئے۔ اس دوران وہ شخص مسجد کے فرش پر لیٹ چکا تھا۔ جب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اس کے قریب آئے تو وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا "ابو القاسم! معاف کرنا! میں آپ کے احترام میں اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتا۔ مجبوری ہے" "اس تکلف کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنا کام بتایئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا۔ "اللہ جل شانہٗ" سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے" اس شخص نے نہایت پُرشوق لہجے میں کہا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت حیرت ہوئی۔ اس کے چہرے سے بیماری تو کجا نقاہت کے بھی آثار نمایاں نہیں تھے۔ پھر بھی وہ کہہ رہا تھا کہ رخصت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اجنبی شخص کی بات سن کر سکوت اختیار کیا۔ شاید اس لئے کہ کسی انسان کو اپنی موت کا وقت معلوم نہیں ہو گا۔ "ابو القاسم! جب میں دنیا سے چلا جاؤں اور میری تجہیز و تکفین مکمل ہو جائے تو میرا یہ خرقہ، چادر اور مشکیزہ ایک شخص کے حوالے کر دینا۔" اجنبی نے کہا۔ "وہ شخص کون ہو گا اور میں اسے کیسے پہچانوں گا؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود تمہیں پہچان لے گا۔" اس شخص نے کہا" وہ ایک نوجوان مغنی (گانے والا) ہے

میری یہ امانت اس کے سپرد کر دینا۔" "تمہارا خرقہ مغنی کے حوالے کر دوں؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حیران ہوکر پوچھا آپ کو اس بات پر حیرت تھی کہ نغمہ و موسیقی سے تعلق رکھنے والا شخص خلافت کا حقدار کس طرح ہو سکتا ہے؟

"ابو القاسم! آپ کو حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ حق تعالیٰ ہمارے اندازوں سے زیادہ بے نیاز اور رحیم و کریم ہے۔ اسی نے اس مغنی کو یہ رتبہ عطا فرمایا ہے۔" ابھی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ قدرت کے رازوں پر حیران ہو ہی رہے تھے کہ اس شخص نے باآواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا اور ہوا کے تیز جھونکے کی طرح دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اجنبی شخص کی تدفین کی۔ پھر اس کام سے فارغ ہوکر دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور اس شخص کا انتظار کرنے لگے جو مرنے والے کی امانت کا حقدار تھا۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک نوجوان مسجد میں داخل ہوا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کر کے کہنے لگا۔ "ابو القاسم! میری امانت میرے حوالے کیجئے۔ واضح رہے کہ "ابو القاسم" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت تھی۔ "تم نے مجھے کیسے پہچانا؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار پھر حیرت ہوئی۔ یہ بھی کوئی مشکل بات ہے۔ نوجوان مغنی نے نہایت مودبانہ لہجے میں عرض کیا میں لاکھوں انسانوں کے ہجوم میں پہچان سکتا ہوں کہ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ آپ کا چہرۂ مبارک ہی آپ کی پہچان ہے۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نوجوان مغنی کے طرز کلام سے بہت متاثر ہوئے پھر آپ نے فرمایا۔ "نوجوان! تمہیں کیوں کر خبر ہوئی کہ تمہاری امانت میرے پاس ہے؟ نوجوان مغنی نے عرض کیا...... "میں چند درویشوں کی صحبت میں بیٹھا تھا کہ اچانک ہاتف غیب نے صدا دی۔ شیخ جنید کے پاس جاؤ اور اپنی امانت لے لو۔ اس شخص کی جگہ تم ابدال مقرر کئے گئے ہو۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مرنے والے کی تمام چیزیں نوجوان کے

سپرد کر دیں مغنی نے اسی وقت غسل کیا، خرقہ پہنا، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کیا اور ارض شام کی طرف چلا گیا۔ نوجوان مغنی کے جانے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا اے ذات بے نیاز! تو ہی مالک کل ہے اور سارے خزانے تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں۔ تو مختار ہے جسے جس طرح چاہے سرفراز کر دے اور جسے جس طرح چاہے ذلیل و رسوا کر دے میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔"

شیطان انسان کا دشمن ہے: ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد سو گئے۔ آپ نے خواب میں ایک برہنہ شخص کو دیکھا جو بڑی بے حیائی کے ساتھ ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ اے بے حیا شخص! تو کون ہے؟ وہ بڑی بے شرمی کے ساتھ مسکرایا۔ جنید! مجھے نہیں پہچانے، میں وہی ہوں جو روز ازل راندۂ درگاہ قرار پایا تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تجھے لوگوں سے شرم نہیں آتی جو اس طرح بے لباس ہو کر مارا مارا پھر رہا ہے۔ یہ لوگ انسان کب ہیں۔ پھر میں ان سے کیوں شرم کروں؟ شیطان نے کہا۔ تیرے خیال میں اللہ کی زمین انسانوں سے خالی ہو گئی۔؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجھے یہی تو غم ہے کہ میں اپنی کوششوں میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکا۔ شیطان نے انتہائی شکستہ لہجے میں کہا۔ ابھی اس زمین پر کچھ انسان باقی ہیں جو مسجد شونیزیہ" میں بیٹھے ہیں۔ ان ہی لوگوں نے میرے جسم کو زخموں سے بھر دیا ہے اور میرے دل کو جلا کر خاک کر دیا۔ یہ کہہ کر ابلیس غائب ہو گیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھلی تو آپ نے فوری طور پر لاحول پڑھی اور وضو کیا۔ اس وقت آدھی رات کا وقت تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ گھر سے نکلے اور تیز رفتاری کے ساتھ "مسجد شونیزیہ" کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے چند لوگوں کو دیکھا جو استغراق کے عالم میں اپنے زانوؤں پر سر رکھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان درویشوں کے قریب

تشریف لے گئے تو انہوں نے سر اٹھا کر کہا۔ جنید! اس خبیث نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا مگر اس مردود کی باتوں میں نہ آنا یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔" حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ان درویشوں کی بات سن کر حیران رہ گئے۔ اس روز آپ کو اندازہ ہوا کہ اللہ کی زمین پر کیسے کیسے برگزیدہ بندے موجود ہیں جنہیں کوئی جانتا تک نہیں۔" چند سال بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی انداز کا خواب دیکھا کہ شیطان بازار میں برہنہ پھر رہا ہے اس کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ہے جسے وہ خوشی خوشی کھا رہا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ابلیس کو اس حال میں دیکھ کر کہا۔ تجھے انسانوں کے مجمع عام میں اس طرح برہنہ پھرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ ابوالقاسم کیا اب بھی زمین پر ایسا کوئی شخص رہ گیا ہے جس سے مجھے شرم آئے۔ ابلیس نے بڑے بے باکانہ انداز میں کہا مجھے جن لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ وہ سب زمین میں دفن ہو گئے اور مٹی انہیں کھا گئی۔ اس قسم کے سارے خواب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی کے لیے تھے۔

آپ کی قمیص چوری ہونے کا واقعہ: ایک بار ایک چور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں داخل ہوا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ کسی درویش بے سر و سامان کا ٹھکانا ہے۔ اس نے ایک ایک گوشہ چھان مارا مگر وہاں ضرورت کے معمولی سامان کے علاوہ کوئی قابل ذکر چیز موجود نہیں تھی۔ بس حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پیرہن تھا، چور اسی کو لے کر فرار ہو گیا۔ دوسرے دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر دو افراد پر پڑی۔ ایک کے ہاتھ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا پیرہن تھا اور دوسرا اس کے قریب کھڑا تھا! اتنے میں ایک خریدار آیا اور پیرہن کو دیکھنے لگا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ٹھہر کر اس منظر کو دیکھتے رہے۔ آخر خریدار نے اس پیرہن کو پسند کر لیا اور فروخت کرنے والے شخص سے کہا۔ میں یہ عبا خریدنے کیلئے تیار ہوں مگر اس سلسلے میں ایک گواہی ضروری ہے۔ کیسی گواہی؟ پیرہن فروخت کرنے والے شخص نے کہا جو دراصل دلال تھا......اور

اس کے قریب وہ شخص موجود تھا جس نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا لباس چرایا تھا۔ اس بات کی گواہی کہ یہ مال تمہارا ہے۔ خریدار نے کہا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ پیرہن اس کی ملکیت ہے۔ دلال نے چور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں ایک دلال کی گواہی کو نہیں مانتا۔ خریدار نے کہا اور جانے لگا۔ سنو میرے عزیز! حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر خریدار کو مخاطب کیا۔ خریدار پلٹا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے پا کر مودب کھڑا ہو گیا۔ میں اس بات سے خوب واقف ہوں کہ یہ مال اسی شخص کا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے چور کی پردہ پوشی کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ جیسے بزرگ کی گواہی سب گواہوں سے بڑھ کر ہے۔ خریدار نے کہا اور پیرہن لے کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے اور چور کو یہ احساس تک نہیں ہو سکا کہ اس کی ملکیت پر گواہی دینے والا کون تھا؟

عیسائی پیشوا کا قبول اسلام: ایک بار آپ بہت سے مشائخ اور خدام کے ہمراہ جا رہے تھے۔ راستے میں جبل سینا (کوہ طور) پر سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ تھی جس کے نیچے ایک چشمہ جاری تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ اسی چشمے کے کنارے قیام فرمایا۔ اس سفر میں ایک قوال بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ کچھ دیر بعد مجلس سماع گرم ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام صوفیاء اور مشائخ بے خود ہو گئے اور بے تابانہ رقص کرنے لگے۔ سماع کے دوران حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی وجد کی انتہائی کیفیت طاری ہو جاتی تھی مگر آپ اپنی جگہ سے حرکت تک نہیں کرتے تھے راہب اور ان کے پیشوا بڑی حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ خانقاہ سے نکل کر نیچے آیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ساتھی حالت جذب میں تھے راہبوں کے پیشوا نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ تمہیں تمہارے خدا کی قسم! میری بات سنو! تم لوگ یہ کیا شغل کر رہے ہو؟ راہبوں کا پیشوا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک

ساتھی کو پکڑ کے یہ الفاظ دہراتا مگر وہ مست و بے خود لوگ ذرا بھی اس کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ آخر بہت دیر بعد جب محفل سماع ختم ہوئی اور تمام بزرگ اپنی اپنی نشستوں پر قرینے کے ساتھ بیٹھ گئے تو راہبوں کے پیشوا نے مشائخ سے پوچھا۔ میں آپ حضرات کو بار بار اپنی طرف بلاتا تھا مگر آپ لوگ میری بات سنتے ہی نہیں تھے۔ تمہارا ہمیں اس حالت میں پکارنا ایک کار بے سود تھا۔ ایک بزرگ نے راہبوں کے پیشوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ راہب نے مسلمان بزرگ کی بات بڑی حیرت سے سنی مگر اب تو تم لوگ میری بات سن رہے ہو؟ اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گئی تھی؟ ہم نہیں بتا سکتے کہ سماع کے وقت ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے؟ دوسرے بزرگ نے کہا۔ بس ہم اپنے اللہ کے تصور میں گم رہتے ہیں اور ماسوا سے ہمارا کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا۔

راہبوں کے پیشوا کو بڑی حیرت تھی کہ آخر انسان پر جذب کی یہ کیفیت کس طرح طاری ہوتی ہے؟ پھر اس نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں سے پوچھا۔ تمہارا شیخ کون ہے؟ تمام لوگوں نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ راہبوں کا پیشوا اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پہنچ کر کہنے لگا۔ شیخ! میں نے کچھ دیر پہلے آپ لوگوں کو ایک عجیب کھیل میں مشغول پایا آپ کے تمام ساتھی اس طرح مست و بے خود تھے کہ انہیں اپنے گرد و پیش کی بھی خبر نہیں تھی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جسے تم کھیل سمجھ رہے ہو، یہ دنیا داروں کا نہیں، اہل دل کا مشغلہ ہے۔ جب ہم لوگ یہ شغل کرتے ہیں تو پھر اپنے ہوش میں نہیں رہتے۔ کیا تم لوگوں کو اس کھیل میں کوئی خاص لذت حاصل ہوتی ہے؟ راہبوں کے پیشوا نے استعجابیہ انداز میں پوچھا۔ تم اس لذت کو نہیں سمجھو گے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا تم نے ایسی کوئی لذت دیکھی ہے کہ جسے پا کر انسان دیگر تمام لذتوں کو فراموش کر دے۔ یہ ہمارا روحانی کھیل ہے جسے سماع کہتے ہیں۔ کیا سماع دوسرے مذاہب میں بھی پایا جاتا ہے؟ راہبوں کے

پیشوا نے ایک اور سوال کیا۔نہیں! سماع صرف ہمارے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔مگر ہمارے نزدیک سماع کی ایک شرط ہے کہ اس عمل سے شریعت کے کاموں میں کوئی خلل نہ پڑے اور انسان کا زہد و تقویٰ متاثر نہ ہو۔ میں اور میرے ساتھی بھی برسوں سے سخت ترین ریاضتیں کر رہے ہیں۔مگر ہم لوگوں کو یہ کیفیت کبھی حاصل نہیں ہوئی۔عیسائی پیشوا نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ ہمارے دماغ اور دل شب و روز ایک عجیب سے اضطراب میں مبتلا رہتے ہیں۔آج تم لوگوں کو دیکھا تو اپنی محرومیوں کا احساس ہوا۔ یہ کہہ کر عیسائی پیشوا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر ایمان لے آیا پھر اس کے دوسرے ساتھی راہب بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ آپ کی محفل سماع کی ایک ادنیٰ کرامت تھی کہ جسے دیکھتے ہی راہبوں نے اپنا آبائی مذہب بدل ڈالا۔

نفس کے خلاف جہاد: ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بھی شوق جہاد پیدا ہوا۔ نتیجتاً آپ ہتھیاروں سے لیس ہو کر گھر سے نکلے اور لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ ابھی یہ سفر جاری تھا کہ ایک دن آپ پر امیر لشکر کی نظر پڑی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ظاہری لباس سے پریشان حال میں نظر آ رہے تھے۔ امیر لشکر نے مفلس وفادار سمجھ کر آپ کے لئے کچھ رقم بھیجی اور ہدایت کی کہ اس سے اپنے سفر کا خرچ پورا کریں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ رقم قبول کر لی اور پھر ان نمازیوں میں تقسیم کر دی جو بظاہر آپ سے بھی زیادہ محتاج نظر آ رہے تھے اسلامی لشکر ایک مقام پر خیمہ زن ہوا اور لوگ ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نماز ادا کی اور سوچنے لگے کہ مجھے وہ رقم قبول نہیں کرنی چاہئے تھی اور اگر قبول کر لی تھی تو اسے نمازیوں میں تقسیم نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ جو بات مجھے پسند نہیں وہ بات میں نے اپنے بھائیوں کے لئے کیوں پسند کی؟ ابھی حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی غور و فکر میں تھے کہ آنکھ لگ گئی۔ آپ نے دیکھا تو نظروں کے سامنے بہت سے عالی شان محل جگمگا رہے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حیران ہو کر کہا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ محلات زرنگار کس کے لئے ہیں؟ جواب میں کسی مردغیب کی صدا سنائی دی۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جنہیں تم نے وہ رقم دی تھی۔ میرے لئے بھی کچھ ہے؟ بے اختیار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ بات نکل گئی۔ وہ سب سے اونچا اور دلکش محل تمہارا ہے۔ مردغیب نے کہا۔ مجھے فضیلت کیوں دی گئی؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔ جواب میں مردغیب نے کہا۔ وہ لوگ اس لئے ثواب کے حقدار ٹھہرے کہ انہوں نے مال خرچ کر دیا...... اور تم اس لئے انعام کے مستحق قرار پائے کہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند لوگوں میں مال تقسیم کر دیا۔ پھر بھی تمہیں اپنے اس عمل پر ندامت تھی۔ آخر یہی ندامت بارگاہ ذوالجلال میں مقبول ہوئی اور تمہارا ثواب دوگنا کر دیا گیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس جہاد میں شریک ہوئے مگر جنگ شروع ہونے سے پہلے جب امیر لشکر کو معلوم ہوا کہ آپ کون ہیں تو اس نے درخواست کرتے ہوئے کہا۔ شیخ! واپس تشریف لے جائیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حیران ہو کر امیر لشکر کی طرف دیکھا۔

امیر لشکر آپ کی استفہامیہ نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا۔ اس نے بصد احترام عرض کیا۔ آپ خانقاہ کے گوشے میں بیٹھ کر بھی انسانی معاشرے کی برائیوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ یہ کام ہمارے لئے چھوڑ دیجئے۔ اس کے بعد حضرت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں واپس لوٹ آئے اور آخری سانس تک اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے احباب میں ایک بزرگ حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ وہ آپ کی نفس کشی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ میں ایک دن جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک آپ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ ''جعفر! آج میرا دل انجیر کھانے کی خواہش کر رہا ہے۔ میں نے

عرض کیا۔ شیخ! میں ابھی بازار جا کر انجیر لے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں! پہلے پیسے لیتے جاؤ! میں نے عرض کیا۔ شیخ! مجھے کبھی تو اپنی خدمت کا موقع دیجئے۔ میرے پاس اتنے پیسے تو ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پھر ایک درہم نکال کر مجھے دیا اور ہدایت کی۔ انجیر وزیری لیکر آنا۔ (وزیری'' انجیروں کی ایک مخصوص اور اعلیٰ قسم ہے) حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ بازار گئے اور انجیر لا کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ پھر جب افطار کا وقت آیا تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انجیر اٹھا کر منہ میں رکھا اور دوسرے ہی لمحے اسے نکال کر پھینک دیا۔ پھر حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ انہیں میرے سامنے سے اٹھا کر لے جاؤ اور خواہش مندوں کی تواضع کرو۔ حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جھجھکتے ہوئے عرض کیا۔ شیخ آپ نے اس قدر شوق سے انجیر منگوائے۔ پھر انہیں کھانے سے انکار کر دیا۔ آخر اس کا کوئی خاص سبب؟ اپنے دوست کی بات سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمانے لگے۔ جب میں نے انجیر منہ میں رکھا تو ایک صدائے غیب سنائی دی۔

''جنید! تجھے شرم نہیں آتی۔ تو نے جس خواہش نفس کو میرے لئے چھوڑا اس کے دامن میں پھر گرفتار ہوا جاتا ہے۔

غیب سے راہنمائی ملنا: ایک بار میں سفرحج کے دوران ریگستان سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص ببول کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا نظر آیا۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک نوجوان تھا جو حق کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا۔

''لوگ آ رہے ہیں، جا رہے ہیں مگر تم ایک ہی جگہ بیٹھے ہو۔ میں نے نوجوان سے دریافت کیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

نوجوان نے بڑی اداس نظروں سے میری طرف دیکھا اور کف افسوس ملتے

ہوئے بولا۔ مجھ پر ایک کیفیت طاری تھی مگر جب یہاں پہنچا تو وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ میں اسی کی تلاش میں بیٹھا ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس نوجوان کی بات سنی اور اپنا سفر جاری رکھا۔

پھر جب میں ارکان حج ادا کرنے کے بعد واپس آیا تو اسی نوجوان کو دیکھا۔ وہ اس جگہ سے ہٹ کر تھوڑے فاصلے پر بیٹھا تھا مگر اس بار اس کے چہرے پر افسردگی کے بجائے خوشی کے آثار نمایاں تھے۔

میں قریب پہنچا اور اس نوجوان سے مخاطب ہوا۔ اب یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

''مجھے میری کھوئی ہوئی چیز اسی جگہ ملی ہے۔ نوجوان نے پرجوش لہجے میں کہا۔ اسی لئے میں اس مقام پر پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا ہوں۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ اچھی تھی۔ کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں بیٹھنا یا اس جگہ بیٹھے رہنا جہاں گوہر مراد ہاتھ آیا ہو۔

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے قدم قدم پر ہدایت دی جاتی تھی اور عجیب عجیب انداز سے معرفت کے رموز و نکات سمجھائے جاتے تھے۔

خوددار درویش ایک دن نماز جمعہ کے بعد ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ شیخ! مجھ پر آپ کا بڑا کرم ہو گا اگر اپنے حلقے کے فقراء میں سے کسی ایک درویش کو میرے ہمراہ کر دیں۔

''آخر اس بات سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے پوچھا۔

''میں آپ کے اس درویش کو کھانا کھلا کر، اس کی عارفانہ صحبت سے فیضیاب

ہونا چاہتا ہوں۔ اس شخص نے پُر اثر لہجے میں کہا۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی درخواست سن کر اپنی چاروں طرف نظر کی۔ آپ کے قریب ہی ایک ایسا شخص موجود تھا جس کے چہرے سے بھوک اور فاقہ کشی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس درویش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''آپ ان صاحب کے گھر چلے جائیے اور انہیں اپنی صحبت سے فیضیاب کیجئے۔ وہ درویش خاموشی سے اٹھا اور میزبان کے ساتھ چلا گیا۔ جس شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی تھی ، بغداد میں اس کے زہدوتقویٰ کا بہت چرچا تھا۔

وہ درویش تھوڑی دیر میں واپس آگیا اور خاموشی کے ساتھ خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے میزبان بھی آیا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگا۔

''شیخ! آپ نے جس درویش کو میرے ساتھ بھیجا تھا، اس نے صرف ایک لقمہ کھایا اور کچھ کہے بغیر واپس چلا آیا۔''

''یقیناً تم نے کوئی ناگوار بات اپنی زبان سے ادا کی ہوگی ورنہ وہ درویش ایسا نہیں ہے کہ اپنے میزبان کی دل شکنی کرے۔'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

''شیخ! میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی جو اس درویش کے مزاج پر گراں گزرے۔ میزبان نے عرض کیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں طرف نظر کی۔ وہ درویش خانقاہ کے ایک گوشے میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے اپنے قریب بلایا اور کچھ کھائے پیئے بغیر واپس آنے کا سبب پوچھا۔

''شیخ! میں ایک فاقہ کش اور مفلوک الحال انسان ہوں۔ اس درویش نے عرض

کہا۔کوفہ میرا وطن ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اسی لئے حاضر ہوا تھا کہ اپنی حالت زار بیان کروں مگر ہر بار غیرت نے میری زبان کھلنے نہ دی۔ پھر جب آپ نے خود ہی میری بھوک کی شدت کا اندازہ کرلیا اور مجھے میزبان کے ساتھ جانے کا حکم دیا تو میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ اس شخص نے بڑے اہتمام کے ساتھ میری سامنے دستر خوان بچھایا۔ پھر اپنے ہاتھ سے نوالہ بنا کر دیتے ہوئے بولا۔

''یہ لقمہ مجھے دس ہزار درہم سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

اس کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ میرا میزبان ایک دنیا دار انسان ہے اور نمودو نمائش کا بہت دلدادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں کھانا چھوڑ کر چلا آیا۔

درویش کی بات سن کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے میزبان سے فرمایا۔ میں نہیں کہتا تھا کہ تم نے کوئی نہ کوئی بے ادبی کی ہوگی۔''

میزبان نے ندامت سے سر جھکا لیا

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اگر کسی درویش کو کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہو تو میزبانی کے آداب بھی سیکھو۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی درویش کو دوبارہ میزبان کے گھر جانے کے لئے آمادہ کرلیا۔

اس واقعے کے بعد اہل بغداد کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ خود بھی ایک مرد غیور ہیں اور آپ کے حلقے میں بیٹھنے والے درویش بھی۔ اگر کبھی کوئی صاحب ثروت انسان آپ کے کسی ساتھی کی تحقیر کرنے کی کوشش کرتا تو آپ نہایت سختی کے ساتھ اس کی گرفت کرتے اور بغداد کے سرمایہ داروں کو واضح الفاظ میں سمجھا دیتے کہ یہ درویش ناقابل فروخت ہیں۔

مرد مومن کی روحانی قوت: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ میں نے دس برس تک دل کے دروازے پر بیٹھ کر دل کی حفاظت کی۔ پھر دس برس

تک میرا دل میری نگرانی کرتا رہا۔ اب بیس برس ہو گئے کہ نہ میں دل کی خبر رکھتا ہوں اور نہ دل میری خبر رکھتا ہے۔ اس حالت کو تیس سال ہو گئے کہ ہر طرف حق تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔ اس کے سوا کچھ باقی نہیں...... مگر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

جب بندے کو عشق اور محویت کا یہ عالم ہو تو پھر اس میں کیا شک کہ ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ۔

ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''مسجد شونیزیہ'' میں تشریف لے گئے۔ وہاں بہت سے درویشوں کا اجتماع تھا اور آیات قرآنی پر بحث ہو رہی تھی۔ پھر اسی دوران مرد مومن کی طاقت کا ذکر چھڑ گیا۔ تمام درویش اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ آخر میں ایک درویش نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''مرد مومن کی روحانی طاقت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ مسجد کے اس ستون سے کہہ دے کہ آدھا سونے کا ہو جا اور آدھا چاندی کا، تو اسی وقت ہو جائے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس درویش کا دعویٰ سن کر مسجد کے ستون کی طرف دیکھا۔ واقعتہً وہ آدھا سونے کا تھا اور آدھا چاندی کا۔ دراصل یہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا گر کا اثر تھا کہ پتھر کی ظاہری ساخت تبدیل ہو گئی۔ درویش نے تو کسی شخص کے بارے میں محض دعویٰ کیا تھا مگر قدرت نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ راز ظاہر کر دیا کہ خود ان کی ایک نگاہ ''ستون سنگ'' کی ماہیت کو بدل سکتی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مرد مومن کی اسی شان جلالی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقے میں بیٹھنے والے درویشوں کی بھی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص ان پر اعتراض کرتا تو آپ درویشوں کی

عزت نفس بچانے کیلئے اپنے ساتھیوں کا دفاع کرتے اور دلائل سے ثابت کر دیتے کہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے لوگ دنیا داری کرشموں سے بہت دور ہیں۔ ایک بار کسی شخص نے آپ کی خانقاہ میں رہنے والے درویشوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا۔

''دیکھا گیا ہے کہ جب آپ کے رفقاء کسی دعوت میں شریک ہوتے ہیں تو بہت زیادہ کھاتے ہیں۔''

''اس لئے کہ وہ بہت بھوکے رہتے ہیں۔'' حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ فطری بات ہے کہ جب کوئی شخص چار چار دن بھوکا رہے گا تو کھانا ملنے پر اپنے اللہ کی نعمتوں کا زیادہ شکر ادا کرے گا۔

اس شخص نے دوسرا سوال کیا۔ ان لوگوں پر شہوانی قوتوں کا غلبہ کیوں نہیں ہوتا؟

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا۔ بات یہ ہے کہ میرے ساتھی صاف لقمہ حلال کھاتے ہیں۔ اس لئے وہ حیوانیت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

آخر سوال کرنے والا عاجز آ گیا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقے میں بیٹھنے والے درویش عام دنیا دار لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔

ایک اور موقع پر کسی شخص نے کہا۔ قرآن کریم سن کر آپ کے ساتھیوں پر وجد کی حالت طاری نہیں ہوتی۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا۔ قرآن کریم میں حال لانے والی چیز ہی کون سی ہے؟ وہ حق ہے اور اس ذات برحق کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کے لئے مخلوق کی کوئی صفت شایان نہیں۔''

اعتراض کرنے والے نے کہا۔'' کہ شعروں پر تو آپ کے ساتھیوں کو بہت حال آتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔'' اس لئے کہ یہ خود ان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اور محبت کرنے والوں کا کلام ہے۔

آخر میں اس شخص نے درویشوں کی ظاہری حالت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ آپ کے ساتھی تو اللہ کے بہت قریب ہیں۔ پھر انہیں وہ چیزیں کیوں میسر نہیں جو اہل دنیا کے پاس ہیں۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔" اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ جو چیزیں عام بندوں کے پاس ہوں وہی چیزیں اس کے خاص بندے بھی رکھتے ہوں۔"

ایک عارف وقت کے جوابات سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔"سامان دنیا سے محرومی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے خاص بندے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

عشق حقیقی کی باتیں: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رحمتہ اللہ علیہ راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے جن دنوں مکہ مکرمہ میں قیام اختیار کیا تو رات کو خانہ کعبہ کے طواف کی سعادت بھی حاصل کیا کرتے۔ اسی حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گیا اور وہاں کی مجاوری اختیار کی میرا یہ معمول تھا کہ جب رات خوب گہری ہو جاتی تو میں اس وقت بیت اللہ کا طواف کرتا۔ اپنی عادت کے مطابق ایک روز میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک نوعمر لڑکی کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ یہ اشعار بھی بڑے ذوق وشوق سے گاتی جاتی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے:۔

یعنی الفت وعشق کو میں نے بہت چھپایا مگر یہ اب کسی بھی طرح چھپ نہیں سکتا۔ اس نے تو میرے پاس ڈیرہ ہی جما دیا ہے۔ مجھے جب محبوب کے دیکھنے کا شوق شدید ہو جاتا ہے تو میرا دل اس کی یاد سے بچین و بے قرار ہو جاتا ہے اور اگر میں اپنے دوست کی قربت کا ارادہ کرتی ہوں تو مجھے اپنا دوست قربت سے محروم نہیں

فرمانا بلکہ قریب ہو جاتا ہے او جب میرا محبوب تجلی فرماتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں اور پھر اس کے لیے اور اسی کی دستگیری سے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہی میری دستگیری فرماتا ہے یہاں تک کہ میں اس کی عنایات سے لذت پاتی ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر میں نے اس لڑکی سے کہا اے لڑکی! تم اللہ تعالیٰ سے خوف نہیں کھاتی؟ بیت اللہ شریف میں اس طرح کے اشعار گاتی ہو۔ وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولی' اے جنید! اگر مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میں خواب شیریں کیوں چھوڑتی۔ اسی خوف نے ہی تو مجھے میرے وطن سے بے وطن کر دیا ہے اسی کے عشق میں میں تو میں سرگرداں پھرتی ہوں۔ اسی کے عشق نے مجھے حیران بنا رکھا ہے۔ اے جنید! تم بتاؤ کہ تم بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہو یا بیت اللہ کے رب کا؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔ یہ سن کر اس لڑکی نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا' سبحان اللہ! آپ کی بھی کیا شان۔ مخلوق جو خود پتھروں کی مانند ہیں وہ پتھروں کا ہی طواف کرتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھ پر بے ہوشی چھا گئی پھر جب مجھے ہوش آیا تو مجھے وہ لڑکی کہیں دکھائی نہ دی۔

ایک مرید کی ذہنی آزمائش: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک مرید سے بہت انس تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت متقی اور پرہیزگار تھا اور بڑا مؤدب تھا۔ اس مرید کے ساتھ آپ کی اس قدر وابستگی اور پیار و محبت کو دیکھ کر دوسرے مریدین کے دل میں رشک پیدا ہوا اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ نہ جانے اس مرید میں ایسی کون سی بات ہے کہ جو مرشد پاک اس پر خصوصی نگاہ کرم رکھتے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہر مرید کو ایک

مرغ اور ایک چھری دیتے ہوئے یہ حکم دیا کہ مرغ کو کسی ایسی جگہ پر لے جا کر ذبح کرو کہ کوئی تمہیں دیکھ نہ سکے۔ آپ کا یہ فرمان سن کر تمام مریدین چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ہر ایک مرید ذبح کیا ہوا مرغ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا گیا۔ مگر وہ مرید جس کے ساتھ آپ خصوصی لگاؤ رکھتے تھے کافی دیر کے بعد آیا اس کے ہاتھ میں زندہ مرغ موجود تھا کہنے لگا' حضور! میں نے بہت تلاش کی کہ کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں پر میں مرغ ذبح کرسکوں مگر مجھے ایسی کوئی جگہ نہیں ملی جہاں پر کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں تھا اور وہ مجھے دیکھ نہیں رہا تھا اس لیے میں مرغ بغیر ذبح کئے ہوئے لے کر واپس آ گیا ہوں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین نے جب اس مرید کی یہ بات سنی تو بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے پیر بھائی کے بارے میں ان کے دل میں جو حسد موجود تھا اس کو اپنے دل سے نکال باہر کرتے ہوئے توبہ کی۔

تصوف کیسے حاصل ہوتا ہے؟: اللہ تعالیٰ نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ اللہ علیہ کو بے پناہ علم و فضل سے نوازا ہوا تھا آپ کی علمی قابلیت و فضیلت کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بخوبی طور پر ہو جاتا ہے کہ عبداللہ بن سعید اپنے وقت کے بڑے صاحب علم و فن شخص تھے اور کسی کے کلام و بیان پر کوئی نہ کوئی تنقید یا اعتراض کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہر ایک کے کلام پر تنقید کرتے رہتے ہیں یہاں پر ایک ایسی شخصیت بھی ہیں کہ جن کو لوگ جنید کے نام سے پکارتے ہیں ان کے پاس چلیں تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ آپ ان کے کلام پر بھی کچھ اعتراض کرتے ہیں یا نہیں۔

چنانچہ عبداللہ بن سعید یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور آپ سے توحید کے متعلق سوال کیا حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا تسلی بخش جواب دیا کہ سن کر حیران رہ گئے اور کہا' ذرا اسی مضمون کو دوبارہ بیان فرمائیں۔ آپ نے اسی مضمون کو دوسرے الفاظ میں بیان کر دیا۔ عبداللہ بن سعید کہنے لگے کہ یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ

نے اسی مضمون کو ایک اور انداز سے بالکل مختلف انداز میں بیان فرما دیا۔ عبداللہ بن سعید بہت حیران ہوئے اور کہا' آپ کی گفتگو و کلام مجھے یاد نہیں رہے گا آپ براہ کرم مجھے لکھ دیجئے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کیا خوب بات کی ہے کہ بیان بھی میں کروں اور لکھوں بھی میں ہی۔

آپ کی یہ بات سن کر عبداللہ بن سعید وہاں سے چلے آئے اور آپ کے علم و فضل اور بلند مرتبہ شان کا اعتراف کیے بغیر رہ نہ سکے۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ اس قدر علوم آپ نے کہاں سے حاصل کئے ہیں؟ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا' میں تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے سامنے اس درجہ رہا ہوں (اپنے گھر کے ایک درجہ کی طرف اشارہ فرمایا) اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے ان علوم سے نوازا۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اگر میں یہ جانتا کہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر اور اس علم سے کہ جس میں ہم اور ہمارے اصحاب گفتگو کرتے ہیں کوئی اور علم بھی افضل ہے تو میں اس علم کو بھی حاصل کرنے میں ذرا برابر کوتاہی نہ کرتا اور اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا۔

پھر فرمایا' باتیں بنانے سے ہمیں تصوف حاصل نہیں ہوا بلکہ بھوک' ترک دنیا اور ترک لذت اور دنیا کی نعمتیں ترک کر دینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت اور ادائیگی فرض و واجبات اور سنت مطہرہ کی اتباع اور تمام اوامر کے بجالانے اور تمام منع کردہ چیزوں کے چھوڑ دینے سے حاصل ہوا۔

<u>عالم کی نیند عبادت ہے:</u> ایک مرتبہ حضرت علی بن سہیل نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ نیند غفلت کا باعث ہے اور محبت میں اس قدر وارفتگی ہونی چاہیے کہ قرار نہ ہو۔ سونے کی حالت میں انسان اپنے مقصود سے دور' اپنے وقت سے بے خبر اور اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ وہ شخص جھوٹا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اور رات کو سو گیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس خط کے جواب میں ان کو لکھا کہ حق

کی راہ میں جاگنا ہمارا معاملہ ہے اور سونا ہم پر فعل حق ہے۔ جاگتے رہنا اسی وقت تک ہمارے اختیار میں ہے جب تک کہ نیند نہ آئے۔ یعنی سونا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ اس لیے جو چیز ہمارے اختیار کے بغیر واقع ہو اور پروردگار کی طرف سے نازل ہو۔ اس چیز سے بہت بہتر ہے جو ہمارے اختیار میں ہو اور ہماری طرف سے حق کی جانب ہو۔ لہٰذا نیند تو محبت کرنے والوں پر اللہ کی عنایت ہے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ عالم کی نیند عبادت ہے۔ میری آنکھیں سوتی ہیں نہ میرا دل۔ (تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا صوفیاء کرام کا شیوہ رہا ہے لیکن جب نیند کا غلبہ ہو جائے تو پھر سونا ہی بہتر ہے اس لیے کہ اس وقت کوئی بھی کام احسن طریقہ سے نہیں ہو سکتا اور صحت کے لیے بھی ضروری ہے کہ نیند پوری کی جائے)

شطحیات سے اجتناب: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں ''شطحیات'' کہنے کا رواج عام تھا ''شطحیات'' تصوف کی اصطلاح میں ایسے الفاظ وکلمات کو کہا جاتا ہے جو بعض اوقات شریعت مطہرہ کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے اس قسم کے کلمات کو ادا کرنے والوں کی کبھی بھی حوصلہ افزائی نہ کی تھی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی خانقاہ میں ایک فقیر آیا اس نے سیاہ رنگ کی گڈری پہن رکھی تھی۔ آپ نے اس سے اس سیاہ پوشی کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے جواب دیا کہ میرے خدا کی وفات ہوگئی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اسے تین مرتبہ حکم دیا کہ وہ خانقاہ سے باہر نکل جائے۔ مگر وہ فقیر خانقاہ سے باہر نہ گیا۔ جب حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے چوتھی مرتبہ اسے باہر نکل جانے کا حکم دیا تو اس نے اپنے مفہوم کی اس طرح سے وضاحت کر کے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے غیض وغضب سے رہائی پائی کہ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میرا نفس مظہر خدا ہے میں نے اپنے نفس کو قتل کر دیا ہے اسی لیے اس کے سوگ میں سیاہ پوشی اختیار کیے ہوئے ہوں۔

ایک بداعتقاد مرید کی اصلاح: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مرید آپ سے کچھ بداعتقاد سا ہو گیا وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ

شاید وہ بھی اب کسی درجہ پر فائز ہو چکا ہے چنانچہ اس گمان میں پڑ کر اس مرید نے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے کچھ اعراض کرلیا۔ جب چند دن اسی طرح گزر گئے تو وہ یہ سوچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ تجربہ کرے اور دیکھے کہ میرا خیال آپ پر منکشف ہوا ہے یا نہیں۔ جبکہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے نورِ فراست سے مرید کی حالت کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اس مرید نے آپ سے کوئی سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو کس طرح کا جواب چاہتا ہے۔ الفاظ و عبارت میں یا حقیقی معنوں میں؟ مرید نے کہا کہ میں دونوں طرح کا جواب چاہتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' عبارتی جواب تو یہ ہے کہ اگر تو میرا تجربہ کرنے کی بجائے اپنا تجربہ کرلیتا تو پھر میرے تجربے کا محتاج نہ ہوتا اور ہرگز میرے پاس تجربے کی غرض سے نہ آتا اور حقیقی معنوں میں جواب یہ ہے کہ میں نے تجھے منصبِ ولایت سے معزول کیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ابھی یہ بات فرمائی ہی تھی کہ مرید کے چہرے کا رنگ بدل گیا وہ چیخ و پکار کرنے لگا اور پکار اٹھا' یا حضرت! میرے دل سے یقین کی راحت جاتی رہی ہے' میں توبہ کرتا ہوں' آئندہ کبھی ایسی بداعتقادی نہیں کروں گا۔ مرید کی یہ حالت دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے ولی و الیان اسرار ہوتے ہیں تجھ میں ان کی ضرب کی تاب نہیں۔ پھر آپ نے اس مرید کو معاف کر دیا اور اس کو اپنے پہلے والے درجہ پر فائز کر دیا۔ اس دن کے بعد سے اس مرید نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے معاملات میں دخل اندازی کرنے سے سچے دل سے توبہ کر لی۔

سماع کے لئے ضروری چیزیں: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ہمراہ رات کے وقت ایک ایسے مکان میں تشریف لے گئے جہاں پر کہ آپ کی دعوت تھی وہاں پر پہنچنے کے بعد آپ نے نور باطن سے حاضرین مجلس کا جائزہ لیا اور اپنے درمیان ایک اجنبی شخص کو دیکھا اس شخص کو آپ

نے اپنے پاس بلایا اور اپنی چادر دیتے ہوئے اسے فرمایا کہ یہ چادر بازار میں گروی رکھ کر اس کے بدلے میں دو سیر شکر فقراء کے لیے لے آؤ۔

وہ شخص جب چادر لے کر باہر نکلا تو آپ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور بلند آواز سے اس شخص کو پکارتے ہوئے فرمایا کہ یہ چادر تم لے جاؤ اور دوبارہ یہاں پلٹ کر مت آنا۔ آپ کی یہ بات سن کر لوگ بڑے حیران ہوئے اور آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چادر بیچ کر تمہارے لیے وقت کی صفائی خریدی ہے اس رات میں اس لیے کہ میں نے تمہارے درمیان میں سے ایک ایسے شخص کو باہر نکال دیا جو تم میں سے نہ تھا اور سماع کے لیے تین چیزوں کا ہونا بہت ضروری ہے یعنی زمان اور مکان موافق ہو اور اہل مجلس بھی اہلیت و قابلیت رکھنے والے ہوں۔

ایک مرید کی باطنی اصلاح: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں پر بھی نظر رکھا کرتے تھے آپ کا ایک مرید بصرہ میں رہتا تھا اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا ایک دن اس کو اپنے کسی گناہ کے بارے خیال آ گیا جس کے باعث تین دن تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور پھر جب تین دن کے بعد اس کے چہرے کی سیاہی دور ہو گئی تو اسے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خط ملا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے مجھے تمہارے چہرے کی سیاہی دھونے کے لیے تین دن تک دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔

اخلاص: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مجسم اخلاص و مروت تھے فرماتے ہیں کہ اخلاص کا سبق میں نے ایک حجام سے سیکھا تھا ہوا یوں کہ ایک مرتبہ جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا ایک حجام کی دکان پر اپنے بال کٹوانے کی غرض سے گیا۔ اس وقت حجام مکہ مکرمہ کے ایک رئیس کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا تم میرے بھی بال اللہ کے لیے کاٹ دو گے؟ کیونکہ میرے پاس اجرت دینے کے لیے کوئی پیسہ نہیں ہے۔

حجام نے میری بات سن کر اثبات میں جواب دیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ جس شخص کی حجامت وہ بنا رہا تھا ابھی پوری طرح اس کی حجامت نہیں بنی تھی کہ حجام اس سے کہنے لگا' براہ مہربانی اب آپ یہاں سے اٹھ جائیں کیونکہ جب درمیان میں اللہ تعالیٰ کا نام آ گیا تو مجھے سب کچھ مل گیا۔ اس کے بعد حجام نے مجھے بٹھایا۔ میرے سر کو بڑے پیار سے بوسہ دیا اور میرے بال کاٹ دیئے۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک کاغذ دیا جس میں تھوڑی سی ریزگاری لپٹی ہوئی تھی' کہنے لگا کہ اس کو اپنی ضرورت پر خرچ کر لینا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بڑا خیال آیا کہ کس قدر نیک انسان ہے۔ میں نے اسی وقت اس بات کی نیت کی کہ اس وقت کے بعد مجھے جو کچھ بھی نصیب ہوگا میں سب سے پہلے اس حجام کے ساتھ مروت کروں گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد مجھے کچھ عقیدت مندوں نے بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیج دی۔

میں وہ تھیلی لے کر اس حجام کے پاس گیا اور اس کو وہ تھیلی پیش کی۔ اس نے تھیلی کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جب تم نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا تو میں نے اس وقت یہ نیت کی تھی کہ جو کچھ مجھے اول نصیب ہوگا وہ میں تمہاری خدمت میں پیش کروں گا۔ میری بات سن کر حجام کہنے لگا' کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کیا تجھے اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی تم نے تو مجھے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میری حجامت بنا دو اور اب یہ کیا لے کر آ گئے ہو؟ کیا یہ اس کا معاوضہ ہے؟ تم نے بھلا یہ کہیں دیکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرے اور پھر اس کا معاوضہ طلب کرے۔ میں نے حجام کی یہ بات سنی تو اس کی عظمت کا دل سے قائل ہو گیا۔

<u>آپ کا توکل</u>: ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے پانچ سو اشرفیاں لا کر نذر کرنی چاہی۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تیرے پاس ان اشرفیوں کے علاوہ اور بھی مال ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! اور بھی ہے۔ آپ نے دوسرا

سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ اب آئندہ تجھے اور مال کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں ضرورت ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بس اپنی اشرفیاں واپس لے جاؤ، تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے۔ کیونکہ میرے پاس کچھ ہی نہیں ہے باوجود اس کے پھر بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور باوجود یہ کہ تیرے پاس دولت ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی اور دولت کا ضرورت مند ہے براہ کرم اپنا مال لے لو، کیونکہ میں محتاج سے نہیں لیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک میرا مولا ہی غنی ہے اور سارا جہان فقیر ہے۔

اللہ کے ذکر کا اثر: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کے کسی مرید سے گستاخی سرزد ہو گئی اور وہ اس قدر شرمسار ہوا کہ مسجد میں جا کر چھپ گیا کئی دنوں تک مسجد میں چھپا رہا پھر ایک دن آپ اس کے پاس گئے تو وہ آپ کو دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوا کہ لڑکھڑا کر گر پڑا اس کے سر کو چوٹ لگی اور خون بہنے لگا اور خون کے ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی آواز آنے لگی۔ اس پر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ چیز تو ریا کاری میں شامل ہے جبکہ چھوٹے چھوٹے بچے تجھ جیسے ذکر میں مساوی ہیں۔ مرید نے یہ سنا تو اسی وقت تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اور پھر جس کسی نے خواب میں اسے دیکھ کر اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ کئی سال گزر جانے کے بعد بھی میں دین سے بہت دور تھا اور جو کچھ میں سمجھتا تھا وہ سب باطل ہے۔

روحانی رابطہ: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنا وظیفہ مکمل کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا مجھے اس میں پہلے کی طرح حلاوت محسوس نہیں ہوئی۔ پھر میں سونے کے ارادہ سے لیٹا تو مجھے نیند نہ آئی چنانچہ میں اٹھ کر بیٹھ گیا مگر مجھ سے بیٹھا بھی نہ گیا۔ آخر کار میں دروازہ کھول کر باہر نکل پڑا باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنی عبا میں لپٹا ہوا راستے میں پڑا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کی آہٹ سن کر انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور مجھ سے کہا' اے ابو القاسم! تھوڑی دیر کے لیے قریب آ جاؤ۔ میں نے کہا' حضور! بغیر کسی

اطلاع کے ہی؟ کہا ہاں۔ میں نے قلوب کو حرکت دینے والے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ تمہارے دل کو میری طرف حرکت دے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بعض اوقات نفس کی بیماری خود ہی علاج بن جاتی ہے۔ میں نے کہا' جب نفس اپنی خواہشات کے مخالف چلتا ہے تو اس کی بیماری ہی دوا ہو جاتی ہے۔ میری بات سن کر وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ سن لے میں نے سات مرتبہ مجھے یہی جواب دیا تھا مگر تو نہیں مانا او رجنید سے ہی سننے کی خواہش کی اب تو تم نے ان سے بھی سن لیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ تشریف لے گئے میں ان کو نہ جانتا تھا اور نہ ہی پہچانتا تھا کہ کون ہیں۔

لاؤ ہمارا درہم: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کرامت بیان کرتے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا میرا ارادہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے سفر پر روانہ ہونے کا تھا۔ آپ نے میری طرف دیکھا اور مجھے ایک درہم عطا فرمایا جو کہ میں نے اپنی کمر بند میں باندھ لیا۔ حج کے اس سفر کے دوران میں جہاں بھی پہنچا تو اتفاق سے وہیں پر ہی میرا...... اچھا سامان ہو گیا کہ مجھے اس درہم کے استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آئی اور پھر جب میں حج سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلائے ہوئے فرمایا' لاؤ ہمارا درہم۔ چنانچہ میں نے وہ درہم نکال کر آپ کو دے دیا۔

سیف زبانی: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل و کرم کر رکھا تھا آپ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دیتا تھا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان جو کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت میں رہتا تھا اس کی یہ عادت ہو گئی کہ وہ جب بھی کوئی ذکر سنتا تو چیخنا شروع ہو جاتا اور خوب شور مچاتا۔ ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ اگر پھر تم اس طرح کرو تو میرے پاس نہ آؤ۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جب کچھ سنتا تو اس کے چہرے کا رنگ

تبدیل ہو جاتا تھا اور وہ بڑی برداشت سے کام لیتا تھا یہاں تک کہ اس کے جسم کے ہر بال سے خون ٹپکنا شروع ہو جاتا۔ ایک دن اس نے ایسی زبردست چیخ ماری کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

شیطان کا آپ سے دور بھاگنا: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا اس قدر فضل و کرم تھا کہ شیطان آپ سے دور بھاگتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی درویش نے شیطان کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو بہت حیران ہوئے تھوڑی دیر کے بعد وہ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ بہت جلال کی حالت میں ہیں۔ درویش نے آپ سے کہا کہ اپنا غصہ تھوک دیں اس لیے کہ غصہ کی حالت میں شیطان حاوی ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس درویش نے کہا کہ میں نے راستے میں شیطان کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' شیطان میرے غصہ سے دور بھاگتا ہے اس لیے کہ دوسرے لوگ تو اپنے نفس کے باعث غصہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں کبھی بھی اس سے پناہ نہ مانگتا۔

دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک سید حج کے سفر پر روانہ ہوئے اور جب بغداد پہنچے تو چاہا کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ آپ سید ہیں اور آپ کے جد اعلیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفس اور کفار دونوں کے خلاف جہاد کیا کرتے تھے اب آپ ارشاد فرمائیں کہ آپ نے کون سا جہاد کیا ہے؟ سید نے یہ بات سنی تو دل پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور کہا' میرا حج تو یہیں پر ختم ہو گیا اب آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا' تمہارا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس میں کسی دوسرے کو جگہ نہ دو۔ یہ سنتے ہی ان کی روح ان کی جسم سے پرواز کر گئی۔

رضائے الٰہی کا اعلیٰ مقام: ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں درد ہوئی جب درد کی

شدت میں اضافہ ہوا اور تکلیف نا قابل برداشت ہو گئی تو آپ نے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی اور اپنے پاؤں پر دم کر لی۔ دم کرتے ہی آپ کے پاؤں کی تکلیف ختم ہو گئی مگر اسی وقت آپ نے ایک غیبی ندا سنی کہ تجھے اس بات پر شرمندہ ہونا چاہیے کہ تم نے اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کیا۔ اس غیبی آواز کو سن کر آپ کانپ اٹھے اور بہت شرمساری محسوس کی۔ پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کے خواستگار ہوئے۔

آپ کے ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر اولیاء کرام میں حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ یہ بہت عبادت گزار تھے ایک مرتبہ ایک مقام پر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے کہ چند لوگ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ' حضرت نوری رحمتہ اللہ علیہ تین دن سے ایک پتھر پر بیٹھے بلند آواز سے اللہ۔ اللہ کر رہے ہیں نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ کچھ پیتے ہیں لیکن ایک بات ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو نماز کی ادائیگی عین وقت پر کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ مرید بھی مجلس میں حاضر تھے اور یہ بات سن رہے تھے چند مرید بولے کہ یہ تو فنا کی علامت نہیں بلکہ یہ تو ہوشیاری کی علامت ہے کیونکہ فانی شخص کو تو نماز پڑھنے کا بھی ہوش نہیں رہتا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں جو تم خیال کر رہے ہو بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ان پر وجد کی حالت طاری ہے اور صاحب وجد اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ نماز کی ادائیگی وقت مقرر پر کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا پسند ہے تو پھر آپ شور کیوں مچاتے ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے خاموشی اختیار کی اور کہا' اے جنید! تم میرے بہترین استاد ہو۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دریائے دجلہ پر گیا اور دریا میں کانٹا ڈال کر کھڑا ہو گیا میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا' یا اللہ! جب تک اس میں مچھلی نہیں پھنسے گی میں اسی طرح کھڑا رہوں گا اور یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یہ کہتے ہی ایک بہت بڑی مچھلی میرے کانٹے میں پھنس کر اچھلی۔ میں نے کہا' الحمد للہ میرا کام ہو گیا۔ اس کے بعد میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور ان کو اپنی یہ کرامت سنائی تو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اے ابوالحسن! اگر مچھلی کی بجائے اتنا بڑا سانپ نکل آتا اور تجھے ڈس لیتا اور تم مر جاتے تو اس سے کہیں بہتر تھا کہ تم اپنی کرامت کا فخریہ اظہار کرتے' اور اگر مچھلی کی جگہ تمہارے کانٹے میں سانپ آ جاتا تو پھر کرامت کی بات ہوتی مگر چونکہ تم ابھی درمیانی منزل پر ہو اس لیے تمہارے اس واقعہ کی کرامت نہیں بلکہ ایک دھوکہ کہا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ بیمار ہو گئے تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کو پھل اور پھول پیش کیے۔ پھر جب ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ علیل ہو گئے تو اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا حال احوال دریافت فرمایا' پھر اپنے مریدوں سے کہنے لگے کہ سب لوگ جنید کا مرض اپنے اوپر تقسیم کر لو۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ اسی وقت صحت یاب ہو گئے اور جب رخصت ہونے لگے تو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوستوں کے عیادت اسی طرح ہی کرنی چاہیے۔

<u>حکمت آمیز واقعہ:</u> حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ولی اللہ حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ'' حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت و عقیدت رکھتے تھے' ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کو

دیکھا کہ آپ کبھی کبھی اپنا ہاتھ لوگوں کے آگے پھیلانے میں عار محسوس نہ کرتے تھے اور بعض مرتبہ لوگوں سے سوال کر لیا کرتے تھے۔ ان کی یہ بات مجھے پسند نہ آئی کہ ان جیسا بلند مرتبہ شخص کسی کے آگے دست سوال دراز کرے۔ چنانچہ میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا' میری بات سن کر آپ نے فرمایا' نوری کے اس فعل کر بری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں سے اسی لیے لیتے ہیں کہ ان کو کچھ دیں یعنی وہ ان سے سوال ہی اس لیے کرتے ہیں کہ لوگوں کو آخرت میں ثواب ملے اس میں ان کا کچھ نقصان نہیں۔ گویا کہ اس بات میں حضور نبی کریم علی الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پاک کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَلْمُعْطِیْ ھِیَ الْعُلْیَا '' یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے۔ اس کے معنی بعض نے فرماتے ہیں کہ معطی کے ہاتھ سے غرض لینے والے ہاتھ سے ہے اس لیے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور اعتبار تو ثواب ہی کا ہے مال کا نہیں۔

فرماتے ہیں کہ پھر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ترازو لے کر آؤ۔ جب آپ کی خدمت میں ترازو پیش کی گئی تو آپ نے اس میں سو درہم لے لے اور ایک مٹھی بھر کہ ان میں مزید ملا دیئے اور ارشاد فرمایا کہ ان کو نوری کے پاس لے جاؤ اور ان کو دے دو۔

وہ بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وزن تو اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ مقدار کا اندازہ ہو جائے لیکن آپ نے ایک سو درہم تولنے کے بعد اس میں مزید مٹھی بھر کر بغیر گنتی کے درہم ملا دیئے یہ ضرور کوئی حکمت کی بات ہے مگر مجھے آپ سے اس بارے میں پوچھتے ہوئے شرم آئی۔ میں نے درہموں والی تھیلی لے جا کر حضرت ابو الحسن نوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ ترازو لاؤ۔ پھر جب ترازہ آ گئی تو انہوں نے اس میں سے سو درہم تول کر الگ کر لیے اور فرمایا کہ ان کو جنید رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ اور آپ سے کہنا کہ میں تم

سے کچھ قبول کر لیتا ہوں اور سو درہم سے جس قدر زیادہ ہیں وہ میں قبول کر لیتا ہوں۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جنید رحمتہ اللہ علیہ عقل مند انسان ہیں وہ چاہتے ہیں کہ رسی کے دونوں سرے خود ہی پکڑیں انہوں نے جو سو درہم تولے تھے تو خود آپ نے سمجھ کر اور آخرت میں ثواب حاصل کرنے کی غرض سے تولے تھے اور پھر ان میں مٹھی بھر کر جو درہم ملا لئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی نیت سے ملائے تھے چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ڈالے گئے تھے وہ میں نے لے لیے اور جو ان کے خود تھے ان کو واپس کر دیئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ جب ان درہموں کو لے کر میں واپس حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رونے لگے اور فرمایا نوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا واپس کر دیا خیر اللہ تبارک و تعالیٰ مالک و مختار ہے۔

<u>حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ پر روحانی عنایات:</u> حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا بہت سے اولیاء کرام آپ کے مریدین کی صف میں شامل تھے انہوں نے خوب شہرت پائی آپ کے ایسے ہی باکمال اور صاحب علم و فضل مریدوں میں حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ رجوع الی اللہ ہونے سے قبل نہاوند کے گورنر تھے ایک مرتبہ عباسی خلیفہ المعتقد باللہ نے اپنے محل میں دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا تمام اطراف سے گورنر اور سردار بغداد شہر میں اکٹھے موجود تھے خلیفہ کے محل میں جشن کا ایک عجیب سماں تھا۔ دربار لگا ہوا تھا۔ خلیفہ اپنی مسند پر تشریف فرما تھا تمام ملکوں کے گورنر خلیفہ کے سامنے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ دست بستہ کھڑے تھے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عنا لر رہا تھا کہ اچانک ایک گورنر کو چھینک آ گئی اور اس کی ناک بہہ گئی اس وقت گورنر کے پاس کوئی رومال نہیں تھا اس نے جلدی سے کام لیتے ہوئے اپنی شاہی پوشاک سے ناک صاف کر لی۔ خلیفہ بغداد نے گورنر کی اس حرکت کو دیکھ لیا وہ انتہائی

غضبناک ہوا۔

خلیفہ نے عتاب کرتے ہوئے فوراً گورنری سے معزول کر دیا اور خلعت چھین کر بھرے دربار میں بے عزت کر کے نکالدیا۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ گورنروں کی صف میں کھڑے اس معاملے کو ملاحظہ فرما رہے تھے اپنے دل میں سوچا کہ جس شخص نے اس دنیاوی بادشاہ کے سامنے شاہی آداب کا لحاظ نہ رکھا اور شاہی خلعت کی تعظیم نہ کی اس سے یہ حرکت غفلت میں سرزد ہوگئی تو اس کا یہ انجام ہوا کہ بے عزت کر کے بادشاہ کے دربار سے نکالا گیا اور اس شخص کا انجام کیا ہوگا جو احکم الحاکمین کی خلعت میں احترام نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے آداب کو خاطر میں نہ لاتا ہو۔ یہ خیال کر کے ان کے دل میں اس واقعہ کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ اسی وقت گورنری کو ٹھوکر مار دی او حضرت خیر نساج رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہوئے انہوں نے حکم دیا کہ تم حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے فیض حاصل کرو چنانچہ یہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے یا تو آپ اسے قیمتاً بیچ دیں یا پھر بغیر قیمت کے دے دیں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں اسے بیچنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے اس لیے کہ تم میں قوت خرید ہی نہیں ہے اور اگر میں تمہیں مفت میں دے دوں تو تم اس کی قدر و قیمت اور وقعت نہ جان سکو گے کیونکہ جو چیز بغیر محنت و مشقت کے حاصل ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اس لیے اگر تم وہ گوہر نایاب حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحر توحید میں ڈوب کر فنا ہو جاؤ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے لیے صبر و انتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم میں ان دونوں کے برداشت کرنے کی قابلیت پیدا ہو جائے گی تو پھر وہ گوہر نایاب بھی تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میرے لیے کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچو چنانچہ یہ ایک

برس تک حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے گندھک بیچتے رہے اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو اس بات کی اجازت دے دی۔ چونکہ حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے گورنری کا بلند مرتبہ عہدہ چھوڑ کر درویشی لائن اختیار کی تھی اس لیے حضرتجنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے مزاج سے گورنری کی بو نکالنے اور مزاج میں عجز و انکساری پیدا کرنے کی غرض سے آپ کے ذمے یہ کام لگا دیا کہ اب ایک سال تک ہر روز لوگوں سے بھیک مانگ کر لایا کریں۔

چنانچہ یہ ہر روز حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق بھیک مانگنے کے لیے نکل پڑتے اور جو کچھ بھی سارے دن میں اکٹھا ہوتا وہ لا کر فقیروں او رمسکینوں میں بانٹ دیتے اور خود بھوکے رہتے۔ بھیک مانگنے کے دوران ان کو بڑی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ سب لوگ آپ کو بخوبی جانتے تھے کہ یہ نہاوند کے گورنر رہ چکے ہیں اور یہ حاجت مند نہیں ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کو کچھ دینے سے گریز کرتے مگر پھر بھی اس قدر دشواری کے باوجود کچھ نہ کچھ مانگ کر لے ہی آتے اس تنگی کی شکایت حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے کی تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اب تو تمہیں اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ دنیا والوں کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اس لیے اب کبھی دنیا کی طرف دل نہ لگانا۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ تم چونکہ نہاوند کے گورنر رہ چکے ہو اور اس دوران تم نے کئی لوگوں سے زیادتی بھی کی ہو گی اس لیے تم ہر شخص سے جا کر معافی مانگو چنانچہ یہ ہر ایک شخص کے پاس جا کر معافی مانگتے رہے مگر ایک شخص وہاں پر موجود نہیں تھا تو اس کے عوض میں ایک لاکھ درہم خیرات کر دیئے مگر اس کے باوجود ان کے دل میں خلش سی باقی رہ گئی اور پھر جب حضرت جنید بغدادی

رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے دل میں اب بھی جاہ وجلال کی محبت باقی ہے۔ اس لیے ایک برس تک مزید بھیک مانگو چنانچہ مرشد کے حکم کے مطابق ہر روز بھیک مانگنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے جو کچھ بھی سارے دن میں اکٹھا ہوتا وہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لا کر فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے اور خود بھوکے رہتے۔ پھر جب ایک سال گزر گیا تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ لیہ نے فرمایا کہ اب تو میری صحبت میں رہ سکتے ہو لیکن اس کے لیے میری ایک یہ شرط ہے کہ تم فقراء کی خدمت گزاری کرتے رہو۔ چنانچہ یہ ایک برس تک فقراء کی خدمت میں لگے رہے۔ اس کے بعد حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا'' اے ابوبکر شبلی! اب بتاؤ کہ تمہارا نفس کس مرتبہ پر ہے؟ کہا' اب میں اپنے آپ کو سب لوگوں سے ادنی درجہ پر پاتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہوگئی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے سلوک وعرفان کی منازل طے کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند مرتبہ سے نوازا پھر ان کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا کہ انہوں نے وعظ کہنا شروع کر دیا اور اپنے خطاب کی شعلہ بیانی کے دوران لوگوں کے سامنے حقیقت کے اسرار ورموز بھی آشکارہ کرنا شروع کر دیئے تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن چیزوں کو ہم نے زمین میں دفن کر رکھا تھا تم انہیں عوام الناس کے سامنے کھلے عام بیان کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں جس حقیقت کو بیان کرتا ہوں وہ لوگوں کے اذہان سے بلند تر ہے اس لیے کہ میرا کلام حق کی طرف سے ہوتا ہے اور حق کی طرف ہی لوٹ جاتا ہے اور اس وقت شبلی کا وجود درمیان میں نہیں ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' تمہارا یہ کہنا درست ہے مگر پھر بھی تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم اس قسم کی باتیں بیان کرو۔

ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اپنے گھر میں بیٹھی کنگھی

کر رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ وجد کی حالت میں آپ کے گھر میں جا گھسے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی زوجہ نے ان کو اچانک گھر میں گھستے ہوئے دیکھا تو فوراً پردہ کرنا چاہا حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' کوئی ضرورت نہیں اسے ہوش ہی نہیں ہے وہ تمہیں جانتے ہی نہیں ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے حالت وجد میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

عودونی الوصال والوصال عذب
ورمونی یا لصدو الصد صعب
زعمو حین عاتبوا ان جرمنی
فرط حبی هم وما ذاك ذنب
لا وحسن الخصوع عند المتلاقی
ماجزاء من یحب الا یحب

''وصال کا عادی بنا لیا ہے اور وہ بہت شیریں ہے اور مجھے ہجر میں مبتلا کیا گیا اور وہ بہت سخت ہے۔ عتاب میں آ کر کہتے ہیں کہ میرا گناہ۔ جوش محبت ہی ہے مگر یہ تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں سنا تو اپنا سر ہلانے لگے اور فرمایا' اے ابو بکر! یہی ہے۔ حضرت ابو بکر رحمتہ اللہ علیہ یہ سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو رونے لگے۔ اس پر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ اب تم پردہ کر لو اس لیے کہ یہ اب ہوش میں آ گئے ہیں۔

ایک دن پھر اس طرح ان کو وجد کی حالت میں بے چین دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اگر تم اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو سونپ دو تو تمہیں سکون کی دولت حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سکون تو مجھے صرف اسی وقت

ہی مل سکتا ہے کہ جب اللہ میرے کام مجھ پر چھوڑ دے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ سنا تو فرمایا کہ شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔

غلام خلیل کی مخالفت پسپا ہو گئی: خلیفہ بغداد کا یہ درباری غلام خلیل جب اپنے منصوبے میں ناکام ہو گیا اور اس کے دل میں حسد کی آگ مزید بھڑک اٹھی اور وہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا شدید مخالف ہو گیا اسے اس بات کا دکھ تھا کہ یہ تمام اولیاء کرام خلیفہ کے دربار سے زندہ بچ کر واپس چلے گئے چنانچہ اس نے نت نئی چالیں چلنا شروع کر دیں چونکہ اس کے خلیفہ کے ساتھ بہت زیادہ روابط تھے اس نے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ دیا ہوا تھا جیسے کہ اس زمانہ میں بھی بعض صوفی اور مولانا قسم کے افراد دنیا دار وقت کے حکمرانوں کے جوتے چاٹتے رہتے ہیں اور طرح طرح کے غلط فتوے دے کر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے بھرتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح غلام خلیل بھی لباس تصوف میں امراء و خلفاء کے دربار میں پہنچتا اور خاصان خدا کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا

اس غلام خلیل نے یہ چال چلی کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو رسوا کرنے کی خاطر آپ کے ایک مقرب خاص حضرت ابوالحسن سمنون رحمتہ اللہ علیہ پر وار کیا واقعہ کے مطابق ہوا یہ کہ ایک عورت حضرت سمنون رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت سمنون نے صاف انکار کر دیا پھر وہ عورت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ آپ حضرت سمنون کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھے قبول فرمالیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اس عورت کی بات سن کر اس پر بہت سخت ناراض ہوئے اور اسے اپنے دروازے سے ہٹا دیا۔ اس کے بعد وہ عورت غلام الخلیل کے پاس جا پہنچی اور دونوں نے مل کر ایک منصوبہ تیار کیا عورت نے تہمت لگائی کہ سمنون نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے۔

غلام الخلیل اس عورت کو لے کر خلیفہ وقت کے دربار میں گیا اور خود ہی تمام

واقعہ من گھڑت کر کے خوب مرچ مصالحہ لگا کر خلیفہ وقت کو سنایا۔ خلیفہ بھی کچے کانوں کا تھا۔ غلام الخلیل نے حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کے قتل کے احکامات لے لیے۔ چنانچہ حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا گیا۔ جب جلاد کو بلا لیا گیا اور اس نے ضابطہ کے موافق حکم چاہا تو خلیفہ کی زبان بند ہو گئی۔ خلیفہ کے منہ سے قتل کے حکم کے الفاظ زبان سے ادا ہونے ہی نہ پاتے تھے خلیفہ نے بڑا زور لگایا لیکن اس کے زبان سے قتل کے احکام کی ادائیگی نہ ہوتی تھی اور خلیفہ کچھ حکم نہ دے سکا۔ اس پر خلیفہ نے کہا کہ حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کو کل دربار میں دوبارہ پیش کیا جائے۔ رات کے وقت جب خلیفہ سویا تو اس کو ایک ندا سنائی دی کہ کوئی اسے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کو قتل کرا دیا تو یہ تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہو گا۔ صبح سویرے جب خلیفہ اٹھا تو اس نے حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا اور اپنی غلطی کی معافی چاہی پھر بڑے عزت و احترام کے ساتھ ان کو دربار سے رخصت کیا۔ اس طرح حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے ہم عصر اولیاء کرام کے مخالف غلام الخلیل کا یہ منصوبہ بھی فیل ہو گیا۔

حضرت جنید بغدادی اور ابو رویم: ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ حاضرین مجلس کے سامنے وعظ فرما رہے تھے کہ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ مریدین کو قصے سنانے سے کیا نفع ان کو ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا' اصل میں قصے تو اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مریدین کے قلوب تقویت حاصل کرتے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا کہ اس بات کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''ہم تم سے انبیاء کے تمام قصے بیان کریں گے جس سے تمہارے دل کو تقویت عطا کریں گے۔''

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ ابو عمرو زجاج رحمتہ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کیا۔

ان دنوں بغداد شریف میں مشہور بزرگ حضرت ابو رویم رحمتہ اللہ علیہ کی بھی بہت شہرت تھی۔ حضرت ابو عمرو زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو بہت اشتیاق تھا کہ وہ ابو رویم رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کریں اور ان کی زیارت کا شرف حاصل کریں مگر چونکہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے مہمان تھے اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر حضرت ابو رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کی غرض سے جائیں۔ انہوں نے بہت دنوں تک حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں قیام کیا مگر ان کو موقع نہ ملا کہ اجازت حاصل کر سکتے۔ جب اس طرح بہت دن گزر گئے تو حضرت ابو عمرو زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ جب بھی کبھی ایسا کوئی موقع ملتا ہے تو حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ خود ہی ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی بات ہی نہیں ہو سکتی تھی۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے اس رویہ کے متعلق انہوں نے بہت سوچ بچار کی کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں مگر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آسکی۔ آخر ایک دن حضرت ابو عمرو زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے ہمت کر ہی لی۔ یہ دوپہر کا وقت تھا اور حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ قیلولہ فرمانے کا ارادہ کر رہے تھے اتفاق سے اس وقت وہاں پر اور کوئی بھی موجود نہ تھا۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ بڑے مودبانہ انداز میں گویا ہوئے یا شیخ جنید! میں آپ سے اجازت کا طلب گار ہوں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی بات کو ٹالتے ہوئے فرمایا' مجھے معلوم ہے۔ چند دن صبر کرو۔ اس موضوع پر پھر کبھی بات ہو جائے گی۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے اس وقت تو خاموشی اختیار کر لی مگر اگلے دن پھر وہی بات کر دی کہا' حضور! کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے کیا بات کرنا چاہتا ہوں؟ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' تم نے کل اور اس سے پیشتر بھی اسی موضوع پر بات کرنا چاہی تھی مگر کر نہیں سکتے تھے تمہارے لیے میرے پاس آج پھر وہی جواب ہے کہ ابھی صبر کرو اور اپنے آپ کو پریشانی میں نہ ڈالو نہ ہی مجھے پریشان کرو۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی بات سن کر حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے پھر خاموشی اختیار کر لی مگر دل میں اب یہ جستجو پیدا ہو گئی کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ بات کو ٹال کیوں دیتے ہیں چنانچہ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ پھر عرض پرداز ہوئے' حضور! مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ آپ مجھے بات مکمل کیوں نہیں کرنے دیتے؟ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' سبحان اللہ! میں نے تمہیں یا کسی کو بھی کہیں آنے جانے سے کبھی روکا ہے؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' شیخ! بات یہ ہے کہ میں ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی غرض سے جانا چاہتا ہوں مگر صرف یہ سوچ کر نہیں جاتا کہ کہیں آپ میری اس حرکت سے خفا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ مجھے یہاں کے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ملاقالت کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا' ذرا پھر سے کہنا کہ مجھے کیا پسند نہیں ہے؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ کوئی ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علہ سے ملاقات کرے اور خاص طور پر وہ لوگ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے بھی کچھ دنوں کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔ ان دنوں میں انہوں نے کئی بار پھر اجازت لینے کی کوشش کی مگر پھر اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ اجازت مرحمت نہیں فرمائیں گے۔

ایک روز حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ بازار سے گزر رہے تھے کہ راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی انہوں نے ان سے پوچھا! ابو عمرو! کیا تم نے ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر لی ہے؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا نہیں' ابھی نہیں یہ سعادت حاصل نہیں کر سکا۔ بزرگ نے کہا' آپ کو ضرور ان سے ملاقات کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ جیسے پیر زمانہ اور زمانہ میں

یگانہ شخصیت کا ملنا بہت محال ہے، یہ بات سن کر حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کے اشتیاق میں مزید اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اسی لمحہ یہ فیصلہ کر لیا کہ اب تو ضرور حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کریں گے اور اس بارے میں حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ سے اجازت بھی نہیں مانگیں گے۔

بزرگ نے ان کو سوچ میں پڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا، ابو عمرو! کس سوچ میں پڑ گئے؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا، میں اس شش و پنج میں پڑا ہوا ہوں کہ میں وہاں پر جاؤں کیسے؟ کیونکہ میں حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں قیام پذیر ہوں اور حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ان کی صحبت میں رہنے والا کوئی شخص حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرے۔ بزرگ نے مسکراتے ہوئے کہا، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا، نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو بتائے بغیر ہی حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کے لیے چلا جاؤں گا اور اگر بعد میں حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو پتہ چل بھی گیا تو کوئی حرج نہیں۔

بزرگ نے ان سے کہا کہ جناب! اس بارے میں خوب اچھی طرح سوچ بچار کر لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اس فیصلہ سے آپ کے لیے کوئی مشکل پیدا ہو جائے۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ چنانچہ یہ اسی وقت حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے کی غرض سے ان کے آستانہ کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں دور دراز سے آئے ہوئے کئی صوفی حضرات بھی موجود تھے اور گفتگو سماعت کرنے لگے۔ اس وقت حضرت محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ حاضرین مجلس کے سوالوں کے جوابات دینے میں مشغول تھے ایک کے بعد دوسرا شخص کھڑا ہو کر آپ سے سوال کرتا اور آپ ہر ایک کو تسلی بخش جواب دیئے جاتے تھے۔ اسی دوران مجمع میں سے ایک

شخص اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا' شیخ اگر میں چاہوں تو میں آپ سے بہت سے سوالات کر سکتا ہوں مگر مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کچھ تھکے ہوئے سے ہیں کیا میں آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ کی ایسی حالت کیوں ہے؟ اور آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے فوری طور پر جوابدیا کہ تم اس شخص کی طبیعت اور حال کے بارے میں کیا پوچھتے ہو جس کا دین اس کی تمنا ہو۔ جس کی ہمت اس کی دنیا ہو۔ ایسا شخص نہ تو خوش قسمت پرہیزگار ہو سکتا ہے اور نہ عابد و زاہد اور نہ نیک خصلت۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو یہ آواز بہت مسحور کن محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر کلام فرما رہے تھے کہ میں تو ابتداء سے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں کہ معرفت ہی اصل چیز ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ ''ہم نے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے'' پھر حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ حضرت زجاج رحمت اللہ علیہ پر پڑی تو ان کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا' انسانوں میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہو جاتی ہے۔ ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک تو وہ ہیں کہ جس کو شاید وحید کہا جاتا ہے اور ہی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب پر ہیبت طاری رہتی ہے۔ دوسری وہ ہیں کہ جس کو شاید وعدو کہا جاتا ہے اور یہ وہ ہیں جو ہمیشہ عالم غیوبت میں رہتے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے بے چینی سے پوچھا کہ تیسرے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا' تیسرے وہ ہیں جن کو شاید حق کہا جاتا ہے اور یہ وہ ہیں کہ جو ہر وقت خوش اور اپنے حال میں محو رہتے ہیں۔

ایک دم اپنے کلام کا سلسلہ روکتے ہوئے حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' اے زجاج! یہاں کس لیے آئے ہو؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' یا شیخ! آپ سے ملاقات کی غرض سے آیا ہوں۔ انہوں نے فرمایا' کیا اس مقصد کے لیے اجازت حاصل کر لی تھی؟ یہ سن کر

حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ شرمندہ سے ہوئے اور کہا' جس طرح میزبان کے کچھ آداب ہیں اسی طرح مہمان پر بھی کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور انسان ہونے کی حیثیت سے ان کی پابندی کرنا اس کے لیے لازم ہے' انہوں نے فرمایا کہ میں نے کب یہ کہا ہے کہ تم ان کی پابندی نہ کرو میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک درویش دوسرے درویش کو تیسرے درویش کی ملاقات سے روکنا کیوں چاہتا ہے۔

حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ' حضور! میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں اس کا جواب تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ہی دے سکتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا' ہاں یہ بات تو درست ہے کہ میرے اس سوال کا جواب جنید رحمتہ اللہ علیہ ہی دیں گے اور وہ اس بارے میں وضاحت فرمائیں گے۔ میں ان سے اس بارے میں ضرور پوچھوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مجلس برخاست ہوگئی تو حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور فرمایا تم تو بہت دنوں سے اس شہر میں قیام پذیر ہو۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' بلاشبہ آپ درست فرماتے ہیں لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اب مجھ سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کریں کیونکہ اس سے مجھے شرمندگی ہوگی۔

حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور دوسری باتیں کرتے ہوئے فرمایا' اے ابو عمرو! پروردگار کی نعمتوں میں قول اور فعل بہت بڑی نعمت ہے اور جسے یہ دونوں نعمتیں عطا ہو جائیں وہ بڑا خوش بخت ہوتا ہے اور یہ نیکی کی بات ہے۔ اگر انسان سے قول کو سلب کر لیا جائے اور فعل کو رہنے دیا جائے تو یہ انسان کے لیے نعمت شمار ہوگی لیکن اگر معاملہ اس کے الٹ ہو یعنی فعل کو سلب کر لا جائے اور قول کو باقی رہنے دیا جائے تو یہ انسان کے لیے بڑی مصیبت کی بات ہوگی۔

حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ بڑی انہماک اور توجہ کے ساتھ حضرت شیخ ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ کی گفتگو سن رہے تھے' پوچھنے لگے' حضور! اگر قول و فعل دونوں کو سلب

کر لیا جائے تو پھر؟ انہوں نے فرمایا' بدقسمتی سے اگر ایسا ہو جائے تو پھر سمجھ لینا چاہیے کہ اس انسان کے لیے یہی ہلاکت ہے۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی گفتگو سن کر بڑا سرور محسوس ہو رہا تھا چنانچہ کہنے لگا' حضور! کچھ مزید ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا' اے ابوعمرو! آج میں تمہیں بہت ہی ضروری باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ روزِ قیامت تمام انسانوں کو پل صراط پر سے گزارا جائے گا تو وہاں پر دوسروں کے مقابلے میں صوفیاء کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا' حضور وہ کیوں! صوفیاء تو عام انسانوں کی نسبت زیادہ پرہیز گار اور اللہ تعالیٰ کے تابع ہوتے ہیں پھر ان کو مشکل کا سامنا کیوں کرنا پڑے گا؟ حضرت ابومحمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' وہ اس لیے کہ دوسرے لوگوں سے تو ظاہری شریعت کے مطابق پوچھ گچھ ہو گی جبکہ صوفیاء سے باطن کے مطابق پوچھ گچھ کی جائے گی۔

حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' حضور! میں ایک مسافر ہوں مجھے آپ آداب سفر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ ارشاد فرمایا سفر کے آداب کے ضمن میں پہلی شرط یہ ہے کہ کسی طرح کا خطرہ مسافر کی راہ میں رکاوٹ نہ ہو اور دل کو آرام پہنچانے کی غرض سے کہیں قیام بھی نہیں کرنا چاہیے' اس بات کو یاد رکھو کہ قلب نے جس جگہ بھی آرام کیا بس وہی اس کی منزل ٹھہری۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضور! آپ کے نزدیک تصوف کی اساس کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا' میرے نزدیک تصوف کی بنیاد یہ ہے کہ اپنا تعلق فقراء سے رکھے عجز و انکساری کے جذبہ سے سرشار ہو کر ثابت قدم رہے اور بخشش و عطا پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اور اعمال صالحہ کرتا رہے اسی کا نام تصوف ہے۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' توحید کا مطلب کیا ہے؟

حضرت ابومحمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو جانے کا نام توحید ہے۔ پھر فرمایا' اے زجاج! عارف کا دل ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر ساعت تجلیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا' اے ابوعمرو! یاد رکھو

اللہ تعالیٰ کی قربت جس چیز کا نام ہے اگر اس کے بارے میں جاننا چاہو تو یہ دیکھو کہ قلب میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی کچھ ہے کہ نہیں اور جب تمہیں یہ محسوس ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے نفرت محسوس ہو رہی ہے تو پھر سمجھ لو کہ تمہیں قربت الٰہی حاصل ہوگئی۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو اس گفتگو سے بڑی حلاوت محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت ابومحمد رویم رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو اعتراض تھا تو پھر تم کیوں یہاں آئے؟ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں اصل بات یہ ہے کہ جب میں بغداد میں آیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب میں واپس جاؤں گا تو لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ اے زجاج! تم بغداد گئے اور وہاں پر اتنی مدت تک قیام بھی کیا' بہت سے صوفیاء کرام سے ملاقات بھی کی اور ان سے شرف نیاز حاصل کی مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے مشہور صوفی بزرگ حضرت ابومحمد رویم رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی یا نہیں اور جب لوگ مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھیں گے تو میں ان کو کیا جواب دوں گا۔

یہ سن کر حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اگر تم چاہو تو تھوڑی دیر کے لیے مزید یہاں رک جاؤ۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ اس پیشکش پر بہت خوش ہوئے اور فوراً وہاں پر ٹھہر جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ ان کو حجرے میں چھوڑ کر اندر تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ کو بھی اندر بلوا لیا۔ اس کمرے کا منظر دیکھ کر حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔ جیسے ہی یہ اندر داخل ہوئے تو ان کو دیکھتے ہی انہوں نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' اے زجاج میں نے سوچا کہ تم نے میری جلوت تو دیکھ ہی لی ہے اب میری خلوت بھی دیکھ لو۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک چھوٹی سی بچی حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور اس سے توحید کے موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا' اے زجاج ! تمہارے شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہے کہ میں نے یہ کیا ڈھنگ اختیار کیا ہوا ہے اور میں یہ شغل چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان کی خدمت میں حاضری بھی نہیں دیتا۔ اے زجاج ! اب تم ہی بتاؤ کہ میرے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے۔ یہ بچے میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے کچھ نہ کچھ پوچھتے ہیں میں ان کو جوابات دیتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان کو زیادہ سے زیادہ معلومات پہنچاؤں میں ان بچوں کو علم توحید کا سبق دیتا ہوں اور اپنے اس کام کو میں بہت ضروری اور لازمی سمجھتا ہوں۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ بالکل درست فرماتے ہیں۔

پھر جب حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ ان سے رخصت ہو کر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی کسی نے حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کو یہ خبر پہنچا دی تھی کہ زجاج رحمتہ اللہ علیہ اس وقت حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس موجود ہیں چنانچہ یہ جب حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا' تمہارے چہرے سے معلوم ہو رہا ہے کہ تم نے شیخ رویم رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر لی ہے۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا' جی ہاں' میں ان سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا' تم نے انہیں کیسا پایا؟ کہا' حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ تو بڑے عظیم المرتبت بزرگ ہیں۔ ان کی گفتگو سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم نے مجھے خوش کر دیا۔ میں اپنے دل میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر تم نے رویم سے ملاقات کی اور ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہ وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر لوگوں سے کلام کرتے ہیں اور اگر تم ان کی ظاہر حالت پر ان کی شخصیت کو پرکھنے لگے تو پھر یقیناً اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم ان سے بدظن ہو جاؤ گے اور تمہارے دل میں ان کی جو عزت موجود ہے وہ بھی جاتی رہے گی بس اسی خطرے کے پیش نظر میں تمہیں ان کے پاس جانے نہیں

دینا چاہتا تھا۔ حضرت زجاج رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' آپ یہ کیا میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' میں نے تمہارے بارے میں جو بھی کچھ سوچا تھا وہ بشریت کے تقاضے کے عین مطابق تھا اور اگر تم اس طرح سوچ لیتے تو اپنی نیکیوں کے ذخیرہ کو برباد کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم نے انہیں خوب اچھی طرح سمجھا واقعی وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔

اقوال حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات انسان کے لئے مشعل راہ ہیں جنہیں پڑھ کر آسانی سے ہر کوئی حقیقت و معرفت سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ آپ کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

☆ صدیق وہ ہے جس کا صدق افعال' اقوال اور احوال ہمیشہ قائم رہیں۔
☆ فرمایا کہ میرے نزدیک نیک خو فاسق کی صحبت بدخو عابد سے بہتر ہے۔
☆ فرمایا کہ اہل ہمت اپنی ہمت کی وجہ سے سب پر فوقیت حاصل کر لیتے ہیں۔
☆ فرمایا کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت ہے۔
☆ فرمایا کہ قرآن و حدیث کی اتباع کرتے رہو اور جو ان کا متبع نہ ہو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو۔
☆ فرمایا کہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے۔
☆ فرمایا خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر لینے کا نام تصوف ہے۔
☆ فرمایا اخلاص کدورتوں سے عمل کو صاف رکھنے کا نام ہے۔
☆ فرمایا کہ بندہ وہی ہے جو خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے۔
☆ فرمایا کہ حیا ایک ایسی نعمت ہے جو معاصی کی نگرانی سے پیدا ہوتی ہے۔
☆ فرمایا کہ جہنم میں جلنے سے زیادہ خدا سے غافل رہنا سخت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے تعلق رکھنے والے پر محبت کو حرام کر دیا ہے۔

☆ تمام توہمات سے دل کا خالی رکھنا فقر ہے۔

☆ بہت افضل ہے وہ بندہ جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی قرب الٰہی حاصل ہوا ہو۔

☆ اس وقت تک آزادی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ عبودیت پوری نہ ہو۔

☆ صادق وہ ہے کہ جب اس کو دیکھو تو ویسا ہی پاؤ جیسا کہ سنا تھا۔

☆ جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کی وہ کبھی بھی شاد نہیں رہ سکتا۔

☆ کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ تک اس کی توفیق کے بغیر نہیں پہنچا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء واتباع ہے۔

☆ ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھو کہ جو تیرے ساتھ نیکی کرے اور بھلا دے۔

☆ توبہ کے تین معنی ہیں پہلے ندامت پھر عزم ترک اور آخر ظلم و خصومت سے باز رہنا۔

☆ مرد کو مردانہ خصلت اختیار کرنی چاہیے مشتبہات اور وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

☆ جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالے اور جو کچھ تیرے پاس ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے۔

☆ دل اس وقت خوش رہتا ہے جس وقت اللہ تعالیٰ دل میں جلوہ گر ہو۔

☆ اے جماعت فقراء! تم عارف بحق ہونے کی وجہ سے ممتاز ہو اور یہی شان تمہاری عزت کا باعث ہے تو تمہیں لازم ہے کہ تم اپنی خلوتوں میں ہوشیار رہو۔

☆ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ترک دنیا اختیار کر، نفس کے خلاف کر، اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو جائے گی۔

☆ تصوف کو عام لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں اس لیے اس علم کو عام لوگوں سے چھپانا ہی بہتر ہے۔

☆ فرمایا کہ مرید کا گناہ کبیرہ سے بے خوف ہو جانا داخل فریب ہے اور کفر سے خائف نہ ہونا واصل کا منکر ہے۔

☆ فرمایا کہ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل ورع تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادت الٰہی اس طرح کرنی چاہیے کہ خدا کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے۔

☆ فرمایا کہ ابلیس کو عبادت کے بعد بھی مشاہدہ حاصل نہ ہو سکا لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے ذلت کے باوجود مشاہدے کو قائم رکھا۔

☆ فرمایا کہ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے۔ فرمایا کہ خدا کے بھید خدا کے دوستوں کے قلب میں محفوظ رہتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ رضا نام ہے اپنے اختیارات کو معدوم کر کے مصائب کو نعمت تصور کرنے کا۔ فرمایا کہ توبہ نام ہے عزم راسخ کے ساتھ ظلم و گناہ اور خصومت ترک کر دینے کا۔

☆ فرمایا کہ روز ازل اللہ تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرما کر ارواح کو ایسا مست کر دیا کہ دنیا میں بھی حالت سماع کے وقت اس کیفیت کے احساس سے مست ہو جاتی ہیں۔

☆ فرمایا کہ مرید وہ ہے جو اپنے علم کا نگران رہے اور مراد وہ ہے جس کو اعانت الٰہی حاصل ہو، کیونکہ مرید تو دوڑنے والا ہوتا ہے اور مراد اڑنے والا اور دوڑنے والا کبھی اڑنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ ترک دنیا سے عقبیٰ مل جاتی ہے۔

☆ فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لیے نگرانی نفس سے زیادہ دشوار کوئی کام نہیں۔ فرمایا کہ اشغال دنیاوی ترک کر دینے کا نام عبودیت ہے اور زہد کی انتہا افلاس ہے۔

☆ فرمایا کہ توحید خدا کو جاننے کا نام ہے اور انتہائے توحید یہ ہے کہ جس حد تک بھی

توحید کا علم ہو اس کو یہی تصور کرے کہ توحید اس سے بھی بالاتر ہے۔

☆ فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔خود اللہ تعالیٰ کو شناخت کرنا۔ دوم معرفت تصریف یہ کہ اللہ اس کو پہچانے ،اور خدا کے ساتھ مشغولیت کا نام معرفت ہے۔

☆ فرمایا کہ قدرت کا مشاہدہ کرنے والا سانس تک نہیں لے سکتا، اور عظمت کا مشاہدہ کرنے والا حیرت زدہ رہتا ہے اور عیبت کا مشاہدہ کرنے والا سانس لینے کو کفر تصور کرتا ہے۔

☆ فرمایا کہ حلال سے حرام کی جانب متوجہ ہونا اہل دنیا کی لغزش ہے اور فنا سے بقا کی طرف رجوع کرنا زہاد کی لغزش ہے۔

☆ فرمایا یقین نام ہے علم کا قلب میں اس طرح جاگزیں ہو جانے کا جس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے اور یقین کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ترک تکبر کر کے دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔

☆ دس برس تک دل نے میرا تحفظ کیا اور دس برس تک میں نے اس کی حفاظت کی مگر اب یہ کیفیت ہے کہ نہ مجھے دل کا حال معلوم ہے نہ دلکو میرا۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے دو علم چاہتا ہے ایک یہ کہ وہ اپنی عبودیت کو جانیں دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو پہچانیں۔

☆ جب وقت گزر جاتا ہے تو پھر اس کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اس لیے وقت سے زیادہ قیمتی چیز دوسری نہیں۔

☆ فرمایا شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ شے دوسرے کے حوالے کر کے احسان نہ جتائے۔

☆ فرمایا مخلوق سے خالق کی جانب رجوع ہونے قرآن و سنت کی اتباع کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا نام تصوف ہے۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام مدارج صرف فاقہ کشی، ترک دنیا اور شب بیداری سے حاصل ہوئے۔

☆ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث۔

☆ فرمایا کہ فی اللہ (اللہ کی خاطر) دو محبت رکھنے والے اگر ایک دوسرے سے حجاب یا حیا کریں تو کسی میں روگ ضرور ہوتا ہے۔

☆ آپ صائم الدہر تھے لیکن مہمان کی آمد پر روزہ نہ رکھتے اور فرماتے کہ مسلمان بھائیوں کی موافقت بھی فضل روزہ سے کم نہیں۔

☆ فرمایا کہ جس نے قرآن مجید کو نہیں پڑھا اور حدیث شریف کو یاد نہیں کیا، اور ان دونوں کے معانی نہیں سمجھتا اس کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔

☆ فرمایا چار باتیں ایسی ہیں، اگر آدمی میں موجود ہوں تو گو وہ علم و عمل میں ناقص ہو پھر بھی وہ اعلیٰ مدارج تک پہنچ جاتا ہے۔علم، تواضع، سخاوت اور حسن خلق اور ایمان کی تکمیل حسنِ خلق ہی سے ہوتی ہے۔

☆ فرمایا رضا نام ہے اپنے اختیارات کو معدوم کر کے مصائب کو نعمت تصور کرنے کا توبہ نام ہے عزم راسخ کے ساتھ ظلم و گناہ اور خصومت ترک کرنے کا۔اپنی تعظیم کرانے کے لیے کرامات ظاہر کرنا فریب کاری ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر کسی شخص کو دیکھو جو ہوا میں چارزانو بیٹھا ہو تو بھی اس کی اقتداء نہ کرو جب تک امر ونہی کے موقعہ پر اس کا عمل نہ دیکھ لو، پس اگر تم اس کو اوامر ونواہی پر کاربند دیکھو تو اس کی اتباع کرو، ورنہ نہیں، اس سے اجتناب کرو۔

☆ فرمایا کہ فنائیت کے بغیر بقا حاصل نہیں ہوسکتی۔اپنی تعظیم کرانے کے لیے کرامات کا ظہور فریب ہے۔

☆ فرمایا کہ تواضع نام ہے سر جھکا کر رکھنے اور زمین پر سونے کا مہمان نوازی نوافل سے بہتر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار کو جو وجود بخشتا ہے تو وہ اپنی مشیت کو ان پر جس

طرح چاہتا ہے طاری کرتا ہے۔

☆ نفس کی خواہش کے خلاف چلنے سے اس کا درد' علاج اور اس کی تکلیف راحت میں بدل جاتی ہے۔

☆ توحید یہ ہے کہ تو یہ بات مان لے اور اقرار کر لے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے یکتا ہے نہ اس کا کوئی ثانی ہے اور نہ کوئی چیز اس جیسے افعال کر سکتی ہے۔

☆ مصائب عارفین کا چراغ' مریدین کی بیداری' مومن کی اصلاح اور غافلین کے لیے ہلاکت ہیں مومن مصائب پر صبر کیے بغیر ایمان کی حلاوت کو نہیں پا سکتا۔

☆ محبت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو محبت کسی عوض پر ہو اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب عوض اٹھ جائے۔

☆ علماء کا تمام علم دو حرفوں میں محدود ہے عقیدے کی درستگی اور خدمت میں صرف حق کا لحاظ کرنا۔

☆ فرمایا کہ صنعت الٰہی سے عبرت حاصل نہ کرنے والی آنکھ کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے اور جو زبان خدا کے ذکر سے عاری ہو اس کا گونگا ہونا ہی بہتر ہے اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرا ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مردہ ہو جانا افضل ہے۔

☆ فرمایا کہ فکر کی کئی قسمیں ہیں (۱) حصول معرفت کے لیے آیات قرآن میں فکر کرنا۔ (۲) حصول محبت کے لیے نفس پر اللہ کے احسانات کے متعلق فکر کرنا (۳) حصول ہیبت کے لیے اللہ کے مواعید پر فکر کرنا (۴) حصول حیا کی خاطر اللہ کے انعامات پر غور کرنا۔

☆ فرمایا کہ وسواس شیطانی سے نفس کے وساوس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وسواس شیطانی تو حول سے دور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔

☆ فرمایا کہ اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابلِ قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کر ڈالے۔

☆ جس وقت حضرت رویمؒ نے آپ سے ماہیت تصوف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ماہیت تصوف کی جستجو کے بجائے اپنی ذات میں تصوف تلاش کرو، کیونکہ صوفی وہی ہے، جس کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو۔

☆ فرمایا کہ جو درویش خدا کی رضا پر راضی ہے وہ سب سے برتر ہے اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جو احسان کر کے بھول جاتے ہیں اور تمام لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہیں۔

☆ جو یہ چاہتا ہے کہ وصل جمیل کے ساتھ اپنے کو منظم و اکرام بنائے اسے چاہیے کہ وہ اپنے نفس کی مخالفت کرے اس لیے کہ پہاڑ کا ناخن سے کھود ڈالنا اس سے آسان ہے کہ نفس کی مخالفت کرے۔

☆ محبت ایک ایسی حالت ہے جو انسان اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے یہ اپنی پوشیدہ حالت اور ابہام سے پر ہوتی ہے کہ اظہار و بیان میں نہیں آسکتی اور یہ پوشیدہ حالت ایک عبادت گزار بندے کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننے میں مدد دیتی ہے۔

☆ اے عمل کرنے والے علماء! اپنے عمل کی زکوٰۃ دیا کرو دو سو مسائل میں سے جو تم نے سیکھے ہیں کم از کم پانچ مسائل پر تو عمل کرو اور دو سو احادیث مبارکہ میں سے کم از کم پانچ احادیث پر تو عمل کرو۔

☆ صوفی کا دنیا میں کسی چیز سے تعلق نہیں ہوتا سوائے ان دیکھی دنیا کے اور جب اس کی زبان کھول دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے بولنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ کلام کرتا ہے ورنہ وہ خاموش ہی رہتا ہے۔

☆ کسی کو اس کے مقدر سے زیادہ رزق حاصل نہیں ہو سکتا نہ کسب کرنے سے رزق حاصل ہوتا ہے اور نہ تدبیروں ہی سے اس میں زیادتی کی جا سکتی ہے.

بہت زیادہ لالچ کرنے سے بھی رزق میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے رزق کو بھی روز اول ہی سے تقسیم فرما دیا ہے۔

☆ توحید کا اقرار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ظاہر و باطن میں بیک وقت نافذ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں سے امید و خوف کے جذبات کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے اور یہ سب کچھ نتیجہ ہو انسان کے اس تصور کا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ پر انسان اس کے ساتھ موجود ہے اس کے علاوہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جب وہ پکارتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ مرید کو احکام شریعیہ کے سوا کچھ نہ سننا چاہیے اور مرید کے لیے دنیا تلخ ہوتی ہے اور معرفت شیریں۔ فرمایا کہ زمین کو صوفیائے کرام سے ایسی ہی آراستگی حاصل ہے جیسے آسمان کو ستاروں سے۔

☆ فرمایا کہ وجد کو مٹا کر غرق ہونے کا نام مشاہدہ ہے کیونکہ وجد حیات عطا کرتا ہے اور مشاہدہ فنائیت اور مشاہدہ عبودیت کو فنا کر کے جانب ربوبیت جاتا ہے اور کسی شے کی حقیقت دانی کا علم کا نام بھی مشاہدہ ہے۔

☆ فرمایا کہ خطرے کی چار قسمیں ہیں۔ اول خطرۂ حق جس سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ دوم خطرہ ملائکہ جس سے عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ سوم خطرہ نفس جس سے دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چہارم خطرۂ ابلیس جس سے بغض و عناد جنم لیتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اگر محبت کا تعلق کسی شے سے قائم ہوتا اس شے کی فنائیت سے محبت بھی فنا ہو جاتی ہے اور محبت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خود کو فنا نہ کر لے اور اہل محبت کے اکثر اقوال لوگوں کو کفر معلوم ہوتے ہیں۔

☆ جو درویش اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے وہ سب سے برتر ہے اور ایسے لوگوں کی محبت اختیار کرنی چاہیے جو احسان کر کے بھول جاتے ہیں اور تمام لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہیں۔

☆ فرمایا کہ بندہ صادق دن میں چالیس حالتیں تبدیل کرتا ہے لیکن ریاکار چالیس برس بھی ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے اور بندہ صادق وہی ہے جو نہ تو دست طلب دراز کرے اور نہ جھگڑے۔

☆ فرمایا کہ حجابات کی چھ قسمیں ہیں تین عام بندوں کے لیے۔ اول نفس ، دوم مخلوق سوم دنیا اور تین خاص بندوں کے لیے، اول عبادت، دوم اجر، سوم کرامات پر اظہار فخر۔

☆ پھر فرمایا کہ توحید نام ہے خود کو فنا کر کے اللہ میں ضم ہو جانے اور عجز کے ساتھ حصول نعمت کا اور محبت کا مفہوم یہ ہے کہ محبوب کے تمام اوصاف محبّ میں موجود ہوں جیسا کہ حضور اکرم ارشاد ہے کہ " جب میں اس کو محبوب بناؤں گا تو اس کی سماعت و بصارت بن جاؤں گا۔

☆ فرمایا کہ توکل انتہائے صبر کا نام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے کہ " وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور صبر کی تعریف یہ ہے کہ جو مخلوق سے دور کر کے خالق کے قریب کر دے، اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے ایسے بن جاؤ جیسے روز ازل میں تھے۔

☆ فرمایا کہ مراقبہ نام ہے تباہی پر افسوس کرنے کا اور مراقبہ کی تعریف یہ ہے کہ غائب کا انتظار رہے اور حیا حاضر سے ندامت کا نام ہے اور ذکرِ الٰہی سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہزار رسالہ عبادت سے بدتر ہے۔ کیونکہ ایک لمحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کی ہزار رسالہ عبادت ملیامیٹ نہیں کر سکتی ہے۔

☆ فرمایا کہ جو بندگی کا مفہوم اس وقت معلوم ہوتا ہے جب بندہ خدا کو ہر شے کا مالک تصور کرتے ہوئے یہ باور کر لے کہ ہر شے اسی کے وجود سے قائم ہے اور سب کو وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ پاکیزہ تر ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

☆ جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ "کلام وہ ہے جو قلب سے ہو" تو میں نے تیس برس کی نمازوں کا اعادہ کیا اس کے بعد تیس برس تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آجاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا اور اگر آخرت کا خیال آجاتا تو سجدہ سہو کرتا۔

☆ فرمایا کہ خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر فنا کر لینے کا نام تصوف ہے اور آپ کے ایک ارادت مند کا قول یہ ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کو ختم کر کے خدا کو پالے فرمایا کہ عارف سے تمام حجابات ختم کر دیے جاتے ہیں اور عارف رموز خداوندی سے آگاہ رہتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جاہ وحشم معدوم کر دینے کا نام انس ہے فرمایا کہ فکر کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ اول حصول معرفت کے لیے آیات قرآن میں فکر کرنا، دوم حصول محبت کے لیے نفس پر خدا کے احسانات کے متعلق فکر کرنا، سوم حصول ہیبت کے لیے خدا کے مواعید پر فکر کرنا۔ چہارم حصول حیا کی خاطر خدا کے انعامات پر غور کرنا۔

☆ پھر فرمایا کہ حقیقت ایک ایسا مقام ہے جہاں اہل مراقبہ اس شے کے منتظر رہتے ہیں جس کے وقوع سے وہ خوفزدہ ہوں جب کہ ان کا یہ اضطراب ایسا ہی لغو ہوتا ہے جیسے کوئی رات میں شب خون کا انتظار کرتے ہوئے رات بھر جاگتا رہے پھر فرمایا کہ صادق کی صفت صدق ہے اور صادق وہی ہے جو سدا ایک حال میں رہے اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال وافعال مبنی برصدق ہوں۔

☆ فرمایا کہ تصوف کا ماخذ اصطفا ہے۔ اس لیے صرف برگزیدہ ہستی ہی کو صوفی کہا جاتا ہے اور صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمٰعیل سے تسلیم کا درس اور حضرت داؤد سے غم کا درس اور حضرت ایوب سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰ سے شوق کا درس اور حضور اکرمؐ سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔

☆ فرمایا کہ بہت افضل ہے وہ بندہ جس کو ایک لمحہ کے لیے بھی قرب الٰہی حاصل ہوا ہو فرمایا کہ بندے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول حق کا بندہ۔ دوم حقیقت کا بندہ، لیکن حق کا بندہ اس لیے افضل ہوتا ہے کہ اس کو اعوذ برضاك ومن سخطك کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

☆ فرمایا کہ قلب مومن دن میں ستر مرتبہ گردش کرتا ہے لیکن قلب کا فر ستر برس میں بھی ایک مرتبہ گردش نہیں کرتا۔ آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے کہ اے اللہ روز محشر مجھ کو اندھا کر کے اٹھانا اس لیے کہ جس کو تیرا دیدار نصیب نہ ہوا اس کا نابینا ہی رہنا اس لیے اولیٰ ہے کہ وہ کسی دوسری شے کو بھی نہ دیکھ سکے۔

☆ فرمایا کہ جس کی حیات روح پر موقوف ہو وہ روح نکلتے ہی مرجاتا ہے اور جس کی حیات کا دارومدار خدا پر ہو وہ کبھی نہیں مرتا، بلکہ طبعی زندگی سے حقیقی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی معرفت چاہے ایک ولی اللہ کو حاصل ہو یا عام آدمی کو اس کی نوعیت ایک ہی ہوتی ہے البتہ اس کے درجات میں فرق اور امتیاز ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ولی کا علم عام آدمی سے زیادہ گہرا اور عمیق ہوتا ہے مگر ذات حق کا مکمل علم کسی صورت میں ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے لیکن انسانی عقل اس کا کامل احاطہ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اپنی فطرت کے اعتبار سے محدود ہے۔

☆ بہترین اور عمدہ مجلس، مجلس غور و فکر ہے جو توحید کے میدان میں انجام دی جائے اور محبت کے سمندر سے محبت کے جام پینا بہترین شراب اور معرفت کی معطر ہواؤں سے لطف اندوز ہونا سب ہواؤں سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر حسن کی امید رکھنا عمدگی میں بے مثال ہے، وہ دل کیسا بہترین ہے جو ان مجالس کا شناسا ہے اور اسے خوشخبری ہو جو محبت کے ان لذیذ ترین جاموں سے کام و

دہن کی تواضع کرتا ہے۔

☆ تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے یعنی آٹھ پیغمبران عظام کی اقتداء سے صوفی صوفی بنتا ہے۔

۱- سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حاصل کرے وہ یہ تھی کہ محبوب کی رضا میں اپنے لخت جگر کو فدا کر دیا۔

۲- حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اقتداء میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر اس درجہ راضی ہو کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے۔

۳- صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی اقتداء میں کہ اگر کیڑوں کے ساتھ بھی امتحان ہو تو خوشی کے ساتھ برداشت کرے اور غیرت رحمانی پر صبر سے کام لے۔

۴- اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کے مطابق اقتداء کرے جو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ "تم لوگوں سے تین دن تک نہ بول سکو گے مگر اشارہ سے" تو صوفی کو بھی اس اشارہ کی اقتداء کرنا ہوتی ہے۔

۵- غربت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اقتداء کرے کہ وہ اپنے وطن میں اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے اور رشتہ دار عزیز و اقارب میں رہ کر سب سے بیگانہ تھے۔

۶- لباس صوف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرے کہ آپ کا لباس ہمیشہ پشمینہ کا رہتا تھا۔

۷- سیاحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کرے کہ آپ اپنے سفر میں اس قدر مجرد تھے کہ سوائے ایک پیالہ اور کنگھی کے کچھ بھی ہمراہ نہ رکھا حتیٰ کہ آپ نے جب ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے پانی پی رہا ہے تو اپنے پیالہ کو بھی پھینک دیا اور جب ایک شخص کو دیکھا کہ بالوں میں انگلیوں سے خلال کر کے کنگھی کا کام لے رہا ہے تو کنگھی کو بھی پھینک دیا۔

۸- فقر میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام

زمین کے خزانوں کی کنجی حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی اور ارشاد فرمایا اے محبوب! اپنی جان پر محنت و مشقت نہ ڈالیے اور خزانوں سے جس قدر چاہیے خرچ فرما کر اپنی شان کو دوبالا فرمائیے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے اللہ! میں یہ نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں اور یہ اصول معاملہ تصوف میں بہترین خصلت ہے۔

وصال مبارک: حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ جب بڑھاپے کی عمر میں پہنچ گئے تو طبیعت علیل رہنا شروع ہو گئی اور آپ کو محسوس ہو گیا کہ اب اس دنیا کو خیر باد کہنے کا وقت قریب آ گیا۔ آخر رجب کے مہینے میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے کہا جاتا ہے کہ وصال سے قبل آپ نے اپنے مریدوں اور عقید تمندوں سے کہا کہ مجھے وضو کراؤ۔

یہاں تک کہ وضو آپ کو کرایا گیا، وضو کراتے وقت لوگ انگلیوں میں خلال کرنا بھول گئے جب آپ نے یاد دلایا تو لوگوں نے خلال بھی کرایا اس کے بعد آپ سجدہ میں جا کر زار و قطار رونے لگے، لوگوں نے کہا کہ اے ہمارے طریقت کے سردار! باوجود اس قدر طاعت و بندگی کے جو آپ آگے بھیج چکے ہیں یہ سجدہ کا کون سا وقت ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنید اس وقت سے زیادہ محتاج کسی وقت میں نہ تھا۔ پھر آپ نے قرآن شریف کی تلاوت فرمائی تو ایک مرید نے کہا کہ حضور! آپ قرآن شریف پڑھتے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے اس سے بہتر وقت اور کون سا ہو گا کہ عنقریب میرا نامہ اعمال تہہ کر دیا جائے گا اور میں اپنی ستر سالہ عبادت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جو ہوا میں ایک باریک سے تار میں لٹک رہی ہے اور ایک تند و تیز ہوا سے ہل رہی ہے میں نہیں جانتا کہ یہ ہوا وصلیت کی ہے یا قطعیت کی، اور ایک طرف مجھے پل صراط نظر آ رہا ہے اور دوسری جانب ملک الموت کو دیکھ رہا ہوں اور ایسے قاضی کو جس کی صفت عدل کرنا ہے وہ توجہ

نہیں کرتا اور راستہ میرے سامنے ہے میں نہیں جانتا کہ مجھے کس راستہ سے لے جایا جائے گا۔ پھر آپ نے قرآن شریف ختم فرمایا اور سورۂ بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضور اللہ، اللہ کا ورد کیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے کیوں یاد دلاتے ہو، میں نے اسے فراموش تو نہیں کیا ہے؟ پھر آپ نے حق تعالیٰ کی تسبیح کو انگلیوں کے پوروں پر پڑھنا شروع کیا۔ جب انگشت شہادت پر پہنچے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' اور آنکھیں بند فرمالیں اور واصل من اللہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،، یہ 27 رجب کا دن تھا۔

وصال کے بعد آپ کو غسل دیا گیا اور جب غسل دینے والوں نے آپ کی آنکھوں پر پانی ڈالنا چاہا تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اپنے ہاتھوں کو ہمارے دوست کی آنکھوں پر نہ رکھو۔ کیونکہ ایسی آنکھیں جو ہمارے نام کے ذکر سے بند ہوئی ہوں وہ بغیر ہمارے دیدار کے نہ کھلیں گی، پھر لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی انگلیاں کھولنی چاہیں لیکن نہ کھول سکے اور آواز آئی کہ جو انگلیاں ہمارے نام کی تسبیح سے بند ہوں وہ بلا ہمارے حکم کے نہ کھل سکیں گی۔

غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد جب آپ کے جنازۂ مبارکہ کو اٹھایا گیا تو ایک سفید کبوتر آیا اور جنازہ کے ایک کونے پر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اس کو اڑانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اڑا، اور جواب دیا کہ مجھے اور اپنے آپ کو رنج نہ دو کیونکہ میرے پنجے میں عشق سے جنازہ کے کنارے پر گڑے ہوئے ہیں، آج جنازہ کو اٹھانے کی تکلیف نہ کرو کیونکہ آج آپ کا قالب فرشتوں کے حصہ میں ہے اگر تم شور وغوغا نہ کرتے تو آپ کا جسم سفید باز کی طرح ہوا میں اُڑتا ہوتا آخر آپ کو بغداد کے مشہور قبرستان شونیزیہ میں آپ کے مرشد کے قریب دفن کر دیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۲۷ رجب المرجب بروز جمعہ ۲۹۸ھ کو ہوا یہ عہد المقتدر باللہ کا تھا۔

خلفائے کرام: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار جلیل القدر خلفاء ہیں جنہوں نے آپ کے سلسلہ کو فروغ دیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) حضرت شیخ ابو بکر شبلی (۲) حضرت منصور ابرار جو انا الحق کہنے کے سبب دار پر چڑھائے گئے (۳) حضرت شاہ محمد بن اسود دینوری (۴) حضرت شاہ اسمٰعیل العزیز رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

واقعہ بعد وصال: آپ کے وصال کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا' اس کے حضور میری کوئی عبادت میرے کام نہ آسکی سوائے ان دو رکعت نماز کے جو میں نصف شب کیوقت پڑھا کرتا تھا اور میری بخشش صرف اور صرف اس کی رحمت اور کرم کی بدولت ہوئی۔ ایک اور بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا' آپ نے قبر میں منکر نکیر کو کیا جواب دیا' ارشاد فرمایا' جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے مسکرا کر جواب دیا' جب میں روزِ اول احکم الحاکمین کو یہ جواب دے چکا ہوں کہ تو ہی میرا رب ہے تو پھر میرے لیے غلاموں کو جواب دینا کیا مشکل ہے۔ میرا جواب سن کر نکیرین یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ اس پر ابھی تک محبت الٰہی کے خمار کا اثر موجود ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند آپ کے وصال کے بعد بھی آپ سے اسی طرح حیا رکھتے تھے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ کے مرید خاص حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ ایک دن آپ کے مزار پر حاضری کے لیے آئے تو کسی نے ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد پاک کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا' میں صاحب مزار کیسامنے کسی مسئلہ کا جواب دینے میں شرمندگی محسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے مرشد کے وصال کے بعد بھی آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ سے رکھتا تھا۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر شبلی مقتدائے اولیاء صاحب اسرار مستغرق در بحر بے کنار مخزن معرفت و حقیقت تھے آپ کا نام نامی جعفر اور والد کا نام یونس تھا آپ کی کنیت ابوبکر ہے اور لقب آپ کا مجدد تھا آپ کو شبلی اس لئے کیا جاتا ہے کہ آپ موضع شبلہ کے رہنے والے تھے

ولادت: آپ کی ولادت ۲۴۷ھ مطابق ۸۶۱ء بمقام سامرہ بغداد میں ہوئی اور وہیں پر آپ کی نشوونما ہوئی۔

تحصیل علم دین: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک علم فقہ و حدیث پڑھا یہاں تک کہ علم کا دریا میرے سینے میں موجزن ہو گیا۔ پھر میں معلمان طریقت کی خدمت مبارکہ میں گیا اور ان سے کہا کہ مجھے علم الہٰی کی تعلیم دو؟ مگر کوئی شخص بھی نہ جانتا تھا بلکہ انہوں نے کہا کہ کسی چیز کا نشان کسی چیز سے ملتا ہے لیکن غیب کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔ میں اس کی بات سن کر حیران رہ گیا اور کہا کہ آپ لوگ تو خود اندھیری رات میں ہیں اور الحمد للہ کہ میں صبح روشن میں ہوں۔ پھر میں نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک کے مقلد تھے اور موطا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو زبانی یاد تھی۔ طبقات سلمی میں ہے کہ آپ کے والد خراسانی تھے لیکن آپ کی نشوونما بغداد میں ہوئی۔

بیعت و خلافت: آپ مرید و خلیفہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ہیں۔ عبادت ومجاہدات ومکاشفات میں آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے اور آپ کے نکات وعبادات اور رموز واشارات وریاضات وکرامات احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ جتنے بھی مشائخ آپ کے زمانے میں تھے، آپ نے ان کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں رہے، آپ نے علوم طریقت کو بدرجہ کمال حاصل فرمایا چونکہ آپ کی زبان سے ایسے اسرار ورموز کا اظہار ہونے لگا۔ جو لوگوں کی عقلوں سے بہت بلند و بالا ہوتے، جس کی وجہ سے ناواقف لوگ آپ کو دیوانہ بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی ابتدا میں نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اور سرداروں کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کر کے رخصت کرنے والا تھا۔ اس وقت ایک امیر کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو بر طرف کر دیا۔ اس وقت آپ کو یہ تنبیہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کر کے ایسی سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نہ جانے کیا سزا ہوگی۔ اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے آ کر عرض کیا کہ تو مخلوق ہو کر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ کوئی تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جبکہ تیری خلعت کے مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ لہٰذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا فرمائی ہے۔ میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کثیف کر دوں۔ یہ کہہ کر دربار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نساج کی وساطت سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچ گئے اور ان سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے۔ لہٰذا آپ یا تو اس کو میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے دے دیں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے کیونکہ تمہارے اندر قوت خرید نہیں ہے اور اگر مفت دے دوں تو تم اس کی قدر و قیمت نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ بلا محنت کے حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

علم میں وسعت: حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ صاحب علم وفضل اور برگزیدہ بزرگ تھے جامعہ منصور میں آپ کا حلقہ درس مشہور فقیہ ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس کے بالکل ہی پاس تھا۔ ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ یہ شکایت رہتی تھی کہ وہ درس دے رہے ہوتے اور جب حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنا وعظ شروع کرتے تو ان کا حلقہ منتشر ہو جاتا اور لوگ اٹھ کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں چلے جاتے۔ اس صورت پر ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ بہت آگ بگولا ہوتے۔ ایک دن انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم مبلغ ہونے کا راز فاش کریں چنانچہ اپنے ایک شاگرد کے ذریعہ سے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے حیض کے مسئلہ پر ایک سوال کروایا۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایسی پرمغز تقریر کی کہ جس میں آپ نے علماء کرام کے اقوال اور اختلافات کے بارے میں ذکر کیا۔ آپ کا وعظ سن کر ابوعمران رحمۃ اللہ علیہ حیران رہ گئے اور اسی وقت اٹھ کر آپ کے پاس گئے اور آپ کے سر پر بوسہ دے کر کہا۔ اے شبلی! آپ سے مجھے اس مسئلہ میں دس ایسے اقوال کے بارے میں علم ہوا ہے جو میں اس سے قبل نہیں جانتا تھا اور جو اقوال آپ نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے مجھے صرف تین اقوال کے بارے میں معلوم تھا۔

روحانی تربیت کا نرالا انداز: جب حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے نہاوند کی گورنری چھوڑ کر درویشی کا راستہ اختیار کیا تو سیدھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس بات کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چونکہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے گورنری کا عہدہ چھوڑ کر درویشی کا راستہ اپنایا تھا اس لیے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزاج سے گورنری کی بُو نکالنے اور طبیعت میں عجز و انکساری پیدا کرنے کی غرض سے آپ کے ذمہ یہ کام لگا دیا کہ آپ روز لوگوں سے بھیک مانگ کر لایا کریں۔ چنانچہ مرشد کے فرمان کے مطابق حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہر روز بھیک مانگنے کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور سارے دن میں جو کچھ بھی اکٹھا ہوتا وہ

لا کر فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے اور خود بھوکے رہتے' بھیک مانگنے کے دوران آپ کو بڑی تنگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کیونکہ آپ کو شہر کے سب لوگ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نہاوند کے گورنر رہ چکے ہیں اور وہ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ آپ حاجت مند نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ کو کچھ دینے کے معاملہ میں لوگ گریز کرتے مگر پھر بھی اس قدر مشکل کے باوجود آپ کچھ نہ کچھ مانگ کر لے ہی آتے۔ جب اس کام کو ایک مدت گزر گئی تو ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا' اے ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اب بتاؤ کہ تمہارا نفس کس مرتبہ پر ہے؟ جواب دیا' اب میں اپنے آپ کو تمام لوگوں سے ادنیٰ درجہ پر پاتا ہوں۔

اللہ کا بھید ظاہر کرنے کا انجام: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب منصور حلاج کو تختہ دار پر چڑھایا گیا تو میں نے اس شب ساری رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی اور پھر صبح صادق کے وقت سے پہلے اپنا سر سجدے میں رکھ کر عرض کی۔ اے اللہ! یہ منصور حلاج بھی تیرا بندہ مومن' موحد اور اولیاء اللہ میں سے تھا پھر اس سے کون سی ایسی خطا سرزد ہو گئی کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا؟ اسی اثناء میں مجھے نیند آ گئی۔ جب میں سویا تو میرے کانوں میں غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس پر ہم نے اپنے بھیدوں میں سے ایک بھید ظاہر کیا۔ لیکن اس نے اس کو فاش کر دیا اس لیے ہم نے اس پر وہ نازل کیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

وجدانی کیفیت کا اثر: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ اس مجلس میں بہت سے لوگ آپ کی طرف متوجہ تھے۔ ان میں سے ایک درویش نے آپ سے کہا کہ آپ لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے صرف اللہ اللہ ہی کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز سے ایک مرتبہ پھر اللہ کہا اور اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ درپیش رہتا ہے کہ اگر میں لا کہوں اور (اس لا پر یعنی نہیں پر) میری جان نکل جائے۔ آپ کا یہ

فرمانا تھا کہ وہ درویش خوف سے کانپنے لگا اور اسی وقت اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس درویش کے عزیز و اقارب کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو قاتل ٹھہرا کر خلیفہ کے دربار میں پیش کر دیا اس وقت آپ پر وجدانی کیفیت طاری تھی اور جب دربار میں حاضر ہونے کے بعد آپ کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس درویش کی جان تو اللہ تعالیٰ کے عشق سے خارج ہو کر پہلے ہی بقائے جلال باری تعالیٰ میں فنا ہونے والی تھی اور اس کی روح دنیا کے دھندوں سے تعلق ختم کر چکی تھی۔ اس لیے میری بات کے سننے کی اس میں طاقت ہی نہ رہی اور برق مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح مرغ لبسمل کی مانند پرواز کر گئی اس لیے اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خلیفہ بڑے انہاک سے حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس سے رہا نہ گیا کہنے لگا کہ آپ کو باہر لے جاؤ اس لیے کہ اگر میں کچھ دیر مزید ان کی باتیں سنتا رہوں گا تو میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔

دربار رسالت میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام: حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر لوگ دیوانہ اور مجنوں کہتے تھے جب کہ آپ اس کے بالکل برعکس تھے۔ آپ نہایت عاقل اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے وقت کے مشہور عالم دین حضرت ابوبکر مجاہد کے پاس تشریف لائے۔ جناب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ آپ کو اپنے قریب بٹھایا۔ اس وقت بہت سے علماء کرام جناب ابوبکر مجاہد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جناب ابوبکر مجاہد سے کہا کہ آپ شبلی کے لیے اٹھ کر کیوں کھڑے ہوئے اور ان کی اس قدر تعظیم کیوں کی؟ جب کہ اہل بغداد تو ان کی مجنوں اور دیوانہ کہتے ہیں۔ جناب ابوبکر مجاہد نے جواب دیا کہ میں نے اپنی طرف سے ہی تو اس طرح نہیں کیا۔ میں نے تو وہ کیا ہے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے آج رات کو

خواب میں دیکھا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تشریف لائے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا پھر ان کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ شبلی کے ساتھ یہ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ کون سی ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے شبلی اس قدر تعظیم کا اہل ہو گیا؟'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت مبارکہ پڑھتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبۃ : ۱۲۸)

اور پھر اس کے بعد درود پاک پڑھتا ہے۔

خلیفہ کے سامنے دروغ گوئی: خلیفہ بغداد کا ایک خاص مقرب درباری اولیاء اللہ کا سخت مخالف تھا اور اس مخالفت میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اس درباری نے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر خلیفہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! بغداد شہر میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو رقص و سرور کا دلدادہ ہے اور لوگ بھی ان میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ یہ گروہ غیر شرعی حرکات اور باتیں کرتا ہے ان کی وجہ سے عام لوگ اسلام سے روگردانی اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ مجھے ان زندیقوں کو ختم کرنے کا اختیار دیں تو میں ان کے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دوں۔ خلیفہ بغداد نے اس کی بات سن کر ان اولیائے کرام کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ چنانچہ خلیفہ کے دربار میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رقام رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر بہت سے اولیاء کرام بھی حاضر ہوئے۔

خلیفہ بغداد نے ان سب کی طرف دیکھا اور ان تمام کو قتل کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ جلاد فوری طور پر خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں تلوار سونت کر آگے بڑھا اور اس نے سب سے پہلے حضرت رقام رحمۃ اللہ علیہ کی گردن اڑانا چاہی مگر حضرت ابوالحسن نوری

رحمۃ اللہ علیہ فوری طور پر آگے بڑھے اور اپنی گردن پیش کر دی۔ اپنے آپ کو ہنستے اور مسکراتے ہوئے موت کے حوالے ہوتا ہوا دیکھ کر تمام درباری آپ کی اس جرات پر دنگ رہ گئے۔ لوگ کہنے لگے اے اللہ کے بندے! تلوار تو کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا کرتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا' میرا تصوف کا طریقہ تو ایثار اور قربانی کرنا ہی ہے اور یہی میری زندگی کی عزیز ترین شے ہے' میں اپنی زندگی کے چند لمحات اپنے بھائی پر قربان کرنا چاہتا ہوں حالانکہ میں اس زندگی کو آخرت کے ہزار سال سے زیادہ قیمتی خیال کرتا ہوں۔

خلیفہ وقت یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے یہ گفتگو سن کر جلاد کو روک دیا اور کہا کہ ان کو قتل نہ کرو میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں علماء وقت سے فتویٰ حاصل کرلوں۔ چنانچہ خلیفہ نے قاضی شہر کو طلب کیا اور اس سے مشورہ مانگا۔ قاضی نے کہا کہ ان سب میں سے کامل علوم حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جب کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ تو دیوانہ مزاج ہیں۔ ان سے کیا شرعی مسئلہ پوچھوں' چنانچہ قاضی نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ حضرت! بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ دی جائے گی؟ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ ساڑھے بیس دینار۔ قاضی کہنے لگا کہ اس بارے میں کوئی شرعی دلیل بیان کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے آپ نے سب کے سب دے دیئے اور اپنے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ رکھا۔ اس لیے ہم صوفیاء حضرات جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع میں بیس کے بیس دینار دے دیں گے۔ قاضی نے پوچھا کہ پھر آدھا دینار زائد کیسا؟ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' یہ آدھا دینار اس بات کا کفارہ ہے کہ اپنے پاس بیس دینار جمع کیوں کئے رکھے۔ قاضی وقت نے یہ سنا تو خلیفہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا اگر یہ لوگ ملحد اور زندیق ہیں تو پھر میرا فتویٰ یہ ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں کوئی بھی موحد نہیں ہے اور سب زندیق ہیں خلیفہ نے قاضی کا یہ فتویٰ سنا تو فوراً اپنے تخت سے نیچے اترا اور ان

تمام اولیاء کرام کی انتہائی عزت کرتا ہوا ادب کے ساتھ بولا۔ جناب! میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔ ان اولیاء کرام نے جواب دیا کہ ہم صرف آپ کو ایک ہی تکلیف دیں گے کہ آج کے بعد ہم سب کو اپنی مقبولیت سے دور ہی رکھیں اور پھر کبھی دربار میں طلب نہ کریں۔ خلیفہ بے اختیار رونے لگا اور معذرت کا خواستگار ہوا۔ پھر ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تمام اولیاء کرام کے ساتھ ان کو الوداع کہنے کی غرض سے کافی دور تک پیدل چلتا ہوا آیا۔

نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا: حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے مرید آپ کی خانقاہ میں حاضر رہتے۔ آپ ان سے مختلف طریقوں سے نفس کشی کراتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں چالیس مرید موجود تھے آپ ان کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق کا خود کفیل ہے اور فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ (الطلاق : ۳)

(جو پرہیز گاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے گزر بسر کے ذریعے کھولتا اور وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اسے خیال بھی نہ تھا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہی اس کے لیے کافی ہے)

آپ کا ارشاد سن کر سب مریدوں نے توکل اختیار کر لیا اور نہایت تضرع کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح ان کو تین دن گزر گئے اور کھانے کو کچھ نہ ملا تیسرے دن شیخ شبلی پھر ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا دوستو! حق تعالیٰ نے سب کو بندوں کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۔ (الملک : ۱۵)

(وہی اللہ ہے جس نے زمین کو تمہارے سامنے عاجز و ذلیل بنا دیا پس

اس کے راستوں میں چلو اور اس کے رزق کو کھاؤ)

اس لیے اب مناسب ہے کہ تم میں سے ایک سب سے زیادہ نیک نیت شخص اس گوشہ غربت سے نکلے اور رزق تلاش کرے تا کہ اسے کھا کر تم کچھ قوت حاصل کرو۔ آپ کی ہدایت سن کر سب نے ایک شخص کو منتخب کیا اور اسے تلاش معاش کے لئے روانہ کیا۔ وہ بغداد کے سارے محلوں میں گھوما مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پہلے ہی تین دن کا بھوکا تھا۔ اس دوڑ دھوپ سے اور نڈھال ہو گیا اور ٹانگیں چلنے پھرنے سے جواب دے گئیں۔ قریب ہی ایک نصرانی طبیب کا مطب نظر آیا۔ مجبور ہو کر اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہاں بہت سے مریض جمع تھے اور حکیم صاحب باری باری ان کو دیکھ کر دوا تجویز کرتے جاتے تھے۔ جب بھیڑ کم ہوئی تو حکیم صاحب کی نظر اس خستہ حال درویش پر پڑی۔ اس کو اپنے پاس بلا کر نرمی سے پوچھا تمہیں کیا شکایت ہے؟ درویش شیخ شبلی کی صحبت میں رہ کر مانگنے کی عادت ترک کر چکا تھا وہ تو نہ کہہ سکا کہ روٹی کی تلاش میں ہوں، بے اختیاری میں اپنا ہاتھ طبیب کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے نبض دیکھی اور سمجھ گیا کہ یہ بیچارہ بھوک کا مریض ہے۔ اس سے کہا ذرا صبر کرو، تمہاری بیماری کا علاج ابھی ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ بازار جا کر ایک رطل روٹی، ایک رطل حلوا اور ایک رطل بھنا ہوا گوشت لاؤ۔ جب ملازم ساری چیزیں لے آیا تو طبیب نے انہیں درویش کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تمہارے مرض کا یہی علاج ہے۔ درویش نے کہا آپ کی تشخیص تو بالکل صحیح ہے لیکن میں تنہا اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں۔ ہم ایسے چالیس مریض ہیں۔ فراخ حوصلہ طبیب نے فوراً ملازم کو بھیج کر یہ تمام چیزیں چالیس چالیس رطل کی مقدار میں منگائیں اور ان سب کو ایک خوان میں لگا کر ایک مزدور کے سر پر لدوائیں اور کہا کہ یہ شخص جہاں لے جائے ان چیزوں کو ساتھ لے جا کر پہنچا دے۔ چنانچہ وہ درویش اللہ تعالیٰ کی تحمید کرتا ہوا ان نعمتوں کو لیے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خانقاہ میں پہنچا جہاں وہ سب شیخ شبلی کے ہمراہ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ شیخ نے یہ خوانِ نعمت دیکھا تو فرمایا اس کھانے کا عجیب بھید ہے۔ پھر اس مرید سے سارا واقعہ سنا

اور فرمایا دوستو! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ایک نصرانی کا کھانا کھاؤ اور اس کا کچھ معاوضہ ادا نہ کرو۔ سب نے عرض کیا کہ اے شیخ اس کا معاوضہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے حق میں دعائے خیر کرو: اسی وقت سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اس نصرانی طبیب کے لیے ہدایت اور خیر و برکت کی دعا کرنے لگے۔ حسنِ اتفاق دیکھیے کہ وہ نصرانی طبیب بھی بھوک کے ان چالیس مریضوں کو دیکھنے کے لیے ان درویش کے پیچھے چلا آیا تھا۔ ان لوگوں کا توکل دیکھا تو بیحد متاثر ہوا۔ جب انہوں نے اس کے حق میں سچے دل کے ساتھ دعائے خیر کرنا شروع کی تو وہ بیتاب ہو گیا اور فوراً خانقاہ کے دروازے پر جا کر دستک دینے لگا۔ جب دروازہ کھلا تو دوڑ کر شیخ شبلی کے قدموں پر جا گرا اور مشرف باسلام ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اس طرح اس کو اپنی نیکی کا معاوضہ ہدایت کی صورت میں مل گیا۔

صدقہ دینے کی بنا پر بخشش ہوگئی: حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گاؤں جانے کی نیت سے روانہ ہوا۔ راستے میں مجھے ایک نوجوان دیکھائی دیا جس کا جسم نہایت لاغر اور گرد آلود تھا بال بکھرے ہوئے تھے۔ جب کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا وہ نوجوان صحرا میں بیٹھا ہوا دو قبروں کے درمیان کی مٹی میں اپنے گالوں کو مل رہا تھا۔ بار بار آسمان کی طرف بھی دیکھتا جاتا تھا اور اپنے ہونٹ ہلاتا تھا۔ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر' استغفار اور دعا میں اس قدر مشغول تھا کہ اس کو اور کوئی شغل اللہ تعالیٰ کی تسبیح' تقدیس' تمحید' تمجید' اور تعظیم سے باز نہ رکھ سکتا تھا۔ میں نے جب اس جوان کی یہ حالت دیکھی تو میرے دل نے اس کی طرف رغبت کی اور اس کے ملنے پر خوشی محسوس کی۔ میں اپنی راہ سے ہٹ کر اس کے طرف گیا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگنے لگا میں بھی اس کے پیچھے بھاگا کہ شاید میں اس کو پکڑلوں مگر ایسا نہ ہو سکا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دوست! مجھ پر مہربانی کرو۔ اس نے کہا' اللہ کی قسم! میں ہرگز نہیں کروں گا۔ میں نے کہا' اللہ کے

واسطے ٹھہر جاؤ۔ اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا نہیں اور زبان سے کہا' اللہ میں نے کہا اگر تیرا قول سچا ہے تو اپنی سچائی جو اللہ کے ساتھ ہے دکھا دے۔ اس نے اسی لمحے چلا کر اللہ اللہ اللہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے نزدیک جا کر اسے ہلا کر دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ میں فکر مند ہوا اور اس کی حالت اور صدق سے حیران ہوا اور دل میں کہا اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے۔ پھر میں نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھی اور اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کے ارادہ سے عرب کے ایک قبیلہ کی طرف گیا۔ جب میں وہاں سے واپس آیا تو وہ وہاں سے غائب تھا۔ میں نے اسے کافی تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ چلا نہ ہی اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان مجھ سے غائب ہو گیا مجھ سے پہلے اس کا سامان کرنے والا کون آ گیا جو اس کو اٹھا کر لے گیا۔ اسی اثناء میں میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا' اے شبلی! تو اس جوان کی فکر سے بچ گیا اس کا کام فرشتوں نے کیا تو اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ زیادہ کیا کر کیونکہ یہ جوان بھی اس رتبہ پر ایک دن کے صدقہ سے پہنچا ہے جو اس نے تمام عمر میں ایک بار کیا تھا۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا' میں اللہ تعالیٰ کے لیے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ صدقہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگا' اے شبلی! یہ شخص اپنی اوائل عمری میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان' فاسق' گناہ گار' اور زانی تھا۔ ایک مرتبہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خواب دکھائی دیا جس سے وہ گھبرایا اور پریشان ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا ذکر اژدہا بن گیا ہے اور اس کے منہ کے چاروں طرف گھیرا لگا کر بیٹھ گیا ہے۔ پھر اس اژدھے کے منہ سے شعلے نکل کر اس کے منہ میں جانے لگے اور وہ شخص جل کر کوئلہ ہو گیا۔ یہ خواب دیکھ کر وہ لرز اٹھا اور خوفزدہ ہو گیا۔ تمام دنیاوی تعلقات ختم کر کے بھاگ اٹھا اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اسے دنیا کے دھندے چھوڑے ہوئے آج بارہ برس ہو گئے اور وہ اسی طرح آہ و زاری اور خشوع و خضوع میں خوف کی حالت میں مصروف تھا۔ کل ایک سائل اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے ایک روز کی

خوراک کا سوال کیا۔ اس نے اپنے کپڑے اتارے اور اسے دے دیئے سائل بہت خوش ہوا اور ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس صدقہ کی برکت سے جس سے فقیر کا دل خوش ہوا تھا اس کے دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ وہ دعا جو سائل صدقہ سے خوش ہو کر کرے اسے غنیمت سمجھو۔

حضرت شبلی کا نظریہ صدق: حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے اپنے بیٹے کے غم سے نڈھال ہو کر بڑی بے قراری کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ اپنے سر کے تمام بال کاٹ دیئے اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی داڑھی میں چونا مل لیا جس کی وجہ سے داڑھی کے تمام بال جھڑ گئے۔ بغداد کے باسیوں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو ان کو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حرکت نہایت ناگوار محسوس ہوئی۔ چنانچہ آپ کی اس حرکت کی وجہ سے کوئی بھی آپ کے پاس لڑکے کی تعزیت کے لیے نہیں گیا۔ آپ کے دوستوں میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! آپ نے یہ کیا حرکت فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا 'موافقت' پوچھا گیا کہ وضاحت سے بیان فرمائیں تا کہ حقیقت سے آگاہی ہو۔ ہمیں آپ کے جواب سے تسلی نہیں ہوئی۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو کوئی دوسروں کو وعظ اور نصیحت کرتا ہے اور خود غافل ہوتا ہے وہ لعنت کا مستحق بنتا ہے۔ پس میں نے نہیں چاہا کہ لوگ میرے پاس تعزیت کے لیے آئیں اور دنیا کی رسم کے مطابق مجھے تسلیاں دیں۔ پھر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھیں حالانکہ ان کے دل اور وہ خود اللہ تعالیٰ سے غافل ہوں گے۔ قول و فعل میں تضاد ہونے کے باعث لعنت کے مستحق ہوں گے اور یقیناً اس کا سبب میں ہی بنوں گا۔ اس لیے یہ سوچ کر میں نے اپنی داڑھی کو صاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ہلاکت سے باز رکھا۔ اب تم خود ہی بتاؤ کہ میرا یہ کام صدق اور نیکی پر مبنی ہے یا نہیں اور کیا میں نے اپنی اس حرکت سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور احسان نہیں کیا۔

باطنی طہارت: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں جانے

کے لیے طہارت کر رہے تھے کہ غیب سے ایک ندا آئی اے شبلی! تو نے ظاہری طہارت تو کر لی مگر باطنی طہارت کہاں ہے؟ یہ آواز سن کر حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے اور اپنی تمام جائیداد اور مال و دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ ایک سال تک صرف ایک کپڑے میں رہے جس سے کہ نماز ادا ہو سکے۔ اس کے بعد آپ حضرت جنید بغداد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کہا اے ابوبکر شبلی! جو طہارت تم نے اختیار کی ہے وہ بہت مفید ہے اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ باطہارت ہی رکھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ تاوقت وصال کبھی بھی بغیر طہارت کے نہ رہے۔ جب وصال کا وقت انتہائی نزدیک آیا تو آپ کی طہارت جاتی رہی۔ آپ نے فوراً ایک مرید کو اشارہ کیا کہ مجھے طہارت کرا دو۔ جب مرید نے آپ کی طہارت کرائی تو ریش مبارک میں خلال کرنا بھول گیا۔ اس وقت آپ میں کلام فرمانے کی سکت نہ رہی تھی۔ اس لئے مرید کا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا تو اس نے خلال کیا۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی رات بغیر طہارت کے بسر نہیں کی اور اگر سہواً کبھی طہارت نہ رہی تو میرے باطن نے مجھے یاد دلا دیا۔

شدت محبت: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بازار میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کو کہنا شروع کیا کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے نزدیک دیوانہ ہوں اور تم میرے نزدیک ہوشیار ہو۔ میرا جنون شدت محبت محبوب سے ہے اور تمہاری صحت قوت غفلت سے۔ تو اللہ رب العزت میری دیوانگی زیادہ کرے تاکہ میرا تقرب قرب سے اقرب ہو اور تمہاری ہوشیاری زیادہ کرے تاکہ تمہارا بعد موجود بعد سے ابعد ہو جائے۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد غیرت کے تقاضہ کے مطابق تھا کہ یہ لوگ دوست اور دیوانہ میں تمیز نہیں کرتے اور انہیں اپنی غفلت کا احساس نہیں تو یہ آخرت میں بھی ایسے ہی بے حس ہوں گے۔

اللہ اللہ کہنے میں محویت: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمٰن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا' اے خراسانی! کیا تم نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی دوسرے کو اللہ اللہ کہتے سنا ہے جو اللہ کے سوا کچھ نہ کہتا ہو۔ عبدالرحمٰن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہم نے تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ حضرت عبدالرحمٰن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب آپ نے سنا تو بے ہوش ہو کر گر گئے جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا' جب تو اللہ کہے تو اس وقت بھی وہ اللہ ہے اور جب تو چپ رہے تو بھی وہ اللہ ہے۔ جب تو نے یا اللہ کہا تو تب بھی اللہ ہے تو نہیں جانتا کہ وہ اللہ کون ہے اور اللہ خود جانتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ غش کھا کر گر گئے۔

طریقہ مراقبہ: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر اس طرح مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے جسم کا ایک بال بھی نہیں ہل رہا تھا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت اس طرح کا مراقبہ آپ نے کہاں سے سیکھا'' آپ نے ارشادہ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک بلی کو دیکھا تھا جو کہ چوہے کے بل پر اس طرح تاک لگا کر بیٹھی ہوتی تھی کہ اس کے جسم کا ایک بال بھی نہیں ہلتا تھا جو لوگ اس وقت وہاں نزدیک تھے انہیں بھی اس کی خبر نہ تھی۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال گزرا کہ ایک بے عقل حیوان اپنے اعضاء کی خوراک کے لیے اس حضور دل کے ساتھ دم بخود ہے تو پھر انسان جو کہ عقل و معرفت بھی رکھتا ہے اور اس سے اولیٰ تر ہے اس بلی سے کم کیوں رہے۔

مال کی محبت کو ترک کر دیا: حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ تم بخیل ہو میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں بخیل نہیں ہوں۔ دل سے آواز آئی کہ تم ضرور بخیل ہو۔ اس کے بعد میں نے اس بات کی نیت کی کہ مجھے جو کچھ بھی پہلے ملے گا وہ میں اس فقیر کو دوں گا جو مجھے پہلے ملے گا۔ ابھی میں اپنے دل میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فلاں شخص (آپ نے اس کا نام لیا) پچاس دینار لے

کر میرے پاس آیا' میں وہ لے کر چل پڑا۔ راستے میں مجھے ایک فقیر ملا جو مادر زاد نابینا تھا اور حجام کے سامنے بیٹھ کر حجامت بنوا رہا تھا میں نے وہ دینار اس فقیر کو پیش کیے۔ فقیر کہنے لگا کہ حجام کو دے دو۔ میں نے کہا یہ دینار ہیں۔ فقیر نے اپنا سر اٹھا کر کہا کہ ہم نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم بخیل ہو۔ اس پر میں نے وہ دینار حجام کو دینا چاہے تو حجام کہنے لگا کہ یہ فقیر جس وقت اپنی حجامت بنوانے کے غرض سے میرے آگے بیٹھا تھا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس سے کچھ اجرت نہ لوں گا۔ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے وہ دینار ایک دریا میں پھینک دیئے۔ کہا اے دنیا کے مال! اللہ تمہارے ساتھ یہی کرے اور جو تجھے دوست رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا۔

اللہ کا عطا کردہ رزق: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ شدید بیمار ہو گئے۔ ایک حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا حضرت! پرہیز فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں کس چیز سے پرہیز کروں اس سے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے روزی میں مقدر فرما دیا ہے یا اس سے جو میرے مقدر میں ہی نہیں ہے۔ اگر تم اسے پرہیز کرنا چاہتے ہو جو میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے تو اس سے پرہیز کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اگر اس سے پرہیز کرانا چاہتے ہو جو میرے لیے روزی میں مقسوم ہی نہیں تو وہ مجھے پہلے ہی نہیں مل سکتی۔ حکیم صاحب نے حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب سنا تو خاموش ہو کر چلا گیا۔

باطنی سرمہ: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ایک شخص نے آپ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا یا حضرت! میرے پاس ایسا سرمہ ہے اسے میں آپ کی آنکھوں میں لگاتا ہوں۔ اس سے آپ کا آشوب چشم جاتا رہے گا اور آپ دنیا کو دیکھنے لگیں گے۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا' اے سرمہ فروش! تو میرے پاس آتا کہ میں تمہاری آنکھوں میں ایسا سرمہ لگاؤں جس سے تم اندھے ہو جاؤ اور سوائے حق تعالیٰ کے خلق کو نہ دیکھ سکو گے۔

جھوٹ پر مبنی علم نہ سیکھو: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم کے پاس گئے جو نحو کا علم جانتا تھا۔ آپ نے اس عالم سے علم نحو سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا چنانچہ استاد نے آپ سے کہا کہ کہیے "زید نے بکر کو مارا" حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، کیا واقعی حقیقت میں زید نے بکر کو مارا ہے؟ استاد نے جواب دیا۔ حقیقت میں ایسا تو نہیں ہے البتہ ایک مثال کے طور پر یہ جملہ بولا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں ہرگز ایسا علم نہیں سیکھنا چاہتا کہ جس کی ابتداء ہی جھوٹ پر مبنی ہو۔ چنانچہ آپ وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

اعتقاد کا امتحان: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا اور کہنے لگا کہ میں آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اس شرط کے ساتھ مرید کروں گا کہ اگر تم میرے پاس سچی ارادت کے ساتھ آئے ہو اور جو بھی حکم میں تمہیں دوں گا وہ تمہیں کرنا پڑے گا۔ اس شخص نے کہا کہ آپ جو بھی کہیں گے میں وہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میں اس طرح پڑھتا ہوں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم اس طرح پڑھو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ اپنا نام لیا۔ اس شخص نے فوراً اسی طرح پڑھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شبلی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ خادم ہے بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں میں تو صرف تمہارے اعتقاد کا امتحان لے رہا تھا۔

اقوال حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے چند اقوال حسب ذیل ہیں:

☆ فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لیے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے۔

☆ فرمایا کہ وعظ میں عادتاً آنے والے کے لیے سماعت وعظ سودمند نہیں ہوتی بلکہ وہ بلاء کا مستحق ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بلاؤں پر عذاب کرنا چاہتا ہے تو ان کو قلوب عارفین میں جگہ دے دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جس دن بھی مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے اسی دن میرے اوپر حکمت و عبرت کے در کھل جاتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے بذریعہ وحی فرمایا کہ میرا ذکر کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے۔

☆ فرمایا کہ ہیبت الٰہی قلب کو پگھلاتی ہے اور آتش محبت جان کو پگھلاتی ہے اور شوق نفس کو فنا کرتا ہے۔

☆ فرمایا کہ مجھ سے جواب میں دو افراد نے کہا کہ جو شخص فلاں فلاں چیزوں پر کار بند ہو جاتا ہے۔ اس کا شمار دانشمندوں میں ہونے لگتا ہے۔

☆ فرمایا کہ عارف وہی ہے جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے، نہ کسی سے محبت اور بات کرے اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔

☆ فرمایا کہ خدا شناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں ملتا اور جو ایسا کرتے ہیں وہ خدا کو ہرگز نہیں پا سکتے۔

☆ فرمایا کہ صادق وہی ہے جو حرام شے کو زبان پر نہ رکھے اور انس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات سے بھی متنفر ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ دعوت تین طرح کی ہوتی ہے۔ اول دعوت علم، دوم دعوت معرفت، سوم دعوت معائنہ، اور دعوت علم کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے معائنہ کے بعد اپنے نفس کی معرفت حاصل کرے۔

☆ فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ کبھی تو اپنے جسم پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی

پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھالیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ میں نے اپنی ساری زندگی اسی تمنا میں گزار دی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف ایک سانس لے سکوں اور قلب کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکے۔ لیکن آج تک میری یہ تمنا تشنۂ تکمیل ہے۔

☆ فرمایا کہ رات کو ایک گھڑی غفلت کے ساتھ سونے سے عقبیٰ کی ہزار سالہ راہ سے پیچھے رہ جاتا ہے اور اہل معرفت کے لیے معمولی سی غفلت بھی شرک ہے۔

☆ ایک مرتبہ کسی پیالی فروش نے یہ آواز لگائی کہ صرف ایک پیالی باقی رہ گئی ہے تو آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہم و عقل سے جس شے کو شناخت کیا جا سکے وہ بے سود اور مصنوعی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے جو وہم و گمان اور عقل سے بالاتر ہے۔

☆ پھر فرمایا کہ علم یقین کا علم ہمیں پیغمبروں سے حاصل ہوا۔ کیونکہ علم یقین کا مفہوم یہ ہے کہ جو قلوب میں بلا واسطہ نور ہدایت سے حاصل ہوا ہو اور حق الیقین یہ ہے کہ اس عالم میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

☆ فرمایا کہ تم سب ماسوا اللہ کے دست بردار ہو کر ہمیشہ اللہ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہو اور اگر میں پوری طرح خدا کی ہستی سے واقف ہو جاتا تو خدا کے سوا ہرگز کسی سے خائف نہ ہوتا۔

☆ فرمایا کہ لوگوں سے محبت کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ذکر الٰہی کے سوا دوسرے کے ذکر کے لیے لب کشائی وسوسہ ہے۔ خدا کے سوا ہر شے سے انقطاع حق کی علامت ہے اور اپنی ضروریات سے زائد مخلوق کی ضروریات پر نظر رکھنا علو ہمتی ہے۔

☆ فرمایا کہ درویشوں کے چار سو مقامات ہیں۔ جس میں سب سے ادنیٰ مقام یہ

ہے اگر دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہو جائے اور تمام اہل دنیا ان کی دولت کو استعمال کریں۔ جب بھی انہیں دن کے کھانے کی فکر نہ ہو۔

☆ فرمایا کہ اگر پوری دنیا کا لقمہ بنا کر شیر خوار بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے جب بھی میں یہی سمجھوں گا اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ اگر پوری دنیا میرے قبضہ میں آجائے اور میں اس کو ایک یہودی کے سپرد کر دوں تو اس کے قبول کر لینے پر میں اس کا ممنون رہوں گا۔

☆ فرمایا کہ کائنات میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ مجھے اپنا بنا کر میرے قلب پر قابو پا سکے پھر بھلا کائنات اس پر کس طرح قابو حاصل کر سکتی ہے جو خدا سے واقف ہو۔

☆ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری گردن میں آسمان کا طوق اور پاؤں میں زمین کی بیڑی ڈال دے۔ ساری دنیا بھی دشمن ہو جائے جب بھی میں اس سے منہ نہیں پھیر سکتا۔

☆ فرمایا کہ جس نے اللہ کی پاکیزگی کو پالیا وہ مراتب میں اس بندے سے بڑھ جاتا ہے جس کو خدا کی رحمت و مغفرت نے سہارا دیا ہو اور جو خدا سے دور ہو جاتا ہے خدا بھی اس سے بُعد اختیار کر لیتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کے کلام میں تضاد کیوں ہوتا ہے۔ کبھی آپ ایک بات کہتے ہیں اور کبھی دوسری بات؟ آپ نے فرمایا کہ ہم کبھی عالم بے خودی میں ہوتے ہیں اور کبھی خودی میں۔

☆ فرمایا کہ عبادت الٰہی شریعت ہے اور خدا کی طلب طریقت۔ فرمایا کہ غفلت کا نام زہد ہے۔ کیونکہ دنیا ناچیز ہے اور ناچیز شے میں زہد اختیار کرنا غفلت ہے بلکہ یاد الٰہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے۔

☆ فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ اول معرفت الٰہی جو ذکر کی محتاج ہے۔ دوم

معرفت نفس جو ادائیگی فرض کی محتاج ہے۔ سوم معرفت باطن یہ تقدیر الٰہی پر رضا مندی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

☆ فرمایا کہ توحید کو اپنی جانب بلانے والا کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔

☆ فرمایا کہ نعمتوں کو نظر انداز کر کے منعم کا مشاہدہ کرنا شکر ہے۔

☆ فرمایا کہ بارگاہِ الٰہی میں بے علم ہو کر زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔

☆ فرمایا کہ بندے کا بندے کی آنکھ میں ظہور عبودیت اور صفات الٰہی کا ظہور مشاہدہ ہے۔

☆ فرمایا کہ صوفیا وہی ہیں جو دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسے دنیا میں آنے سے قبل تھے۔

☆ فرمایا کہ جس شے سے محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا ہی محبت ہے۔ اگر حُب الٰہی کا دعویٰ دار خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کے بجائے خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ ہمت نام ہے خدا کی طلب کا کیونکہ ماسوا اللہ کی طلب کو ہرگز ہمت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اہل ہمت خدا کے سوا کبھی دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا لیکن صاحب ارادت بہت جلد دوسری جانب متوجہ ہو جاتے ہیں اور خدا کے سوا ہر شے سے استغفار کا نام فقر ہے۔

☆ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب عارفین کو عطا فرمائے ہیں ان کا علم کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شے پایۂ ثبوت ہی کو نہ پہنچ سکے۔ اس کی تحقیق ممکن نہیں اور جو شے پوشیدہ ہو اس پر بندے کو سکون نہیں مل سکتا۔ جو شے ظاہر ہو اس سے ناامیدی نہیں ہو سکتی۔

☆ فرمایا کہ عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بہار میں گرج چمک سے پانی برسنے کے بعد خنک ہوائیں چلتی ہیں۔ رنگ برنگے پھول کھلتے

ہیں اور پھلوں پر بلبلیں نغمہ سنج ہوتی ہیں۔ اسی طرح عارف بھی ابر کی طرح ہوتا ہے۔ برق کی طرح مسکراتا ہے بادل کی گرج کی طرح نعرے مارتا ہے۔ ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے اور سر کو جنبش دے دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح خدا کی یاد میں نغمہ سنجی کرتا ہے۔

☆ پھر فرمایا کہ تصوف قوت وحواس کا خیال رکھنے اور انفاس کی نگرانی کا نام ہے اور صوفی اسی وقت صوفی رہ سکتا ہے جب تمام مخلوق کو اپنے بچوں جیسا سمجھ کر سب کا بوجھ برداشت کر سکے اور جو مخلوق سے متوقع ہو کر خدا سے اس طرح وابستہ ہو جائے جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مخلوق سے جدا کر دیا تھا۔ جس پر خدا کا یہ قول صادق ہے وَاصْطَفَيْتُكَ لِنَفْسِي۔ یعنی ہم نے تم کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اور صوفیا کرام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی آغوش کرم میں بچوں کی طرح پرورش پاتے رہتے ہیں۔

وصال: جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی دونوں آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ آپ نے خاکستر طلب فرمایا اور اس کو اپنے سر پر ڈالتے جا رہے تھے اور وقت وصال اس قدر آپ بیقرار تھے کہ احاطہ تحریر سے بالا تر ہے۔ پھر کچھ وقفہ تک آپ خاموش رہے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد مضطرب ہو گئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہوائیں چل رہی ہیں ایک لطف کی اور دوسری قہر کی تو جس پر باد لطف چلتی ہے اس کو مقصود تک پہنچا دیتی ہے اور جس پر قہر کی ہوا چلتی ہے۔ وہ حجاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے اب دیکھئے کون سی ہوا چلتی ہے اگر باد لطب مجھ پر چلتی ہے تو میں اس کی امید پر یہ سب سختیاں برداشت کر سکتا ہوں لیکن اگر العیاذ باللہ باد قہر چلی تو میں مر جاؤں گا اور یہ سب سختیاں اور بلائیں اس کے سامنے کی چیز ہے۔ وصال کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وضو کراؤ؟ جب آپ کو وضو کرایا گیا تو لوگ ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گئے۔ آپ نے وضو کرانے والوں کو یاد دلایا تو اس کے بعد خلال کرایا گیا۔

جس رات آپ کا وصال ہوا تمام رات یہ بیت پڑھتے رہے ؎

کل بیت انت ساکنھا　　غیر محتاج الی السراج

وجھك المامول حجتنا　　یوم تاتی الناس بالحجج

یعنی جس گھر میں تو ساکن ہے وہ چراغ سے مستغنی ہے۔ تیرا وہ حسین چہرہ جس کی امید کی گئی ہے ہماری حجت ہوگا جبکہ لوگ اپنے ساتھ حجتیں لے کر آئیں گے۔

یہاں تک کہ لوگ آپ کی نماز جنازہ کے لئے گئے، لیکن ابھی آپ نے انتقال نہیں کیا تھا۔ آپ نے فراست سے سمجھ لیا اور ارشاد فرمایا کہ تعجب ہے کہ مردوں کے جماعت زندوں پر نماز پڑھنے آئی ہے۔ پھر لوگوں نے آپ کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لئے کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اس کا غیر ہے تو نفی کس کی کروں؟ لوگوں نے کہا حضور! شریعت میں اسی طرح ہے۔ آپ کلمہ پڑھئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ محبت کا بادشاہ کہتا ہے کہ میں رشوت نہ لوں گا۔ پھر ایک شخص نے بلند آواز سے شہادت کی تلقین کی، آپ نے فرمایا کہ مردہ آیا ہے تا کہ زندگی کو تلقین کرے اور نصیحت دے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد لوگوں نے دریافت فرمایا کہ حضور! کیا حال ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ محبوب سے مل گیا ہوں اور آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ۲۷/ذی الحجہ ۳۳۴ھ ۹۵۵ء شب جمعہ ۸۸ سال کی عمر شریف میں ہوا اور اس وقت مستکفی باللہ کا دور خلافت تھا۔

خلفائے کرام: حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف دو خلفاء کے اسمائے گرامی دستیاب ہوئے ہیں (۱) حضرت خواجہ عبدالواحد ابوالفضل تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت ابوالحسن نیالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بعد وصال: آپ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضور! نکرین کے ساتھ کیسی گزری؟ آپ نے جواب دیا کہ جب

نکرین میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ میرا رب وہی ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر ملائکہ کی جماعت کو حکم دیا کہ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی آدم کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ تو سب ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور حکم خداوندی سے منہ موڑا اور تکبر کیا تو اس وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ اس جواب پر نکرین بولے کہ اس نے تو تمام اولاد آدم کی طرف سے جواب دے دیا اور یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک بغداد شریف کے مقام سامرہ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے جلیل القدر مشائخان طریقت وحقیقت سے ہیں جو فیوض ومعرفت کا چشمہ علم وعرفان کا منبع ومخزن تھے۔ آپ کی بزرگی وعظمت مسلمہ تھی۔ بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ سرحلقہ ارباب ذوق مستغرق در بحر عشق ومحبت اورغوث وقت تھے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کوراہ حق میں خوب نوازا تھا۔ تصوف میں آپ کی نسبت حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے اور سلوک میں آپ کی تربیت شیخ بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی۔

ولادت: خرقان ایران کا مشہور شہر ہے۔ اس شہر سے کچھ فاصلے پر بسطام ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ بسطام اورخرقان میں چند کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی ۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء میں خرقان میں پیدا ہوئے اور آپ کا نام علی رکھا گیا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی احمد تھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کی بشارت: کہا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ہر سال ایک مرتبہ دہستان میں شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جب موضع خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے۔ مریدوں نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی بو سونگھتے ہیں ہم کوتو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ چوروں، ڈاکوؤں اور راہزنوں کے اس گاؤں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جس کا نام علی رحمتہ اللہ علیہ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی وہ اہل وعیال کا بوجھ

اٹھائے گا، کھیتی باڑی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچی ہوئی اور حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے خرقان میں پیدا ہو کر شہرت دوام حاصل کی۔

اکتساب فیض: منقول ہے کہ آپ کے والدین کے پاس تھوڑی سی زمین تھی جس کو کاشت کر کے وہ اپنی گزر اوقات کرتے۔ ابوالحسن نے بھی والدین کے پیشہ کو اپنایا۔ اس لئے ابتدائی تعلیم سے بھی محروم رہے مگر روز اول سے آپ تجسس میں مبتلا تھے۔ سارا دن کھیتی باڑی کرتے اور رات کو عبادت میں گزار دیتے آپ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق تھا۔ آپ بچپن میں بایزید کے مزار پر چلے جاتے' ساری رات وہیں بسر کرتے اور صبح واپس آجاتے۔ آپ بایزید کے مزار پر ہمیشہ خدا سے ایک ہی دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے بایزید جیسا مرتبہ عطا فرما دے۔ مجھ پر رحمت کا دروازہ کھول دے۔ بایزید کی خانقاہ میں حاضری دینے کے بعد واپس ہمیشہ الٹے پاؤں آتے تاکہ ان کی طرف پیٹھ نہ ہو۔

ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ حسب معمول کھیتی باڑی کر کے رات کو بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ اس روز آپ نے صبح سے رات تک کچھ نہ کھایا۔ آپ کی بھوک عنقا ہو گئی تھی۔ جب بایزید کے مزار پر پہنچے تو وہاں آپ کئی گھنٹے تک گریہ زاری کرتے رہے۔ آپ نے صاحب مزار کو مخاطب کر کے عرض کی۔ پیر و مرشد! میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور میں نے صرف ایک دعا مانگی ہے کہ مجھے اللہ وہ مرتبہ عطا فرما دے جو آپ کو عطا کیا۔ اگر میری دعا لائق قبولیت نہیں تو مجھے بتلا دیا جائے تاکہ میں خاموش ہو جاؤں مگر ایک بات ہے۔ دعا میری وہی رہے گی کہ مرتبہ حاصل کروں گا تو بایزید آپ جیسا ورنہ خاموش ہو کر بیٹھا رہوں گا۔

ابھی گریہ زاری جاری تھی کہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے مزار کے اندر کوئی اور بھی ہے۔ پہلے انہوں نے اس کو وہم جانا' جب یہ یقین کر لیا کہ

کسی اور کی آہٹ ہے مگر دکھائی نہیں دے رہا تو آپ نے کہا کہ حضرت آپ سامنے ظاہر تو ہوں۔ آخر پردہ اٹھ گیا اور حضرت بایزید نے ظاہر ہو کر فرمایا کہ میں بایزید بسطامی ہوں۔ اے ابوالحسن! تو خوش ہو جا کہ تیرے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔" ابوالحسن نے عرض کی۔ اے پیرومرشد! میں بالکل ان پڑھ ہوں۔ علوم شریعہ تو درکنار میں تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا ہوا۔"

بایزید بسطامی نے جواب دیا۔ تم مت گھبراؤ تمہاری تعلیم کا مکمل انتظام کیا جائے گا۔ تم آج خرقان جاؤ اور وہاں باقاعدگی سے قرآن مجید پڑھنا شروع کر دو تم خود بخود پڑھتے جاؤ گے۔ ابوالحسن نے حسب ارشاد خرقان جا کر قرآن مجید کھولا تو غیب کی طرف سے آپ کی مدد ہوئی۔ قدرت نے ایسی راہنمائی کی کہ آپ نے چوبیس دن کے اندر قرآن مجید مکمل پڑھ لیا۔ آپ کی ریاضت و مجاہدات کے دوران سارے علوم سکھا دیئے گئے۔ آپ کی بیعت بھی باطن طور پر بایزید بسطامی سے ہوگئی۔ آپ نے رزق حلال پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی مزدوری سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالا۔ رفتہ رفتہ آپ کی شہرت اتنی عام ہوئی کہ دور دور سے لوگ آپ کی زیارت کو آتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔

تذکرہ الاولیاء میں لکھا ہے کہ اوائل زندگی میں آپ کا یہ معمول تھا کہ نمازِ عشا باجماعت خرقان میں ادا کر کے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس بسطام کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتے۔ وہاں پہنچ کر یوں دعا کرتے:

"خدایا! جو خلعت تو نے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کی ہے وہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔"

پھر زیارت سے فارغ ہو کر خرقان واپس ہوتے اور تمام راستے میں اپنے شیخ کے مزار مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے اور نمازِ فجر عشاء کے وضو کے ساتھ خرقان میں ادا کرتے۔ بارہ برس کی مسلسل حاضری اور دعاؤں کے بعد مزار مبارک سے آواز آئی ، اے ابوالحسن! اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ سن کر عرض کیا کہ میں ان پڑھ

ہوں، رموزِ شریعت سے چنداں واقف نہیں، آواز آئی کہ تم نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ تمہیں مل گیا۔ فاتحہ شروع کیجئے۔ جب آپ خرقان واپس پہنچے تو قرآن مجید ختم کرلیا اور علوم ظاہری و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے۔

آپ کے زہد و عبادت، تقویٰ و پرہیز گاری اور سلوک و معرفت کے پیش نظر ہی حضرت شیخ ابوالعباس قصاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعد ہمارا بازار ابوالحسن خرقانی سنبھالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت استاد ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب خرقان کی حدود میں داخل ہوا تو حضرت ابوالحسن خرقانی کی عظمت سے میری فصاحت و بلاغت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ میں اپنی ولایت سے معزول ہو گیا۔ مگر مجھے کچھ دیر بعد وہ خوف ختم ہو جاتا۔

کثرت عبادت: آپ نے اپنی زندگی میں بے پناہ عبادت کی آپ نے اپنی کثرت عبادت کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے زندگی کے شب و روز اس طرح گزارے ہیں۔ خدا کے ساتھ اس اخلاق سے رہا کہ مخلوق کی اس میں کوئی گنجائش نہ تھی اور نماز عشاء سے لے کر صبح تک حالت قیام میں رہا۔ صبح سے شام تک عبادت میں مشغول رہتا تھا اور اس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا۔ جب کہیں اس کے صلہ میں یہ مراتب حاصل ہوئے کہ ظاہر طور پر میں دنیا میں سوتے ہوئے فردوس کی سیر کرتا رہتا ہوں اور دونوں عالم میرے لئے ایک ہو چکے ہیں اس لئے کہ میں ہمہ اوقات خدا کی معیت میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ میں ظہر سے عصر تک ۵۰ رکعتیں پڑھا کرتا تھا لیکن بیداری کے بعد ان سب کی قضا کرنی پڑی۔ فرمایا کہ میں ۴۰ سال سے خوردونوش کا کوئی انتظام نہیں کرتا۔ صرف مہمان کے کھانے کا انتظام کر لیتا ہوں اور اسی کی طفیل بھی میں خود کھا لیتا ہوں۔ فرمایا کہ میں فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے خوفزدہ رہتا ہوں۔ فرمایا کہ پچاس سال سے اس طرح خدا سے ہم کلام ہوں کہ میرے قلب و زبان کو بھی اس کا علم نہیں اور

تہتر سال تک میں نے اس انداز سے زندگی گزار دی کہ کبھی ایک سجدہ بھی شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ لمحہ کے لئے بھی نفس کی موافقت نہیں کی ہے اور دنیا میں اس طرح رہا کہ مرا ایک قدم تحت الثریٰ تک رہا۔ فرمایا کہ عبادت گزار تو بہت سے ہیں لیکن عبادت کو دنیا سے ساتھ جانے والے بہت قلیل اور ان سے بھی قلیل وہ ہیں جو عبادت کر کے خدا کے حوالے کر دیتے ہیں لیکن مناسب یہی ہے کہ انتقال کے وقت دنیاوی عبادت کو اپنے ہمراہ لے جائے۔ فرمایا کہ بحر عشق میں مخلوق کا گزر نہیں اور ایک ایسی درآمد و برآمد بھی ہے جس میں بندے کے علم و کمال کا گزر کمال کا گزر نہیں۔ فرمایا کہ سوم وصلوٰۃ گو افضل اعمال ہیں لیکن غرور و تکبر قلب سے نکال دینا اس سے بھی بہتر عمل ہے۔ فرمایا کہ چالیس سال تک عبادت کرنا ضروری ہے دس سال تو اس لئے کہ زبان میں صداقت اور راست بازی پیدا ہو جائے۔ دس سال اس لئے کہ جسم کا بڑھا ہوا گوشت کم ہو جائے اور دس سال اس لئے کو خدا اسے قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے۔ دس سال اس لئے کہ تمام احوال درست و اصلاحی ہو جائیں اور جو شخص اس طرح چالیس سال عبادت کرے گا۔ وہ مراتب میں سب سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا کہ میں برسوں خدا کے امور میں اس طرح حیرت زدہ رہا کہ میری عقل سلب کر لی گئی تھی۔ اس کے باوجود بھی مخلوق مجھے دانشور سمجھتی رہی۔ فرمایا کہ کاش فردوس و جہنم کا وجود نہ ہوتا تا کہ یہ معلوم ہوسکتا کہ تیرے پرستاروں کی تعداد کتنی ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے کتنے بندے تیری عبادت کرتے ہیں۔

حصول علم وعرفان: فرمایا کہ گو میں ان پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے یعنی ظاہری جسم صرف خیالی ہے کیونکہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔ فرمایا میں نے صرف چار ہزار باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی ہے کہ جس وقت میں نے قصداً کیا کہ ٹاٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو

جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے۔

پھر فرمایا کہ میں شب روز اس کے شغل میں زندگی گزارتا رہا جس کی وجہ سے میری فکر بصیرت میں تبدیل ہو گئی۔ پھر شمع بنی، پھر انبساط پھر ہیبت، پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر حکمت بن گئی اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا۔ اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش تمام مخلوق کی بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے قدم عطا کئے جس سے میں عرش سے تحت الثریٰ تک پہنچ گیا اور وہاں سے پھر عرش پر لوٹ آیا۔ لیکن مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میں کہا اور کدھر گیا پھر غیبی ندا آئی کہ جس کے قدم ایسے ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ عجیب دراز اور عجیب کوتاہ سفر ہے اور میں گیا بھی اور سفر بھی کیا لیکن پھر اپنی جگہ موجود ہوں۔ فرمایا کہ میرے سر کی ٹوپی عرش پر قدم تحت الثریٰ میں ہیں اور میرا ہاتھ مشرق میں اور د را مغرب میں ہے یعنی خدا نے مجھے ارض وسما اور مشرق و مغرب کے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے اور تمام حجابات مجھ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے جب کہ میں نے کبھی اظہار کرامت کے لئے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلایا کیونکہ جو اظہار کرامت کے لئے ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا اگر میں عوام کے سامنے خدا کے کرم کا ادنیٰ سا بھی اظہار کر دوں تو سب لوگ مجھے پاگل کہنے لگیں۔ جو کچھ میں نے کھایا پیا دیکھا سنا اور جو کچھ خدا نے تخلیق کیا مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ فرمایا کہ میں جن وانس، ملائکہ، اور چرند پرند سب سے زیادہ واضح نشانیاں بتا سکتا ہوں کیونکہ خدا نے تمام چیزیں میرے سامنے کر دی ہیں۔ اس کنارے سے

لے کر اس کنارے تک کسی کی انگلی میں پھانس چبھ جائے تب مجھے اس کا حال معلوم رہتا ہے۔ اگر میں ان رازوں کو جو میرے اور خدا کے مابین ہیں۔ مخلوق پر ظاہر کر دوں تو کسی کو یقین نہیں آ سکتا اور جو انعامات خدا کے میرے اوپر ہیں۔ اگر ان کا انکشاف کر دوں تو روئی کی طرح پوری مخلوق کے قلوب جل اٹھیں اور میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ ہوش و حواس میں رہ کر خدا کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ اور لب کشائی کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس قافلہ کے میر کارواں ہوں میں خود کو اس قافلہ سے جدا کر لوں۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ شرعی حیثیت تو تمام مساجد کی ایک ہے لیکن میری مسجد کا قصہ طولانی ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے دوسری مساجد سے ایک نور نکل کر صرف آسمان پر جاتا ہے لیکن میری مسجد کا قبہ اس کے کرم کے نور سے منور ہو کر آسمان سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ جب اس مسجد کی تکمیل کے بعد میں اس پر جا کر بیٹھا تو ملائکہ نے یہاں آکر ایک سبز پرچم نصب کر دیا جس کا ایک سرا عرش سے ملحق تھا۔ آج تک وہ پرچم اسی طرح قائم ہے اور تا حشر قائم رہے گا۔ پھر ایک دن میں نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن! جو لوگ تیری مسجد میں داخل ہو جائیں گے ان پر آتش جہنم حرام ہو جائے گی۔ جو لوگ تیری حیات میں یا وفات کے بعد اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لیں گے ان کا حشر عبادت گزار بندوں کے ساتھ ہوگا۔

تزکیہ نفس: فرمایا چالیس سال سے میرا نفس ایک گھونٹ سرد پانی کا خواہش مند ہے لیکن میں نے محروم کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ میں ۷۰ سال خدا کی معیت میں اس طرح گزار دیئے ہیں کہ اس دوران ایک لمحہ کے بھی کبھی اتباع نفس نہیں کی۔

فرمایا میں تو شکم مادر ہی سے جل کر راکھ ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت جلا پگھلا ہوا پیدا ہوا اور جوانی سے قبل ہی بوڑھا ہو گیا۔ فرمایا کہ پوری مخلوق ایک کشتی ہے اور میں اس کا ملاح ہوں اور میں ہمیشہ اسی میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ جب تک میں

نے خدا کے سوا دوسرں پر بھروسہ کیا۔ میرے عمل میں اخلاص پیدا نہ ہو سکا اور جب میں نے مخلوق کو خیر باد کہہ کر صرف خدا کی جانب دیکھا تو میری سعی کے بغیر ہی اخلاص پیدا ہو گیا۔ اس کے بے نیازی کے مشاہدے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک پوری مخلوق کا علم تنکا برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے مشاہدے سے معلوم ہوا وہ اتنا بڑا رحیم ہے کہ پوری مخلوق کے گناہ بھی اس کی رحمت کے آگے ہیچ ہیں۔ فرمایا کہ مجھے خدا نے فرمایا کہ اگر تو غم دالم لے کر میرے سامنے آئے گا تو میں تجھے خوش کر دوں گا۔ اگر فکر دنیا کے ساتھ حاضر ہو گا تو تجھے مالدار بنا دوں گا اور اگر خودی سے کنارہ کش ہو کر پہنچے گا تو تیرے نفس کو تیرا فرمانبردار کروں گا۔ فرمایا کہ جب میں شکم مادر میں چار ماہ کا تھا اس وقت سے آج تک کی تمام باتیں یاد ہیں اور جب مر جاؤں گا تو قیامت تک کا حال لوگوں سے بیان کرتا رہوں گا۔ فرمایا جب خودی سے میرا قلب متنفر ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو اپنے میں گرا دیا لیکن ڈوب نہ سکا۔ پھر آگ میں جھونکا گیا مگر خاکستر نہ ہو سکا۔ پھر فنا ہونے کی نیت سے مکمل چار ماہ دس یوم تک کچھ نہیں کھایا لیکن پھر بھی موت سے ہم کنارہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے عجز کو اپنا لیا تو اللہ نے مجھے کشادگی عطا فرما کر ان مراتب تک پہنچا دیا جن کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ فرمایا کہ میں خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص باتیں اس لئے بیان نہیں کرتا کہ وہ اس کے رموز سے واقف نہیں اور اپنی ذات سے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ تکبر پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ خدا نے میری زبان کو وہ طاقت بھی عطا نہیں کی جس کے ذریعہ سے میں ان کے بھیدوں کو ظاہر کر سکوں۔ فرمایا کہ میں یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو غموں سے نجات دے کر مجھے دائمی غم عطا کر دے اور اتنی قوت برداشت دے دے کہ میں اس بار عظیم کو سنبھال سکوں۔ فرمایا کہ اے اللہ مجھے ایسے بندے سے ملا دے جو تیرا نام لینے کے لئے حق کی طرح لیتے ہوں تا کہ میں بھی اس کی صحبت سے فیضیاب ہو سکوں۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے ایسی شے عطا کی ہے جس کی وجہ سے میں مردہ ہو چکا ہوں اور اس کے بعد وہ زندگی دی

جائے گی جس میں موت کا تصور تک نہ ہو گا۔فرمایا کہ میں نے تمام مشائخین کی خدمت میں وقت گزارا لیکن کسی کو اپنا مرشد اس لئے نہیں بنایا کہ میرا مرشد صرف خدا تعالیٰ ہے۔فرمایا کہ جب تک یہ یقین نہیں ہو گیا کہ میرا رزق خدا کے پاس ہے۔اس وقت تک اپنی کوشش سے پیچھے نہیں ہٹا اور جس وقت تک یہ یقین نہیں ہو گیا مخلوق ہر شے سے عاجز ہے۔اس وقت مخلوق سے کنارہ کش نہیں ہوا۔فرمایا کہ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب کہ دن بھر کا حساب خدا کو دے نہیں لیتا۔

قربِ الٰہی: فرمایا کہ اے اللہ میری تخلیق صرف تیرے لئے ہے لہٰذا مجھے کسی دوسرے کے دام میں گرفتار نہ کرنا۔اے اللہ بہت سے بندے نماز و طاعت کو اور بہت سے جہاد و حج کو اور بہت سے علم و سجادگی کو پسند کرتے ہیں۔لیکن مجھے ایسا بنا دے کہ میں تیرے سوا کوئی شے پسند نہ کر سکوں۔فرمایا کہ جس دن سے خدا تعالیٰ نے میری خودی کو دور فرما دیا ہے۔جنت میری خواہشمند ہے اور جہنم مجھ سے دور بھاگتی ہے اور جس مقام پر خدا نے مجھے پہنچایا ہے۔اگر اس میں فردوس و جہنم کا گزر ہو جائے تو دونوں اپنے باشندوں سمیت اس میں فنا ہو جائیں۔فرمایا کہ جب میں نے خدا کی وحدانیت پر لب کشائی کی تو میں نے دیکھا کہ ارض و سماء میرا طواف کر رہے ہیں لیکن مخلوق کو اس کا قطعاً علم نہیں۔فرمایا کہ میں نے یہ ندائے غیبی سنی کہ مخلوق ہم سے نجات کی طالب ہے حالانکہ اس نے ابھی تک ایمان کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔مفہوم یہ ہے کہ شکر نعمت کے بغیر بندے کو طالب جنت نہ ہونا چاہئے۔کیونکہ اس کے بغیر جنت کبھی نہیں ملتی۔فرمایا کہ جب میں نے مردان حق کے مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے جانب عرش نظریں ڈالیں تو معلوم ہوا کہ وہاں تمام اولیاء کرام بے نیاز ہیں۔یہی بے نیازی ان کے مراتب کا انتہائی درجہ ہے اور یہ درجہ بھی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب بندہ اچھی طرح خدا تعالیٰ کی پاکی کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔فرمایا کہ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرما دے، جب بھی میں اپنی علو ہمتی کی بنا پر جو مجھ بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

قیامت میں مجھے اپنے قریب بلا کر فرمائے گا کہ کیا طلب کرتا ہے؟ عرض کروں گا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کو طلب کرتا ہوں جو میرے زمانے میں دنیا میں میرے ہمراہ تھے اوران لوگوں کو جو میری وفات کے بعد سے میرے مزار کی زیارت کو آتے رہے۔ان لوگوں کو جنہوں نے میرا نام سنایا نہیں سنا اس وقت باری تعالیٰ فرمائے گا کہ چونکہ دنیا میں تو نے ہمارے احکام کے مطابق کام کیے اس لئے آج ہم بھی تیری بات مان لیتے ہیں۔ جب سب لوگوں کو میرے سامنے لایا جائے گا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے کہ اگر تو چاہے تو اپنے آگے میں تیرے لئے جگہ خالی کر دوں گا کہ حضور میں تو دنیا میں بھی آپ کی اتباع کرتا رہا اور یہاں بھی آپؐ کے تابعدار ہوں۔

پھر حکم الٰہی سے ملائکہ ایک نورانی فرش بچھا دیں گے جس پر میں کھڑا ہو جاؤں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے اِن بزرگوں کو حاضر فرمائیں گے جن کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ خدا تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھ کو کھڑا کر کے فرمائے گا۔ اے ہمارے محبوب! وہ سب تمہارے مہمان ہیں لیکن تو ہمارا مہمان ہے۔فرمایا کہ جن لوگوں نے میرا کلام سن لیا یا آئندہ سنیں گے ان کا معمولی درجہ یہ ہوگا کہ قیامت میں وہ بلا حساب بخش دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خدا نے تمام عالم کے خزانے میرے سامنے پیش کر دیئے لیکن میں نے کہا کہ میں ان پر گردیدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اے ابوالحسن! دین و دنیا میں تیرا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان دونوں کے بدلے میں تیرے لئے ہوں۔فرمایا کہ خدا نے جو مرتبہ مجھ عطا فرمایا مخلوق اس سے نابلد ہے آپ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم حضرت خضر سے ملنا چاہتے ہو اس نے کہا کہ ہاں۔فرمایا کہ اے اللہ مجھے وہ شے عطا کر دے جو آدم سے لے کر آج تک کسی کو عطا نہ کی گئی ہو کیونکہ میں چھوٹی چیز پسند نہیں کرتا۔فرمایا کہ ترک دنیا کے بعد نہ تو میں نے کبھی کسی کی طرف دیکھا اور نہ خدا سے کلام کرنے کے بعد کسی سے کلام کیا۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آ جائے۔

اسرارِ الٰہی کے انکشافات: فرمایا کہ میں نے راستہ میں ٹھہر کر ارض و سماء کی تمام مخلوقات کے اعمال کا مشاہدہ کیا لیکن ان کے اعمال میری نظر میں بے وقعت ثابت ہوئے کیونکہ مجھے ان کی ملکیت سے مکمل طور پر باخبر کر دیا گیا تھا۔ اس وقت مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ اے ابوالحسن! جس طرح تمام مخلوقات کے اعمال تیری نگاہ میں ہیچ ہیں اسی طرح ہمارے سامنے تیری بھی کوئی وقعت نہیں۔ آپ اس طرح مناجات کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے زاہد و عبادت اور علم و تصوف پر قطعاً اعتماد نہیں اور نہ میں خود کو عالم و زاہد اور صوفی تصور کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو یکتا ہے اور میں تیری یکتائی میں ایک ناچیز مخلوق ہوں۔

کسی دانشمند نے آپ سے سوال کیا کہ عقل و ایمان اور معرفت کا مقام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم مجھے ان چیزوں کا رنگ بتا دو پھر میں ان کا مقام بھی بتا دوں گا۔ وہ شخص آپ کا جواب سن کر رونے لگا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ واصل الی اللہ کون لوگ ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ مرتبہ محبوب خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا پھر فرمایا کہ اہل اللہ وہ ہیں جو دنیا سے اس طرح علیحدہ ہو جائیں کہ اہل دنیا کو پتہ بھی نہ چل سکے کیونکہ مخلوق سے وابستگی میں مخلوق ان سے آگاہ رہے گی۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ اپنے مراتب کے اعتبار سے مخلوق سے ہمکلام نہیں ہوتے بلکہ مخلوق کے مراتب کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں کیونکہ ان کے مراتب کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔

فرمایا ایک مرتبہ میں نے خدا سے دعا کی کہ اب مجھے دنیا سے اٹھا لیا جائے تو آواز آئی کہ اے ابوالحسن! میں تجھے اس طرح قائم رکھوں گا تا کہ میرے محبوب بندے تیری [illegible]ں۔ جو اس سے محروم رہیں وہ تیرا نام سن کر غائبانہ تعلق قائم کر سکیں۔ میں نے تجھے اپنی پاکی سے تخلیق کیا ہے اس لئے تجھ سے ناپاک بندے ملاقات نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ میں تجھ کو اپنے نیک بندوں سے ملواؤں گا اور بدبختوں کی صورت بھی تجھے نظر نہیں پڑے گی۔ چنانچہ میں

دنیا میں آج جن لوگوں سے ملاقات کر رہا ہوں۔ قیامت میں بھی اس طرح مسرت کے ساتھ ان سے ملاقات کروں گا۔ فرمایا کہ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور اگر چاہوں تو دم زدن میں تحت الثریٰ کی سیاحت کر آؤں۔

فرمایا کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتۂ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر میں سے اپنا ہاتھ نکال ان کے لب و دندان پر لطف الٰہی کا چھینٹا دوں گا تا کہ وہ شدت تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہوسکیں۔ فرمایا کہ میں اس مقام پر ہوں جہاں ذرے ذرے کی تحقیق کا مجھے علم ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج اور معرفت الٰہی کی انتہا مجھے آج تک معلوم نہیں ہوسکی یعنی ان چیزوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ فرمایا کہ دوست، دوست کے پاس پہنچ کر عالم محویت میں خود بھی گم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ روح کی مثال ایسے مرغ کی طرح ہے جس کا ایک بازو مشرق اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور قدم تحت الثریٰ میں۔ فرمایا کہ جس کے قلب میں مغفرت کی طلب ہو وہ دوستی کے قابل نہیں۔ فرمایا کہ اہل اللہ کی مثال روز روشن کی طرح ہے اور جس طرح دن کو آفتاب کی روشنی درکار ہوتی ہے۔ اولیاء کرام کو آفتاب کی ضرورت نہیں رہتی اور جس طرح شب تاریک کو ماہ انجم کی روشنی درکار ہوتی ہے اولیاء کرام اس سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ خود زیادہ منور ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے لئے راہوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے جس کو خدا راستہ دکھانا چاہتا ہے۔

فرمایا کہ ایک شب خواب میں مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا بن جاؤں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ پھر سوال ہوا کہ کیا تیری یہ تمنا ہے کہ تو میرا ہو جائے؟ میں نے کہا ہاں پھر ارشاد ہوا کہ تمام گزشتہ لوگوں کو یہ تمنا رہی کہ میں ان کا ہو جاؤں۔۔ پھر آخر تجھے یہ تمنا کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ جو اختیارات تو مجھ کو عطا فرمانا چاہتا ہے اس میں بھی تیری کوئی مصلحت یقیناً ہوگی کیونکہ

تو کبھی دوسروں کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے میرا اصلی روپ دکھا دے۔ میں نے دیکھا کہ میں ٹاٹ کے لباس میں ملبوس ہوں اور جب میں نے غور سے دیکھ لینے کے بعد پوچھا کہ کیا میرا اصل روپ یہی ہے تو فرمایا گیا کہ ہاں تیری اصلی ہیئت یہی ہے۔ پھر جب میں نے پوچھا کہ میری ارادت و محبت اور خشوع و خضوع کہاں چلے گئے تو فرمایا گیا کہ وہ تو سب کچھ ہمارا تھا۔ تیری اصلی حقیقت تو یہی ہے۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے تیری محبت میں ساٹھ سال گزار دیئے اور آج تک تیری امید سے وابستہ ہوں۔ اس پر جواب ملا کہ تو صرف ساٹھ ہی سال سے ہماری محبت میں گرفتار ہے اور ہم تجھ کو ابد سے اپنا دوست بنائے ہیں۔ فرمایا کہ حقیقت میں غریب وہی ہے جس کا زمانے میں کوئی ہمنوا نہ ہو لیکن میں خود کو غریب اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ نہ تو میں دنیا اور اہل دنیا کا موافق ہوں اور نہ دنیا ہی میرے موافق ہے۔ فرمایا کہ اہل اللہ کا راز یہ ہے کہ نہ تو وہ دین میں نہ دنیا میں کسی پر ظاہر کریں اور نہ خدا تعالیٰ اس پر کسی کو ظاہر ہونے دے۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ہی سے یہ فرما دیا گیا ''تو ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکتا'' تو پھر اس کا مشاہدہ کرنے کی کس میں مجال ہے اور لـن تـرانـی فرما کر ان لوگوں کی زبانِ بند کر دی گئی جو اس کے دیدار کے متمنی رہتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے اہل اللہ کے قلوب پر ایسا بار رکھ دیا ہے کہ اگر اس کا ایک حبہ بھی مخلوق پر ظاہر ہو جائے تو ان کے اعضاء ٹکڑے ہو جائیں اور کسی طرح بھی اس بوجھ کو برداشت نہ کر سکیں۔ فرمایا کہ اللہ کی معیت اختیار کیوں نہیں کرتے اس لئے کہ دوست کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کون سی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جیسے بے علم کو تو بہت زیادہ خوفزدہ رہنا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بہتر شے وہ ہے جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ مشہور ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت

جنید دنیا میں باہوش آئے اور ہوش کے ساتھ چلے گئے۔ اور حضرت شبلی مدہوش آئے اور مدہوش لوٹ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان دونوں سے پوچھا جائے کہ تم دنیا میں کس طرح آئے اور کس طرح واپس ہوئے تو یہ کچھ بھی نہ بتا سکیں گے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح آئے اور کس طرح واپس ہوئے۔ آپ نے جس وقت یہ جملہ فرمایا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن! تو نے بالکل درست کہا کیونکہ جو خدا سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور جب لوگوں نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زندگی کو نامرادی میں گزارنے کا نام بندگی ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں کیا چیزیں اختیار کرنی ہو گی۔ جس کی بنیاد پر ہم میں بیداری پیدا ہو۔ فرمایا کہ عمر کو ایک سانس سے زیادہ تصور نہ کرو۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ فقر کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ قلب پر ایسا رنگ چڑھ جائے جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے۔ فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی کو اپنے قلب میں آنے نہیں دیتا اور اگر کوئی خیال بھی جاتا ہے تو فوراً نکال پھینکتا ہوں۔

اللہ تک رسائی کے راستے: فرمایا کہ خدا تک رسائی کے لئے بے شمار راستے ہیں یعنی خدا نے جتنی مخلوق پیدا کی ہے اسی قدر خدا تک رسائی کے راستے بھی ہیں۔ ہر مخلوق اپنی بساط کے مطابق ان راہوں پر کامزن رہتی ہے اور میں نے ہر راہ پر چل کر دیکھ لیا لیکن کسی راہ کو خالی نہیں پایا۔ پھر میں نے خدا سے دعا کی کہ مجھے ایسا راستہ بتا دے جس میں تیرے اور میرے سوا کوئی اور نہ ہو۔ چنانچہ اس نے وہ راستہ مجھ کو عطا کر دیا لیکن اس راستہ پر چلنے کی کسی دوسرے میں طاقت نہیں ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ طالبین الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ غم و آلام میں بھی خوشی کے ساتھ اطاعت الٰہی کرتے رہیں کیونکہ ایسے عالم میں اطاعت کرنے والوں کو دوسروں کی بہ نسبت بہت جلد قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جوانمرد وہی ہے جس کو دنیا نامرد تصور کرتی ہو اور جو دنیا کے نزدیک مرد ہوتا ہے وہ حقیقت میں نامراد ہے۔ فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ ندا سنی کہ اے ابوالحسن میرے احکام کی تعمیل کرتا رہ میں ہی وہ زندہ

رہنے والا ہوں جس کو کبھی موت نہیں اور میں تجھے بھی حیات جاوداں عطا کروں گا۔ میری ممنوعہ چیزوں سے احتراز کرنا کیونکہ میری سلطنت اتنی مستحکم ہے جس کو کبھی زوال نہیں اور میں تجھ کو ایسا ملک عطا کروں گا جس کو کبھی زوال نہیں ہوگا۔

اولیاء جانشینِ انبیاء ہیں: فرمایا کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم جانشین انبیاء ہیں بلکہ درحقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں کیونکہ ان کو علم باطن حاصل ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فقر و سخا، امانت و دیانت وغیرہ اس کے علاوہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ وقت دیدار الٰہی حاصل تھا جس طرح خیر شر کو منجانب اللہ تصور فرماتے تھے۔ خیر و شر پر صبر سے کام لیتے تھے اور مخلوق سے زیادہ ربط وضبط سے کام نہ لیتے تھے۔ پابندی وقت کے کبھی ان چیزوں سے خائف نہیں ہوتے تھے جس سے مخلوق خوفزدہ رہتی ہے اور نہ کبھی آپ ان چیزوں سے توقعات وابستہ فرماتے تھے جس سے مخلوق کو توقع ہوتی ہے۔ اس نوعیت کی بہت سی چیزیں اولیاء کرام میں پائی جاتی ہیں اس لئے صحیح معنوں میں جانشین انبیاء وہی لوگ ہیں۔

فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی باہر آجاتا تو کل کائنات اس میں غرق ہو جاتی۔ فرمایا کہ سعی بسیار کے باوجود بھی تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تم خدا کے لائق نہیں ہو اور نہ تمہیں اس قسم کا دعویٰ کرنا چاہئے ورنہ دلیل کے بعد تمہارا دعویٰ غلط ثابت ہوگا۔ فرمایا کہ تم جو چاہو خدا سے طلب کرو لیکن نفس کے بندے اور جاہ و مرتبہ کے غلام نہ بنو کیونکہ محشر میں مخلوق ہی مخلوق کی دشمن ہوگی۔ لیکن ہمارا دشمن اللہ تعالیٰ ہے اور وہ جس کا دشمن ہو جائے اس کا فیصلہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

شجاعان طریقت کا بازار: فرمایا کہ راہ مولیٰ میں ایک ایسا بازار بھی ہے جس کو شجاعان طریقت کا بازار کہا جاتا ہے اور اس میں ایسی ایسی صورتیں ہیں کہ سالکین وہاں پہنچ کر قیام کرتے ہیں وہ حسین صورتیں یہ ہیں، کرامت، اطاعت، ریاضت،

عبادت، زہد، فرمایا کہ دین و دنیا اور جنت کی راحتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں پڑ جانے والا خدا سے دور ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر یادِ الٰہی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اور سجدے میں گر کر بحرِ کرم کو عبور کر جائے اور خدا کے سوا ہر شے کو اس طرح نظر انداز کرتا جائے کہ اس کی وحدانیت میں گم ہو کر اپنے وجود کو فنا کر دے۔

فرمایا کہ مردے موت سے ڈرا نہیں کرتے کیونکہ اللہ کی ہر وہ وعید جو بندوں کے لئے فرمائی گئی ہے میرے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور ہر وہ وعدہ جو مخلوق سے آسائش و آرام کا کیا گیا ہے۔ میری امید کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے اور اگر تم سے یہ سوال کیا جائے کہ ابوالحسن سے جو فیض تمہیں حاصل ہوا ہے اس کا صلہ کیا چاہتے ہو۔ تو تم کیا صلہ طلب کرو گے اس پر ہر فرد نے اپنی خواہشات کے مطابق جواب دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تم محبت مخلوق کے صلہ میں کیا معاوضہ چاہتے ہو تو میں جواب دوں گا کہ میں سب کو چاہتا ہوں۔

واقعات و کرامات: حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار صاحب کرامت اولیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کی زندگی میں آپ سے بہت سی کرامات اور خرق عادات کا ظہور ہوا جو تصوف کا ایک انمول سرمایہ ہیں۔ آپ کی زندگی کے چند اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا مقام: حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے ہم عصر تھے۔ ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیلی تو سلطان محمود غزنوی کو ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ خدام و حشم کے ساتھ غزنوی سے خرقان پہنچا اور ایک قاصد کے ہاتھ شیخ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کی زیارت کے لیے غزنی سے یہاں آیا ہوں۔ آپ خانقاہ سے میرے خیمہ تک قدم رنجہ فرمائیں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے قاصد کو ہدایت کی کہ اگر شیخ یہاں آنے سے انکار کریں تو ان کو قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھ کر سنا دینا:۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج (النساء : ۵۹)

(یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حاکم کی جو تم میں سے ہو)

قاصد نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا مجھے معذور رکھو۔ اس نے آیت مذکور پڑھی تو فرمایا "وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ چناں مستغرق ام که اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ خجالت ھادارم تابہ اولو الامر چه رسد (یعنی ابھی میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے معاملہ میں نادم اور شرمسار ہوں۔ پھر اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی جانب کیونکر متوجہ ہو سکتا ہوں۔ قاصد نے واپس جا کر سلطان کو شیخ کا جواب سنایا تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور وہ شیخ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت بایزید بسطامی کے حالات واقوال سنائیے۔ شیخ نے فرمایا، بایزید فرماتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھا بدبختی اس سے دور ہو گئی (یعنی وہ کفر و شرک سے محفوظ ہو گیا)

سلطان محمود نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابولہب، ابوجہل اور کتنے ہی دوسرے منکروں نے دیکھا لیکن یہ بدبخت کے بدبخت (یعنی کافر) ہی رہے۔ کیا بایزید کا درجہ (نعوذ باللہ) حضور سے بھی بلند ہے؟ یہ سن کر شیخ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے جلال کے عالم میں فرمایا محمود! حدِ ادب سے قدم باہر نہ رکھ۔ ابولہب، ابوجہل اور دوسرے کفار نے فی الحقیقت حضور کو دیکھا ہی نہیں، کیا تو نے قرآن کریم میں یہ آیت نہیں پڑھی:۔

وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۔(الاعراف : ۱۹۸)

(اے رسول تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھتے)

سلطان شیخ کے ارشادات سے بہت متاثر ہوا اور اس نے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ شیخ نے فرمایا کہ چار باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو (۱) ایسی چیزوں سے پرہیز

جن سے منع کیا گیا ہے (۲) نماز با جماعت (۳) سخاوت (۴) خدا کے بندوں پر شفقت، سلطان نے کہا کہ میرے لیے دعائے خیر کیجیے۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" (اے اللہ! سب مومنین اور مومنات کو بخش دے) سلطان نے عرض کی کہ میرے لیے خاص دعا فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تیری عاقبت محمود ہو۔

اس کے بعد سلطان محمود نے اشرفیوں کی ایک تھیلی شیخ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ یہ نذر قبول فرمایئے۔ شیخ نے تعجب سے سلطان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے سامنے جَو کی ایک روٹی رکھ دی اور فرمایا کہ یہ تمہاری دعوت ہے اس کو تناول کرو۔ سلطان نے بسم اللہ پڑھ کر جو کی روٹی کھانا شروع کی لیکن پہلا نوالہ ہی حلق میں اٹک گیا۔ شیخ نے فرمایا شاید نوالہ حلق میں اٹکتا ہے؟ سلطان نے اثبات میں جواب دیا تو شیخ نے گھمبیر لہجہ میں فرمایا، تو یہ اشرفیوں کی تھیلی بھی میرے حلق میں اٹک جائے گی اس کو فوراً اٹھا لو۔ یہ اشرفیاں بادشاہوں کی خوراک ہیں، فقیر کے لیے جو کی روٹی ہی نعمتِ عظمیٰ ہے۔ سلطان محمود نے عرض کی کہ حضرت! سب نہیں تو ان میں کچھ اشرفیاں ہی قبول فرمالیں۔

شیخ جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ میں دنیا کو طلاق دے چکا ہوں۔ میرے لیے یہ اشرفیاں حرام ہیں اس لیے اپنی بات پر اصرار نہ کرو۔ یاد رکھ کہ ان اشرفیوں پر نہ تیرا حق ہے نہ میرا۔ ان کو قوم کی امانت سمجھو۔ اگر یہ قوم کی مرضی کے بغیر تقسیم کرے گا تو قوم کے مال میں خیانت کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار بھی ہوگا۔ اگر تو ان اشرفیوں کو خیرات ہی کرنا چاہتا ہے تو تیرے ملک میں بہتیرے مساکین ہیں۔ جب تو سو جاتا ہے تو وہ اس لیے جاگتے ہیں کہ ان کے پیٹ خالی ہیں اور تیرے ملک میں ایسے شریف اور سفید پوش لوگ بھی موجود ہیں جو بظاہر آسودہ حال نظر آتے ہیں لیکن عسرت اور خودداری قائم رکھنے کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو تیری قوم کے یہ لوگ تیرا گریبان پکڑ لیں گے کہ تو غیر مستحق

لوگوں میں مال بانٹتا رہا اور ہم تیری نظروں سے اوجھل رہے۔ اس وقت تجھ کو ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔

شیخ کی باتیں سن کر سلطان لرزہ براندام ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ مجھ سے کچھ قبول نہیں فرماتے تو مجھے ہی کوئی تبرک عنایت فرمایئے۔ شیخ نے فوراً اپنا پیراہن اتار کر سلطان کو عطا فرمایا۔ جب سلطان نے رخصت کی اجازت مانگی تو شیخ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان کو شیخ کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی اور اس نے عرض کی کہ حضرت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے میری طرف التفات فرمانا بھی مناسب نہ سمجھا تھا۔ لیکن اب جو آپ میری اس طرح عزت افزائی کر رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ شیخ نے فرمایا جب تم فقیر کے حجرے میں داخل ہوئے تھے تو تمہارے دل و دماغ میں بادشاہت کی بو تھی اور تم اپنے شاہانہ جاہ جلال کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے اسی لیے میں نے بادشاہ محمود کی پروانہ کی تھی۔ اب تم جا رہے ہو تو تمہارا رنگ اور ہے۔ اب تم ایک درویش اور منکسر المزاج انسان کی حیثیت سے رخصت ہو رہے ہو۔ اسی لیے میں نے اپنا فرض سمجھا ہے کہ تمہاری تعظیم کروں۔ ایسے انسانوں کو تعظیم نہ کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔

سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنوی کی غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی کہ اے خدا اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہو گا وہ سب فقراء کو تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بنا پر خود وہ آپس میں لڑنے لگا جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہو گئی اور رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود تو نے اس قدر معمولی شے کے لیے میرے

خرقہ کے صدقہ میں دعا کی اگر تو اس وقت یہ دعا مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کرلیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی۔

بھوک کے باوجود نذرانہ قبول نہ کیا: ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آسکا تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے، لیکن کسی نے اپنے صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور سب لوگ فاقہ سے بیٹھے رہے۔

حدیث کی سند کا روحانی معیار: مشہور بزرگ حضرت ابوالحسن خرقانی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید کو حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا بیحد شوق تھا اس نے آپ سے اجازت طلب کی۔ عرض کی کہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم کے حصول کے لیے کسی دوسری جگہ جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ''باہر جانے کی ضرورت نہیں تم یہ تعلیم مجھ سے بھی حاصل کر سکتے ہو،'' وہ شخص حیران ہو کر بولا آپ تو بنیادی تعلیم سے بھی ناآشنا ہیں تو حدیث کیسے پڑھائیں گے؟ آپ نے فرمایا یہ کیسے کا لفظ مت استعمال کرو اور حدیث کی کتاب لے کر میرے پاس آجاؤ۔ جب آپ نے حدیث پڑھانا شروع کی تو وہ شخص حیران رہ گیا کہ اس طرح جامع طریقے سے کوئی شخص بھی نہیں پڑھا سکتا تھا جس طرح آپ نے پڑھایا۔ آپ حدیث پڑھاتے ہوئے جس حدیث کو وضعی خیال کرتے فوراً بتلا دیتے۔ آپ کے شاگرد مرید نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ وضعی حدیث کا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب میں حدیث پڑھا رہا ہوتا ہوں تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک میرے سامنے ہوتا ہے اگر حدیث سچی ہو تو آپ کا چہرہ بڑا شگفتہ ہو جاتا ہے اور اگر حدیث وضعی ہو تو آپ کا چہرہ شکن آلودہ ہو جاتا ہے اور اس طرح مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس حدیث کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مرید نے آپ سے معذرت

کی کہ میں نے آپ کو تعلیم یافتہ نہ سمجھنے کی گستاخی کی ہے۔ آپ نے اس کو معاف کر دیا۔

تنور سے مچھلی نکالنے کا کمال: ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے عہد میں ایک بزرگ ابوالعمر ابوعباس ایک مرتبہ خرقان آئے۔ ابوالحسن اس وقت تنور پر کھارہے تھے اور پانی کا کٹورا سامنے رکھا تھا۔ ابوعباس آپ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور پانی کے کٹورے میں ہاتھ ڈال کر ایک مچھلی نکال کر حضرت ابوالحسن کے سامنے رکھ دی اور کہا یہ میں نے اپنی کرامت سے آپ کو ایک تحفہ پیش کیا ہے۔ اسی وقت حضرت ابوالحسن نے تنور میں ہاتھ ڈالا اور اس کے اندر سے ایک مچھلی نکال دی اور فرمایا ابوعباس! پانی سے مچھلیاں نکالنا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ آدمی آگ سے مچھلی نکال کر دکھائے۔ ابوعباس بہت شرمندہ ہوئے۔ ابوعباس بھی حضرت ابوالحسن کی طرح ہررات بایزید بسطامی کے مزار پر گزارا کرتے تھے۔ ان کی روزانہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح ابوالحسن سے پہلے مزار اقدس پر پہنچ جائیں مگر باوجود پوری کوشش کے وہ ایک مرتبہ بھی اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئے۔

بادشاہ کا پیٹ درد دُرست ہو گیا: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بوعلی سینا آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میں بادشاہ وقت کا خاص غلام ہوں۔ بادشاہ اس وقت شدید پیٹ درد میں مبتلا ہے۔ کوئی عمل ایسا کردیں جس سے بادشاہ ٹھیک ہو جائے۔ آپ نے فرمایا حاذقِ وقت موجود ہے اس کو لے جاؤ۔ یہ سن کو بوعلی سینا بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی'' حضرت! آپ کے ہوتے ہوئے میری طبابت کس کام کی لہٰذا علاج آپ فرمائیں گے میں نہیں کروں گا۔'' آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر مجھے علاج کرنا ہے تو میں ضرور کروں گا۔ آپ نے اپنا جوتا اس شخص کو دیا اور کہا، اسے بادشاہ کے پیٹ پر پھیر دو۔ درد انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ شخص جوتا لے گیا اور بادشاہ کے پیٹ پر پھیر دیا۔ پھر بفضل تعالیٰ بادشاہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

بو علی سینا نے عرض کی، حضرت! اس دنیا میں کچھ باتیں سمجھ میں نہ آنے کے باوجود حقیقت ہوتی ہیں ان کو کیسے سمجھا جائے؟ آپ نے فرمایا ان باتوں کی توجیہ کو جاننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کشفی قوت کی بحالی: حضرت ابوالحسن خرقانی کو بینگن بہت زیادہ پسند تھے مگر آپ نے نفس کشی کی وجہ سے چالیس سال تک بینگن نہ کھائے تا کہ اللہ یہ نہ سمجھے کہ محبت میرے ساتھ کرتا ہے اور ادنیٰ سی چیز بینگن کھانے پر مجبور ہے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ سے کہا ابوالحسن! تمہیں بینگن اتنے پسند ہیں تو ایک مرتبہ میرے کہنے پر کھالو۔ آپ نے والدہ کے حکم کی تعمیل کی اور بینگن کھا لیے۔ اگلے روز آپ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جنگل میں رہزنوں نے ایک قافلے کو لوٹ لیا ہے اور سارے لوگوں کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بات اپنی بیوی کو بتائی تو اس نے حسب معمول آپ سے کہا کہ آپ کا تو دماغ چل گیا ہے یہاں گھر میں بیٹھے ہوئے آپ کو قافلہ کیسے نظر آ گیا حالانکہ جنگل یہاں سے کوسوں دور ہے۔ آپ اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔ اگلی رات حضرت عبادت میں مشغول تھے کہ آپ کی بیوی کو کسی نے آ کر بتایا کہ کسی نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے اور اس کا سر دروازے پر لٹک رہا ہے۔ آپ کی بیوی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور بین کرنے لگی۔ ''دیکھو اس مکار ولی کو جس کو جنگل میں قافلہ لٹتا نظر آ گیا اور اپنا بیٹا قتل ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ اس جھوٹے شخص کو نہ جانے کیوں زمانہ پیر و مرشد مانتا ہے۔ لوگوں کو اس نے بیوقوف بنایا ہوا ہے۔'' حضرت ابوالحسن نے بیٹے کو خون میں لت پت دیکھا تو انہیں بھی بڑا رنج پہنچا فوراً اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے والدہ محترمہ! آپ کے حکم پر اپنی خواہش کے خلاف میں نے بینگن کھا کر خدا کی محبت میں گستاخی کر لی ہے جس کی مجھے وہ سزا ملی کہ میرا بیٹا قتل ہو گیا مگر مجھے پتہ تک نہ چلا آپ کی والدہ بھی بڑی رنجیدہ ہوئی اور اللہ کے آگے رونے لگیں۔ اللہ میاں! غلطی میری تھی اور سزا میرے پوتے کو ملی۔ اب تو مجھے معاف کر دے اور میری ابوالحسن کو جو کشفی قوت تو نے عطا کر

رکھی تھی وہ واپس دے دے۔ ابوالحسن خرقانی نے بھی گڑگڑا کر خدا سے معافیاں مانگیں ،اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر وہی الطاف عطا کر دیے۔

تحمل اور قوت برداشت: ایک مرتبہ شیخ الرئیس بوعلی سینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت گھر پر نہ تھے انہوں نے آپ کی بیوی سے آپ کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابوالحسن کی بیوی نے کہا کہ تم لوگ کتنے بیوقوف ہو کہ ایک جھوٹے مکار انسان کو ولی سمجھ کر اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ جس شخص کو تم ولی سمجھتے ہو وہ اس وقت میرے لیے جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہوا ہے۔

بوعلی سینا جنگل کی طرف چلے گئے، راستے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن لکڑیوں کا گٹھا شیر پر لاد کر آ رہے ہیں۔ وہ بڑے حیران ہوئے اور ڈر کے مارے ایک درخت کے پیچھے چھپ گئے۔ قریب آ کر حضرت ابوالحسن نے پکارا۔ ''بو علی سینا! سامنے آ جاؤ اور شیر سے مت ڈرو۔'' اب تو بوعلی سینا اور حیران ہوئے اورعرض کی'' حضرت میرا نام آپ کو کیسے معلوم ہو گیا۔'' فرمایا اللہ نے میرے دل کو روشن کر دیا ہے اس لیے وہ سب باتیں دل میں ڈال دیتا ہے۔ پھر بوعلی سینا نے آپ کو آپ کے گھر کا قصہ اور آپ کی بیوی کے آپ کے متعلق خیالات بتائے اورعرض کی کہ حضرت آپ اتنے بڑے ولی ہیں اور آپ کی بیوی اتنی گستاخ؟

آپ نے فرمایا بوعلی سینا دیکھو! انسان کو اوقات میں رکھنے کے لیے ان کی بیویوں کو ایسی ہی باتیں کرنی چاہئیں۔ میری بیوی ایک سادہ لوح بکری کی مانند ہے میں اس کی سادہ لوحی کو برداشت کرتا ہوں اور اسی تحمل اور قوتِ برداشت کا نتیجہ ہے کہ میں نے اس شیر کو قابو کر رکھا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک دن میری بیوی نے مجھے کہا کہ اگر تم مجھے ہوا میں پرندوں کی مانند اڑ کر دکھاؤ تب میں تمہیں مانوں گی۔ میں نے اسے اڑ کر دکھایا مگر وہ بولی، تم اڑتے تو ہو مگر تمہاری اڑان پرندوں کی طرح نہ تھی اس لیے میں تمہاری ولایت کو نہیں مانتی۔

فضل اور غضب: ایک مرتبہ ایک شخص نے حج پر جانے کا ارادہ کیا اور وہ حضرت

ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا۔عرض کی کہ حضرت؟ میں حج پر جانا چاہتا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔آپ نے فرمایا، کیا کرو گے حج کر کے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی رضا کے لیے حج کروں گا۔آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم خدا کی تلاش میں مارے مارے ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرو۔ پھر فرمایا کہ کسی شخص کو خوش رکھنے کے لیے اس کے لیے ایک سانس بھی لی جائے تو یہ عبادت برسوں کے نماز روزے سے بہتر ہے۔

اس شخص کو آپ کی گفتگو ناگوار گزری اور وہ بولا میں نے جب ارادہ کر لیا ہے تو میں جاؤں گا تو ضرور آپ مجھے بالکل نہیں روک سکتے۔آپ نے فرمایا میری باتیں غور سے سن لے اگر تیرا من چاہے تو ان پر عمل کرنا، نہ چاہے تو نہ کرنا۔اس طرح میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ایک ایسا شخص جس کا ایک دن اور ایک رات اس طرح گزرے ہوں کہ اس کی ذات سے کسی کو اذیت نہ پہنچی ہو تو اس کی بابت تو یہ یقین کر لے کہ وہ شخص گویا ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا اور اسی طرح ایک وہ شخص جس سے کسی بھی مسلمان کو اذیت پہنچتی ہو وہ اس دن کی اطاعت وعبادت سے محروم رہا۔اس شخص نے آپ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور حج کے لیے روانہ ہو گیا۔دراصل یہ شخص بڑا ظالم انسان تھا اپنے ملازموں اور دیگر ماتحت لوگوں پر بڑی سختی کرتا تھا۔اس لیے حضرت نے اسے حج کرنے سے زیادہ انسانوں پر رحم کرنے کے متعلق نصیحت کی کیونکہ اس کا حج ریا پر مبنی تھا۔مگر اس شخص نے آپ کی باتیں توجہ سے سننے کی بجائے ان کو ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے اڑا دیا۔

اب اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس سال جتنے لوگ حج کے لیے روانہ ہوئے تھے ان پر بہت سی مصیبتیں نازل ہوئیں اور بیشتر لوگ مر گئے۔ جب یہ اطلاعات حضرت ابوالحسن تک پہنچیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی اس شخص کو بتایا تھا کہ اس مرتبہ تم حج پر جانے کی بجائے انسانیت کی خدمت کرو مگر اس نے میری ایک نہ سنی۔آپ کی اس

بات کی خبر مشہور شیخ ابوعباس کو جب ملی تو ان سے بہت سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر حضرت ابوالحسن کی بددعا سے یہ لوگ مصائب کا شکار ہو کر موت سے ہمکنار ہوئے ہیں تو ان کی موت کی ذمہ داری حضرت ابوالحسن پر عائد ہوتی ہے۔ حضرت ابوعباس نے جواب دیا کہ یہ فضول اور بے کار سوال ہے۔ جب ہاتھی زمین پر اپنا جسم رگڑتا ہے تو اس کی زد میں آ کے ہلاک ہونے والے کیڑوں مکوڑوں کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ یہ تو درویش کی جلالیت کا معاملہ ہوتا ہے کہ اس جلالیت میں اس کے من سے اللہ جو چاہتا ہے کہلوا دیتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اس درویش کا سب کیا دھرا ہے۔ حقیقت میں سارا پروگرام خدا کا ہوتا ہے جس کو وہ سرانجام کسی اپنے بندے کے ذریعے دیتا ہے۔

حضرت ابوعباس کی بات سن کر لوگ خاموش ہو گئے اور پھر انہوں نے کوئی سوال نہ کیا اور دل میں خوفزدہ ہونے لگے کہ حضرت ابوالحسن جیسی بزرگ ہستی کے ساتھ تکرار سے بچنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا فضل موج میں ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کا غضب نازل ہونے والا ہوتا ہے۔ تو اگر فضل کسی بندے پر نازل ہو جائے تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتی ہیں اور اگر وہ غضب کا شکار ہو جائے تو نہ دنیا کا رہتا ہے نہ آخرت کا۔

<u>حصول خرقہ کی آرزو:</u> ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی مدح سرائی کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا تم جس کام کی غرض سے آئے ہو وہ بیان کرو' اپنا اور میرا وقت فضول باتوں سے ضائع نہ کرو۔'' اس شخص نے عرض کی حضرت؟ میری خواہش تو معمولی ہے اگر آپ اسے پورا فرمادیں تو میں آپ کا ممنون خاطر رہوں گا۔'' آپ نے فرمایا۔'' مجھے تمہاری آرزو کا علم ہے۔ بہتر ہے تم اپنی خواہش ترک کر دو۔'' اس شخص نے عرض کی۔'' حضرت! میں آپ کے در پر پُر امید ہو کر آیا ہوں لہٰذا میں خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔'' آپ نے اسے جواب دیا'' تم مجھ سے میرا خرقہ لینے چاہتے ہو۔'' اس نے عرض کی'' جی ہاں حضرت میں آپ کا خرقہ لینا چاہتا ہوں تا کہ

میں بھی آپ جیسا ہو جاؤں۔" آپ نے مسکرا کر فرمایا" تمہاری خواہش عجیب و احمقانہ ہے کیونکہ کوئی عورت مردانہ لباس پہن کو مرد نہیں بن سکتی تو تم میرا خرقہ پہن کر مجھ جیسے کیسے بن سکتے ہو۔ اس کام کے لیے خرقہ کی نہیں عمل کی ضرورت ہے۔ عمل کرلو تو مجھ جیسے کیا مجھ سے بھی زیادہ اعلیٰ مقام پر جاسکتے ہو۔" اس شخص پر آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا اور اس نے اپنی خواہش ترک کر دی۔

قطب دوراں کی زیارت: ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آپ سے دریافت کیا اس دنیا کا قطب کون ہے آپ نے فرمایا" قطبِ دوراں کی زیارت کے لیے تمہیں کوہ لبنان جانا ہوگا۔" اس نے پوچھا حضرت! کوہ لبنان پہنچ کر میں کس طرح جان پاؤں گا کہ قطب فلاں شخص ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم کوہ لبنان پہنچو گے تو وہاں پر ایک جنازہ رکھا ہوگا اس جنازے کو جو شخص پڑھائے گا وہی قطبِ دوراں ہوگا۔ وہ شخص اسی وقت روانہ ہو گیا اور بڑی مشکلات اور صعوباتِ سفر کے بعد کوہ لبنان پہنچا۔ وہاں پر اس نے دیکھا کہ واقعی ایک جنازہ پڑا ہوا ہے مگر اسے پڑھانے والا ابھی نہیں پہنچا۔ اسے لوگوں نے بتایا کہ جنازہ پڑھانے والا ابھی آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس شخص نے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑوں میں منہ چھپائے آئے ہیں اور جنازہ پڑھانے کے بعد واپس جا رہے ہیں۔ اس نے جنازہ پڑھانے والے صاحب کا راستہ روکا اور عرض کی کہ حضرت! میں انتہائی دور سے آیا ہوں اور حضرت ابوالحسن کا مرید ہوں اور ان کی اجازت اور راہنمائی سے آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ اپنے چہرے سے کپڑا اٹھائیے تاکہ آپ کا دیدار کرسکوں۔ ان صاحب نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو وہ شخص حیران و پریشان ہو گیا کہ جنازہ پڑھانے والے امام صاحب حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ خود تھے۔ وہ شخص اسی وقت بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت جا چکے ہیں۔ اس نے آپ کی بابت لوگوں سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے اور کہاں گئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب خرقان سے آتے ہیں اور

یہاں نماز پڑھا کر واپس چلے جاتے ہیں، اس وقت ظہر کا وقت تھا اب وہ شخص عصر کی نماز کا انتظار کرنے لگا تا کہ حضرت جب نماز پڑھانے آئیں تو ان سے گفتگو ہو سکے۔ جب واپس جانے لگے تو اس شخص نے لپک کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کی کہ جب میں حضرت آپ کا مرید ہوں تو آپ نے مجھے اتنی دور کیوں بھیجا۔ مجھے اپنا دیدار خرقان میں ہی کروا دیتے۔ آپ نے فرمایا دیکھو! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ یہ خدا کا فضل ہوتا ہے جس پر ہو جائے۔

عقیدت کا معیار کیا ہے؟: ایک دفعہ شیخ ابوسعید حضرت ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت! میں نے جب تک آپ سے ملاقات نہ کی تھی میری حالت ایک پتھر کی سی تھی مگر آپ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا ہے اور آپ کا یہ فیضان ہے کہ میں نے اپنی روحانیت میں بڑی شاندار تبدیلی محسوس کی ہے۔ حضرت ابوالحسن نے خوش ہو کر جواب دیا، ابوسعید میں سوچتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک بیٹا دے دیتا تو جو حقیقت میں میرا ہمراز ہوتا آج اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول کر لی اور آپ کی شکل میں مجھے ایک فرزند معنوی عطا فرما دیا۔ جب شیخ ابوسعید نے یہ بات سنی تو ان کی خوشی بے ٹھکانہ ہو گئی۔ اسی خوشی میں انہوں نے حضرت کی خانقاہ کا ایک پتھر اٹھایا اور اپنی خانقاہ کی محراب میں لگوا دیا مگر اگلے روز دیکھا تو حیران رہ گئے کہ وہ پتھر محراب سے غائب تھا اور دوبارہ حضرت ابوالحسن کی خانقاہ میں جا کر لگ گیا تھا۔ آپ نے دو تین مرتبہ پتھر حضرت کی خانقاہ سے اٹھایا اور اپنی خانقاہ کی محراب میں لگوایا مگر پتھر ہر مرتبہ اپنی جگہ سے ہٹ کر حضرت ابوالحسن کی خانقاہ میں پہنچ جاتا تھا۔ آخر کار شیخ ابوسعید نے یہ پتھر لگوانے کی کوشش ترک کر دی۔ جب یہ بات انہوں نے حضرت ابوالحسن سے عرض کی تو انہوں نے جواب دیا۔ ''تم نے پتھر کو عقیدت سے میری خانقاہ سے اٹھایا اور اپنی خانقاہ میں لگوایا تھا۔ ایسی عقیدت جو پتھر کے ساتھ تم نے کی یہ بت پرستی کے زمرے میں آتی تھی میں نے اس کو ختم کرنے کے لیے پتھر کو وہاں لگنے کی اجازت نہیں دی۔'' شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ نے یہ بات سنی تو خاموش ہو گئے۔

مہمان نوازی میں خدائی مدد: ابوالحسن خرقانی کی بیوی کے متعلق بہت سے واقعات تذکرہ نگاروں نے لکھے ہیں۔ ان کی بیوی ان کی عادت و ریاضت سے سخت نالاں تھی اور اکثر ان کی ولایت کو مکاری اور فریب کاری کہتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے دور کے بڑے بزرگ شیخ ابوسعید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اپنی بیوی سے کہا مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرو۔ بیوی نے نہایت ناگواری سے کہا گھر میں کچھ ہو تو کھانا تیار کروں، تمہارے جیسے قلاش آدمی کے گھر مہمان آتے ہی کیوں ہیں؟ حضرت ابوالحسن نے کہا اے نادان عورت! آہستہ بول کہیں مہمان تمہاری گفتگو نہ سن لیں مگر آپ کی بیوی نے آپ کی ایک نہ سنی اور بولتی گئی۔ حضرت نے پھر کہا۔ تم اپنی زبان بند کرو، کھانے کا انتظام وہ خود کرلے گا جس نے مہمان بھیجے ہیں۔

بیوی نے تمسخرانہ انداز میں کہا اچھا آج میں بھی یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ تو کس طرح کھانے کے لیے ڈرامہ کرتا ہے؟ حضرت ابوالحسن نے خادم سے پوچھا کہ گھر میں کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا چار روٹیاں ہیں آپ نے فرمایا لے آؤ۔ جب وہ روٹیاں لے آیا تو آپ نے روٹیاں ٹوکری میں رکھ کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ پھر خادم سے کہا کہ روٹیاں تقسیم کرتے وقت ٹوکری کے اوپر سے کپڑا ہرگز نہ ہٹانا اور جتنے لوگ موجود ہیں ان میں روٹیاں تقسیم کردو اور پھر خدا کی شان دیکھو۔ خادم نے ابوالحسن کی بیوی کو جب یہ بات بتائی تو اس نے فوراً ٹوکری سے کپڑا اٹھا دیا اور کہا، کہاں ہیں روٹیاں جو تمہارے جعلی پیر نے بنائی ہیں؟ مگر اندر سے وہی چار روٹیاں نکلیں۔ وہ بولی کہ میں نہ کہتی تھی یہ جھوٹ ہے اتنی روٹیاں کہاں سے آسکتی ہیں۔ حضرت ابوالحسن بولے اے اللہ کی بندی! اگر تو یقین نہیں کرتی نہ کر، اللہ نے اپنے بندے کا بھرم رکھ لیا ہے اور مہمان شکم سیر ہو چکے ہیں۔ بیوی پیر پٹختی چلی گئی۔

فاقہ کشی کا انعام: حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بات کی وضاحت فرمائی کہ اہل کرامت بننے کے لئے ضروری ہے کہ ایک یوم کھانا کھا کر تین یوم تک

فاقہ کیا جائے پھر ایک مرتبہ کھانا کھا کر ۱۴ ر یوم تک فاقہ کیا جائے۔ پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد ۴۰ چالیس یوم تک بھوکا رہا جائے پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد ایک سال تک فاقہ کش رہنا چاہئے اور جب ایک سال تک فاقہ کشی کی قوت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی تو غیب سے ایک ایسی شے کا ظہور ہو گا کہ اس کے منہ میں سانپ جیسی کوئی چیز ہو گی اور وہ تمہارے منہ میں دے دی جائے گی جس کے بعد کبھی کھانے کی خواہش رونما نہ ہو گی اور مجاہدات وفاقہ کشی کرتے کرتے جب میری آنتیں قطعی خشک ہو گئیں اس وقت وہ سانپ ظاہر ہوا اور میں نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے کسی واسطے کی حاجت نہیں جو کچھ بھی عطا کرنا ہے بلا واسطہ عطا فرما دے اس کے بعد میرے معدے میں ایک ایسی شیرینی پیدا ہو گئی جو مشک سے زائد خوشبو دار اور شہد سے زیادہ شیرینی تھی پھر ندا آئی کہ ہم تیرے لئے خالی معدے سے کھانا پیدا کریں گے اور تشنہ جگر سے پانی عطا کریں گے اور اگر اس کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں ایسی جگہ سے کھانا کھاتا اور پانی پیتا کہ مخلوق کو بھی علم نہ ہو سکتا۔

<u>وعدہ وفائی</u>: حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہوا تو میں خوف آخرت سے بہت ہی متاثر تھا۔ اسی دوران ایک دن آپ عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے لیکن میں نے عرض کیا کہ مجھے بیماری کا نہیں بلکہ موت کا خوف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت سے خائف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر میں تم سے ۲۰ سال قبل ہی مر جاؤں گا جب بھی عالم نزاع میں تمہارے پاس آ جاؤں گا اس لئے تم موت سے مت خوفزدہ ہو۔ اس کے بعد مجھے صحت یابی حاصل ہو گئی اور آپ کی وفات کے ۲۰ سال بعد حضرت محمد حسین مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے صاحبزادے کا بیان یہ ہے کہ وہ نزاعی کیفیت میں اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کوئی کسی کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے پھر وعلیکم السلام کہا اور جب میں نے پوچھا کہ آپ کے سامنے کون ہے تو فرمایا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے عالم

جان کنی میں آنے کا وعدہ فرمایا تھا لہٰذا وہ تشریف لے آئے اور دوسرے بہت سے اولیاء کرام بھی آپ کے ہمراہ ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ موت سے نہ ڈرو، کہتے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات حقیقت و معرفت کا ایک گرانقدر سرمایہ ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

☆ فرمایا کہ جو راز قلب اولیاء میں نہاں ہوتے ہیں اگر وہ ان میں سے ایک راز کو بھی ظاہر کر دیں تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق پریشان ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ اپنے عقل و گمان سے خدا کو کوئی نہیں پہچان سکتا بلکہ جس قدر بھی جان لیا ہو یہی تصور کر کہ کاش میں خدا کو اس سے زیادہ جان سکتا۔

☆ فرمایا کہ معرفت سے حقیقت تک ایک ہزار منازل ہیں اور حقیقت سے عین حقیقت تک ایک ہزار ایسے ایسے مقامات ہیں کہ ہر مقام سے گزرنے کے لئے عمر نوح اور صفائے قلب محمدی کی ضرورت ہے۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ خدا کے سامنے ارض و سماء اور پہاڑوں کی مانند ساکت و جامد ہو کر کھڑے نہیں ہوتے انہیں جوانمرد نہیں کہا جا سکتا بلکہ مرد وہ ہیں جو خود کو فنا کر کے اس کی ہستی کو یاد کرتے رہیں۔

☆ مشہور ہے کہ آپ نے کسی دانشور سے یہ سوال کیا کہ تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔

☆ فرمایا کہ مست لوگ وہی ہیں جو شراب محبت کا جام پی کر مدہوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مخلوق کی ہر خواہش رہتی ہے کہ دنیا سے عقبیٰ کے لائق کوئی چیز ساتھ لے جائیں لیکن فنائیت کے سوا عقبیٰ کے قابل کوئی شے نہیں۔

☆ فرمایا کہ نفس کی ایک خواہش پوری کرنے والا راہ مولیٰ میں ہزارہا تکالیف

برداشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ مخلوق میں تقسیم رزق کے وقت خدا نے جوانمردوں کو غمِ واندوہ عطا کیا اور انہوں نے قبول بھی کرلیا۔

☆ فرمایا کہ منجانب اللہ بندے کے لئے ایک ایسا راستہ ہے جس سے معرفت و شہادت نصیب ہوتی ہے اور اسی راستہ سے اللہ تعالیٰ خود کو بندے پر ظاہر کر دیتا ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔

☆ فرمایا کہ ہزاروں سردار قبروں میں جا سوئے۔ لیکن دین کی سرداری کے قابل ایک بھی نہ بن سکا۔ فرمایا کہ فنا و بقاء اور مشاہدہ و پاکیزگی موت میں پنہاں ہیں۔ کیوں کہ ظہور الٰہی کے بعد سوائے اس کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

☆ فرمایا کہ اے اللہ تیرے نبی نے مجھے تیری دعوت دی اور میں نے ان کے سوا تمام مخلوق کو تیری دعوت دی۔ فرمایا کہ قیامت میں مخلوق کا ایک دوسرے سے ناطہ ختم ہو جائے گا لیکن میرا جو رشتہ خدا سے قائم ہے وہ نہیں ختم ہوگا۔

☆ فرمایا کہ اگر تم نے عمر میں ایک مرتبہ بھی خدا تعالیٰ کو آزردہ کیا ہو تو زندگی بھر اس سے معذرت چاہتے رہو کیونکہ اگر وہ اپنی رحمت سے معاف بھی کر دے جب بھی تمہارے قلب سے یہ داغ حسرت محو نہ ہونا چاہئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو آزردہ کیا ہے۔

☆ فرمایا کہ دنیا میں غم و آلام برداشت کرتے رہو ممکن ہے اس کے صلہ میں آخرت حاصل ہو جائے اور دنیا میں گریہ زاری کرتے رہو تا کہ آخرت میں مسکرا سکو اور وہاں تمہیں مخاطب کر کے فرمایا جائے کہ کیونکہ تم دنیا میں روتے رہے اس لئے آج تمہیں دائمی مسرت عطا کی جاتی ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ والے دنیا اور اس کی دولت سے خوش نہیں ہوا کرتے۔ فرمایا کہ خدا اپنے محبوب بندوں کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں مخلوق کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

☆ فرمایا کہ امکانی حد تک مہمان نوازی کرتے رہو۔ کیونکہ مہمان کو دونوں جہاں کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر بھی کھلا دو گے جب بھی حق مہمان نوازی ادا نہیں ہوسکتا۔

☆ فرمایا کہ جنت میں داخلہ کی راہ قریب ہے لیکن وصال اللہ ہونے کی راہ دور رہے فرمایا کہ دن میں تین ہزار مرتبہ مرکر زندہ ہونا چاہئے۔

☆ فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ مجھے وہ مقام عطا کر جس میں تیرے سوا میری خودی کا وجود باقی نہ رہ جائے۔

☆ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو آتش محبت سے خاکستر ہو چکے ہوں اور بحر غم میں غرق ہوں۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے لئے ہر جگہ مسجد ہے اور ہر یوم، یوم جمعہ اور ہر مہینہ ماہ صیام ہے لہٰذا بندہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی معیت اختیار کرے۔

☆ فرمایا کہ اگر میں علماء نیشا پور کے سامنے ایک جملہ بھی زبان سے نکال دوں تو وہ وعظ گوئی ترک کر کے کبھی منبر پر نہ چڑھیں۔

☆ فرمایا کہ میرے قلب پر عشق کا ایسا غم ہے کہ پوری دنیا میں کوئی بھی اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکتا۔

☆ فرمایا کہ کہ دنیا سے چار سو دینار کا مقروض ہو کر جانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ کسی سائل کے سوال کو رد کر دوں۔

☆ فرمایا کہ مقتدارات پر شاکر رہنا ایک ہزار مقبول عبادات سے افضل ہے۔

☆ فرمایا کہ جس جماعت میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کی تصدیق میں پوری جماعت کو بخشش دیتا ہے۔

☆ مریدین سے فرمایا کہ مشائخین طریقت کے ساتھ جو بھلائیاں آج تک کی گئی ہیں وہ سب تنہا تمہارے مرشد کے ساتھ کی گئیں۔

☆ فرمایا کہ مرید اپنے مرشد کی جس قد خدمت کرتا ہے اسی قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ کسی مردِ حق کی زیارت کے لئے مشرق سے مغرب تک سفر کرنے کی صعوبتوں کا اجراء اس کی زیارت سے کم ہے۔

☆ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تک رسائی کیلئے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے اور اس منازل سے کم ہمت افراد آگے نہیں بڑھ سکتے اور اگلی منازل سے محروم جاتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اگر تم خدا کے سوا دوسری چیزوں کے طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ علو ہمتی کا ثبوت پیش کرو کیونکہ عالی ہمت لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہر شے سے نواز دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جب تم اپنے قلب کو موجِ دریا کی طرح پانے لگو گے تو اس میں سے ایک آگ نمودار ہوگی اور جب تم خود کو اس میں جھونک کر راکھ بن جاؤ گے تو تمہاری راکھ سے ایک درخت نکلے گا اور اس میں پھلوں کی بجائے ثمر بقا نکلے گا اور اس کو کھاتے ہی تم وحدانیت میں فنا ہو جاؤ گے۔

☆ فرمایا کہ دریائے غیب میں مخلوق کا ایمان گھاس پھوس کی طرح کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہوا اس کو ساحل پر پھینک دیتی ہے۔

☆ فرمایا کہ صاحب حال اپنی حالت سے خود بھی بے خبر ہوتا ہے کیونکہ جس حال سے وہ آگاہ ہو جائے اس کو کسی طرح بھی حال سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کو علم کہا جائے گا۔

☆ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مراتب کے اعتبار سے علیین میں پہنچا دے جب بھی اس کی یہ خواہش نہ ہونی چاہئے کہ اس کے عتاب میں علیین میں داخل ہو جائیں۔

☆ فرمایا کہ ایک مرتبہ اللہ کہنے سے اس طرح زبان جل جاتی ہے کہ وہ دوبارہ اللہ نہیں کہہ سکتا اور جب تم اس کو دوبارہ اللہ کہتے سنو تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی تعریف ہے جو اس کی زبان پر جاری ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ تین مراتب عطا فرماتا ہے اول یہ کہ بندہ دیدار الٰہی سے مشرف ہو کر اللہ اللہ کہتا رہے۔ دوم بندہ عالم وجد میں اللہ کو پکارتا

پھرے، سوم بندہ اللہ کی زبان بن کر اللہ اللہ کہے، پھر فرمایا ممکن ہے کہ ایسی حیات جاوداں حاصل ہو جائے جس کے بعد موت نہ ہو۔ فرمایا کہ جب تم راہ خدا میں اپنی ہستی کو فنا کر لو گے تب تمہیں ایسی ہستی مل جائے گی جو فنا ہونے والی نہیں۔

☆ فرمایا کہ اولیاء کے قلوب مٹ جاتے ہیں ان کے اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان کی روحیں جل جاتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا کی ایک لمحہ کی عبادت مخلوق کی عمر بھر کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ فرمایا کہ ہزاروں بندے شریعت پر گامزن ہوتے ہیں، جب کہیں ان میں سے صرف ایک بندہ ایسا نکلتا ہے جس کے اطراف میں شریعت بھی گردش کرنے لگتی ہے۔

☆ فرمایا کہ ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زہاد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں لیکن میں ہر صبح خدا سے ایسی شے طلب کرتا ہوں جس سے مومن بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے۔

☆ فرمایا کہ قلب بھی تین طرح کے ہوتے ہیں اول قلب فانی جو فکر کا مسکن ہے دوم طالب نعمت قلب جو امارت کی آماجگاہ ہے۔ سوم قلب باقی جو اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ ہے۔

☆ فرمایا کہ خدا تعالیٰ قلوب صوفیاء کے قلوب کو نور کی بصیرت میں اس وقت تک اضافہ کرتا جاتا ہے جب تک وہ بنیائی مکمل ذات الٰہی نہیں بن جاتی۔

☆ فرمایا کہ اعمال کی مثال شیر جیسی ہے اور جب بندہ اپنا قدم شیر کی گردن پر رکھتا ہے تو وہ شیر لومڑی کی طرح ہو جاتا ہے جب عمل پر قابو پا لیا جائے تو عمل آسان ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ خدا اور بندے کے مابین سب سے بڑا حجاب نفس ہے اور جس قدر نیک لوگ گزرگئے ان سب کو نفس سے شکایت رہی۔ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم بھی نفس سے شاکی رہتے تھے۔

☆ فرمایا کہ خدا نے ہر بندے کو کسی نہ کسی شغل سے دو چار کر کے اپنے سے جدا کر دیا لیکن شجاعت یہ ہے کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر خدا کو اس طرح پکڑ لو کہ وہ تمہیں اپنے سے جدا ہی نہ کر سکے۔

☆ معرفت میں کوئی ملاح اپنی کشتی کو غرقابی سے نہیں بچا سکتا، ہزاروں غرق ہوتے چلے گئے بس ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود باقی رہ گیا۔

☆ فرمایا کہ تین چیزوں کا تحفظ بہت دشوار ہے مخلوق سے خدا کے رازوں کی حفاظت، دوم مخلوق کی برائی سے زبان کی حفاظت، سوم دنیا داروں سے پاکیزگی عمل کی حفاظت۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ کچھ نہ جاننے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ جانتے ہیں وہ در حقیقت کچھ بھی نہیں جانتے اور جب یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر شے سے انہیں واقف کر دیتا ہے اور معرفت کے انتہائی مدارج ان کو عطا فرماتا ہے۔

☆ فرمایا کہ ایک مومن کی زیارت کا ثواب حج کے مساوی اور ہزار دینار صدقہ کر دینے سے بھی افضل ہے اور جس کو کسی مومن کی زیارت نصیب ہو جائے اس پر خدا کی رحمت ہے۔

☆ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایسے اہل مراتب بندے بھی پیدا کیے ہیں جن کے قلوب اس قدر وسیع ہیں کہ مشرق و مغرب کی وسعت بھی ان کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

☆ فرمایا کہ دنیا میں مخلوق سے نرمی اختیار کرو اور مکمل آداب کے ساتھ اتباع سنت کرتے رہو اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پاکیزگی کی زندگی بسر کرو کیونکہ وہ خود بھی پاک ہے اس لئے پاکیزہ لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور یہ راستہ مستوں اور دیوانوں کا راستہ ہے۔

☆ فرمایا کہ چشمے کے بجائے دریا سے گزر کر بھی پانی کے بجائے خونِ جگر پیتے رہو تا کہ تمہارے بعد آنے والے کو یہ اندازہ ہو سکے کہ یہاں سے کوئی سوختہ جگر بھی گزرا ہے۔

☆ فرمایا کہ نیکیوں کے ذکر کے وقت ایک سفید ابر برستا رہتا ہے اور ذکر الٰہی کے وقت سبز رنگ کے عشق کا بادل برستا ہے لیکن نیکیوں کا ذکر عوام کے لئے رحمت اور خواص کے لئے غفلت ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر فانی اور باقی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو تو جس طرح بندۂ فانی خدا کو پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح قیامت میں اس کے نور سے اس کا مشاہدہ کر لے گا اور نور بقاء کے ذریعہ نور خدا کو دیکھ لے گا۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے وہ تمام مقامات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور بعض بندوں کو وہ مراتب عطا کرتا ہے کہ وہ ان کے ذریعے لوح محفوظ کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

☆ پھر فرمایا کہ تین ہستیوں کے علاوہ سب ہی لوگ مسلمان کا شکوہ کرتے رہتے ہیں اول اللہ تعالیٰ مومن کا شکوہ نہیں کرتا۔ دوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شکوہ نہیں کرتے۔ سوم ایک مومن دوسرے کا شکوہ نہیں کرتا۔

☆ فرمایا کہ موت سے قبل تین چیزیں حاصل کر لو اول یہ کہ حب الٰہی میں اس قدر گریہ وزاری کرو کہ آنکھوں میں آنسوؤں کی بجائے لہو جاری ہو جائے۔ دوم یہ کہ خدا سے اس قدر خائف رہو کہ پیشاب کی جگہ خون آنے لگے۔ سوم اس کے احکام کی بجا آوری کے ساتھ عبادت میں اس طرح شب بیداری کرو کہ تمام جسم پگھل جائے۔

☆ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بحر کرم کا ایک قطرہ بھی کسی پر ٹپک جائے تو دنیا میں تو کسی شے کی خواہش باقی رہے نہ کسی سے بات کرنے کو دل چاہے اور نہ کسی کی بات سننا گوارا ہو فرمایا کہ دنیا میں کسی سے معاندت کرنا سب سے بدتر شے

ہے۔

☆ فرمایا کہ محشر میں راہ مولیٰ میں جان فدا کرنے والے شہدا کی ایک جماعت ہوگی، لیکن میں ایسا شہید اٹھوں گا جس کا مرتبہ ان سب شہداء سے بلند ہو گا کیونکہ مجھے خدا کے شوق شمشیر نے قتل کیا ہے اور میں ایسا ذرد دل ہوں جس کا دردِ ہستی بقاء تک قائم رہے گا۔

☆ فرمایا شجاعت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایک کرامت اور اس کے مومن بھائی کو ایک ہزار کرامتیں عطا فرمادے، جب بھی وہ اپنی ایک کرامت کو جذبہ ایثار کے تحت اپنے بھائی کی نذر کردے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کے لئے ننانوے عالم تخلیق فرمائے ہیں جن میں سے صرف ایک عالم کی وسعت مشرق سے مغرب تک اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہے باقی اٹھانوے عالم کے احوال بیان کرنے کے لئے کسی میں لب کشائی کی طاقت نہیں۔

☆ فرمایا کہ خدا نے ایسے بندے تخلیق کئے ہیں جن کا قلب نور توحید سے اس طرح منور کردیا گیا ہے کہ اگر ارض وسما کی تمام اشیاء اس نور میں سے گزریں تو وہ سب کو جلا کر راکھ کردے۔ مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن کو یادِ الٰہی کے سوا کوئی شے سے سروکار نہیں۔

☆ فرمایا کہ روزِ محشر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے معائنہ کے لئے جنت میں تشریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ یہ لوگ کون ہیں اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ فنافی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچائے گا کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔

☆ فرمایا کہ صرف مقامات طے کر لینے سے قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے بلکہ بندے نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے لیا ہے اس کو واپس کردے یعنی فنا ہو جائے

کیونکہ فنائیت کے بعد ہی ذات خداوندی سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔

☆ فرمایا کہ درویش وہی ہے جس میں حرکت و سکون باقی نہ رہے اور نہ مروت و غم سے بہرہ ور ہو۔ فرمایا کہ لوگ صرف صبح و شام عبادت کرنے ہی سے خدا کی جستجو کا دعویٰ کر بیٹھتے اور حقیقت میں اس کی جستجو کرنے والے وہ ہیں جو ہر لحہ اس کی تلاش میں رہیں۔

☆ فرمایا کہ جو بندہ ایک شب و روز اس حال میں گزار دے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے تو وہ شخص ایک شب و روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور جو شخص مومن کو کسی دن اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس یوم کی عبادت قبول نہیں کرتا۔

☆ فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں: اوّل ظاہری، دوم باطنی، علم ظاہری کا تعلق علماء سے ہے اور علم باطنی علمائے باطن کو حاصل ہوتا ہے لیکن علم باطن سے بھی فزوں تر وہ علم ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سربستہ رازوں سے ہے اور جس کی مخلوق کو ہوا تک نہیں لگ سکتی۔

☆ فرمایا کہ اس طرح سکوت اختیار کرو کہ سوائے اللہ کے اور کچھ منہ سے نہ نکلے اور قلب میں سوائے فکر الٰہی کے اور کوئی فکر باقی نہ رہے اور تمام امور دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اپنے اعضاء کو خدا کی جانب متوجہ رکھو تا کہ تمہارا ہر معاملہ مبنی بر اخلاص ہو اور اس کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم اپنے دوستوں کے لئے محفوظ رکھتا ہے اور امن و راحت اپنے معصیت کار بندوں کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ سفر کی بھی پانچ اقسام ہیں اول قدموں سے سفر کرنا، دوم قلب سے سفر کرنا، سوم ہمت سے سفر کرنا، چہارم دیدار کے ذریعہ سفر کرنا، پنجم قناعت نفس کے ساتھ سفر کرنا۔

☆ فرمایا کہ اگر تم ارض و سماء اور خدا کی ذات کے ذریعے خدا کو جاننا چاہو گے

جب بھی نہیں پہچان سکتے البتہ نور یقین کے ساتھ اگر اس کو جاننا چاہو گے تو اس تک رسائی حاصل کرلو گے۔

☆ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو مخلوق سے جدا کر کے فکر مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس کو وہ قرب عطا کرتا ہے کہ اس بندے کو مخلوق اور اس کے لوازمات سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

☆ فرمایا کہ اہل اللہ کے غم اور خوشی منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں پھر فرمایا کہ خدا نے کچھ بندوں کو وہ قوت عطا کی ہے جو ایک شب و روز میں مکہ معظمہ میں پہنچ کر لوٹ بھی آتے ہیں اور بعض ایک لمحہ میں یہ فاصلے طے کر لیتے ہیں۔

☆ فرمایا تمام انبیاء و اولیاء دنیا کے اندر اس غم میں مبتلا رہے کہ کاش اللہ تعالیٰ کو جان سکتے۔ لیکن خدا کو جاننے کا جو حق ہے اس طرح نہیں جان سکتے۔ فرمایا کہ محبت کی انتہا یہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام سمندروں کا پانی بھی محبت کرنے والے کے حق میں انڈیل دیا جائے جب بھی اس کی تشنگی رفع نہ ہو سکے اور مزید کی خواہش باقی رہے اور اپنی کرامات پر تکبر نہ کرے۔

☆ فرمایا کہ صدق ولی سے عبادت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ان تمام اشیاء کا مشاہدہ کرا دیتا ہے جو قابل دید ہوتی ہے اور وہ باتیں سنا دیتا ہے جو سماعت کے لائق ہوتی ہیں۔

☆ فرمایا کہ نیک بندوں کو موت سے قبل ہی رجوع الی اللہ ہو جانا چاہئے۔ فرمایا کہ سب سے بہتر مریض قلب وہی ہے جو یاد الٰہی میں بیمار ہوا ہو۔ کیونکہ جو اس کی یاد میں مریض ہوتا ہے وہ شفایاب بھی ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جس کا قلب شوق آتش الٰہی سے جل جاتا ہے اس کو محبت اٹھا کر لے جاتی ہے اور اس سے ارض و سماء کو لبریز کر دیتی ہے۔ لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دیکھنے، سننے اور چکھنے والے بن جاؤ تو وہاں حاضر رہو۔ لیکن وہاں حضوری کے لئے تجرد اور جوانمردی کی ضرورت ہے۔

☆ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے تو مخلوق کو آگاہ فرما دیا اگر اپنی ذات سے آگاہ کرا دیتا تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔ یعنی ذات الٰہی کی واقفیت کے بعد بندے تحیر میں اس طرح غرق ہو جاتے کہ کلمہ بھی یاد نہ رہتا۔

☆ فرمایا کہ خالق نے مخلوق کے لئے ایک ابتداء اور انتہا مقرر کی ہے ابتدا تو یہ ہے کہ مخلوق دنیا میں جو اعمال کرتی ہے اور اس کی انتہا صلہ آخرت ہے اور خدا نے میرے لئے ایک ایسا وقت عطا کیا ہے کہ دین و دنیا دونوں ہی اس وقت کے متمنی ہیں۔

☆ فرمایا کہ محشر میں تمام انبیاء کرام منبر نور پر جلوہ افروز ہوں گے اور تمام اولیاء کرام کی کرسیاں نورانی ہوں گی تا کہ مخلوق انبیاء و اولیاء کا نظارہ کر سکے لیکن ابوالحسن فرش یکتائی پر بیٹھے گا تا کہ خدا تعالیٰ کا نظارہ کرتا رہے۔

☆ فرمایا کہ ہر عبادت کا ثواب معین ہے لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا جتنا اجر دینا چاہے گا دے دے گا اس سے اندازا کیا جا سکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا کی دین پر موقوف ہو اس کی برابر کون سی عبادت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ خدا کے محبوب بن کر ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔

☆ فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائکہ بندوں کی نیکی اور بدی لے کر آسمان پر جاتے ہیں وہ بھی ان کو نظر آتے رہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اپنے کرم سے تمام حجابات ان کی نگاہوں سے اٹھا دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا فرمایا کہ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے کوئی سوال کرے تو پتھر اس کا جواب دے پھر فرمایا کہ لوگ تو اپنی منزل مقصود کے حصول کے لئے دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں لیکن خدا نے مجھے اپنے کرم ہی سے

منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

☆ پھر فرمایا کہ نفع بخش علم وہی ہے جس پر عمل کیا جائے اور بہتر عمل وہ ہے جو فرض کر دیا گیا، فرمایا دانشمند لوگ نور قلبی کے ذریعہ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دوست نور یقین سے دیکھتے ہیں اور جوانمرد معائنہ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کہاں دیکھا ہے تو فرمایا کہ جس مقام پر میں خود کو نہیں دیکھتا وہاں خدا کو دیکھتا ہوں۔

☆ فرمایا کہ اگر تمہارے قلب میں یاد الٰہی باقی ہے تو تمہیں دنیا کی کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر تمہارے قلب میں خدا کی یاد باقی نہیں ہے تو لباس فاخرہ بھی سود مند نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ خدا کے ہمراہ مشاہدہ کرنے کا نام بقا ہے فرمایا کہ جس کو تم مخلوق میں مرد تصور کرتے ہو وہ خدا کے روبرو نامراد ہے اور جو مخلوق کی نظر میں نامرد ہے وہ خدا کے سامنے مرد ہے۔

☆ فرمایا کہ آزار پہنچانے والے سے مخلوق دور بھاگتی ہے اور اے اللہ میں تجھے آزردہ کئے رکھتا ہوں، پھر بھی تو میرے نزدیک ہے جس کا میں کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اے اللہ میں نے اپنی ہر شے تیری راہ میں قربان کر دی اب تو یہ خواہش ہے کہ میرے وجود کو ختم کر دے تا کہ تو ہی تو باقی رہ جائے۔

☆ فرمایا کہ اے لوگو تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے جس کو آبادی و ویرانہ کچھ بھی اچھا نہ لگتا ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دم سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرما دے گا حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی سفارش نہیں کرے گا۔

☆ فرمایا کہ دنیا طلب کرنے والوں پر دنیا حکمران بن جاتی ہے اور تارک الدنیا دنیا پر حکومت کرتا ہے فرمایا کہ فقیر وہی ہے جو دین و دنیا سے بے نیاز ہو جائے

کیوں کہ یہ دونوں چیزیں فقر سے کم درجہ کی ہیں اور قلب کا ان دونوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز طالب نہیں ہوتا تو پھر تم بھی قبل از وقت طلب رزق سے احتراز کرو۔

☆ فرمایا کہ زندگی اس طرح گزارنی چاہئے کہ کراماً کاتبین بھی معطل ہو کر رہ جائیں اور خدا کے سواء کسی پر اظہار اعمال نہ ہو سکے اور اگر اس طرح زندگی بسر نہ کر سکو تو کم از کم اس طرح زندگی گزارو کہ رات میں کراماً کاتبین کو چھٹی مل جائے اور پوری رات خدا کے سوا تمہارے امور سے کوئی آگاہ نہ ہو سکے اور سب سے ادنیٰ درجے زندگی بسر کرنے کا یہ ہے کہ جب کرام کاتبین بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں تو عرض کریں کہ تیرے فلاں بندے نے نیکی کے سوا کوئی برا کام نہیں کیا۔

☆ فرمایا کہ خدا کو ہر جگہ اس طرح حاضر سمجھو کہ تمہارا وجود باقی نہ رہے کیونکہ تم اپنی ہستی کی بقاء تک اس کی ہستی سے محروم رہو گے۔ فرمایا کہ عبادت یا تو جسمانی ہوتی ہے یا زبانی یا قلبی جب اس کی اطاعت کرتا ہے پھر فرمایا کہ معرفت ظاہری عبادت ولباس سے حاصل نہیں ہوتی اور جو لوگ اس کے مدعی ہیں کہ معرفت عبادت ولباس سے حاصل نہیں ہو جاتی وہ آزمائش میں مبتلا ہیں۔

☆ فرمایا کہ امام وہی ہے جس نے تمام راہیں طے کر لی ہوں۔ فرمایا کہ بندوں کو کم از کم اتنا ذکر الٰہی ضرور کرنا چاہئے کہ تمام احکام شریعہ کی مکمل تکمیل ہوتی رہے اور اتنا علم بہت کافی ہے کہ اوامر و نواہی سے کماحقہ، واقفیت حاصل ہو جائے اور اتنا یقین بہت کافی ہے جس سے یہ علم ہو سکے کہ جتنا رزق مقدر ہو چکا ہے ضرور مل کر رہے گا اور اتنا زہد بہت کافی ہے کہ اپنے مقرر کردہ رزق پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کی تمنا نہ رہے۔

☆ فرمایا کہ بندہ چار چیزوں کے ساتھ خدا سے پیش آتا ہے اول جسمانی طور پر، دوم قلبی اعتبار سے، سوم زبان کے ذریعہ، چہارم مال کے لحاظ سے، لیکن اگر

بندہ صرف جسمانی طور سے خدا کی اطاعت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے تو اس کے لئے بے سود ہوگا۔ کیونکہ قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے اور جب ان چار چیزوں کو اس کی راہ میں صرف کرے تو یہ چار چیزیں خدا سے طلب کرے، محبت، ہیبت، خدا کے ساتھ زندگی گزارنا، اس کے راستہ میں یگانگت و موافقت،

☆ فرمایا کہ اکثر لوگوں نے دعویٰ تو کر دیا لیکن نہیں سوچا کہ دعویٰ خود اس بات کی دلیل ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ دعویٰ خود ان کے لئے حجاب بن گیا۔ فرمایا کہ حق و باطل کا اندیشہ کرنے والے اہل حق نہیں ہو سکتے کہ عمل کرنا گو بہتر شے ہے لیکن اتنی واقفیت ہونا ضروری ہے کہ عامل تم خود ہو یا تمہارے پس پردہ کوئی دوسرا ہے کیونکہ عمل وہی اچھا ہے جس کے پس پردہ کوئی دوسرا نہ ہو بلکہ وہ عمل تم خود کر رہے ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تاجر اپنے مالک کے مال سے تجارت کرتے ہوں اور جب وہ سرمایہ واپس لے لیا جائے تو وہ مفلس ہو کر رہ جائے۔

☆ فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تو بہت ہوتے ہیں مگر جوانمرد وہی ہے جو ساٹھ سالہ زندگی اس طرح گزار دے کہ اس کے اعمال نامہ میں کچھ درج نہ کیا جائے اور اس مرتبہ کے بعد بھی خدا سے نادم رہتے ہوئے عجز سے کام لے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو افراد ایسے تھے جس میں سے ایک مسلسل ایک سال تک سجدے میں پڑا رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک سجدے میں رہتا۔ لیکن امت محمدی کی ایک لمحہ کی فکر و مشاہدہ ان دونوں کے سال دو سال کی عبادت سے کہیں زائد ہے۔

☆ فرمایا کہ دین کو جتنا ضرر حریص عالم اور بے عمل زاہد سے پہنچتا ہے اتنا نقصان ابلیس سے نہیں پہنچتا فرمایا کہ سب سے افضل امور ذکر الٰہی، سخاوت، تقویٰ اور صحبت اولیاء ہیں فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا کی نگاہوں سے ایک ہزار میل دور بھی

بھاگنا چاہو گے تو یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے اور اس میں بہت سے مفاد مضمر ہے۔

☆ فرمایا کہ اولیاء کرام مخلوق سے متنفر ہو کر راہ مولیٰ میں مگن رہتے ہیں اور اپنا حال کبھی مخلوق پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور جب اہل دنیا ان کے مراتب کو پہچان کر شہرت دیتے ہیں تو ان کا عیش بے نمک کھانے جیسا ہو جاتا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو یہ توفیق عطا فرمادے کہ اپنے اعمال کو پس پشت ڈال کر صدق دل سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے۔

☆ فرمایا کہ ہدایت و ضلالت دونوں جداگانہ راہیں ہیں۔ ہدایت کی راہ تو خدا تک پہنچا دیتی ہے لیکن ضلالت کی راہ بندے کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تک پہنچ گیا وہ جھوٹا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا تک پہنچایا گیا ہے وہ اپنے قول میں ایک حد صادق ہے۔ فرمایا کہ خدا کو پالینے والا خود باقی نہیں رہا لیکن وہ کبھی فنا بھی نہیں ہوتا۔

☆ آپ نے فرمایا تم نے تو ساٹھ سالہ زندگی کو رائیگاں کر دیا لہٰذا اب تمہیں اس قدر کثرت سے عبادت کی ضرورت ہے جو تمہاری بربادی کا ازالہ کر سکے کیونکہ حضرت خضر اور تم کو خدا نے تخلیق فرمایا اور تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے ملاقات کے خواہش مند ہو جب کہ مخلوق کا یہ فرض ہے کہ سب کو چھوڑ کر صرف خالق کی جانب رجوع کر میری حالت تو یہ ہے کہ جب سے مجھے خدا کی معیت حاصل ہوئی ہے مجھے کبھی مخلوق کی صحبت کی تمنا نہیں ہوئی۔

☆ فرمایا کہ مخلوق میری تعریف سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ جو کچھ بھی میری تعریف میں کہے گی میں اس کے برعکس ہوں فرمایا کہ جب میں نے اپنی ہستی پر نظر ڈالی تب مجھے اپنی نیستی کا پتہ چلا اور جب نیستی پر نگاہ ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کے مشاہدے سے نواز دیا۔ جب مجھے اس واقعہ سے حیرت ہوئی تو ندائے غیبی آئی کہ اپنی ہستی کا اقرار کر۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تیرے سوا

ہستی کا کون اقرار کرسکتا ہے جیسا کہ تو نے قرآن میں فرمایا ہے۔ شهد الله انه لا الـه الا هو اور جب خدا تعالیٰ نے یہ راستہ کشادہ کر دیا تو میں سال بہ سال اس کی راہ کی روشنی میں کفر سے ثبوت تک پہنچ گیا۔

☆ فرمایا کہ ناعاقبت اندیش ہیں۔ وہ لوگ جو خدا کو دل کے ذریعہ شناخت کرنا چاہتے ہیں جبکہ صرف اس کو اسی کے کرم سے بے دلیل پہچاننے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی معرفت کیلئے تمام دلائل بے سود ہیں فرمایا کہ عشاق خدا کو پالینے کے بعد خود گم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ لوح محفوظ کا نوشتہ صرف مخلوق کے لئے ہے اس کا تعلق اہل اللہ سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔

☆ فرمایا کہ جو بندہ دنیا میں انبیاء اور اولیاء اور خدا سے شرم کرتا ہے عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔ فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اول مجرد اور صاحبِ علم کو، دوم صاحب سجدہ کو، اہل کسب و ہنر کو۔ فرمایا کہ نان جویں کھانے اور ٹاٹ کا لباس پہن لینے ہی سے صوفی نہیں بن جاتا کیونکہ اگر صوفی بننے کا دارومدار اس پر موقوف ہوتا تو تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور صوفی بن جایا کرتے بلکہ صوفی وہ ہے جس کے قلب میں صداقت اور عمل میں اخلاص ہو، فرمایا کہ مجھے مرید کرنے کی خواہش نہیں بلکہ میں تو ہر وقت اللہ کافی کہا کرتا ہوں۔

☆ فرمایا کہ قابل صحبت وہی ہے جو آنکھ سے اندھی، کان سے بہری اور منہ سے گونگی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو اپنی آنکھ سے خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھتا ہو جو اپنے کانوں سے حق کے سوا کوئی بات نہ سنتا اور زبان سے حق کے سوا کچھ نہ کہتا ہو۔

☆ فرمایا کہ خدا کی دوستی اس لئے ضروری ہے کہ جب مسافر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کا دوست موجود ہو تو راہ کی تمام تکالیف بھول جاتا ہے اور اس کے

قلب کوتقویت حاصل رہتی ہے، لہٰذا جب تم قیامت میں اس طرح مسافر بن کے پہنچو گے جہاں خدا تعالیٰ تمہارا دوست ہو گا۔ تو تمہیں مسرت حاصل ہو گی

فرمایا کہ جو لوگ مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتے ان کے قلوب میں مخلوق کی دوستی کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور جو لوگ اپنی حیات کو امورِ خداوندی میں صرف نہیں کرتے ان کی آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر نہیں ہو سکتی۔

☆ فرمایا کہ جب خدا کے مخلوق بندے اس کو پکارتے ہیں تو چرند پرند خاموش ہو جاتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب پرندے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں تو پوری کائنات خوف سے لرزہ براندام ہو جاتی ہے اور اولیاء کرام پر تین وقت ایسے بھی آتے ہیں جب ملائکہ بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اول انقباض روح کے وقت ملک الموت، دوم اندراج اعمال کے وقت کراماً کاتبین، سوم قبر میں نکیرین سوال کرتے وقت۔

☆ فرمایا کہ علماء علم کو عابدین، عبادت کو زاہدین، زہد کو معرفت الٰہی کا ذریعہ تصور کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن وہ اس لئے بے سود ہوتا ہے کہ قرب الٰہی کا ذریعہ صرف پاکیزگی ہے اور وہ پاک بے نیاز پاکی ہی کو پسند فرماتا ہے۔ کہ جس کی زندگی خدا کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی وہ اپنے نفس اور قلب و روح پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

☆ فرمایا کہ قبلے حقیقت میں پانچ ہیں پہلا قبلہ کعبہ ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے دوسرا بیت المقدس جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا گزشتہ تمام انبیاء کرام کا قبلہ ہے، سوم بیت المعمور یہ آسمانی ملائکہ کا قبلہ ہے چہارم عرش، یہ دعا کا قبلہ ہے، پنجم ذات باری تعالیٰ یہ جوانمردوں کا قبلہ ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ یعنی جس طرف تم منہ پھیرو اسی طرف اللہ موجود ہے۔

☆ فرمایا کہ لوگ تو دریا میں مچھلی پکڑتے ہیں لیکن اللہ والے خشکی میں مچھلی پکڑتے

ہیں اورلوگ تو خشکی میں سوتے ہیں لیکن اہل اللہ دریا میں آرام کرتے ہیں۔
فرمایا کہ دنیا میں ایک ہزار تمناؤں کو قربان کردینے کے بعد آخرت میں صرف ایک تمنا پوری ہوتی ہے اور ایک ہزار تلخ گھونٹ زہر پی لینے کے بعد شربت کا ایک گھونٹ نصیب ہوتا ہے۔

☆ فرمایا کہ طالب جب راستہ میں دس مقام پر زہر کھا چکتا ہے تب کہیں گیارہویں جگہ شکر نصیب ہوتی ہے یعنی ابتداً طالبین خدا کو بے حد تکالیف و اذیتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پھر کہیں قرب الٰہی میسر آتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل طور پر جستجو کی توفیق عطا فرمادے اس وقت تک جستجو سے احتراز کرو کیونکہ توفیق الٰہی کے بغیر اگر کوئی عمر بھر بھی اس کو جستجو کرتا رہے جب بھی نہیں پا سکتا۔

☆ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی نوازش کے بعد بندے کو ایسی لسان غیبی عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ جو کچھ بھی زبان سے نکال دیتا ہے اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

☆ فرمایا کہ لوگ تو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ عالم نزع اور قبر میں ہماری اعانت فرمانا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہماری اعانت فرما اور میری فریاد رسی کر۔

وصال: حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۱۰ محرم ۴۲۵ھ مطابق ۱۰۳۳ء خرقان میں ہوا اور وہیں پر آپ کو سپرد خاک کیا گیا آپ کے مزار پر ایک عالی شان گنبد بنا ہوا ہے۔

وصیت: وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دکھایا جائے تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ خدا کے ساتھ بت پرستی درست نہیں۔ پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے ۳۰ گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ ترک ادب کی بات ہے کہ میرا مزار حضرت بایزید بسطامی کے مزار سے اونچا ہو جائے۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا لیکن آپ کی وفات سے دوسرے ہی دن ایک بجلی سی چمکی اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پتھر آپ کے مزار

پر رکھا ہوا ہے اور قریب ہی میں شیر کے قدموں کے نشان ہیں جس سے یہ اندازہ کیا گیا کہ یہ پتھر شیر ہی نے لا کر رکھا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے مزار کے اطراف میں شیر کو گومتے ہوئے بھی دیکھا گیا لیکن زبان زد عام خلق عام یہی ہے کہ آپ کے مزار کو تھام کر جو دعا بھی مانگی جائے گی وہ ضرور قبول ہو گی اور بہت سے تجربات بھی اس کے شاہد ہیں۔ بعض لوگوں نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ سلوک کیا فرمایا کہ میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا گیا جس پر میں نے عرض کیا تو مجھے اعمال نامے میں کیوں الجھانا چاہتا ہے جب کہ میرے اعمال سے قبل ہی تو مجھ سے بخوبی واقف تھا کہ مجھ سے کس قسم کے اعمال سرزد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا میرا اعمال نامہ کراماً کاتبین کے حوالے کر کے مجھے اس جھنجھٹ سے نجات دے دے تا کہ میں ہر وقت تجھ سے ہمکلام رہ سکوں۔

قطعہ تاریخ وصال: آپ کے سن وصال کے بارے میں صابر برارلی نے قطعہ تاریخ وصال یوں لکھا ہے۔

ہیں شیخ خرقانی وہ میر بزم اولیاء   شاداب جن کے دم سے ہے اسلام کا چمن
صابر سن وصال یہی کہیے شیخ کا   ہیں صاحب کمال حقیقت ابوالحسن

۱۰۳۳ھ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

محبوب ربانی، قطب سبحانی، حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ ان اولیاء عظام سے ہیں جن کا نام گلستان ولایت میں ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا۔

وطن: آپ کا اصل وطن قصبہ نیف گیلان بلاد فارس ہے عرب کے لوگ اسی کو جیل اور جیلان کہتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں گیلان کے گ کو بدل کر جیلان لکھا جاتا ہے اس طرح آپ کو گیلانی یا جیلانی جو کچھ بھی کہا جائے درست ہے یہ طبرستان کے پاس ہے۔ کیونکہ علاقہ جیل کے باشندوں کو عام طور پر جیلی کہا جاتا ہے مشہور عالم فاضل حضرت ابوالفضل احمد بن صالح جیلی اسی علاقہ جیل کے رہنے والے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قصیدہ غوثیہ میں اپنے آپ کو جیلی فرمایا ہے یعنی میں جیل کا رہنے والا ہوں اور محی الدین میرا نام ہے اور میری عظمت کے جھنڈے پہاڑوں پر گڑے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ جیل، گیل، کیل، گیلان، جیلان، سب ایک ہی علاقہ کے نام ہیں اس لیے حضرت کو کسی نام سے بھی منسوب کیا جائے، غلط نہ ہوگا۔ دنیائے اسلام میں عام طور پر آپ کو گیلانی یا جیلانی ہی کہا جاتا ہے۔

والدین: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سید ہیں گھرانہ سادات کی عظمت زمانے بھر میں مشہور ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید ابوصالح

موسیٰ جنگی دوست ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام الخیر فاطمہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت سید ابوصالح رحمتہ اللہ علیہ جوانی کے عالم میں دریا کے کنارے عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ کئی پہروں سے کچھ نہ کھایا تھا۔ بھوک کی شدت کے باعث اٹھے اور دریا کے کنارے کنارے چلتے گئے۔ اچانک آپ کی نگاہیں ایک سیب پر پڑیں جو دریا کے کنارے کے ساتھ بہتا چلا آ رہا تھا۔ بھوک کے باعث اٹھالیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھا لیا۔ جب سیب کھا چکے تو دل میں خیال آیا اے ابوصالح! تو نے بغیر اجازت لیے سیب کھالیا یہ تیرا تو نہیں تھا۔ اس خیال کے آتے ہی پریشان ہو گئے اور جس طرف سے سیب بہتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ دریا کے کنارے اسی طرف چلنا شروع کر دیا ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ دریا کے کنارے پر سیبوں کا ایک باغ دکھائی دیا اور درختوں پر لگے ہوئے سیب شاخوں سے جھک کر پانی پر لٹک رہے تھے۔ فوراً سمجھ گئے کہ وہ سیب جو میں نے کھایا ہے ان ہی درختوں کا تھا۔

پوچھا کہ یہ باغ کس کا ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ باغ ایک بزرگ سید عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ اسی وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بغیر اجازت سیب کھانے پر ان سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ سید عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ بھی اللہ کے ولی تھے سمجھ گئے کہ نوجوان متقی اور پرہیز گار ہے ورنہ کون ایک سیب بغیر اجازت کھا لینے پر اتنا تردد کرتا ہے۔ فرمایا' اے نوجوان! تمہاری معافی پر غور ہوسکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کچھ مدت تک اس باغ کی رکھوالی کرو اور اتنا عرصہ تک اس خدمت کو انجام دو۔ حضرت ابوصالح رحمتہ اللہ علیہ نے باغ کے مالک کو راضی کرنے کی خاطر بڑی محنت' دیانتداری کے ساتھ مقررہ مدت تک اس خدمت کو انجام دیا اور پھر حاضر خدمت ہوئے۔ معافی کے خواستگار ہوئے۔ سید عبداللہ صومعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' بغیر اجازت سیب کھانے کی اجازت صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ میری ایک بیٹی ہے جو آنکھوں سے اندھی' کانوں سے بہری' ہاتھوں سے لنجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے اسے اپنے نکاح میں قبول کرلو۔

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو کچھ دیر سوچا اور پھر اس پر آمادہ ہو گئے۔ نکاح کے بعد جب اپنی بیوی کے پاس تشریف لائے۔ بیوی کو دیکھا تو جو ظاہر نقائق بتائے گئے تھے وہ ایک بھی موجود نہ تھا بلکہ ایک خوبصورت لڑکی وہاں پر موجود تھی۔ دل میں خیال آیا کہ جو لڑکی مجھے بتائی گئی تھی یہ وہ تو نہیں ہے۔ غلطی کا خیال کر کے پریشانی کی کیفیت ملاحظہ فرمائی تو سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ فرمایا' اے بیٹے! یہ تمہاری بیوی ہے اور اس کی جو صفات میں نے تجھ سے بیان کی تھیں وہ تمام درست تھیں۔ یہ اندھی اس لیے ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی' یہ بہری اس لیے ہے کہ اس نے کبھی خلاف حق بات نہیں سنی' اس نے کبھی بھی خلاف شرع کام نہیں کیا اس لیے یہ ہاتھوں سے لنجی ہے۔ اس نے کبھی گھر سے قدم باہر نہیں نکالا اس لیے یہ لنگڑی ہے۔

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے جس نیک خاتون سے نکاح کیا ان کا اسم مبارک فاطمہ تھا۔ لقب امت الجبار اور کنیت ام الخیر تھی۔ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتی تھیں۔ انہی دو پاکیزہ ہستیوں کے ہاں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سلسلہ نسب: آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور بواسطۂ مادر محترمہ چودہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ والد ماجد کی نسبت سے حسنی ہیں اور سلسلہ نسب یوں ہے:

سید محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد شمس الدین زکریا بن سید ابوبکر داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ جون بن سید عبداللہ محض بن سید امام حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ والدہ ماجدہ کی نسبت سے حسینی ہیں اور سلسلہ نسب یوں ہے:

سید محی الدین ابومحمد عبدالقادر بن امۃ الجبار بنت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابوالعطا عبداللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابوعلاءالدین محمد جواد بن امام سید علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر ابن زین العابدین بن امام ابوعبداللہ حسین بن امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ولادت باسعادت: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ جیلان میں یکم رمضان بروز جمعۃ المبارک ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ مناقب معراجیہ کی روایت ہے کہ سیدنا عبدالقادر کا چہرہ مبارک بوقت ولادت مہر درخشاں کی طرح روشن تھا۔

حیرت انگیز واقعات: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مسعود کے وقت بہت سے حیرت انگیز واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب آپ رونق افروز عالم ہوئے اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر فاطمہ رضی اللہ عنہ کی عمر ساٹھ سال کی تھی جو عام طور پر عورتوں کا سنِ یاس ہوتا ہے اور ان کو اولاد سے ناامیدی ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ اس عمر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ ان کے بطن مبارک سے ظاہر ہوئے۔ مناقب غوثیہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کے وقت غیب سے پانچ عظیم الشان کرامتوں کا ظہور ہوا۔

(۱) جس رات آپ پیدا ہوئے اس رات آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات، فخر موجودات، منبع کمالات، باعث تخلیق کائنات احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات بمعہ صحابہ کرام، ائمۃ الہدیٰ اور اولیاء عظام علیہم الرضوان ان کے گھر جلوہ افروز ہیں۔ ان الفاظ مبارکہ سے ان کو خطاب فرمایا اور بشارات سے نوازا'' اے ابوصالح! اللہ تعالیٰ نے تم کو

ایسا فرزند عطا فرمایا ہے جو ولی ہے۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور عنقریب اس کی اولیاء اللہ اور اقطاب میں وہ شان ہوگی جو انبیاء و مرسلین میں میری شان ہے ؎

غوث اعظمؒ درمیان اولیاء　　چوں محمد ﷺ درمیانِ انبیاء ﷺ

(۲) حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا جو آپ کے ولی کامل ہونے کی دلیل تھا۔

(۳) آپ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے عالمِ خواب میں بشارت دی کہ جو لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہوگا سلطان الاولیاء ہوگا اس کا مخالف گمراہ اور بددین ہوگا۔

(۴) جس رات حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ اس رات جیلان شریف کی جن عورتوں کے ہاں بچہ پیدا ہوا ان سب کو اللہ کریم نے لڑکا ہی عطا فرمایا۔ وہ ہر نومولود لڑکا اللہ کا ولی بنا۔

(۵) آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور پہلے دن ہی سے روزہ رکھا۔ سحری سے لے کر افطاری تک آپ والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند ارجمند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔ ولادت کے دوسرے سال موسم ابر آلو ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا اس لیے لوگوں نے میرے پاس آ کر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا کہ انہوں نے دودھ پیا ہے کہ نہیں؟ تو میں نے ان کو بتایا کہ میرے فرزند نے آج دودھ نہیں پیا۔ بعد ازیں تحقیقات کرنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہوگیا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی یعنی اس دن روزہ تھا۔

<u>زمانۂ رضاعت</u>: آپ کی والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ پورے زمانۂ رضاعت میں

آپ کا یہ حال رہا کہ سال کے تمام مہینوں میں آپ دودھ پیتے رہتے تھے لیکن جونہی رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ دن کو دودھ کی بالکل رغبت نہ فرماتے تھے۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ آپ کا یہ معمول رہتا تھا کہ طلوعِ آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک قطعاً دودھ نہیں پیتے تھے۔ خواہ کتنی ہی دودھ پلانے کی کوشش کی جاتی یعنی رمضان شریف کا پورا مہینہ آپ دن میں روزہ سے رہتے تھے۔ جب مغرب کے وقت اذان ہوتی اور لوگ افطار کرتے تو آپ دودھ پیتے تھے۔

بچپن و پرورش: حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی ہوش نہیں سنبھالا تھا کہ انہیں ایک صدمہِ جانکاہ سے دوچار ہونا پڑا۔ یعنی ان کے والد ماجد حضرت شیخ ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے اچانک پیغام اجل کو لبیک کہا اور اس طرح آپ اپنے ہادی و آقا جناب سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مانند بالکل کم سنی میں دریتیم بن گئے۔

اس وقت آپ کے نانا حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ انہوں نے یتیم نواسے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے یہ انہی کا فیضان تھا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد نے علم و عرفان کی انتہائی بلندیوں کو چھولیا تھا۔ اب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے سایۂ عاطفت میں آنا کسی سرالٰہی کی غمازی کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی فرزند نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی تمام تر پدرانہ شفقت نواسے کے لیے وقف کر دی ان کی فراست باطنی نے معلوم کر لیا تھا کہ اس نونہال کی جبینِ سعادت میں نورِ ولایت چمک رہا ہے۔ اس لیے فیضانِ باطنی سے انہوں نے ننھے عبدالقادر کو خوب خوب سیراب کیا۔ گویا حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور مرشد اول حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر عارفِ زمانہ تھے۔

کھیل کود سے بے رغبتی: بچپن ہی سے حضرت سید عبدالقادر جیلانی کو کھیل کود سے کوئی رغبت نہ تھی۔ نہایت صاف ستھرے رہتے اور زبانِ مبارک سے کبھی کوئی کم

عقلی کی بات نہ نکلتی تھی۔ اپنے لڑکپن کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ عمر کے ابتدائی دور میں جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ لہو ولعب سے باز رہو۔ جسے سن کر میں رک جایا کرتا تھا اور اپنے گرد وپیش جو نظر ڈالتا تو مجھے کوئی آواز دینے والا نہ دکھائی دیتا تھا۔ جس سے مجھے دہشت سی معلوم ہوتی، میں جلدی سے بھاگتا ہوا گھر آتا اور والدہ محترمہ کی آغوشِ محبت میں چھپ جاتا تھا۔ اب وہی آواز میں اپنی تنہائیوں میں سنا کرتا ہوں۔ اگر مجھ کو کبھی نیند آتی ہے تو وہ آواز فوراً میرے کانوں میں آکر مجھے متنبہ کر دیتی ہے کہ تم کو اس لیے نہیں پیدا کیا ہے کہ تم سو یا کرو۔

شکمِ مادر میں علم: روایت ہے کہ جب آپ پڑھنے کے لائق ہو گئے تو آپ کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے ایک مدرسے میں لے جایا گیا کہ قرآن پڑھنے کے لیے وہاں آپ کو داخل کروا دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ استاد کے سامنے آپ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ استاد نے کہا پڑھو بیٹے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپ نے بسم اللہ شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ الٓـمٓ سے لے کر مکمل اٹھارہ پارے زبانی پڑھ ڈالے۔ استاد نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ یہ تم نے کب پڑھا اور کیسے یاد کیا؟ فرمایا والدہ ماجدہ اٹھارہ پاروں کی حافظہ ہیں جن کا وہ اکثر ورد کیا کرتی تھیں۔ جب میں شکمِ مادر میں تھا تو یہ اٹھارہ پارے سنتے سنتے مجھے یاد ہو گئے تھے۔

مکتب میں داخلہ: ایک اور روایت میں ہے کہ جیلان میں ایک مقامی مکتب تھا۔ جب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو اس مکتب میں بٹھا دیا۔ حضرت کی ابتدائی تعلیم اسی مکتب مبارک میں ہوئی۔ اس مکتب میں آپ کے اساتذہ یا استاد کون تھے کتب تاریخ و سیر اس بارے میں خاموش ہیں۔ دس برس کی عمر تک آپ کی ابتدائی تعلیم مین کافی دسترس ہو گئی۔

اپنی ولایت کا علم ہونا: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں صغر سنی کے عالم میں مدرسہ کو جایا کرتا تھا تو روانہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس

آتا اور مجھے مدرسہ لے جاتا۔ خود بھی میرے پاس بیٹھا رہتا میں اس کو مطلقاً نہ پہچانتا تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں مدرسہ میں آپ کے ساتھ رہا کروں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز میرے قریب سے ایک شخص گزرا جس کو میں بالکل نہ جانتا تھا اس نے جب فرشتوں کو یہ کہتے سنا کہ کشادہ ہو جاؤ تاکہ اللہ کا ولی بیٹھ جائے۔ تو اس نے فرشتوں میں سے ایک کو پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے؟ تو فرشتے نے جواب دیا کہ یہ سادات کے گھرانے کا لڑکا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ عنقریب بہت بڑی شان والا ہوگا۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث معظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں دس برس کا تھا اور اپنے شہر کے مکتب میں جایا کرتا تھا تو فرشتوں کو اپنے پیچھے اور اردگرد چلتے دیکھتا۔ جب مکتب میں پہنچ جاتا تو وہ بار بار یہ کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔ اسی واقعہ کو بار بار دیکھ کر میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درجۂ ولایت پر فائز کیا ہے۔

نانا جان کا انتقال: حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ابھی جیلان کے مکتب میں زیر تعلیم تھے کہ آپ کے نانا جان حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کو منعم حقیقی کا بلاوا آ گیا اور وہ عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ اب ان کی سرپرستی اور تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ پر آ پڑا۔ اس عارفۂ پاک باطن نے کمال صبر و استقامت سے اپنے فرزند جلیل القدر کی نگرانی جاری رکھی اور انھی کی زیر نگرانی آپ سنِ رشد کو پہنچے آپ کا عنفوانِ شباب بھی پاکبازی اور برکات جلیلہ کو اپنے دامن میں لیے ہوئے تھا۔

تحصیل علم کے لیے غیبی اشارہ: آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ برس کی تھی کہ ایک دن گھر سے باہر سیر کے لیے نکلے یہ یومِ عرفہ تھا۔ راستے میں کسی کسان کا بیل جا رہا تھا آپ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے کہ یکا یک بیل نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا اور بزبان انسانی یوں گویا ہوا:

مَا لِهٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا اُمِرْتَ ۔

(اے عبدالقادر! تو اس لیے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے)

حضرت اس پُر اسرار بیل کے ذریعے یہ اشارہ غیبی پا کر حیران رہ گئے۔ عشقِ الٰہی کے جذبہ نے جوش مارا سیدھے گھر جا کر والدہ ماجدہ کو یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ بصد ادب عرض کی کہ تحصیل و تکمیلِ علم کے لیے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہاں کے مدارس و مکاتب کا ایک عالم میں شہرہ ہے۔ سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا چشم زون میں سب کچھ سمجھ گئیں۔

تذکرہ غوث اعظم میں لکھا ہے کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کی عمر اٹھتر برس کے قریب تھی۔ مشفق باپ سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ اور شوہر سید ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ ضعیف العمری کے اس عالم میں ان کی امیدوں کا مرکز سیدنا عبدالقادر ہی تھے۔ دوسرے فرزند سید ابواحمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی خورد سال تھے۔ جوان فرزند کا ایک لمحہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہونا گوارا نہ تھا اور پھر بغداد کا سفر کوئی معمولی سفر نہیں تھا۔ دور حاضرہ کے ذرائع آمد و رفت کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوگ قافلوں کی صورت میں پیدل یا اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کیا کرتے تھے۔ بغداد جیلان سے کم و بیش ساڑھے چھ سو کلومیٹر کی دوری پر تھا۔ سفر میں ہزار ہا صعوبتیں اور خطرات پنہاں تھے۔ لیکن جس مقصد بلند کے لیے سیدنا عبدالقادر نے بغداد جانے کا اظہار کیا تھا اس سے ام الخیر امۃ الجبار سیدہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی پاک باطن ماں بھلا اپنے فرزند کو کیسے روک سکتی

تھیں۔ باچشم پرنم لختِ جگر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میری آنکھوں کے نور تیری جدائی تو ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مبارک مقصد کے لیے تم بغداد جانا چاہتے ہو۔ میں اس کے راستے میں حائل نہیں ہوں گی۔ حصول و تکمیلِ علم ایک مقدس فریضہ ہے۔ میری دعا ہے کہ تم ہر قسم کے علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال حاصل کرو۔ میں تو شاید اب جیتے جی تمھاری صورت نہ دیکھ سکوں گی لیکن میری دعائیں ہر حال میں تیرے ساتھ رہیں گی۔

پھر فرمایا تیرے والد مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے ترکہ سے اسی دینار میرے پاس ہیں۔ چالس دینار تیرے بھائی کے لیے رکھتی ہوں اور چالیس زادِ راہ کے لیے تیرے سپرد کرتی ہوں۔ سیدہ فاطمہ نے یہ چالیس دینار سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی بغل کے نیچے آپ کی گدڑی میں سی دیے اور پھر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

جب گھر سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے میرے لختِ جگر عبدالقادر! میری ایک نصیحت کو حرزِ جان بنا لو۔ ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا۔''

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بادیدۂ گریاں عرض کیا۔ مادرِ محترمہ! میں صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔ پھر آپ کی والدہ نے آپ کو اپنی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

آپ کی بے مثل سچائی: حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر بغداد جانے والے ایک قافلے میں شامل ہو گئے۔ آپ کا قافلہ ہمدان کے مشہور شہر تک تو بخیریت پہنچ گیا لیکن جب ہمدان سے آگے ترتنگ کے سنسان کوہستانی علاقہ میں پہنچا تو ساٹھ قزاقوں کے ایک جتھے نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ اس جتھے کا سردار ایک طاقتور قزاق احمد بدوی تھا۔ قافلے کے لوگوں میں ان خونخوار قزاقوں کے مقابلہ کی سکت نہیں تھی۔ قزاقوں نے قافلہ کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور اسے تقسیم کرنے کے لیے ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اطمینان

سے ایک طرف کھڑے رہے۔ لڑکا سمجھ کر کسی نے آپ سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اتفاقاً ایک ڈاکو کی نظر ان پر پڑی اور اس نے پوچھا کیوں لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے! حضرت نے بلا خوف وہراس کے اطمینان سے جواب دیا، ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو کو آپ کی بات پر یقین نہ آیا اور وہ آپ پر ایک نگاہ استہزاء ڈالتا ہوا چلا گیا۔

پھر ایک دوسرے قزاق نے بھی آپ نے دریافت کیا' لڑکے تیرے پاس کچھ ہے؟ آپ نے اسے بھی وہی جواب دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اس قزاق نے بھی آپ کی بات کو ہنسی میں اڑا دیا اور اپنے سردار کے پاس چلا گیا۔ پہلا قزاق بھی وہاں پہلے ہی موجود تھا اور لوٹ کے مال کی تقسیم ہو رہی تھی۔ اس دونوں قزاقوں نے سرسری طور پر اس لڑکے کا واقعہ اپنے سردار کو سنایا۔ سردار نے کہا اس لڑکے کو ذرا میرے سامنے لاؤ۔ دونوں ڈاکو بھاگتے ہوئے گئے اور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے جو ایک ٹیلے پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ لوٹا ہوا مال تقسیم کرنے کے لیے بیٹھا تھا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے اس فقیر منش نوجوان لڑکے کو دیکھ کر پوچھا لڑکے سچ بتلا تیرے پاس کیا ہے؟ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں پہلے بھی تیرے دو ساتھیوں کو بتا چکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ سردار نے کہا، کہاں ہیں؟ نکال کر دکھاؤ آپ نے فرمایا میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔

سردار نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو اس میں سے واقعی چالیس دینار نکل آئے۔ ڈاکوؤں کا سردار اور اس کے ساتھی یہ ماجرا دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ قزاقوں کے قائد احمد بدوی نے استعجاب کے عالم میں کہا۔ لڑکے! تمھیں معلوم ہے کہ ہم رہزن ہیں اور مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں پھر بھی تم ہم سے مطلق نہیں ڈرے اور ان دیناروں کا بھید ہم پر ظاہر کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری پاکباز اور ضعیف العمر والدہ نے گھر سے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا، بھلا والدہ کی نصیحت میں چالیس دیناروں کی خاطر کیونکر فراموش کر سکتا ہوں۔

یہ الفاظ نہیں تھے، حق و صداقت کے ترکش سے نکلا ہوا ایک تیر تھا جو احمد بدوی کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ اس پر رقت طاری ہو گئی اشکہائے ندامت نے دل کی شقاوت اور سیاہی دھو ڈالی۔ روتے ہوئے بولا آہ اے بچے! تم نے اپنی ماں کے عہد کا اتنا پاس رکھا۔ حیف ہے مجھ پر کہ اتنے سالوں سے اپنے خالق کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اتنا رویا کہ گھگھی بندھ گئی۔ پھر بے اختیار سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑا اور رہزنی کے پیشہ سے توبہ کی اس کے ساتھیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو ان کے دل بھی پگھل گئے۔ سب نے بیک زبان کہا اے سردار! تو رہزنی میں ہمارا قائد تھا اور اب توبہ میں بھی تو ہمارا پیشرو ہے۔

غرض ان سب نے بھی سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور لوٹا ہوا تمام مال قافلہ کو واپس کر دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب قزاق اس توبہ کی بدولت درجۂ ولایت کو پہنچے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی توبہ تھی جو گمراہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر کی۔

بغداد میں ورودِ مسعود: قزاقوں کے واقعہ کے بعد سارے راستے میں قافلے کو کوئی خطرہ پیش نہ آیا اور وہ بخیر و عافیت بغداد پہنچ گیا۔ اس طرح ۴۸۸ھ میں بغداد شہر میں پہنچے۔ جب آپ بغداد مقدس کی سرحد پر جلوہ افروز ہوئے تو بارش ہو رہی تھی اور رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا۔ آپ سیدھے حضرت حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ خانقاہ کا دروازہ بند پایا اور باہر کے حصہ میں ہی فروکش ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی آپ خانقاہ میں داخل ہوئے۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ جیسے آپ ہی کے منتظر تھے۔ بڑھ کر فوراً ہی آپ کا خیر مقدم کیا اور محبت و رحمت کے ملے جلے انداز میں معانقہ کیا۔ نیز خوشی کے آنسو بہاتے

ہوئے فرمایا۔ فرزند عبدالقادر فقر و تصوف کا خزانہ آج میرے پاس ہے۔ کل یہ دولت گرانمایہ تمہارے ہاتھوں میں سونپی جائے گی۔ ذرا احتیاط سے اسے خرچ کرنا اور اے سرزمین عراق! تیرے اوپر ایک مقدس ہستی کا آنا مبارک ہو۔ اب تجھ پر رحمت کی بدلیاں سایہ فگن ہوں گی او علم و عرفان کی گھٹا بن کر برسیں گی جس سے ساری دنیا کے قلوب و ارواح ہمیشہ کے لیے سرسبز و شاداب ہو جائیں گے۔

حضرت حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے بعد بغداد میں آپ جس مقصد کے لیے آئے تھے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ظاہری علوم کے حصول کے لیے سرگرم ہو گئے۔ قلائد الجواہر میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور حصولِ علم جہل کی تاریکیوں کو دور کر کے نورانیت عطا کرتا ہے۔ یہی بیمار دلوں کی دوا اور متقین کے لیے واضح راستہ ہے یہ وہ خیالات تھے۔ جنھوں نے آپ کو حصولِ علم کی طرف متوجہ کیا اور آپ نے ائمہ و مشائخ وقت کی جانب رجوع کیا۔

تحصیل دینی علوم: بغداد میں پہنچنے کے چند روز بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے اساتذہ سے دینی علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ بغداد اس وقت بڑے نامور اساتذ اور مختلف فنون کے ائمہ کا گہوارہ تھا۔ آپ نے ان سے بڑی لگن کے ساتھ علم حاصل کیا۔

آپ کے اساتذہ میں ابوالوفا علی بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ، ابو غالب محمد بن حسن باقلانی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزکریا یحیٰی بن علی تبریزی رحمۃ اللہ علیہ، ابوسعید بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ابوالغنائم محمد بن علی بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، ابوسعید ابن مبارک مخرمی (یا مخزومی) اور ابوالخیر حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ الدباس جیسے نامور علماء اور مشائخ عظام کے اسماء گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت، علم شریعت، علم طریقت، غرض کوئی ایسا علم نہ تھا جو آپ نے اس دور کے باکمال اساتذہ وائمہ سے حاصل نہ کیا ہو اور صرف حاصل ہی نہیں کیا بلکہ ہر علم میں وہ کمال پیدا کیا

کہ تمام علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے۔

علم و ادب میں آپ کے استاد علامہ ابوزکریا تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اپنے وقت کے یگانۂ روزگار عالم تھے اور بیشمار کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی تصنیفات میں تفسیر القرآن والاعراب، الکافی فی علم العروض والقوانی تہذیب الاصلاح، شرح المفضلیات، شرح قصائد العشر، شرح دیوان حماسہ، شرح دیوان متنبی، شرح دیوان ابی تمام اور شرح الدریدیہ بہت مشہور ہیں۔

علم فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم آپ نے حضرت شیخ ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن محمد بن قاضی ابوالعلی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوالخطاب، محفوظ الکلوذانی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کی۔

علم حدیث آپ نے اس دور کے مشہور محدثین سے حاصل کیا جن میں ابوالبرکات طلحہ العاقولی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالغنائم محمد بن علی بن میمون الفرسی رحمۃ اللہ علیہ، ابوعثمان اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ، ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد، ابوغالب محمد بن حسن الباقلانی، ابومحمد جعفر بن احمد بن الحسین القاری السراج، ابوالعز محمد بن مختار الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، ابومنصور عبدالرحمٰن القزاز رحمۃ اللہ علیہ، ابوالقاسم علی ابن احمد بن بنان الکرخی رحمۃ اللہ علیہ، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

غرض آٹھ سال کی طویل مدت میں آپ تمام علوم کے امام بن چکے تھے اور جب آپ نے ماہ ذی الحجہ ۴۹۶ھ میں ان علوم میں تکمیل کی سند حاصل کی تو کرۂ ارض پر کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

دورِ طالب علمی کی باتیں: حضرت عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا ہے کہ میرے طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ بغداد فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن گیا۔ میں فطری طور پر ہنگاموں سے

متنفر تھا اس لیے نت نئے جھگڑوں اور فسادوں کو دیکھ کر بغداد کا قیام مجھ پر گراں گزرنے لگا۔ چنانچہ ایک دن بغداد چھوڑنے کا ارادہ کیا اور قرآن کریم بغل میں دبا کر باب حلبہ کی طرف چلا کہ وہاں سے صحرا کو راستہ جاتا تھا۔ یکا یک کسی غیبی طاقت نے مجھے اس زور سے دھکا دیا کہ میں گر پڑا۔ پھر غیب سے آواز آئی کہ ''یہاں سے مت جاؤ۔ خلقِ خدا کو تم سے فیض پہنچے گا۔'' میں نے کہا کہ ''مجھے خلقِ خدا سے کیا واسطہ مجھے تو اپنے دین کی سلامتی مطلوب ہے۔'' آواز آئی نہیں نہیں تمھارا یہاں رہنا ضروری ہے۔ تمہارے دین کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ چنانچہ منشائے الٰہی کے مطابق میں نے بغداد چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

دوسرے دن میں بغداد کے ایک محلہ سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھول کر اپنا سر باہر نکالا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کیوں عبدالقادر! کل تو نے اپنے رب سے کیا مانگا تھا، میں یہ اچانک سوال سن کر حیران رہ گیا اور میری قوت گویائی جواب دے گئی۔ اس شخص نے اب نہایت غصہ سے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میں وہاں سے چل دیا۔

جب میرے ہوش بجا ہوئے تو میرے سمجھ میں آ گیا کہ یہ شخص تو اولیاء اللہ میں سے ہے جسے کل کے واقعہ کا علم ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اس دروازہ کی تلاش شروع کر دی لیکن ہزار کوشش کے باوجود ناکام رہا۔ اب میں ہر وقت اس شخص کی تلاش میں رہنے لگا۔ آخر ایک دن میں نے انہیں پالیا۔ یہ بزرگ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ میں نے ان سے علم طریقت حاصل کیا اور اپنے اشکالات وشکوک رفع کرائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ دورانِ تعلیم جب میں کبھی شیخ حماد کے پاس ہوتا تو آپ مجھے فرماتے فقیہہ! تو یہاں کیوں آتا ہے کہیں اہل فقہ کے پاس جایا کر اور جب میں خاموش رہتا تو میرے نفس کو باتوں کے ذریعے اذیت دیتے تاکہ میرا نفس پاک ہو جائے۔ لیکن جب ان کے پاس دوبارہ جاتا تو فرماتے کہ آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں آئیں لیکن ہم نے سب کھالی ہیں، تمہارے لیے کچھ نہیں بچا۔ میری یہ حالت

دیکھ کر شیخ کے وابستگان بھی مجھے تکلیفیں پہنچانے لگے اور مجھ سے بار بار کہتے کہ تم تو فقیہہ ہو، تمھارا ہمارے پاس کیا کام، تم یہاں مت آیا کرو۔ لیکن جب شیخ حماد کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خدام سے فرمایا کہ اے طالبو تم اس کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو۔ تم میں کسی ایک فرد کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ میں تو محض امتحاناً اس کو اذیت دیتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جس میں ذرہ برابر بھی جنبش نہیں ہوتی۔

دورانِ تعلیم مشکلات: طالب علمی کے دور میں آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور بے پناہ مصائب آپ نے برداشت کیے مگر ہمت نہ ہاری۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی ہولناک سختیاں جھیلی ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ جب مصائب اور شدائد کی ہر طرف سے مجھ پر یلغار ہو جاتی تھی تو میں تنگ آ کر زمین پر لیٹ جاتا اور اس آیت کریمہ کا ورد شروع کر دیتا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاo اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًاo

(بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے)

اس آیت مبارکہ کی تکرار سے مجھے تسکین حاصل ہو جاتی اور جب میں زمین سے اٹھتا تو سب رنج و کرب دور ہو جاتا۔

تحصیل علم کے زمانہ میں سبق سے فارغ ہو کر آپ جنگل یا بیابان کی طرف نکل جاتے اور شہر کی بجائے انھی ویرانوں میں رات گزراتے تھے۔ زمین آپ کا بستر ہوتی تھی اور اینٹ یا پتھر تکیہ۔ مینہ، آندھی، جھکڑ، طوفان، سردی، گرمی آپ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر برہنہ پا رات کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں دشت نوردی کرتے رہتے تھے۔ سر اقدس پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا تھا اور صوف کا ایک جبہ زیبِ تن ہوتا تھا۔ خودرو بوٹیاں اور سبزیاں جو عام طور پر دریائے دجلہ کے کنارے مل جاتی تھیں آپ کی خوراک ہوتی تھیں۔ یہ سب جانکاہ مصائب آپ کو اسی لذت کے مقابلے میں ہیچ معلوم ہوتے تھے جو آپ کو تحصیل علم میں حاصل ہوتی تھی۔

مسلسل بیس یوم تک فاقہ: شیخ طلحہ بن مظفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ

سے فرمایا کہ قیام بغداد کے دوران مجھے بیس یوم تک کھانے پینے کے لیے کوئی مباح شے میسر نہ آئی تو میں ایوانِ کسریٰ کی جانب چل پڑا۔ وہاں دیکھا چالیس اولیاء اللہ پہلے ہی مباح چیزوں کی تلاش میں ان کھنڈرات میں موجود ہیں۔ آپ نے ان مردانِ خدا کے راستے میں مزاحم ہونا مناسب نہ سمجھا اور واپس شہر تشریف لے گئے۔ راستے میں جیلان کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو آپ ہی کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اس نے آپ کو سونے کا ٹکڑا دیا اور کہا اے عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ! خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئے اور میں بارِ امانت سے سبکدوش ہوا۔ یہ سونے کا ٹکڑا تیری والدہ سیدہ فاطمہ نے تیرے لیے بھیجا ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور سونے کا یہ ٹکڑا لے کر فوراً ایوان کسریٰ کے کھنڈروں میں پہنچے جہاں ستر اولیاء اللہ کو رزقِ طیب کی تلاش میں دیکھ آئے تھے۔ سونے کا تھوڑا سا حصہ اپنے پاس رکھ کر باقی سب ان مردانِ خدا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہاں سے لائے ہو؟ آپ نے فرمایا میری والدہ ماجدہ نے میری لیے بھیجا ہے۔ میری غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ آپ قوتِ لایموت کی تلاش میں مارے مارے پھریں اور میں آسودہ حالی سے دن گزاروں اس لیے یہ سونا آپ کے لیے لے آیا ہوں۔

پھر آپ بغداد تشریف لائے۔ اپنے حصے کے سونے سے کھانا خریدا اور باآواز بلند فقراء کو کھانے کی دعوت دی۔ اس طرح بہت سے فقراء آ گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔

شدت بھوک کا ایک واقعہ: حضرت ابوبکر تمیمی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے کئی دن فاقے سے گزر گئے۔ آخر بھوک سے نڈھال ہو کر ایک دن کسی مباح چیز کی تلاش کر رہے تھے سوق الریحانیین (بغداد کی ایک منڈی) کی مسجد کے قریب پہنچے تو اضمحلال قوا، انتہا کو پہنچ گیا۔ شدت گرسنگی سے دماغ چکرا گیا اور آپ لڑکھڑاتے ہوئے مسجد کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ ابھی آپ کو بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک عجمی نوجوان

بھنا ہوا گوشت اور روٹی لے کر مسجد میں داخل ہوا اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے لگا۔ حضرت غوث اعظم کا اپنا بیان ہے کہ بھوک کی شدت سے میرا یہ حال تھا کہ اس شخص کے ہر لقمے کے ساتھ بے اختیار میرا منہ بھی کھل جاتا اور میرا جی چاہتا کہ کاش اس وقت مجھے بھی کچھ کھانا میسر ہو جاتا لیکن آخر میں نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ بے صبر مت بن۔ آخر توکل اور بھروسہ بھی تو کوئی چیز ہے۔ غرض آپ کا نفس مطمئن ہوگیا اور آپ اس شخص کی طرف سے بے نیاز ہو گئے۔ اتنے میں خود ہی اس کی نظر آپ پر پڑی اور اس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت نے انکار کیا لیکن اس نے شدید اصرار کیا۔ ناچار آپ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آپ کے حالات دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا میں جیلان کا باشندہ ہوں اور یہاں حصولِ علم کی غرض سے مقیم ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ بہت مسرور ہوا اور کہنے لگا۔

میں بھی جیلان کا رہنے والا ہوں کیا تم جیلان کے رہنے والے ایک نوجوان عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں ہی ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ شخص بے چین ہو گیا اور اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ پھر رقت آمیز لہجے میں کہنے لگا بھائی میں نے تمہاری امانت میں خیانت کی ہے۔ خدا کے لیے مجھے بخش دو۔

آپ کو اس شخص کی باتوں سے حیرت ہوئی اور فرمایا بھائی کیسی امانت اور کیسی خیانت اپنی بات کی وضاحت کرو۔

اس شخص نے جواب دیا بھائی آپ کی والدہ نے آپ کے لیے میرے ہاتھ آٹھ دینار بھیجے تھے۔ میں کئی روز سے تمہیں تلاش کر رہا تھا کہ تمہاری امانت کے بار سے سبکدوش ہو جاؤں لیکن تمہارا کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور اسی وجہ سے بغداد میں میرا قیام طول پکڑ گیا حتیٰ کہ میرا ذاتی خرچ کم ہو گیا اور فاقوں تک نوبت آ پہنچی، پہلے دو تین دن تک تو میں نے صبر کیا آخر بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا کہ تمہاری امانت سے

کھانا خرید کر پیٹ کے دوزخ کی آگ ٹھنڈی کروں۔ بھائی یہ کھانا جو ہم کھا رہے ہیں دراصل تمھارا ہی ہے کیونکہ تمہاری امانت سے خریدا گیا ہے اور تم میرے نہیں بلکہ میں تمھارا مہمان ہوں۔ خدا کے لیے مجھ اس گناہ عظیم کے لیے بخش دو۔

آپ نے اس شخص کو گلے لگا لیا اور اس کے حسنِ نیت کی تعریف کی اور تسلی دی۔ پھر کچھ دینار اور بچا ہوا کھانا دے کر نہایت محبت سے اسے رخصت کیا۔

شریف یعقوبی کی نصیحت: بغداد کے کچھ طلبا کا دستور تھا کہ فصل کٹنے کے بعد یہ لوگ ایک گاؤں یعقوبا میں چلے جاتے اور وہاں اناج مانگ کر لاتے۔ اس زمانے میں لوگ طلبا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لیے صاحبِ استطاعت لوگ خوشی سے کچھ غلہ ان طلبا کو دے دیتے۔ ایک دفعہ ان طلبا نے سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا آپ ان کے اصرار کی وجہ سے انکار نہ کر سکے اور ان کے ساتھ یعقوبا جا پہنچے۔ اس گاؤں میں ایک مرد صالح رہتے تھے ان کا نام شریف یعقوبی تھا۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس مرد پاک باطن کی زیارت کے لیے گئے۔ انہوں نے آپ کی جبینِ سعادت آثار سے اندازہ لگا لیا کہ قطب زمانہ ہیں۔ فرمایا:

"بیٹے طالبانِ حق اللہ کے سوا کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تم خاصانِ خدا سے معلوم ہوتے ہو اس طرح غلہ مانگنا تمہارے شایانِ شان نہیں۔"

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد نہ میں کبھی اس قسم کے کام کے لیے کسی جگہ گیا اور نہ کسی سے سوال کیا۔

ادائیگی قرض کا واقعہ: شیخ ابومحمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ میں ایک دن جنگل میں بیٹھا ہوا فقہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک ہاتف غیبی نے مجھ سے کہا حصولِ علم فقہ اور دیگر علوم کی طلب کے لیے کچھ رقم قرض لے کر چلا لو۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تنگی کی

حالت میں کسی طرح قرض لے سکتا ہوں جبکہ میرے پاس ادائیگی کی کوئی صورت نہیں۔ تو اس پر ہاتف غیبی سے جواب ملا کہ تم کہیں سے قرضہ لے لو، اس کی ادائیگی کا ذمہ دار میں ہوں۔

یہ سن کر میں نے کھانا فروخت کرنے والے سے جا کر کہا کہ میں تم سے اس شرط پر معاملہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب مجھے خداوند تعالیٰ سہولت عطا فرما دے تو میں تمہاری رقم ادا کردوں گا یہ سن کر اس نے رو کر کہا کہ میرے آقا میں ہر وہ شے پیش کرنے کو تیار ہوں جو آپ طلب فرمائیں۔ چنانچہ میں اس سے ایک مدت تک ایک ڈیڑھ روٹی اور کچھ سالن لیتا رہا لیکن مجھے یہ شدید پریشانی ہر وقت لاحق رہتی کہ جب میرے اندر استطاعت ہی نہیں تو میں یہ رقم کہاں سے ادا کروں گا۔

اس پریشانی کے عالم میں مجھ سے ہاتف غیبی نے کہا کہ فلاں مقام پر چلے جاؤ اور وہاں جو کچھ ریت میں پڑا ہوا مل جائے اس کو لے کر کھانے والے کا قرض ادا کر دو اور اپنی ضروریات کی بھی تکمیل کرتے رہو۔ چنانچہ جب میں بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو وہاں مجھے ریت پر پڑا ہوا سونے کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ملا جس کو میں نے لے کر ہوٹل والے کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک رات جنگل میں میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں چیخ مار کر زمین پر گر پڑا اور میری آواز سن کر علاقہ کے مسلح ڈاکو گھبرائے ہوئے آئے۔ میرے پاس کھڑے ہوئے اور مجھے پہچان کر کہنے لگے یہ تو عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرمائے۔

بیعت و خلافت: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقت کی تعلیم اور منازلِ سلوک حضرت حماد بن مسلم دباس رحمۃ اللہ علیہ کی زیرنگرانی طے کیں۔ ان کے علاوہ آپ نے قاضی حضرت ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ یہ دونوں بزرگ اپنے دور کے اولیائے کاملین سے تھے۔ آپ نے دونوں بزرگوں کی صحبت اور نظر عنایت سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے مگر ابھی تک

آپ نے باضابطہ کسی کے دستِ حق پرست پر بیعت نہ کی تھی اگرچہ آپ کو پوری طرح تزکیہ نفس اور علم باطن حاصل ہو چکا تھا۔

بیعت: آخر آپ نے صوفیاء کے دستور کے مطابق ظاہری طور پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ منشائے الٰہی کے مطابق آپ حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ شیخ ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس عظیم المرتبت مرید پر بے حد ناز تھا اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اس شاگرد رشید کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک دن حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس مسافر خانے میں بیٹھے تھے۔ کسی کام کے لیے اٹھ کر باہر گئے تو قاضی ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اس جوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہوں گے اور اس کے زمانے کے تمام اولیاء اس کے آگے انکساری کریں گے"۔

خرقہ خلافت: بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو اپنی بیعت میں لے لیا تو اس کے بعد آپ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میرے شیخ طریقت جو لقمہ میرے منہ میں ڈالتے تھے وہ میرے سینہ کو نور معرفت سے بھر دیتا تھا۔ پھر حضرت شیخ ابوسعید مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ ولایت پہنایا اور فرمایا:

"اے عبدالقادر! یہ خرقہ جناب سرور کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا انہوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔"

یہ خرقہ زیب تن کر کے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بیش از بیش انوار الٰہی کا نزول ہوا۔

شجرۂ طریقت: شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقۂ ارادت و جانشینی اپنے پیرو مرشد عارف باللہ شیخ ابوسعید مخزومی مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور انہوں نے

اپنے شیخ ابوالحسن علی بن یوسف القرشی الھنکاری سے۔ انہوں نے عارف باللہ شیخ ابوالفرح طوسی سے اور انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے۔ انہوں نے شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے شیخ سری سقطی سے۔ انہوں نے شیخ معروف کرخی سے اور انہوں نے شیخ داؤد طائی سے۔ انہوں نے شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے سیدنا شیخ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے پہنایا تھا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خرقہ مبارکہ عطا فرمایا تھا۔ اس طرح بارہ واسطوں کے ذریعہ شیخ جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ خرقہ ارادت حاصل ہوا۔

ریاضت و مجاہدہ: شرعی طور پر کامل عبور حاصل کرنے کے بعد حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدات میں مشغول ہو گئے کیونکہ تزکیہ اور علوم باطن، ریاضت و مجاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے بڑے طویل عرصہ تک بڑے بڑے سخت مجاہدے کیے بے پناہ سختیاں اور مصائب برداشت کیے۔ علائق دنیوی سے قطع تعلق کر کے خدا سے لو لگائی اور کثرت عبادت و ریاضت سے فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منازل طے کیں۔ رگ رگ میں عشق الٰہی اور عشق رسول موجزن ہو گیا۔ ان مجاہدات نے انہیں عزیمت واستقامت اور اتباعِ عامل کا بے مثل مرد آہن بنا دیا۔ آپ کے قول وفعل میں اتباعِ سنت کا جذبہ گھر کر گیا تاکہ کوئی قدم بھی شرع سے باہر نہ جا سکے۔ آپ کا یہ مجاہدہ اصحاب صفہ کے طرز عمل پر تھا۔ آپ کے مجاہدات کی کہانی بڑی طویل ہے لہٰذا ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ البتہ مجاہدات کے چند واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

ویرانوں میں پھرنا: آپ پر بالکل جوانی کا عالم تھا جب آپ نے ریاضت اور مجاہدات میں قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تلاش میں عراق کے وسیع وعریض بیابانوں میں رہنے لگے۔ دن رات پرخطر مقامات پر پھرتے رہتے۔ اگر آج یہاں ہیں تو کل کہیں اور ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے خود فرمایا کہ میں پچیس سال تک عراق کے

ویرانوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا ہوں اور چالیس سال تک صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی ہے اور پندرہ سال تک عشا کی نماز پڑھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر صبح تک قرآن حکیم ختم کرتا رہا ہوں۔ میں نے بسا اوقات تین سے چالیس دن تک بغیر کچھ کھائے پیے گزارے ہیں۔

فاقے میں مزید صبر کا واقعہ: عبداللہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھے اپنا ایک واقعہ اس طرح سنایا کہ جس وقت میں شہر کے ایک محلّہ قطبہ شرقی میں مقیم تھا۔ تو میرے اوپر چند یوم ایسے گزرے کہ نہ تو میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ کچھ خریدنے کی استطاعت اسی حالت میں ایک شخص اچانک میرے ہاتھ میں کاغذ کی بندھی ہوئی پڑیا دے کر چل دیا۔ میں اس کے اندر بندھی ہوئی رقم سے حلوا پراٹھا خرید کر مسجد میں پہنچ گیا۔ قبلہ رو ہو کر اس فکر میں غرق ہو گیا کہ اس کو کھاؤں یا نہ کھاؤں۔ اسی حالت میں مسجد کی دیوار میں رکھے ہوئے کاغذ پر میری نظر پڑی تو میں نے اٹھ کر اس کو پڑھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ''ہم نے کمزور مومنین کے لیے رزق کی خواہش پیدا کی تاکہ وہ بندگی کے لیے اس کے ذریعہ حاصل کر سکیں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ اس تحریر کو دیکھ کر میں نے اپنا رومال اٹھایا اور کھانا وہیں چھوڑ کر دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد سے نکل آیا۔

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ: شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیدی شیخ عبدالقادر کو فرماتے سنا کہ میں پچیس برس تک عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں گھومتا رہا۔ نہ میں خلق کو پہچانتا تھا اور نہ لوگ مجھے جانتے تھے۔ مردانِ غیب اور جنات کے گروہ میرے پاس آتے تھے میں انہیں اللہ کا راستہ بتاتا تھا۔ پہلے پہل جب میں عراق میں داخل ہوا تھا تو خضر علیہ السلام مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ میری بات پر عمل کرنا۔ پھر مجھے ایک جگہ بیٹھنے کا ارشاد کر کے غائب ہو گئے تین سال تک ہر سال ایک بار آتے اور مجھے کہہ جاتے کہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ اس دوران دنیا کی خواہشات اور زیب و

زینت کی اشیاء کئی کئی صورتوں میں میرے پاس آتیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے مجھے بچائے رکھا۔ شیاطین خوف ناک صورتیں بنا کر میرے مقابلہ کے لیے آتے مگر اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غالب کر دیتا۔ بعض اوقات میرا نفس متشکل ہو کر میرے سامنے آ جاتا، کبھی اپنی پسندیدہ چیز کے حصول کے لیے عاجزی وزاری کا راستہ اختیار کرتا اور کبھی مجھ سے مقابلہ کرتا مگر ہر دفعہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دیتا۔ میں نے اپنے نفس کو ابتدائے حال میں صرف مجاہدوں سے ہی قابو نہیں کیا بلکہ میں نے اسے گردن سے پکڑ لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں اسے دبوچ لیا۔ میں ایک زمانہ تک کھنڈرات میں اپنے نفس کو تابع کرنے کے مجاہدات کرتا رہا اس دوران ایک سال بیکار اور ردی چیزیں کھا کر گزارہ کرتا رہا اور دوسرے سال کچھ کھاتا نہ پیتا اور نہ ہی آرام کرتا۔

کئی برس تک میں کرخ کے ویرانوں میں کچھ کھائے پیئے بغیر مقیم رہا۔ اس دوران میں قوتِ لایموت کے طور پر بروی نام گھاس پر گزارہ کرتا رہا۔ ان دنوں ہر سال میرے پاس ایک شخص اونی جبہ لایا کرتا تھا۔ میں نے ہزار طریقوں سے اس دنیا سے راحت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر اس وقت میری پہچان ہی گونگا پن، بیوقوفی اور دیوانگی تھی۔ میں کانٹوں میں ننگے پاؤں چلا کرتا تھا۔ جس راہ سے مجھے ڈرایا جاتا میں ہمیشہ وہی راہ اختیار کرتا۔ میرا نفس اپنے ارادے میں کبھی مجھ پر غالب نہ ہوا اور نہ ہی کبھی کسی دنیاوی زینت نے مجھے اپنی طرف کھینچا راوی نے عرض کی کہ جب آپ چھوٹے تھے تب بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں تب بھی۔

دشت نوردی کا عجیب ماجرا: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجاہدات وریاضات کے آغاز میں میری دشت نوردی کا عجیب ماجرا تھا۔ کئی دفعہ میں اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا تھا اور کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کہاں پھر رہا ہوں۔ جب ہوش آتا تو اپنے آپ کو کسی دور دراز جگہ پر پاتا۔ ایک دفعہ بغداد کے قریب ایک صحرا میں مجھ پر اسی قسم کی کیفیت طاری ہوئی اور میں بے خبری کے عالم میں ایک عرصہ تک تیز دوڑتا رہا۔ جب

ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو نواح ششتر میں پایا جو بغداد سے بارہ دن کی مسافت پر ہے۔ میں اپنی حالت پر تعجب کر رہا تھا کہ ایک عورت میرے پاس سے گزری اور کہنے لگی کہ تم شیخ عبدالقادر ہو کر اپنی حالت پر متعجب ہو۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب پہلے پہل میں نے عراق کے بیابانوں میں قدم رکھا تو میری ملاقات ایک نورانی صورت شخص سے ہوئی جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص میں ایک عجیب طرح کی کشش تھی اور میری فراست باطنی کہتی تھی کہ یہ شخص رجال الغیب سے ہے۔ اس شخص نے مجھے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس شخص نے کہا کہ پھر عہد کرو کہ میری مخالفت نہیں کرو گے اور جو میں کہوں گا اس پر عمل کرو گے۔ یعنی ہر معاملے میں بلاسوچے سمجھے میری اطاعت کرو گے۔ میں نے کہا بہتر! میں تمہاری مخالفت نہ کرنے اور تیرا کہا ماننے کا عہد کرتا ہوں۔

اب اس شخص نے کہا کہ اچھا تو پھر اسی جگہ بیٹھا رہ جب تک میں تمہارے پاس واپس نہ آؤں تم یہاں سے کہیں نہ جانا۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور میں وہاں بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گیا حتیٰ کہ ایک برس گزر گیا۔ اب وہ شخص پھر آیا۔ ایک ساعت میرے پاس بیٹھا پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ جب تک میں پھر تیرے پاس نہ آؤں یہیں بیٹھا رہ۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور میں وہیں بیٹھ گیا۔ ایک سال بعد وہ پھر آیا، تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر مجھے وہیں بیٹھے رہنے کی تلقین کر کے چلا گیا۔ جب تیسرا برس بھی گزر گیا تو وہ شخص پھر نمودار ہوا اس کے پاس روٹی اور دودھ تھا۔ اب اس نے کہا کہ تم تو اپنے وعدے کے بڑے پکے نکلے میں تجھے داد دیتا ہوں۔ میرا نام خضر علیہ السلام ہے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ روٹی اور دودھ تیرے ساتھ کھاؤں۔ چنانچہ ہم دونوں نے مل کر روٹی کھائی اور دودھ پیا۔ جن لوگوں میں آپ نے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ ان تین

سالوں میں کیا کھاتے تھے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ میں مباح چیزوں سے اپنی گزر اوقات کر لیتا تھا۔

برج عجمی میں گیارہ سال : ایک مرتبہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں گیارہ سال تک برج میں مقیم رہا ہوں اور میرے اس طویل قیام کے باعث ہی لوگ اسے عجمی برج کہنے لگے۔ میں اس برج میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا اور میں نے خداوند تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ لقمہ میرے منہ میں نہیں دے گا میں نہیں کھاؤں گا اور جب تک خود نہ پلائے گا نہیں پیوں گا۔ ایک بار چالیس روز تک میں نے کچھ نہیں کھایا پیا اور چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور تھوڑا سا کھانا میرے پاس رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ میرا نفس اس پر گرے (میں وہ کھانا کھالوں) کیونکہ نا قابلِ برداشت بھوک تھی میں نے کہا کہ واللہ! میں نے خدا سے جو عہد کیا ہے میں اس سے نہیں پھروں گا۔ اس وقت میں نے سنا کہ میرے اندر سے کوئی فریاد کر رہا ہے اور بلند آواز سے کہہ رہا ہے الجوع ! الجوع : (بھوک: بھوک)

اسی وقت شیخ ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے یہ آواز سنی اور فرمایا اے عبدالقادر! یہ کیسی آواز ہے؟ میں نے کہا یہ نفس کا قلق اور اضطراب ہے مگر روح مشاہدۂ حق میں اپنے اقرار پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر چلو۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور میں نے دل میں کہا کہ میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اتفاقاً اسی وقت ابوالعباس خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھو اور ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ میرے انتظار میں دروازے پر کھڑے تھے۔ فرمانے لگے اے عبدالقادر! کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کے کہنے کی ضرورت پڑی۔ یہ کہہ کر مجھے گھر کے اندر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے مجھے روٹی کھلائی حتیٰ کہ میں خوب سیر ہو گیا۔

وعظ و تبلیغ: حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا کہنا ہے کہ 16 شوال ۵۲۱ھ بروز منگل مجھے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وعظ کہنے کی ہدایت فرمائی۔ میں نے کہا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عجمی ہوں اور بغداد کے فصحا کے سامنے وعظ کہتے ہوئے ڈرتا ہوں میں (فصاحت و بلاغت میں مانے ہوئے) لوگوں کے سامنے کس طرح وعظ کروں کہیں ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح و بلیغ حضرات مجھے اس بات کا طعنہ دیں کہ اولاد نبی ہونے کے باوجود عربی زبان سے نابلد ہے اور پھر وہ وعظ و نصیحت میں لگا ہوا ہے۔

میری بات سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ اپنا منہ کھولنے کا حکم دیا۔ جب میں نے اپنا منہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم فرمایا اور حکم دیا کہ وعظ کہا کرو۔ جب دوسرا دن ہوا تو ظہر کی نماز کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ وعظ و خطاب کروں اس مقصد کے لیے منبر پر بیٹھ گیا۔ میرے ارد گرد لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جمع ہوگئی ہر کوئی میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا اس کے باوجود کہ میرے قلب میں علم کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا مگر میں اس سوچ میں گم تھا کہ کیا کہوں لوگوں کے سامنے میری زبان ہی نہ کھل رہی تھی کہ عین اسی اثناء میں' میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور آپ نے چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا۔ میری زبان فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ کہنا شروع کر دیا۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ میری طاقت لسانی کا شہرہ سارے بغداد میں ہوگیا اور خود میری یہ کیفیت تھی کہ اگر میں کچھ مدت وعظ و خطابت کی مجلس منعقد نہ کرتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا شروع شروع میں میری مجلس وعظ میں بہت کم لوگ ہوا کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ لوگوں کی کثرت کے باعث مسجد میں گنجائش ختم ہوگئی آخر کار عیدگاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں پر وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا جوش خطابت اور وعظ و کلام میں علم و عرفان کے موتی بکھرتے دیکھ کر بغداد میں آپ کی شعلہ بیانی کی دھوم مچ گئی۔ آپ ہفتہ میں تقریباً تین بار مجلس وعظ منعقد فرماتے تھے۔ آپ کا وعظ سن کر لوگوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور لوگوں کے جوش و خروش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ سامعین میں سے بعض اپنے گریبان چاک کر لیتے اور اپنے کپڑے پھاڑ لیتے تھے۔ اکثر لوگوں پر آپ کے کلام کا اس قدر اثر ہوتا کہ وہ مجلس وعظ میں بے ہوش ہو جاتے کئی لوگ بے ہوشی کی حالت میں ہی جان بحق ہو جاتے۔ آپ کی مجلس وعظ میں لوگوں کی تعداد ہزاروں نفوس تک ہوتی تھی۔ ستر ہزار افراد ایک ہی وقت میں آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے سواروں کی تعداد اس قدر زیادہ ہوتی تھی کہ ان کی گرد سے عید گاہ کے گرد ایک حلقہ سا بن جاتا تھا۔ دور سے دیکھنے پر مٹی کا تو وہ دکھائی دیتا تھا۔ آپ کی آواز کا یہ عالم تھا کہ دور و نزدیک بیٹھے ہوئے تمام سامعین تک آپ کی آواز یکساں پہنچتی تھی۔ سامعین میں نامور علماء کرام اور مشائخ عظام بھی ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جنات بھی آپ کی مجلس وعظ میں حاضری دیا کرتے تھے۔ شیخ عمر کسیانی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے مواعظ و بیان کی کرامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی کوئی بھی مجلس وعظ ایسی نہ ہوتی تھی کہ جس میں یہود و نصاریٰ آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔ عوام الناس میں سے جو سامعین آپ کی مجلس میں شریک ہوتے وہ بدکاری' رہزنی اور دیگر جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ باطل عقائد رکھنے والے آپ کی مجلس میں اپنے باطل عقائد سے توبہ کرتے تھے۔

آپ کے وعظ کی اثر آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' میں اس طرح سے رقم طراز ہیں کہ ''حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے کلام معجز بیان میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب آپ آیات وعید کے معانی و مطالب کو بیان فرماتے تھے تو سامعین پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ان کے چہروں کی رنگت فق ہو جاتی تھی خوف الٰہی سے رونے والوں کی یہ

حالت ہو جاتی کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔

جب آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم کے حوالے سے وعظ فرماتے تو لوگوں کے دل باغ باغ ہو جاتے تھے۔ اکثر سامعین آپ کے کلام کے حسن بیان میں اس طرح کھو کر مست ہو جاتے تھے۔ جب مجلس اختتام پذیر ہوتی تو پھر وہ ہوش میں آ تے تھے اور بعض تو برداشت کرنے کی سکت نہ رکھتے اور مجلس میں ہی واصل بحق ہو جاتے تھے۔''

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے اعجاز خطابت کا یہ کمال تھا کہ آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر بے شمار لوگوں کے اذہان وقلوب میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ لوگ گناہوں سے تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتے۔ بغداد کی آبادی کے ایک بہت بڑے حصے نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی دولت قبول کی۔ بغداد کے علاوہ دور دراز سے بھی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد آپ کے وعظ سے مستفیض ہونے کی غرض سے حاضر ہوتی۔ آپ کی خطابت اور لوگوں کے ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے بغداد میں رہنے والے آپ کے عقیدت مندوں نے بغداد کے باہر ایک بہت بڑی سرائے تعمیر کرائی تاکہ اس میں دور دراز سے آنے والے لوگ آرام سے رہ سکیں اور پھر تعمیرات کا سلسلہ اس قدر وسیع ہوتا چلا گیا کہ مدرسہ باب الازج کی عمارت اور سرائے کی عمارت کے مابین کوئی فاصلہ نہ رہ گیا۔ دونوں عظیم الشان عمارتیں ایک دوسری سے متصل ہو گئیں اور یوں دکھائی دیتا تھا کہ دونوں عمارتیں ایک ہی بہت بڑی عمارت ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیارے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ آپ کے کلام کی اثر آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں عجم کے شہروں کی سیاحت میں نکلا اور اس دوران بہت سے علوم حاصل کیے۔ واپسی پر اپنے والد محترم سے اس بات کی اجازت کا طلبگار ہوا کہ لوگوں کے سامنے وعظ کروں۔ چنانچہ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی اور میں منبر پر بیٹھ گیا۔ جو علوم

اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائے تھے بیان کرتا رہا۔ میرے والد محترم بھی سماعت فرما رہے تھے۔ میرے وعظ کا سامعین میں سے کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہ کسی کی آنکھوں میں آنسو آئے اور نہ کسی کے دل پر رقت طاری ہوئی۔ مجلس میں سے لوگوں نے میرے والد محترم (حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ آپ وعظ فرمائیں۔ اس پر میں منبر سے نیچے اتر آیا اور میرے والد محترم منبر پر تشریف فرما ہو گئے۔ وعظ فرمانے سے قبل آپ نے اہل مجلس کو بتایا کہ کل میں روزہ سے تھا۔ یحیٰ (آپ کے صاحبزادہ) کی والدہ نے میرے لیے انڈے پکائے تھے اور مٹی کے ایک برتن میں ڈال کر طاق پر رکھ دیئے۔ اچانک وہاں پر ایک بلی آ گئی جس نے وہ برتن گرا کر توڑ دیا۔

آپ نے یہ بات اپنی زبان مبارک سے ادا ہی فرمائی تھی کہ سامعین کے دلوں پر رقت طاری ہو گئی۔ پھر جب آپ وعظ فرما چکے تو میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی ایک چھوٹی سی بات سے لوگوں کے دلوں پر رقت طاری ہو گئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا' بیٹا! تم نے اپنی علمی قابلیت اور سفر پر ناز کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کی اور فرمایا' بیٹا! کیا تم نے آسمان تک کی سیر کر لی ہے؟

حضرت عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اپنے والد محترم کے منبر مبارک پر بیٹھ کر وعظ کرتا لیکن میرے وعظ کا اثر سامعین پر بہت کم ہوتا۔ جب میرے والد محترم وعظ فرماتے اور صرف یہ ہی فرماتے کہ نوجوانو! شجاعت ایک لمحہ کے لیے صبر کا نام ہے تو سننے والوں کے قلب پر رقت طاری ہو جاتی۔ میں اس کا سبب دریافت کرتا تو ارشاد فرماتے کہ تم اپنے دل سے بات کرتے ہو لیکن میں دوسرے کی بات کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے مجلس وعظ کا انعقاد کیا اس مجلس میں تقریباً دس ہزار سامعین موجود تھے۔ حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ علیہ

بھی وہاں پر حاضر تھے۔ ابھی آپ نے وعظ کا آغاز نہیں فرمایا تھا اور منبر پر تشریف فرما تھے جبکہ لوگ آپس میں باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ کو بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی۔ حضور غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فوری طور پر ان کی طرف دیکھا اور پھر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' خاموش رہو' آپ کے یہ فرماتے ہی اس طرح سے خاموشی چھا گئی کہ لوگوں کی سانسوں کی آواز کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس کے بعد آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے مودبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے اور ان کے چہرے پر اپنی نظریں جما دیں۔ حاضرین مجلس اس صورت حال کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھ کھل گئی تو آپ نے ان سے پوچھا' کیا تم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا 'ہاں میں نے ابھی ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس پر حضور غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا' میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ادب و احترام سے کھڑا' تھا اور یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کوئی نصیحت کی ہے؟ حضرت شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہا کروں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا' اے علی! جو تمہیں حالت خواب میں دکھائی دیئے ہیں میں انہیں بیداری کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ صبر و ایثار کے موضوع پر وعظ فرما رہے تھے حاضرین مجلس بڑے انہماک سے آپ کا وعظ سن رہے تھے کہ اچانک آپ خاموش ہو گئے۔ آپ کو اس طرح وعظ کے دوران خاموش ہوتے دیکھ کر حاضرین حیران ہو گئے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا' صرف سو دینار کی ضرورت ہے۔ آپ کے اس ارشاد کو سنتے ہی بے شمار لوگ مجلس سے اٹھے اور اپنے گھروں سے سو سو دیناروں کی تھیلیاں لے کر

آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو گئے لیکن آپ نے صرف ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ دینار لے کر قبرستان شونیزیہ میں جاؤ وہاں پر تمہیں ایک بوڑھا شخص دکھائی دے گا جو بربط بجا رہا ہو گا اس کو یہ دینار دے دینا اور کہنا کہ شیخ نے تمہیں بلایا ہے۔

خادم آپ کے حکم کی تعمیل میں شونیزیہ قبرستان کی طرف چلا گیا اور حاضرین مجلس حیرت کے سمندر میں کھوئے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ یہ اچانک وعظ کے دوران حضرت شیخ نے خاموشی اختیار کرتے ہوئے صرف ایک سو دینار طلب فرمائے اور پتہ نہیں اس بوڑھے شخص کو کیا ایسی ضرورت پیش آ گئی کہ آپ نے فوری طور پر دینار اسے بھجوا دیئے۔ حاضرین اسی سوچ میں گم تھے کہ وہ خادم قبرستان میں جا پہنچا وہاں پر اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص آنکھیں بند کیے بربط بجانے میں مگن تھا۔ خادم اس کے پاس گیا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بربط بجانا بند کر دیا۔ خادم نے اسے سلام کیا اور کہا کہ حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے سو دینار تمہیں بھیجے ہیں۔ بوڑھے نے دیناروں کی تھیلی کی طرف دیکھا اور ایک زبردست چیخ ماری اس کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ ہوش میں آیا تو خادم نے اس سے کہا' میرے شیخ نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی بوڑھا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور خادم کے ساتھ چل پڑا۔ جب دونوں حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حاضرین مجلس بڑی حیرت سے بوڑھے شخص کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ نے بوڑھے کی طرف دیکھا تو اس کو اپنے پاس بلایا آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ بوڑھا شخص آپ کے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا قصہ بیان کرو۔ بوڑھے شخص نے کلام کا آغاز کرتے ہوئے کہا' یا شیخ! نوجوانی کے عالم میں مجھے بربط بجانے میں کمال مہارت حاصل تھی لوگ مجھے بڑے شوق سے سنتے تھے جوانی کی حدود سے نکل کر جب میں نے بڑھاپے میں قدم رکھا تو میں نے محسوس کیا کہ لوگ اب مجھے پہلے جیسی پذیرائی نہیں دیتے اور میرے گانے میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے اسی طرح وقت گزرتا رہا آخر کار میں لوگوں سے دلبرداشتہ ہو گیا اور

میں نے اس بات کا عہد کر لیا کہ اب میں اپنا گانا صرف مردوں کو سنایا کروں گا چنانچہ میں نے قبرستان میں اپنا بسیرا کر لیا اور قبرستان میں بیٹھ کر گانا شروع کر دیا ایک مدت تک یہی میرا وطیرہ رہا میں نے کبھی شہر کا رخ نہ کیا۔ ایک دن میں معمول کے مطابق قبرستان میں بیٹھا گانا گا رہا تھا کہ اچانک آج صبح قبر سے آواز آئی' اے شخص! تم کب تک مردوں کو اپنا گیت سناتے رہو گے اب تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لو۔

اس غیبی ندا کو سن کر میں خوفزدہ ہو گیا اور میں نے گیت گانا بند کر دیا چند لمحوں تک میری یہی حالت رہی اور پھر میں بے خود سا ہو گیا اور عالم بے خودی میں یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے کہ اے میرے پروردگار! میرے پاس قیامت کے دن کے لیے کوئی سرمایہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرے دل میں تیری رحمت و بخشش کی امید ضرور ہے۔ کل روز محشر میں امید رکھنے والے لوگ تیری بارگاہ اقدس میں بامراد ہوں گے اگر میں اس سے محروم رہ گیا تو میری بدقسمتی پر افسوس ہے۔ اگر صرف نیک لوگ ہی تیری بارگاہ میں بامراد ہوتے تو پھر مجھ جیسے گنہگار لوگ کس کے پاس فریاد کرتے۔ میرا بڑھاپا روز محشر تیری بارگاہ میں میری شفاعت کرے گا مجھے قوی امید ہے کہ تو میرے بڑھاپے پر نگاہ کرم کرتے ہوئے مجھے اپنی رحمت کے سائے میں پناہ دے گا۔

اس کے بعد بوڑھے شیخ نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا' یا شیخ! یہ اشعار ابھی میری زبان پر ہی تھے کہ آپ کے خادم نے آ کر مجھے سو دینار کی تھیلی پیش کی۔ اب میں تو آپ کی مجلس پاک میں آپ کے سامنے گانے بجانے سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھے شخص نے اپنا بربط زمین پر مار کر توڑ دیا۔

کرامات: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بے شمار ہیں چند کرامات حسب ذیل ہیں۔

روحانی طاقت پر غلبہ پانا: شیخ عبداللہ محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک

دن میں شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دروازے پر ہم نے دیکھا کہ ایک جوان چت پڑا ہوا ہے اس نے ہمیں دیکھتے ہی شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر نہایت لجاجت سے کہا کہ خدارا شیخ عبدالقادر کی خدمت میں میری سفارش کر دیجئے گا۔

جب ہم اندر پہنچے اور پیشتر اس کے کہ شیخ علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ اس نو جوان کے بارے میں کچھ کہتے آپ نے فرمایا علی دروازے پر جو شخص پڑا ہے وہ میں تمھیں دیتا ہوں۔ شیخ علی نے دروازے پر جا کر اس شخص سے کہا کہ سیدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے تیرے متعلق میری سفارش قبول فرمالی ہے۔

اتنا سنتے ہی وہ شخص ہوا میں پرواز کر کے نظروں سے غائب ہو گیا پھر ہم نے آپ سے اس نوجوان کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ شخص صاحبِ حال تھا آج ہوا میں پرواز کرتا ہوا بغداد پر سے گزرا تو اس کے دل میں خیال آیا، کہ اس شہر میں میری مثل کوئی نہیں ہے۔ میں نے بفضل الٰہی اس کا حال سلب کر لیا اور وہ اڑنے کی قوت سے محروم رہ کر ہمارے دروازے پر آ گرا۔ اگر شیخ علی اس کی سفارش نہ کرتے تو وہ یونہی پڑا رہتا۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف: شیخ ابوحفص عمر کیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں اپنی خلوت گاہ میں بیٹھا تھا کہ دیوار پھٹ گئی اور ایک نہایت بدصورت شخص اندر داخل ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں، تجھے نصیحت کرنے کی خاطر آیا ہوں۔ میں نے کہا تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہے۔ کہنے لگا میں تمھیں مراقبہ میں بیٹھنے کا طریقہ سکھاتا ہوں۔ وہ ممدود مقصور ہو کر بیٹھ گیا اور اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ (اس طریقے میں گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھ اس میں حائل کیے جاتے ہیں اور سر گھٹنوں میں جھکا ہوتا ہے) اگلے روز صبح کے وقت میں حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ انہیں اس واقعے سے مطلع کروں۔ جب میں نے مصافحہ کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ

لیا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے فرمایا۔ اے عمر! اگر چہ وہ بڑا جھوٹا ہے مگر یہ بات اس نے تم سے سچ کہی ہے خیال کرنا اس کے بعد اس کی کوئی بات قبول نہ کرنا۔

شیخ ابوالحسن کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں چالیس برس تک شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹھنے کا یہی انداز رہا۔

آپ کی دعا سے کتے کا شیر پر غالب آنا: شیخ ابومسعود احمد بن ابوبکر حریمی کا بیان ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہم عصر ولی اللہ شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ ایک ہیبت ناک شیر پر سوار ہو کر پھرا کرتے اور جس شہر میں جاتے وہاں کے باشندوں سے اپنے شیر کی خوراک کے لیے ایک گائے طلب کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ پھرتے پھراتے بغداد پہنچے اور سیدنا غوث اعظم کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے شیر کے لیے ایک گائے بھیج دیجئے۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ جلد ہی گائے آپ کو بھیج دی جائے گی۔ شیخ احمد جام کی آمد کی اطلاع آپ کو ایک دن پہلے ہی مل چکی تھی اور آپ نے ایک گائے تلاش کر رکھی تھی۔ شیخ احمد جام کا پیغام ملنے پر آپ نے ایک خادم کے ساتھ وہ گائے روانہ کر دی۔ ایک مریل سا کتا آپ کے دروازے پر پڑا رہتا تھا وہ بھی گائے کے ساتھ ہو لیا۔

جب گائے احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنے شیر کو اشارہ کیا کہ لے تیری خوراک آ پہنچی۔ شیر فوراً گائے پر جھپٹا۔ ابھی وہ گائے تک نہیں پہنچا تھا کہ مریل کتے نے اچھل کر شیر کو پکڑ لیا۔ اپنے پنجوں سے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور اس گائے کو ہنکاتا ہوا واپس سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آیا۔ شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ بہت نادم ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

قرب اور بُعد پر تصرف: شریف ابوالعباس احمد بن شیخ ابی عبداللہ محمد بن محمد ازہری حسینی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے حوالے سے خبر دیتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں عراق کے اکابر مشائخ سرکردہ علماء اور سرخیل فقہاء،

حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے شیخ بقاء شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابونجیب سہروردی، شیخ ابوحکیم بن دنیا، شیخ ماجد کردی، شیخ مطر مادرائی، قاضی ابوالعلاء محمد بن فراء، قاضی ابوالحسن علی بن دامغانی اور امام ابوالفتح رحمہم اللہ وغیرہم سرفہرست ہیں۔ مشائخ اور اکابرین میں سے جو بھی بغداد میں داخل ہوتا وہ لازماً پہلے پہل آپ کی خدمت میں حاضری دیتا۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کو اگرچہ میں نے بغداد میں نہیں دیکھا، تاہم میں نے بارہا دیکھا کہ وہ اپنے شہر طفسونج میں دیر تک خاموش کان لگائے بیٹھے رہتے، پوچھنے پر فرماتے کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سن رہا تھا اور میں نے بارہا حضرت شیخ عدی بن مسافر کو دانس میں دیکھا کہ آپ اپنے خلوت کدے سے پہاڑ کی طرف نکلتے اور برچھے سے دائرہ کھینچ لیتے اور اس دائرہ میں ہو جاتے پھر فرماتے کہ جو شخص مقربین کے جو ہر فرد شیخ عبدالقادر بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سننا چاہے وہ اس دائرہ میں آجائے ان کے بڑے بڑے اہلِ صحبت دائرے میں داخل ہو کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنتے۔ بعض اوقات ان میں سے کچھ لوگ یہ کلام لکھ بھی لیتے۔ یہ لوگ دن اور تاریخ یاد رکھتے اور جب بغداد ان کا آنا ہوتا تو حضرت شیخ کی مجلس کے حاضر باش لوگوں کی تحریروں سے اپنی تحریر کا مقابلہ کرتے چنانچہ وہ بالکل صحیح نکلتی۔ دوسری طرف جس وقت شیخ عدی بن مسافر دائرے میں داخل ہوتے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اہل مجلس سے فرماتے کہ شیخ عدی بن مسافر تم میں موجود ہیں۔

آپ کی خدمت میں مہینوں کا حاضر ہونا: شیخ ابوالقاسم بن احمد بن محمد بغدادی حریمی کا بیان ہے کہ میں شیخ ابوسعود حریمی، شیخ ابوالخیر بن محفوظ شیخ، ابوحفص کیمانی، شیخ ابوالعباس اسکاف، اور شیخ سیف الدین عبدالوہاب (ابن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت آپ ملفوظ بیان فرما رہے تھے۔ یہ آخر جمعہ ماہ جمادی الاخریٰ ۵۶۰ھ کا واقعہ ہے کہ ایک خوبصورت نوجوان محفل میں آیا اور حضرت شیخ کے پاس آ کر بیٹھ گیا

اور کہنے لگا اے اللہ کے ولی! آپ پر سلام ہو۔ میں ماہِ رجب ہوں۔ آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کی غرض سے آیا ہوں کہ اس دفعہ میرے اندر عام لوگوں کے بارے میں کسی قسم کی کوئی تکلیف یا برائی نہیں لکھی گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس ماہ رجب میں لوگوں نے سوائے خیر و خوبی اور بھلائی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ پھر جب رجب کا آخری دن آیا اور یہ اتوار کا روز تھا تو ہماری موجودگی میں حضرت شیخ کی خدمت میں ایک بدصورت شخص نے آکر سلام کیا انہیں مبارکبادی اور کہا اے اللہ کے ولی! اس دفعہ میرے اندر لکھ دیا گیا ہے کہ بغداد میں وبا آئے، حجاز میں گرانی ہو اور خراسان میں تلوار چلے۔ حضرت شیخ خود شعبان کے مہینے میں کئی دن بیمار رہے۔

پھر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو جبکہ ہم بھی اتفاق سے محفل میں موجود تھے اور اس وقت ہمارے علاوہ شیخ علی بن ہیتی، شیخ ابوالنجیب سہروردی، شیخ ابوالحسن جوسلقی اور قاضی ابویعلی محمد بن محمد بن فرا بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے، ایک خوش رو اور باوقار شخص حاضر ہوا۔ اس نے کہا اے اللہ کے دوست! میرا سلام قبول ہو۔ میں رمضان کا مہینہ ہوں۔ آپ کے بارے میں جو چیز میرے اندر مقدر ہو چکی ہے میں آپ سے اس کی معذرت کرتا ہوں اور آپ سے رخصت ہوتا ہوں اور یہ آپ کی ہماری آخری ملاقات ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ نے دوسرا رمضان آنے سے پہلے ماہ ربیع الآخر میں وصال فرمایا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے بارہا منبر پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کئی ایسے بندے ہیں کہ جس کے پاس ماہ رمضان المبارک چل کر آتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ اگر میرے اندر آپ کو کوئی بیماری لاحق ہو یا فاقہ پہنچے تو اس پر میں معذرت کرتا ہوں اور آپ کے لیے میرے اندر جو چیز مقدر ہو چکی ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا حال ہے؟

آپ کے فرزند شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کسی

مہینے کا چاند دکھائی نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو۔ پھر اگر اس میں برائی اور سختی لکھی گئی ہے تو وہ مکروہ شکل میں حاضر ہوتا ہے اور اگر اس میں خیر و خوبی اور بھلائی مقدر ہے تو خوبصورت شکل میں آتا ہے۔

خرقۂ غوث کی برکات: شیخ امام حافظ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابن شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ۵۵۰ھ میں میرے والد نے اپنی بیوی (یحییٰ کی والدہ) سے فرمایا کہ چاول پکالو۔ انہوں نے چاول پکائے اور حضرت شیخ کا دسترخوان بھر دیا اور خود سو رہیں۔ آدھی رات کے وقت دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک مرد اندر آ گیا اس نے وہ سب کچھ کھا لیا جو دسترخوان پر موجود تھا۔ فراغت کے بعد وہ اٹھنے لگا۔ تو حضرت کے والد نے مجھے فرمایا کہ اٹھو اٹھو۔ ان سے اپنے حق میں دعا کرلو۔ وہ دیوار سے باہر نکل رہا تھا کہ میں جن کی شکل والے اس شخص سے جا ملا۔ میں نے اس سے دعا کی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ مجھے یہ سب کچھ تمہارے والد گرامی کے دعا اور خرقے کی بدولت نصیب ہوا ہے۔ صبح کے وقت میں نے شیخ علی بن ہیتی سے اس واقعے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آج تک جتنے خرقے لوگوں کو پہنائے گئے ہیں ان میں خیر و برکت اور اپنے حامل کے لیے روحانی مقامات اور فتوحات کے اعتبار سے آپ کے والد گرامی کے خرقے کو میں نے جتنا مؤثر دیکھا ہے ایسا کسی کو نہیں دیکھا۔ ان ستر مردوں پر اللہ تعالیٰ نے فتوحات غیبیہ کے دروازے کھول دیے جنھوں نے ایک ہی روز شام کے وقت حضرت شیخ سے خرقۂ خلافت پہنا۔ ان کے سروں پر حضرت کے ہاتھ کی برکت سے انہیں اجر جمیل عطا کیا گیا۔ جس ایام میں میں نے تمہارے والد گرامی کو دیکھا ان سے بڑھ کر خیر و برکت والے دن میری نظر سے نہیں گزرے۔

واقعہ زغن: شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث اعظم مجلس میں وعظ فرما رہے تھے اور اہلِ مجلس ہمہ تن گوش ہو کر آپ کے ارشادات سن رہے تھے اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی کہ ایک چیل نے مجلس کے

اوپر آکر چکر لگانا اور روز روز سے چلانا شروع کر دیا جس سے حاضرین کو بہت تشویش ہوئی۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا اے ہوا! اس چیل کے سر کو پکڑ لے اتنا فرمانا ہی تھا کہ اس چیل کا سر جدا ہو کر گر پڑا پھر آپ منبر شریف سے اترے اور اس چیل کا سر اور دھڑ دونوں کو ملا کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ مبارک اس پر پھیرا تو وہ اللہ کے اذن سے زندہ ہوگئی اور اڑنے لگی اور لوگوں نے خود اس کا مشاہدہ کیا۔

عصا مبارک کا روشن ہونا: شیخ ابوعبدالمالک ذیالن رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں مدرسہ عالی میں کھڑا تھا اتنے میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ کو دیکھ کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس وقت آپ کی کوئی کرامت دیکھوں۔ معاً آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور اپنا عصا مبارک زمین میں گاڑ دیا۔ وہ روشن ہو کر چمکنے لگا اور مدرسہ میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ ایک گھنٹہ تک عصا مبارک اسی طرح چمکتا رہا۔ پھر آپ نے اسے زمین سے اٹھالیا تو جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا۔

آپ نے فرمایا کیوں ذیال تم یہی چاہتے تھے؟ شیخ ذیال کہتے ہیں یہ واقعہ ۵۶۰ھ میں پیش آیا۔

بے موسم کے سیب: شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ الحسینی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت غوث اعظم کی خدمتِ اقدس میں خلیفہ المستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف عباسی کو دیکھا اور اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور والا! میں اطمینانِ قلبی کے لیے آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں اور عراق میں وہ موسم سیب کے پھل کا نہ تھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ہوا میں پھیلایا تو دیکھا کہ آپ کے مبارک ہاتھ میں دو سیب ہیں۔ آپ نے ایک سیب ابوالمظفر کو دیا اور دوسرا خود اپنے پاس رکھا۔ آپ نے ہاتھ والا سیب چیرا تو وہ سفید نکلا اور اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی مگر ابوالمظفر نے جب اپنا سیب چیرا تو اس میں سے کیڑا نکلا اس

پر اس نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ کا سیب تو نہایت ہی عمدہ اور نفیس ہے؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوالمظفر ! اس کو ظالم کا ہاتھ لگا جس سے اس میں کیڑا پیدا ہو گیا۔

ہر ایک کی آرزو کا پورا ہونا: ایک دن سیدنا غوث اعظم کی مجلس بابرکت میں مندرجہ ذیل اصحاب موجود تھے (۱) شیخ ابوالسعود بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ۔۲۔شیخ محمد بن قائد آوانی رحمۃ اللہ علیہ ۔۳۔شیخ ابوالقاسم عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ ۔۴۔شیخ ابومحمد حسن فارسی رحمۃ اللہ علیہ ۵۔شیخ جمیل رحمۃ اللہ علیہ ۔ ۶۔شیخ ابوحفص عمر غزال ۔۷۔شیخ خلیل بن احمد صرصری رحمۃ اللہ علیہ ۔ ۸۔شیخ ابوالبرکات علی بطائحی رحمۃ اللہ علیہ ۔۹۔شیخ ابن الخضری رحمۃ اللہ علیہ ۔۱۰۔شیخ ابوعبداللہ بن الوزیر عون الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔۱۱۔ ابوالفتوح عبداللہ بن ہبۃ اللہ۔۱۲۔ ابو القاسم علی بن محمد۔۱۳۔شیخ ابوالخیر محمد بن محفوظ رحمۃ اللہ علیہ۔

اثنائے گفتگو میں آپ کا جذبۂ سخاوت جوش میں آیا اور آپ نے حاضرین مجلس سے فرمایا، مانگو جو مانگنا ہے۔

شیخ ابوالسعود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں ترکِ اختیار چاہتا ہوں۔''

شیخ محمد بن قائد نے کہا'' میں مجاہدے کی قوت چاہتا ہوں۔''

شیخ عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' میں خشیت الٰہی چاہتا ہوں۔''

شیخ حسن فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' میرا کھویا ہوا مال مجھے واپس مل جائے۔''

شیخ جمیل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' میں حفظ وقت کا آرزومند ہوں۔

شیخ عمر غزال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔'' میں طویل عمر کا خواہش مند ہوں۔''

شیخ صرصری رحمۃ اللہ علیہ'' میری آرزو ہے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک اللہ تعالیٰ مجھے مقام قطبیت پر فائز نہ کر دے۔''

شیخ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' میں عشقِ الٰہی میں انہماک چاہتا ہوں۔''

شیخ ابن خضری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' میں قرآن و حدیث حفظ کرنے کا خواہش

مند ہوں۔"

شیخ ابوعبداللہ محمد بن انوزیر نے کہا "میں نائب وزیر بننا چاہتا ہوں۔"

شیخ ابوالفتوح بن ہبۃ اللہ نے عرض کیا" میں خلیفہ کے گھر کا استاد بننا چاہتا ہوں۔

شیخ ابوالقاسم بن محمد نے کہا" میں خلیفہ کا دربان بننا چاہتا ہوں۔"

شیخ ابوالخیر ملتجی ہوئے۔" مجھے مقام معرفت عطا ہو جائے۔"

سب کے تمنائیں سن کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی! کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهٰٓؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ (اے نبی وہ (دنیا کے طالب) اور یہ (آخرت کے طالب) سب ہی کو تیرے پروردگار کی بخشش عام ہے۔ کسی پر بند اور ممنوع نہیں)

شیخ ابوالخیر محمد بن محفوظ رحمۃ اللہ علیہ نے ۳ رجب ۵۹۳ھ کو بیان کیا کہ خدا کی قسم ان لوگوں میں سے ہر ایک کو وہی کچھ مل گیا جس کی اس نے خواہش کی تھی، سوائے شیخ خلیل صرصری رحمۃ اللہ علیہ کے کیونکہ ابھی ان کے مقام قطبیت پر فائز ہونے کا وقت نہیں آیا۔ انشاء اللہ وہ بھی مقررہ وقت پر اپنی آرزو پالیں گے۔

مال حرام سے باخبر کرنے کی کرامت: شیخ ابوعبداللہ محمد بن شیخ ابوالعباس خضر بن عبداللہ بن یحییٰ الحسنی کا بیان ہے کہ میرے والد نے ہمیں موصل میں یہ واقعہ سنایا انہوں نے کہا ایک رات ہم سیدی حضرت شیخ عبدالقادر حسنی والحسینی کے مدرسہ میں مقیم تھے کہ خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نصیحت چاہی نیز زر و جواہر کے دس توڑے جنھیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے نذرانے میں پیش کیے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں اور آپ نے انہیں قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ خلیفہ نے اصرار کیا تو ان میں ایک توڑا آپ نے داہنے ہاتھ اور دوسرا اپنے بائیں ہاتھ میں لیا اور انہیں نچوڑا تو وہ خون بن کر بہنے لگے، اس پر آپ نے فرمایا اے ابوالمظفر! تمھیں اللہ سے شرم نہیں آتی۔ لوگوں کا خون جمع کر کے

اسے میرے سامنے پیش کرتے ہو۔ یہ دیکھ کر ابوالمظفر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے معبود برحق کے جلال کی قسم! اگر میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کی نسبت کا احترام نہ ہوتا تو میں یہ خون بہتا چھوڑا دیتا۔ یہاں تک کہ ابوالمظفر کے گھر تک بہتا جاتا۔

خانہ کعبہ دکھلانے کا واقعہ: آپ کے ایک ہم عصر شیخ ابومدین بڑے پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے مرید ابوصالح وریجان محمد الزکالی کو حکم دیا کہ بغداد جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فقر کی تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ وہ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق حضرت کی خدمت میں بغداد پہنچے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جیسا جلال کسی میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میرے خلوت خانہ کے دروازے پر بیس دن بیٹھو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ بیس دن پورے ہوئے تو آپ نے اپنے قبلہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ابوصالح ادھر دیکھو۔ میں نے ادھر دیکھا تو اپنے آپ کو عین بیت اللہ شریف کے سامنے پایا۔ پھر فرمایا اس طرف دیکھو میں نے دوسری طرف دیکھا تو اپنے شیخ ابومدین کو کھڑا پایا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ اب تم بیت اللہ جانا چاہتے ہو یا اپنے شیخ کے پاس؟ میں نے عرض کی اپنے شیخ کے پاس؟ پھر فرمایا کہ ایک قدم میں جانا چاہتے ہو یا جس طرح آئے تھے ویسے ہی؟ میں نے عرض کیا کہ جس طرح آیا تھا ویسے ہی جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا جو تیری مرضی۔ پھر فرمایا ابومحمد فقر کی سیڑھی توحید ہے اور توحید یہ ہے کہ دوئی کو یکسر دل سے نکال ڈالو۔ اس کے بعد آپ نے ایک بھرپور نظر مجھ پر ڈالی اور تمام جذبات اور ارادے میرے دل سے نکل گئے اور میں دولتِ فقر سے مالا مال ہو گیا۔

سینہ منور کرنے کا واقعہ: شیخ علی بن ادریس یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ۵۶۰ھ میں میں سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فیض کا طالب ہوا آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد یکا یک آپ کے جسم اقدس سے

ایک نور نکلا اور میرے جسم میں داخل ہو گیا اس وقت میں نے دیکھا کہ تمام اہل قبور اور ان کے حالات میری نظر کے سامنے ہیں۔ پھر میں نے ملائکہ کو دیکھا اور ان کی تسبیحیں سنیں۔ غرض عجیب وغریب حالات کا انکشاف مجھ پر ہوا۔ قریب تھا کہ میں دیوانہ ہو جاؤں کہ سیدنا غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اب میں نے اپنا سینہ نور سے بھرپور اور فولاد سے سخت محسوس کیا۔ پھر مطلق نہ گھبرایا اور آج تک اس نور سے مستفیض ہو رہا ہوں۔

آپ کے جلال کا اثر: شیخ بقا کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سن رسیدہ شخص حاضر ہوا اس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا اس نے آپ سے درخواست کی کہ اس لڑکے کے لیے دعا فرمائیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا بیٹا نہ تھا بلکہ یہ دونوں غلط کار تھے۔ حضرت شیخ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تم لوگ میرے ساتھ بھی ایسا کرنے لگے ہو! یہ کہہ کر آپ گھر تشریف لے گئے اسی وقت بغداد کے اطراف میں آگ لگ گئی۔ ایک مکان میں بجھتی کہ یکا یک دوسرے مکان میں بھڑک اٹھتی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ مصائب اور آفات بادل کے ٹکڑوں کی طرح بغداد میں اتر رہے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو آپ غضب ناک ہیں۔ میں قریب بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا حضور! مخلوق پر رحم فرمائیں۔ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ ان کا غصہ تھم گیا۔ میں نے دیکھا کہ مصائب کے بادل چھٹ گئے اور آگ بجھ گئی۔

ارواحِ انبیاء علیہم السلام: شیخ کبیر عارف باللہ ابوسعد قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار حضرت شیخ کی مجلس میں جلوہ گر ہوتے دیکھا بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح زمینوں اور آسمانوں میں سیر و سیاحت کرتے رہتی ہیں۔ جس طرح ہوا فضا میں چلتی رہتی ہے اور میں نے آپ کی مجلس میں فرشتوں کو بھی گروہ در گروہ دیکھا ہے۔ نیز میں نے مردانِ غیب اور جنات کو حضرت شیخ کی مجلس میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے کئی بار دیکھا۔ حضرت

خضر علیہ السلام تو کثرت سے مجلس میں آیا کرتے تھے ایک دفعہ شیخ کی مجلس کے بارے میں میں نے پوچھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا جو شخص بھی کامیابی اور چھٹکارے کا خواہش مند ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ شیخ کی مجلس میں حاضری دے۔

مفلوج بچے کا تندرست ہونا: شیخ ابوالحسن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ایک مرتبہ میں سرکار غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں حاضر تھا۔ ایک مالدار تاجر ابو غالب فضل اللہ بن اسمعیل بغدادی ازجئی باریاب ہوا اور بصد ادب عرض کیا کہ حضور آپ کے جد کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ "جب کوئی شخص دعوت پیش کرے تو قبول کر لینی چاہیئے۔" خادم آپ کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ میری دعوت قبول فرمالیجئے آپ نے فرمایا اگر مجھ کو اجازت مل گئی تو ضرور شریک ہوں گا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آپ نے مراقبہ میں سر کو جھکا لیا۔ پھر سر مبارک اٹھا کر فرمایا مجھے اجازت مل گئی اب میں ضرور آؤں گا۔ مطمئن رہو۔ وقت معینہ پر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ شیخ علی بن ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب تھامی اور ابوالحسن نے بائیں رکاب پکڑی اور تاجر کے مکان پر پہنچ گئے وہاں علماء و مشائخ کرام کی ایک بڑی جماعت پہلے سے موجود تھی۔ دستر خوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے کھانے چنے گئے۔ پھر ایک بڑا سا ٹوکرا جس کے اوپر چادر پڑی تھی، دو شخص اٹھائے ہوئے لائے اور دستر خوان کے ایک کنارے پر رکھ دیا اس کے بعد داعی نے کہا۔ بسم اللہ کیجئے۔ لیکن سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہنوز مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ نے کھانا شروع نہیں فرمایا اس لیے کسی کو بھی جرأت نہ ہو سکی۔

چند لمحے کے بعد آپ نے اپنے دونوں محترم رفقاء کو حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھو لو۔ حکمِ عالی کے مطابق دونوں نے مل کر اس ٹوکرے کو کھولا اور آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اس میں سے ایک مادر زاد مفلوج و مجذوم بچہ نکلا۔ یہ بچہ ابو غالب سوداگر ہی کا تھا۔ سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیکھتے ہی فرمایا اللہ حی و قیوم کے حکم سے

تندرست ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ فرماتے ہی وہ بچہ بالکل صحیح وسلامت اور تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے یہ بچہ کبھی بیماری ہی نہیں تھا۔

بھوک اللہ کا خزانہ ہے: شیخ ابو محمد الجونی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ پر بڑی تنگ دستی کے دن آئے اور میرے اہل وعیال فاقے پر فاقہ کر رہے تھے۔ اسی حالت میں میں سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "جونی! بھائی اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے جسے وہ دوست رکھتا ہے اسی کو عطا فرماتا ہے۔ جب بندہ تین روز تک کچھ نہیں کھاتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو نے اب تک میرے لیے فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تجھے خود کھلاؤں گا۔ حضرت کے ارشادات سن کر میں مبہوت ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اپنی مصیبت کو پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دگنا اجر دیتا ہے۔ اے جونی! فقر کو چھپانے ہی میں بہتری ہے۔ پھر آپ نے پوشیدہ طور پر کچھ دیا اور اسے مخفی رکھنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بات نہ ماننے کی سزا: ابو محمد بن رجب داری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ شیخ عباد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوبکر بن حمامی بلند احوال کے مالک تھے۔ حضرت سیدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوبکر سے فرمایا کرتے تھے کہ شریعتِ مطہرہ مجھ سے تیری شکایت کرتی ہے آپ انہیں کئی باتوں سے منع کرتے تھے مگر وہ ان سے باز نہیں آتے تھے ایک دفعہ حضرت شیخ مسجد رصافہ میں داخل ہوئے تو شیخ ابوبکر وہاں موجود تھے آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر پھیرا اور فرمایا میں ابوبکر کو کھینچتا ہوں اور اسے بغداد سے نکالتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ شیخ ابوبکر کے احوال اور واردات ختم ہو گئے اور ان کے روحانی مقامات ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ وہ موضع قرف کی طرف نکل گئے۔ اب ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی بغداد میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے منہ کے بل گر پڑتے اور اگر کوئی شخص انہیں اٹھا کر بغداد میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو وہ بھی منہ کے بل گر پڑتا۔

ایک دن ان کی والدہ روتی چیختی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اپنے بیٹے سے ملاقات کا شوق اور وہاں جانے سے اپنی معذوری کا دکھڑا سنانے لگی آپ نے تھوڑی دیر کے لیے اپنا سر جھکایا اور پھر فرمایا ہم نے قرف سے بغداد آنے کی اجازت دے دی ہے مگر وہ تختہ زمین کے نیچے نیچے آئے گا اور تیرے گھر کے کنویں کے اندر سے تیرے ساتھ گفتگو کرے گا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ شیخ ابوبکر ہفتے میں صرف ایک بار گھر کے کنویں کے اندر آتے اور اپنی والدہ سے ملاقات کر کے واپس چلے جاتے۔

شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ قضیب البان رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ آپ کی بارگاہ میں شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کریں آپ نے ان سے متعلق بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

مظفر حمال اور شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی آپس میں دوستی تھی۔ مظفر نے ان ہی دنوں اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اللہ رب العزت نے مظفر سے فرمایا اے مظفر مجھ سے کچھ مانگ! انہوں نے عرض کی مولا! میرے بھائی ابوبکر کا قصور معاف کر دو اور انہیں ان کا مقام ملے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ معاملہ میرے دنیا و آخرت کے ولی سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے تو ان کی طرف جا اور کہہ کہ تیرا رب فرماتا ہے کہ میں نے مخلوق پر آفت نازل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو نے ان کی شفاعت کی جو میں نے قبول کر لی اور تو نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں رحم کروں اپنی بخشش سے اور مومنوں میں سے جس نے تجھے دیکھا اس پر اپنا فضل و کرم عام کروں۔ سو میں نے یہ بات بھی قبول کر لی پس تو ابوبکر سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے راضی ہو گیا ہوں۔ اتنے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ نے فرمایا اے مظفر! زمین میں میرے نائب اور میرے علوم کے وارث سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ دے کہ تیرے جد امجد کا حکم ہے کہ ابوبکر کو اس کے احوال و منازل واپس پھیر دے۔ بلاشبہ تو اس سے میری شریعت کے معاملے پر ہی ناراض ہوا ہے مگر میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

جب مظفر کو یہ خوشخبری ملی تو وہ خوش خوش ابوبکر کی طرف چلے تاکہ اسے تمام واقعات سنائیں اور خوشخبری دیں مگر ابوبکر کو پہلے ہی کشف سے یہ ساری باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔ حالانکہ اس سے پہلے جب سے ان کے احوال گم ہوئے تھے ان پر کسی شے کا کشف نہیں ہوتا تھا۔ یہ دونوں حضرات راستے میں ایک دوسرے سے ملے پھر دونوں مل کر حضرت سیدی محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا اے مظفر! تو اپنا پیغام پہنچا دے۔ اس نے آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ جب وہ اثنائے واقعہ میں بھولنے لگے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں یاد دلایا۔ اس کے بعد جن خلافِ شرع امور کی وجہ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر سے ناخوش تھے ان سے ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو توبہ کرائی اور اپنے سینے سے لگایا اس قربت میں شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کو تمام گمشدہ احوال اور مزید کئی منازل میسر آ گئے۔

مظفر کے ساتھ جو واقعات پیش آئے تھے وہ انہیں حکایت کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اور ہم راوی) ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم اپنی والدہ سے ملنے کس طرح آتے تھے؟ انہوں نے کہا میں جس وقت اس کی زیارت کا ارادہ کرتا تھا مجھے کوئی چیز اٹھا کر زمین کے نیچے لے جاتی اور گھر کے کنویں میں کھڑا کر دیتی۔ میں والدہ سے ملتا پھر اسی طرح واپس اپنے مقام پر پہنچا دیا جاتا۔

ایک پرندے کے مرنے کا واقعہ: ایک دن آپ اپنی مجلس میں قدرت الٰہی کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عجیب الخلقت پرندہ فضائے آسمانی میں نمودار ہوا۔ لوگ اشتیاق سے دیکھنے لگے۔ آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اس خالقِ اکبر کی قسم! اگر میں اس پرندے سے کہوں کہ تو اللہ کے حکم سے مر جا تو یہ فوراً مر جائے۔ ابھی یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک پر ہی تھے کہ وہ پرندہ مر کر زمین پر آ پڑا اور لوگ دم بخود ہو گئے۔

چڑیا کے مرنے کا واقعہ: شیخ عمر بن مسعود بزاز رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے کہ ایک چڑیا نے آپ پر

بیٹ کر دی۔ آپ نے جلالیت سے سر مبارک اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہ اوپر اڑ رہی تھی۔ آپ کا دیکھنا ہی تھا کہ وہ اس وقت گر کر مر گئی۔ آپ جب وضو سے فارغ ہوئے تو آپ نے کپڑے کا وہ حصہ دھویا اور اپنی قمیص مبارک اتار کر مجھے دی اور فرمایا کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت خیرات کر دو یہ اس کا بدلہ ہے۔

چور کو ابدال بنانے کی کرامت: شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کہ چونکہ ہمارے پیر جہانگیر (حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کے در دولت پر سب لوگ آتے تھے اور تمام اہلِ دولت و صاحبِ ثروت اس بارگاہ کے خادم تھے اس لیے چور نے خیال کیا کہ ضرور ایسے جاہ و جلال والے بڑے مالدار ہوں گے۔

آں راکہ چنیں جاہ و حشم روئے نمود
در خانۂ او تو دہٗ زر خواہد بود

اور ارادہ کیا کہ ان کے گھر میں گھس جاؤں اور اپنی دلی مراد پاؤں۔ جب گھر کے اندر داخل ہوا تو کچھ بھی نہ پایا اور اندھا ہو گیا

خفاش کہ در خانہ خورشید رود
روشن کہ چنیں بے بصرو کور شود

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ پر اس سیاہ بے نور کا حال روشن تھا۔ خیال فرمایا کہ یہ بات مروت سے بعید ہے کہ ہمارے گھر میں کامیابی کی خواہش سے آکر ناکام یاب چلا جاوے

از فتوحات و از جنس مہیں
کورشد چیزے تواں دادن بایں

آپ ابھی اس خیال میں تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ اے عالی ممالک کے والی! ایک ابدال اس وقت قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا ہے جس کے لیئے آپ حکم دیں اس کی جگہ مقرر کیا جائے۔ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا ایک شکستہ دل شخص ہمارے گھر میں پڑا ہے جاؤ اس کو لے آؤ تا کہ اس کو بلند مرتبہ پر مقرر کریں۔ حضرت خضر علیہ السلام گئے اور اس شخص کو آپ کے حضور میں پیش کیا۔ جس کو آپ نے ایک ہی نگاہِ لطف سے ابدال بنا دیا۔

جہاز کو ڈوبنے سے بچانے کا واقعہ: ایک دن آپ اپنے مدرسہ میں درس و تدریس میں مشغول تھے کہ یکا یک آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے اپنا ہاتھ چادر کے اندر کر لیا کچھ دیر بعد جب باہر نکالا تو آستین سے پانی ٹپک رہا تھا۔ طلباء آپ کے جلال سے مبہوت ہو گئے اور کچھ دریافت نہ کر سکے۔ اس واقعہ کے دو ماہ بعد کچھ سوداگر بحری سفر کے بعد بغداد پہنچے اور بہت سے تحائف لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے طلبہ کے سامنے ان کا حال پوچھا۔ سوداگروں نے بیان کیا کہ دو ماہ ہوئے ہم پر سکون سمندر میں سفر کر رہے تھے کہ یکا یک تیز و تند ہوا چلنے لگی اور سمندر میں ایک ہولناک تلاطم پیدا ہوا۔ ہمارا جہاز گرداب میں پھنس کر ڈوبنے لگا اس وقت بے اختیار ہماری زبان سے ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نکلا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ہاتھ غیب سے برآمد ہوا اور اس نے جہاز کو کھینچ کر کنارے پر لگا دیا۔ طلبہ نے اس واقعہ کی تاریخ پوچھی تو وہی تھی جس دن آپ نے بھیگی ہوئی آستین اپنی چادر سے نکالی تھی۔

حضرت غوثِ اعظم کے کلام کا اثر: شیخ ابوسعید احمد بن ابی بکر حریمی عطار اور شیخ ابوعبداللہ محمد بن فائد کا بیان ہے کہ شیخ صدقہ بغدادی نے ایک مرتبہ ایک ایسی بات کہہ دی کہ جس پر شرعی حیثیت سے سخت اعتراض ہوتا تھا۔ وہ بات لکھ کر خلیفہ کو پہنچائی گئی تو اس نے ان کی گرفتاری اور سزا کا حکم جاری کر دیا۔ جس وقت وہ حاضر ہوئے اور سزا کے لیے اس کا سر کھولا گیا تو ان کے خادم نے واشیخاہ کہہ کر فریاد بلند کی۔ اتنے میں انہیں سزا دینے والے جلاد کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انچارج انسر کے دل میں ہیبت ڈال دی۔ چنانچہ اس نے وزیر کو سارے معاملے کی اطلاع دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی مرعوب کر دیا۔ پھر خلیفہ کو ساری بات سے آگاہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے

اس کے دل میں بھی ہیبت طاری کردی۔ چنانچہ اس نے ان کے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ وہ رہا ہو کر شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رباط پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ عام لوگ اور مشائخ حضرت شیخ کے برآمد ہونے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ وہ انہیں خطاب کریں۔ اتنے میں حضرت شیخ تشریف لائے اور مشائخ کے درمیان بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کرسی پر چڑھے۔ نہ خود کوئی گفتگو کی اور نہ ہی قاری کو قرأت کے لیے حکم دیا۔ مگر حاضرین پر زبردست وجد طاری ہو گیا اور غیر معمولی جوش و خروش اٹھا۔ شیخ صدقہ نے دل میں کہا کہ نہ تو شیخ نے کوئی کلام کیا اور نہ قاری نے قرأت کی۔ یہ وجد کس چیز پر ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ نے اس طرف رخ پھیر کر فرمایا اللہ کے بندے! میرا ایک مرید بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آیا اور اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ آج حاضرین اس کے مہمانی میں مصروف ہیں۔ شیخ صدقہ کو خیال آیا کہ جو شخص بیت المقدس سے بغداد کا فاصلہ ایک قدم میں طے کر رہا ہے وہ کس چیز سے توبہ کرے گا اور پھر شیخ کے پاس وہ کیا لینے آئے گا۔ اتنے میں حضرت شیخ نے اس کی طرف رخ پھیرا اور فرمایا کیا نہیں ہے میری تلوار سونتی ہوئی اور میری کمان چڑھائی ہوئی اور کیا نہیں ہیں میرے تیر کمان میں؟ اور کیا نہیں ہیں میرے تیر نشانے پر پہنچنے والے اور میرے نیزے جائے مقصود پر لگنے والے اور کیا نہیں ہے میرا گھوڑا ہر وقت زین کسا ہوا؟ پھر فرمایا میں اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہوں۔ میں احوال کا سلب کرنے والا ہوں۔ میں بحر ناپیدا کنار ہوں۔ میں حفاظت میں ہوں۔ میرا لحاظ کیا جاتا ہے۔ میں بہادر رہوں اے روزے دارو! اور شب بیدارو! اور اے اصحابِ جبل! تمہارے پہاڑ توڑ ڈالے گئے اور اے گرجا والو! تمہارے گرجے ویران کر دیے گئے۔ امر الٰہی کی طرف رجوع کرو اور میں امر الٰہی ہوں اور اے راہ (حق) کے راہیو! اے مردو! اے دلیرو اے بہادرو اور اے ابدالو اور بچو! آؤ آؤ اور اس سمندر سے لے لو جس کا کوئی کنارہ نہیں اے پیارے! تو آسمان میں واحد ہے اور میں زمین میں منفرد ہوں بلاشبہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ رات دن میں ستر دفعہ کہا جاتا ہے

کہ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے تاکہ اپنی آنکھوں کے سامنے تیری نگہداشت کروں۔ عبدالقادر! تو کلام کر ہم تجھ سے سنیں گے اور اے عبدالقادر! تجھے قسم ہے میرے حق کی تو کھا، اور تجھے قسم ہے میرے حق کی تو پی۔ تجھے قسم ہے میرے حق کی تو کلام کر۔ میں نے اسے روکے جانے سے محفوظ کر دیا ہے۔

شیخ جبلی رحمۃ اللہ علیہ: شیخ ابوالقاسم بطائحی نزیل شام کا بیان ہے کہ میں ۵۷۹ھ میں صالحین کی زیارت کے لیے کوہ لبنان کی طرف آیا اس وقت اس پہاڑ میں اصفہان کا ایک نہایت صالح شخص رہتا تھا جسے کوہ لبنان میں طویل عرصہ قیام کرنے کی وجہ سے شیخ جبلی کہا جاتا تھا۔ میں اس کے پاس حاضر ہوا۔ پوچھا حضور! آپ کو یہاں کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا ساٹھ سال میں نے کہا اس دوران آپ کے ساتھ کوئی عجیب و غریب واقعہ گزرا ہو تو بتائیں انہوں نے کہا یہ ۵۵۹ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ چاندنی رات کو اس پہاڑ والوں کو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ دوسروں کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں اور گروہ در گروہ عراق کی طرف ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ میں نے ان میں سے ایک دوست سے پوچھا آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟ اس نے کہا ہمیں خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگ بغداد میں قطب وقت کے سامنے ہوں میں نے پوچھا قطب وقت اس وقت کون ہے؟ اس نے کہا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ۔ میں نے ساتھ چلنے کی اجازت طلب کی جو اس نے دے دی۔ چنانچہ ہم لوگ ہوا میں اڑے۔ ذرا دیر میں بغداد پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ تمام لوگ صفیں باندھ کر حضرت شیخ کے سامنے کھڑے ہیں اور ان کے اکابر حضرت شیخ سے عرض کر رہے ہیں آقا! جو حکم ہو آپ انہیں مختلف کام دے رہے ہیں اور وہ ان کی بجا آوری کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے انہیں واپس ہونے کا حکم دیا تو وہ الٹے قدم پیچھے ہٹے۔ پھر ہوا میں چلتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ میں اپنے دوست کے ساتھ پہاڑ پر واپس لوٹ آیا تو میں نے اس سے کہا کہ آج کی رات حضرت شیخ کے سامنے تم لوگوں کا ادب اور ان کے حکم

کی بجا آوری میں سبقت کا جو تماشا میں نے دیکھا ہے میں حیران رہ گیا ہوں۔ اس نے کہا میرے بھائی! ہم ایسا کیوں نہ کریں۔ یہ تو وہ شخصیت ہے جس نے کہا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور پھر ہمیں ان کی اطاعت اور احترام کا حکم بھی تو دیا گیا ہے۔

چوہیا کے گرنے کا واقعہ: ایک رات آپ کچھ لکھ رہے تھے کہ ایک چوہیا نے چھت میں سے کئی بار مٹی گرائی۔ آپ نے ہر بار مٹی صاف کی لیکن چوہیا باز نہ آئی۔ آخر آپ نے سر مبارک اٹھا کر چھت کی طرف نظر جلالت سے دیکھا تو آپ نے چوہیا کو دیکھ کر فرمایا تیرا سر اڑ جائے۔ اسی وقت وہ چوہیا مر کر گر پڑی۔ لیکن آپ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ نے لکھنا چھوڑ دیا۔ ایک خادم نے عرض کیا یا حضرت! یہ چوہیا اپنے کیفر کردار کو پہنچی۔ آپ کیوں آزردہ ہوتے ہیں؟ فرمایا ڈرتا ہوں کہ کسی مسلمان سے مجھے اذّیت پہنچے اور اس کا بھی یہی حال نہ ہو۔

چھت گرنے کی اطلاع: محرم ۵۵۹ھ میں ایک دن سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مہمان خانہ میں تشریف فرما تھے۔ تین سو کے قریب لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ یکا یک آپ اٹھ کر مہمان خانہ سے باہر تشریف لے گئے اور تمام لوگوں کو باہر آنے کے لیے کہا۔ سب لوگ دوڑ کر باہر آئے ان کا باہر آنا تھا کہ اس مکان کی چھت دھڑام سے گر پڑی۔ آپ نے فرمایا میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے غیب سے اطلاع دی گئی کہ اس مکان کی چھت گرنے والی ہے چنانچہ میں باہر آ گیا اور آپ لوگوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا کہ کوئی دب نہ جائے۔

اولیاء پر حصول عظمت: شیخ ابوالعاص موصلی کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار نے خواب میں دیکھا کہ بڑے بڑے عظیم المرتبت اولیائے کرام ایک محفل میں جمع ہیں اور صدرِ محفل حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان اولیاء اللہ میں بعض کے سر پر صرف عمامہ اور ایک چادر، اور بعض کے سر پر عمامہ اور اس پر دو چادریں تھیں لیکن آپ کے سر اقدس پر عمامہ اور اس پر تین چادریں تھیں۔ میں ابھی آپ کی عظمتِ

جمال کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ بنفسِ نفیس میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ میرے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ ان تینوں چادروں کے متعلق سوچ رہے ہو۔ ان میں سے ایک چادر شریعت کی ہے دوسری حقیقت کی اور تیسری عظمت و بزرگی کی ہے۔

بارش کا رک جانا: ایک دن سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مدرسہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ سامعین ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے۔ یکا یک سیاہ بادل گھر آئے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ لوگ بارش سے بچنے کے لیے منتشر ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور کہا کہ مولائے کریم! میں تیرے بندوں کو جمع کرتا ہوں اور تو ان کو منتشر کرتا ہے۔ معاً بارش تھم گئی اور لوگ جم کر بیٹھ گئے۔ شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کیانی رحمۃ اللہ علیہ جو اس موقع پر موجود تھے، بیان کرتے ہیں کہ مدرسہ کے اندر جہاں تک سامعین موجود تھے بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا لیکن مدرسہ کے باہر بارش بدستور جاری تھی۔

خیال میں ملاقات کروا دینا: شیخ محمد بن خضر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ دل میں خیال آیا کیا خوب ہو اگر کبھی شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو جائے۔ یہ خیال آنے کی دیر تھی کہ آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا خضر! یہ شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں ان سے ملاقات کر لو۔

میں نے حیران ہو کر اوپر نظر اٹھائی تو آپ کے پاس ایک پر جلال بزرگ کو بیٹھے پایا میں نے انہیں مؤدبانہ سلام کیا انہوں نے فرمایا اے خضر! جو شخص شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے اسے مجھ جیسے شخص کو دیکھنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے یہ فرما کر شیخ احمد کبیر غائب ہو گئے۔

کبوتری اور قمری کا واقعہ: ایک مرتبہ ابوالحسن علی بن احمد بن وہب ازجی بیمار ہوئے تو حضرت شیخ ان کی بیمار پرسی کو تشریف لائے۔ آپ نے ان کے گھر میں ایک

کبوتری اور قمری دیکھی۔ ابوالحسن نے عرض کی۔ حضور یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈے نہیں دے رہی اور قمری نو ماہ سے خاموش ہے۔ آپ کبوتری کے پاس تشریف لائے اور اسے فرمایا تو اپنے خالق کی تسبیح کر قمری اسی وقت چہچہانے لگی اور بغداد کے لوگ جمع ہو کر اس کی آواز سننے لگے۔ کبوتری نے بچے دینے شروع کر دیے اور یہ آخر تک جاری رہے۔

سیلاب کا ٹل جانا: ایک دفعہ دریائے دجلہ میں خوفناک سیلاب آیا اور پانی دریا کے کناروں سے اچھل کر بغداد کی طرف بہنے لگا اہل بغداد گھبرا اٹھے اور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے خواستگار ہوئے۔ حضرت نے اسی وقت اپنا عصا لیا اور لوگوں کے ساتھ چل پڑے۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر اپنا عصائے مبارک وہاں گاڑ دیا اور فرمایا بس یہیں رک جاؤ۔ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ طغیانی تھم گئی اور سیلاب کا پانی اترنا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ دریا کے کناروں کے اندر اپنی اصلی حد پر بہنے لگا۔

بچھو کے ہلاک ہونے کا واقعہ: ایک دن آپ سواری پر جامع منصوری نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ تو آپ نے اپنی چادر اتاری اور اپنے کپڑوں کے نیچے سے ایک بچھو نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ یہ بچھو بھاگنے لگا تو آپ نے فرمایا" تو اللہ کے حکم سے مر جا" آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ بچھو آناً فاناً ہلاک ہو گیا پھر آپ نے فرمایا کہ جامع منصوری سے یہاں تک اس بچھو نے مجھے ساٹھ دفعہ کاٹا لیکن میں نے صبر کا اجر حاصل کرنے کے لیے اف تک نہیں کی اس کی ہلاکت دوسرے لوگوں کو آزار سے بچانے کے لیے ہے۔

مخفی حالات سے باخبری: شیخ زین الدین ابوالحسن مصری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں اپنے دوست کے ہمراہ حج کر کے بغداد آیا۔ ہمارے پاس سوائے ایک چھری کے کچھ نہ تھا اسے فروخت کر کے چاول خریدے اور پکا کر کھائے لیکن شکم سیر نہ ہوئے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔

آپ نے ہمیں دیکھ کر خادم سے فرمایا کہ چند فقراء حجاز سے آئے ہیں۔ ان کے پاس ایک چھری کے سوا کچھ نہ تھا۔ غریبوں نے اسے فروخت کر کے چاول کھائے لیکن ان کا پیٹ نہیں بھرا۔ ان کے لیے کھانا لاؤ۔ ہم حضرت کی گفتگو سن کر سخت حیران ہوئے۔ خادم کھانا لانے گیا تو میرے دل میں شہد کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اور میرے رفیق کو کھیر کی اشتہا پیدا ہوئی۔ اتنے میں خادم دو طباق لایا۔ ایک میں کھیر تھی اور دوسرے میں شہد۔ خادم نے کھیر والا طبق میرے سامنے رکھ دیا اور شہد والا میرے دوست کے سامنے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں شہد کا طباق زین الدین کے سامنے رکھو اور کھیر کا اس کے ہمراہی کے سامنے۔ میں اب بے اختیار ہو گیا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا مرحبا واعظِ مصر! میں نے عرض کی حضور یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ مجھے تو الحمد شریف پڑھنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے ایسا کہنے کا حکم ہوا ہے۔

پھر میں نے آپ کی شاگردی اختیار کی اور سال بھر آپ کی خدمت میں رہ کر مختلف علوم وفنون میں درجۂ کمال حاصل کیا۔ پھر آپ کی اجازت سے بغداد میں وعظ کہنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے آپ سے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور مجھے ہدایت کی کہ دمشق پہنچنے پر تمھیں ترکی فوج ملے گی جو مصر پر حملہ کرنے کی غرض سے جا رہی ہو گی۔ اس کے جرنیل سے مل کر کہہ دینا کہ اس سال مصر مت جاؤ۔ ورنہ ناکام ہو جاؤ گے البتہ اگلے سال آؤ گے تو کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

چنانچہ جب میں دمشق پہنچا تو مجھے ترکی فوج ملی۔ میں نے اس کے سپہ سالار سے مل کر کہا کہ اس سال تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگلے سال آنا۔ لیکن سپہ سالار مصر رہا کہ ہم اس سال مصر پر حملہ کریں گے۔ میں ترکی فوج کو ہیں چھوڑ کر مصر پہنچا وہاں خلیفۂ مصر ترکوں کے مقابلے کے لیے تیاری میں مصروف تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ انشاء اللہ ترکی فوج شکست کھائے گی اور تم فتح یاب ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب ترکی فوج شکست کھا کر مصر سے چلی گئی۔ تو خلیفہ مصر نے میری بے حد قدر افزائی کی۔ دوسرے سال ترکوں نے پھر مصر پر حملہ کیا اور اس دفعہ وہ کامیاب ہو گئے۔ مصر پر قابض ہو کر انہوں نے بھی میری بہت عزت کی۔ اس طرح دونوں سلطنتوں کی جانب سے مجھے ڈیڑھ لاکھ دینار وصول ہو گئے اور یہ سب سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ہوا۔ مصر میں میرے مواعظ و خطبات نے بھی بہت شہرت حاصل کی اور میں حضرت کے ارشاد کے مطابق واعظِ مصر کے لقب سے پکارا گیا۔

بلغمی مرض سے دائمی نجات: شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی کا بیان ہے کہ ۵۴۰ھ میں مَیں سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مجھے چھینک آئی اور بلغم منہ سے نکل پڑی۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ شاید حضرت کو کراہت محسوس ہوئی ہو۔ میں شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا کہ آپ نے فرمایا، محمد! کوئی مضائقہ نہیں آج کے بعد نہ تھوک اور بلغم ہو گا اور نہ رینٹھ۔ اس واقعہ کے بعد شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ مدتِ مدید تک زندہ رہے۔ پورے ایک سو سینتیس برس کی عمر پائی لیکن اس دن کے بعد نہ کبھی تھوک نکلا اور نہ ریزش آئی۔

ایک عورت کی جن سے رہائی: اصفہان میں سے ایک شخص حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی کو مرگی کا مرض ہے۔ عامل اور جھاڑ پھونک کرنے والے عاجز آ گئے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا یہ وادی سراندیپ کے سرکش جنوں میں سے ایک جن ہے اور اس کا نام خانس ہے۔ جس وقت تیری بیوی کو مرگی کا دورہ پڑے اس کے کان میں کہنا، اے خانس! سید عبدالقادر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے کہ تم پھر یہاں مت آنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ وہ شخص چلا گیا اور دس برس غائب رہا جب واپس آیا تو ہم نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے جونہی حضرت کا پیغام اسے پہنچایا، مرگی کے دورے ختم ہو گئے اور دوبارہ کبھی نہیں ہوئے عملیات کے بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ حضرت

سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں چالیس برس تک بغداد میں کسی کو مرگی کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ کے وصال کے بعد بغداد میں مرگی کی تکلیف شروع ہوئی۔

لڑکے کی ولادت کی خبر: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ سیدنا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت غوثِ اعظم سخت علیل ہو گئے اور ہم ان کے ارد گرد آبدیدہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا مجھے موت نہیں آئے گی۔ میری پشت میں یحییٰ نامی لڑکا ہے۔ جس کی ضرور پیدائش ہو گی۔ سو آپ کے فرمان کے مطابق صاحبزادہ کی ولادت ہوئی۔ تو آپ نے اس کا نام یحییٰ رکھا۔ پھر آپ عرصہ دراز تک زندہ رہے۔

بادشاہ کی قربت کی خبر: ابوالجبر حامد الحرانی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنا مصلی بچھا کر آپ کے نزدیک بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا اے حامد! تم بادشاہوں کی بساط (دستر خوان) پر بیٹھو گے۔ تو جب میں حرآن واپس آیا تو سلطان نورالدین شہید نے مجھ کو اپنے پاس رکھنے پر مجبور کیا اور اپنا مصاحب بنا کر ناظمِ اوقاف مقرر کر دیا تو اس وقت حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد مجھے یاد آیا۔

نورانی مخلوق: شیخ اجیل ابوالفلاح منجح بن شیخ جلیل ابوالخیر بن شیخ قدوہ ابومحمد مطر باورائی اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ مطر کا آخرت وقت آیا تو میں نے اس سے کہا کہ آپ مجھے وصیت کریں کہ آپ کے بعد میں کس کی پیروی کروں؟ انہوں نے کہا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی۔ میں نے سوچا کہ اس وقت یہ بیماری کی غشی میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر پوچھا کہ آپ کے بعد میں کس کی اقتدا کروں؟ فرمایا شیخ عبدالقادر کی۔ مجھے اب کے بھی اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ موقع پا کر میں نے تیسری دفعہ پھر یہی سوال دہرایا۔ اس پر انہوں نے کہا میرے بیٹے! جس دور میں شیخ عبدالقادر موجود ہوں اس میں کسی دوسرے کی پیروی اور اقتدا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں بغداد آیا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہاں شیخ بقا، شیخ ابوسعد قیلوی اور شیخ علی بن ہیتی وغیرہ اکابرین مشائخ بھی موجود تھے۔ اس موقع پر حضرت شیخ نے فرمایا۔ میں تمہارے عام واعظین کی طرح نہیں ہوں۔ میں تو خدا کے حکم سے بولتا ہوں اور میرا خطاب تو ان لوگوں سے ہے جو فضا میں رہتے ہیں۔"

یہ فرما کر آپ نے اپنا سر اقدس فضا کی طرف اٹھایا۔ میں نے بھی اوپر دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ نورانی گھوڑوں پر سوار نورانی لوگوں سے آسمان بھرا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے سر جھکا رکھے ہیں ان میں سے کوئی رو رہا ہے، کوئی کانپ رہا ہے کسی کے کپڑوں میں آگ ہے۔ میں یہ نظارہ دیکھ کر بیہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب افاقہ ہوا تو میں لوگوں کو چیرتا آپ کی طرف دوڑا اور آپ کے منبر شریف پر چڑھ گیا۔ آپ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا کیوں! پہلی دفعہ تمھیں اپنے والد کی وصیت پر یقین نہ آیا تھا؟ میں نے آپ کی ہیبت کی وجہ سے سر جھکا لیا۔

<u>غلے میں بے پناہ برکت</u>: ایک دفعہ بغداد میں خوفناک قحط پڑا۔ آپ کے رکابدار شیخ ابوالعباس احمد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کثیر العیال ہوں لیکن گھر میں کچھ نہیں اور کئی روز سے فاقہ ہے آپ نے ان کو تقریباً نصف من گیہوں دیے اور فرمایا کہ انہیں مٹی کے ایک مٹکے (یا کوٹھے) میں بند کر دینا اور اس میں ایک سوراخ کر کے روزانہ ضرورت کے مطابق غلہ نکال لیا کرنا۔ شیخ ابوالعباس احمد کا بیان ہے کہ ہم پانچ سال تک گیہوں کھاتے رہے لیکن ختم ہونے میں نہ آئے۔ پھر ایک دن میری بیوی نے یہ مٹکا کھول لیا تو جتنے گیہوں ڈالے تھے اتنے ہی موجود تھے۔ اب یہ گیہوں سات دن میں ختم ہو گئے۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر آپ سے کیا تو فرمایا کہ اگر تم اس مٹکے کو نہ کھولتے تو تمھارا کنبہ ساری عمر یہ گیہوں ختم نہ کر سکتا تھا۔

ارشادات حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ’’حضور غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ آیات وعید کے معانی ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ لرز جاتے تھے چہروں کی رنگت فق ہو جاتی تھی گریہ و زاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل مجلس پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور جب آپ رحمت الٰہی کی تشریح و توضیح اور اس کے مطالب و معانی بیان فرمانے لگتے تو لوگوں کے دل غنچوں کی مانند کھل جاتے تھے اور اکثر حاضرین تو بادۂ ذوق و شوق سے اس طرح مست و بے خود ہو جاتے تھے کہ جب مجلس ختم ہوتی تو پھر وہ ہوش میں آتے اور بعض تو دوران مجلس انتقال کر جاتے۔ غرضیکہ آپ کے ارشادات انتہائی مؤثر تھے۔ آپ کے کچھ ارشادات حسب ذیل ہیں۔

☆ اگر مجھے دنیا کی تمام دولتوں کے خزانے مل جاتے میں سب کے سب فقیروں اور مسکینوں پر خرچ کر دیتا غریبوں اور حاجت مندوں کو کھلا دیتا۔

☆ اسے دیکھو جو دیکھتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی سنو جو تمہاری سنتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تھامنے کے لیے تیار ہے۔

☆ جو شخص آسودہ حال پڑوسی سے حسد کرتا ہے وہ قسام رزق کی حکمت کا منکر ہے۔

☆ اے انسان! تو اللہ تعالیٰ سے اتنا شرما جس قدر کہ تو اپنے دیندار ہمسائے سے شرماتا ہے۔

☆ اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں' تمہارا ایمان درست نہیں۔ دیکھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے سائل کو دیا کرتے تھے اپنی اونٹنی کو خود چارا ڈالتے' اس کا دودھ دوہتے اور اپنا کرتا مبارک سیا کرتے تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو جبکہ تم اقوال و افعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

☆ غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ چہ جائیکہ تو خود کوئی

فضول بات کرے۔

☆ گمنامی کو پسند کر کہ اس میں ناموری کی نسبت بڑا امن ہے۔

☆ جس نے دکھاوے کے لیے عمل کیے اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

☆ جسے کوئی مصیبت نہ پہنچے اس میں کوئی خوبی نہیں۔

☆ امیروں اور دولت مندوں کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش تو ہر شخص کرتا ہے مگر حقیقی سعادت و مسرت انہی کو حاصل ہوتی ہے جن کو مسکینوں اور غریبوں کی ہم نشینی کی آرزو رہتی ہے۔

☆ اے لوگو! دعوت حق قبول کرو بے شک میں داعی الی اللہ ہوں کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے دروازے اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں۔ اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا اس لیے کہ منافق ہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلاتا بلکہ اپنے اپنے نفس کی طرف بلاتا ہے۔

☆ ایمان والوں کی ہمیشہ آزمائش ہوتی ہے۔

☆ باطن کا جہاد ظاہر کے جہاد سے زیادہ سخت ہے۔

☆ تعجب ہے اس پر جو آخرت پر ایمان رکھے اور پھر گناہ بھی کرے۔

☆ تو اس وقت تک طالب صادق نہیں کہ جب تک تو اپنی خوراک میں اپنے ہمسائے کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دینے لگے۔

☆ تو مکانوں کے بنانے میں عمر ختم کر رہا ہے جبکہ ان مکانوں میں بسیرا کریں گے دوسرے اور حساب دے گا تو۔

☆ اے مولویو! اے صوفیو! اے فقیہو! تم میں کوئی ایسا نہیں کہ جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو' ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں سچی محبت جس میں تغیر نہیں آ سکتا وہ محبت الٰہی ہے وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔

☆ اے نفس' خواہش اور شیطان کے بندو! میں تمہیں کیا بتاؤں میرے پاس تو حق

درحق، مغز در مغز اور صفا در صفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ماسوا اللہ سے اور جوڑنا اللہ تعالیٰ سے۔

☆ اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں اہل دل کی محبت اختیار کرو تاکہ تم کو بھی دل نصیب ہو لیکن تمہارے پاس تو دل ہی نہیں ہے تم تو سراپا نفس وطبیعت اور ہوا و ہوس ہو۔

☆ تو نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہے اور وہ تجھے برباد کرنے میں مصروف ہے۔

☆ نعمت مجھے اپنا پابند نہ بنائے کہ منعم سے غافل کر دے۔

☆ اے لوگو! اللہ اور اللہ کے رسول کی پیروی کرو اور اس کے احکام پر صدقِ دل سے عمل کرو، دین میں کوئی نئی بات پیدا نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کرو صبر کا دامن ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑو، کشائش کا انتظار کرنا چاہئے کبھی بھی ناامید نہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر سب ایک ہو جاؤ اور آپس میں نااتفاقی پیدا نہ کرو توبہ کر کے گناہوں سے پاک ہو جاؤ ان سے آلودہ نہ ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کے دروازے سے نہ ہٹو۔

☆ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو وہ سب کو تمہارے حوالے کر دے گا۔

☆ عالم کے بغیر علم مطلق فائدہ نہیں پہنچاتا، عامل بنو جان بوجھ کر جاہل نہ بنو۔ عالم باعمل نائب خدا ہے۔

☆ افسوس ہے اس شخص پر جس نے قرآن مجید حفظ تو کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا۔

☆ بہت سے دولت مند حرص کے اسیر ہونے کی وجہ سے مفلس عریاں ہیں۔ حقیقی بہادر وہ ہے جو لالچ کے دیو کو بچھاڑنے کے بعد متاعِ دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔

☆ نامحرم عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور پھر یوں کہنا کہ مجھے ان کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوئی جھوٹ ہے۔ اس بات میں نہ تو شرافت ہی تیری موافقت

کرتی ہے اور نہ ہی عقل سلیم اس سے مطابقت رکھتی ہے۔

☆ تیرا کلام بتا دے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا مقرب وہی ہے جو مخلوق خدا پر شفقت کرتا ہے۔

☆ بدگمانی تمام فوائد کو بند کر دیتی ہے۔

☆ ظالم مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے اور اپنی عاقبت۔

☆ تم خدمت کرو مخدوم بن جاؤ گے۔

☆ اے اللہ! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما' یا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرما دے۔ زمین کو ان سے پاک فرما دے یا ان کی اصلاح فرما۔

☆ غربت پر راضی رہنا بے انتہا ثواب کا باعث ہے۔

☆ امیروں کے ساتھ عزت و غلبہ سے مل اور فقیروں کے ساتھ عاجزی و انکساری سے۔

☆ تو کوشش کر کہ گفتگو کا آغاز تیری طرف سے نہ ہوا کرے اور تیرا کلام جواب بنا کرے۔

☆ جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔

☆ اے عمل کرنے والے! اخلاص پیدا کرو ورنہ فضول مشقت ہے۔

☆ غربت گناہوں سے بچاتی ہے اور تونگری گناہوں کا جال ہے اس لیے غربت کو اپنا محافظ سمجھو۔

☆ کفران نعمت اور خودستائی قرب حق کی ضد ہے۔

☆ تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے برے ہم نشین ہیں۔

☆ تیری غفلت کی نشانی اہل غفلت کے پاس بیٹھنا ہی ہے۔

☆ اپنے جائز کسب سے کماؤ دین کے ذریعے سے ہرگز نہ کماؤ جائز کماؤ اور جائز کھاؤ اور اس سے دوسروں کی غم خواری بھی کرو۔

☆ میرے ہاتھ میں روپیہ پیسہ، مال و دولت مطلق نہیں ٹھہرتا۔ اگر صبح میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک بھی دینار باقی نہ رہے گا۔

☆ خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش کرو۔

☆ جو شخص اپنے نفس کا معلم نہیں ہو سکتا دوسرے کا کس طرح ہو گا۔

☆ دنیا کی محبت سے خاصان خدا کو پہنچاننے والی آنکھ اندھی رہتی ہے۔

☆ مالدار بننے کی آرزو نہ کرو بوالہوس مت بنو، مالدار اور فقیر و بے نوا کے درمیان امتیاز مت رکھو۔

☆ اللہ تعالیٰ سے بندوں کا شکوہ نہ کرو۔ جب تک کہ زندگی کا دروازہ کھلا ہے اسے غنیمت جانو۔

☆ دنیا تمہارے ہاتھ میں تو رہے لیکن دل پر اس کا قبضہ نہ ہونے پائے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد کرو اللہ ہی کی محبت کا تمہارے دل پر قبضہ ہو۔

☆ جب فرائض کے بعد اچھے کاموں پر غور کرتا ہوں تو محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور عام و خاص کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنے اور دشواریوں میں ہاتھ بٹانے سے بہتر کسی کام کو نہیں پاتا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو راضی رکھنا عقل و دانش سے دور ہے۔

☆ جس عمل میں تجھے حلاوت نہ آئے سمجھ لے کہ وہ عمل کیا ہی نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فقر و فاقہ سے ملی جلی ہوتی ہے۔

☆ سوائے اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات کے گھر سے باہر مت نکلو۔

☆ بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب ہے۔

☆ شکستہ قبروں میں غور کرو کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

☆ مستحق سائل اللہ تعالیٰ کا ہدیہ ہے۔ جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

☆ خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں جلوت میں چپ رہ۔

☆ عقل مند پہلے دل سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بولتا ہے۔

☆ دوسروں پر ہردم نیک گمان رکھ اور اپنے نفس پر بدظن رہ۔

☆ ابتدا کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا اللہ تعالیٰ کا۔

☆ ہماری غیبت کرنے والے ہماری فلاح ہیں کہ ہمیں خراج دیتے ہیں یعنی اپنے تمام اعمال صالحہ ہمارے نام منتقل کرا دیتے ہیں۔

☆ موت کو یاد رکھنا نفس کے تمام امراض کی دوا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے صرف دو ہی قدم ہیں ایک قدم نفس اور دوسرا قدم خلق، اگر ان دو قدموں پر قابو پالیا تو اللہ تعالیٰ تک آسانی سے پہنچ جائے گا ایک قدم دنیا ہے اور دوسرا قدم آخرت تک رسائی کا ہے۔

☆ جو شخص تقدیر کے حکم پر راضی رہتا ہے وہ آرام سے رہتا ہے اور جو تقدیر خداوندی سے ناراض رہتا ہے اس کا رنج والم بڑھ جاتا ہے حالانکہ دنیا میں وہی کچھ ملتا ہے جو مقدر میں ہوتا ہے۔

☆ جب بندہ تواضع اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمام تباہیوں سے محفوظ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ان مراتب تک پہنچا دیتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خیر طلبی کرنے کے مراتب ہیں اور بندہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور محبّ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

☆ تواضع یہ ہے کہ بندہ جس سے بھی ملے اس کو اپنے مقابلہ میں افضل سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے ہزار درجہ بلند اور بہتر ہو۔

☆ بندے کو اپنے نفس کے کسی بھی دھوکے میں نہیں آنا چاہئے نہ اس کی کسی خواہش کا امیدوار بنے اگر نفس کو قید سے آزاد کر دیا جائے تو یہ آوارہ ہو جاتا ہے اور اگر اس کی بندش کھول دی جائے تو یہ سرکش ہو جاتا ہے اگر اس کی خوہشات پوری کی جاتی رہیں تو بندہ ہلاک ہو جاتا ہے اگر اس کی محاسبہ میں غفلت برتی

جائے تو یہ بدحال ہو جاتا ہے اگر اس کی خواہشات پر چلا جائے تو وہ رخ پھیر کر جہنم میں گر پڑتا ہے اس کا حق اور خیر کی طرف بالکل میلان نہیں ہوتا۔ نفس تمام بلاؤں کی جڑ' رسوائی کی اصل اور ابلیس کا خزانہ ہے اس کی سوائے اس کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔

☆ فقیر پر لازم ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو علوم ظاہری اور شریعت کی پابندی کی تعلیم دے۔

☆ فقیر کو چاہئے کہ وہ اپنے فقر سے ایسی محبت کرے جیسے دولت مند اپنی دولت سے محبت کرتا ہے۔

☆ ہر عابد اور ہر عارف کو ہر صورت میں ریاکاری' مخلوق کے دکھاوے اور خود پسندی سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ خبیث نفس ہر انسان کے درپے ہے یہ نفس گمراہ کرنے والی خواہشات' تباہ و برباد کرنے والی رغبتوں اور ان لذتوں کا سرچشمہ اور منبع ہے جو اللہ اور بندے کے مابین ایک حجاب بن جاتی ہیں۔

☆ تمام بھلائیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہیں اور تمام برائیاں اس کی نافرمانی اور معصیت میں ہیں اس لیے تم کو کسی حالت میں بھی معصیت شعار نہیں بننا چاہئے۔

☆ دنیا ایک محدود وقت تک ہے اور آخرت غیر متناہی مدت تک ہے اپنے مجاہدے اور زہد سے جملہ ماسوا اللہ کو چھوڑ و غیر سے طلب کو پاک کرو۔ جس نے دنیا کے امیروں سے طمع یا خوف کو دل میں جگہ دی وہ موحد یا نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ خالق کے بدلے مخلوق سے امید و خوف رکھنا شرک ہے۔

☆ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور بدعت نہ نکالو اور اطاعت کرو نافرمانی نہ کرو صبر کرو بے صبری مت کرو' سختی کے بعد آسانی اور مراد حاصل ہو جانے کا انتظار کرو' ناامید مت بنو' اللہ کے ذکر پر بھروسہ رکھو' آپس میں

پھوٹ مت ڈالو گناہوں سے توبہ کر کے پاک بنو اور اپنے مولیٰ کے دروازے کو مت چھوڑو۔

شادی و اولاد: حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز زہد و مجاہدہ کے بعد کیا جبکہ آپ کی عمر ۵۱ سال سے زائد ہو چکی تھی آپ نے فرمایا ہے کہ مدت سے میں اتباع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس خیال سے نکاح کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا کہ کہیں شادی میری ریاضت اور عبادت میں رکاوٹ نہ بن جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ہونے کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے لہٰذا جب وہ وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میری شادی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں اور اس میں سے ہر ایک مجھ سے انس و محبت رکھتی تھی۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں تاہم پہلے سے عبادت و ریاضت کے جو اوقات مقرر تھے اس میں کوئی کمی اور تکدر پیدا نہ ہوا۔ یعنی جس طرح حالت تجرد میں آپ اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد تھے ٹھیک ویسے ہی نکاح کرنے کے بعد بھی عبادت اور ریاضت کے بلند مقام پر آپ قائم رہے اور یہی راہِ سلوک کا سب سے بڑا کمال ہے کہ دنیوی تعلقات سے پوری طور پر وابستہ رہنے کے باوجود ان سے بے تعلق رہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کثیر الاولاد تھے۔ چونکہ آپ کی چار بیویاں تھیں اس لیے انھی سے بہت سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اتنی زیادہ اولاد ہونے کے باوجود آپ نے ان کی تعلیم و تربیت بڑے عمدہ طریقے سے کی اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔

حضرت عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ سرکار عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جب میرے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو میں اسے اپنے ہاتھوں میں لیتا ہوں اور یہ کہہ کر کہ یہ مردہ ہے اس کی محبت اپنے

دل سے نکال دیتا ہوں پھر اگر وہ مر بھی جاتا ہے تو مجھے اس کی موت سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عین مجلس وعظ کے وقت آپ کے ایک بچہ کا انتقال ہو گیا مگر اس وقت بھی آپ کے معمول میں قطعی فرق نہیں آنے پایا اور آپ بدستور مجلس میں وعظ فرماتے رہے اور جب بچے کو غسل و کفن دے کر آپ کے پاس لایا گیا تو خود آپ نے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ ہے ترکِ دنیا کا حقیقی مفہوم، آپ کثیر الاولاد تھے لیکن اولاد کی محبت کسی حال میں خدا کی محبت پر غالب نہ آسکی اور آپ کے راہِ سلوک کے سفر میں چار بیویوں اور اولاد نے کوئی خلل نہ ڈالا آپ کی اولاد میں سے کئی آسمانِ علم و فضل سو آفتاب بن کر چمکے اور اپنے آپ کو جلیل القدر والد کی جانشینی کا اہل ثابت کر دیا۔ اولاد نرینہ میں سے مشہور یہ ہیں:

۱۔ شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	۲۔ شیخ عبدالرزاق تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ شیخ شرف الدین عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ شیخ ابواسحٰق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ شیخ ابوبکر عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	۶۔ شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ شیخ عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ	۸۔ شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۹۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	

وصال حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ: حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے نوے سال پورے ہو کر جب اگلا سال شروع ہو گیا تو چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک روز معمولی سی طبیعت ناساز ہو گئی۔ لیکن آہستہ آہستہ چند روز میں اس علالت نے شدت اختیار کر لی اور آپ چلنے پھرنے سے مجبور ہو گئے۔ یہ علالت در حقیقت اس بات کا اشارہ تھا کہ اب مشیتِ ایزدی کا بلاوا آنے ہی والا ہے۔ اس کے بعد مکرم ماہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کے آغاز میں مرض بہت زیادہ بڑھ گیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باخبر کر دیا گیا کہ اس دارفانی کو چھوڑنے کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ وصال سے چند دن پہلے آپ نے اپنے متعلقہ افراد ا[illegible]س بات کا اظہار فرما دیا

کہ اب بہت جلد میں تم سے جدا ہونے والا ہوں اور یہ مرض اسی کا پیش خیمہ ہے۔

وصیت: بیان کیا جاتا ہے کہ علالت کے دوران آپ کے صاحبزادہ حضرت سید شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمتِ عالیہ میں عرض کیا حضور! مجھے کچھ وصیتیں ارشاد فرمائیے۔ جس پر آپ کے انتقال کے بعد عمل کروں، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے لیے خالص پرہیز گاری کا اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے خوف اور امید نہ رکھو۔ اپنی تمام حاجات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور اسی سے مانگو' سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پر بھروسہ نہ کرو۔ خالص توحید کو لازم پکڑو۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب آپ پر مرض الموت کی کیفیت طاری ہوتی تو ارشاد فرمایا' جب اللہ تعالیٰ سے دل لگایا جائے تو پھر کسی دوسرے سے کچھ طلب نہ کرو۔

آثارِ وصال: آخر جب آپ پر وصال کے آثار ظاہر ہو گئے تو جو افراد آپ کے چاروں طرف موجود تھے فرمایا' اٹھو' جگہ دو اور ان کا ادب کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت برس رہی ہے جگہ تنگ نہ کرو اگرچہ میں ظاہر میں تم لوگوں سے بات کر رہا ہوں لیکن باطناً میں اور ہستی کے ساتھ ہوں میرے اور تمہارے مابین بہت فاصلہ ہے اور میرے اور مخلوق کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے مابین ہے۔ تم مجھے دوسروں پر قیاس کیا کرو' تمہارے علاوہ بھی اس وقت یہاں پر دوسرے حضرات آ رہے ہیں ان کے لیے مجلس میں جگہ بناؤ اور جگہ چھوڑ دو اور ان کے ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حامل ہیں اس لیے ان کے لیے جگہ خالی کر دی جائے۔ کیوں کہ ملائکہ اور ارواحِ مقربین کے آنے پر ان کے سلام کا جواب بار بار دے رہے تھے اور فرما رہے تھے بسم اللہ! آؤ تم وداع نہیں کیے گئے آپ ایک دن اور ایک رات برابر یہی فرماتے رہے اور یہ بھی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی مغفرت فرمائے اور میری اور آپ کی توبہ قبول فرمائے۔ مجھے ملک

الموت کی کوئی پرواہ نہیں اور ملک الموت تو اس کو تلاش کرے جو موت سے ڈرتا ہو۔
اے ملک الموت! اس کو ڈھونڈ کر لاؤ جو ہمارے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے صاحبزادے عبدالجبار نے آپ کی حالت دریافت کی اور تکلیف کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ مجھ سے کوئی شخص کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرے سنو! میری حالت علم الٰہی میں بدلتی رہتی ہے یعنی میرے مراتب ہر لمحہ ہر آن بلند کیے جاتے ہیں۔

حضرت عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہ آپ کے فرزند ہیں دریافت فرمایا کہ حضور کے جسم کے کس حصہ میں تکلیف ہے؟ فرمایا تمام اعضاء میں تکلیف ہے ہاں دل محفوظ ہے اس لیے کہ وہ یادِ الٰہی کا خزینہ اور جلوۂ محمد کا مدینہ ہے۔

آپ کے پسر عزیز عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا آپ کو کون سی بیماری ہے؟ فرمایا میرے مرض کو جن و بشر اور فرشتے نہ تو جان سکے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں۔ فرمایا حکمِ الٰہی سے علم الٰہی ختم نہیں ہوتا۔ حکم منسوخ ہو سکتا ہے علم منسوخ نہیں ہوتا۔ پھر قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے وہ مختار ہے جو کچھ کرتا ہے کسی کے سامنے اس کا جوابدہ نہیں اور مخلوق جو کچھ کرتی ہے اس کے بارے میں اللہ جل مجدہ جواب طلب فرمائے گا۔

حضرت کے فرزندانِ عزیز حضرت عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے اور پھیلاتے اور ساتھ ہی فرماتے جاتے تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ صدق دل سے توبہ کرو اور سوادِ اعظم میں داخل ہو جاؤ۔ اسی مقصد کے لیے میں آیا ہوں تا کہ تم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دوں۔ نیز فرمایا نرمی کرو۔

آخری لمحات: وصال سے کچھ دیر پہلے آپ نے تازہ پانی سے غسل کیا اور نماز عشاء ادا کی اور دیر تک بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور سب مسلمانوں کے لیے بار بار یہ

دعا مانگی:

"اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش دے۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرما۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے درگزر فرما۔ جب سر اٹھایا تو غیب سے آواز آئی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔"

پروازِ روح: بیان کیا جاتا ہے کہ بعدازاں عالمِ سکرات شروع ہو گیا۔ موت کے آثار نمایاں ہو گئے اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو گئے میں مدد چاہتا ہوں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ جو پاک اور برتر ہے اور ایسا زندہ ہے جسے موت کا خوف نہیں پاک ہے وہ جو قدرت کے ساتھ غالب ہے اور بندوں کو موت کے ساتھ مجبور کیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

آپ کے صاحبزادہ شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت حضرت کے پاس تھے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نزع پر پہنچے تو آپ کی زبان مبارک میں لکنت پیدا ہو گئی اور اس لفظ کو صحت کے ساتھ ادا نہ کر سکی۔ چنانچہ آپ بار بار اس لفظ کو دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ نے بلند آواز سے اسے صحیح طور پر ادا کر دیا۔ پھر فرمایا اللہ اللہ اللہ! اس کے ساتھ ہی آپ کی آواز پست ہو گئی۔ زبان اقدس حلق کے بالائی حصہ سے جا ملی اور آپ کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط

جنازہ و تدفین: دم نکلتے ہی آپ کے وصال کی خبر بغداد اور اس کے گرد و نواح میں فوراً پھیل گئی۔ ہر سننے والے کو آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا دلی صدمہ ہوا۔ یہ ایک ایسا عالمگیر حادثہ تھا کہ جس سے یکدم عالمِ اسلام کو علم و عرفان کی ایک بے مثل شمع سے محروم کر دیا گیا۔ آپ کے وصال کی خبر جہاں جہاں بھی پہنچی آپ کو

چاہنے والے آپ کے فراق میں بیتاب ہوکر آستانہ غوث کی طرف بھاگ اٹھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہزار ہا مخلوق خدا آفتاب علم ومعرفت کی آخری زیارت کے لیے جمع ہوگئی۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ورثاء اور چاہنے والوں نے حضرت کے جسدِ مبارک کو آخری غسل دیا اور کفن پہنا کر جنازہ کی تیاری کر دی۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالوہاب نے پڑھائی۔ جنازہ میں آپ کے صاحبزادہ گان، تلامذہ، خلفاء مریدین اور عقیدت مندوں کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کو آپ کے مدرسہ ہی میں دفن کیا گیا۔ تدفین کا عمل رات کو کیا گیا کیونکہ لوگوں کا اژدہام بہت زیادہ تھا آپ کی جدائی میں چاہنے والوں میں کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اشکبار نہ ہو۔ جہاں آپ کو دفن کیا گیا جہاں آج کل آپ کا روضۂ اقدس مرجع خلائق ہے۔ بغداد میں یہ مقام باب الشیخ کے نام سے مشہور ہے۔

تاریخ وصال: آپ کا وصال ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں ہوا مگر وصال کے دن اور تاریخ کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ اس ضمن میں چار تاریخیں یعنی ۸، ۱۰، ۱۱، اور ۱۷ بیان کی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض تذکرہ نگاروں نے ۱۷ ربیع الثانی کو ترجیحی قول قرار دیا ہے کیونکہ اسی تاریخ کو آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ آپ کے وصال کے بارے میں قطعہ تاریخ یہ ہے:

سلطانِ عصر، شاہ زمان، قطبِ اولیاء — کامد وفات روز قیامت ملا متے
تاریخ سال وقت وفاتش چو خواستم — گفتا سروش غیب وفاتش قیامتے

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی ذات گرامی کا شمار ان اولیاء میں ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے نوازا اور آپ پر اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کئے۔ طریقت نقشبندیہ کا اجراء آپ ہی کی ذات اقدس سے ہوا اس لئے خواجگان نقشبند میں آپ کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ آپ زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔

ولادت: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۲۱ھ مطابق ۱۳۲۱ء میں بمقام قصر عارفاں میں ہوئی قصر عارفاں بخارا شہر کے قریب ہی ہے۔ یہ علاقہ روس کی آزاد ریاستِ ازبکستان میں ہے۔ تاریخ مشائخ نقشبند میں آپ کا سن ولادت ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۸ء درج ہے۔ رشحات میں ولادت کا سال ۷۱۸ھ لکھا ہے جو خواجہ عزیزاں کی وفات کا سن ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک آپ کی ولادت اس سال میں ہی ہوئی۔

شجرۂ نسب: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

خواجہ بہاء الدین محمد ابن سید محمد بخاری ابن امیر سید جلال الدین ابن امیر سید برہان الدین ابن امیر سید عبداللہ ابن امیر سید زین العابدین ابن امیر سید محمد قاسم ابن امیر سید شعبان ابن امیر سید برہان الدین قلیچ ابن امیر سید محمود رومی ابن امیر سید بلاق

ابن امیر سید نقی صوفی ابن امیر سید فخر الدین ابن امیر سید محمود علی اکبر ابن امام حسن عسکری ابن امام علی نقی ابن امام تقی ابن امام علی موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بشارتِ پیدائش: حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے پہلے حضرت خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ کوشک ہندوان سے گزرتے تو فرماتے اس خاک سے ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے اور بہت جلد یہ کوشکِ ہندوان قصر بن جائیگا جب یہ وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ ہوگئی ہے غالباً وہ مرد خدا پیدا ہو گیا ہے اس وقت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کو تین روز گذر چکے تھے۔ آپ کے جدامجد آپ کو حضرت خواجہ بابا قدس سرہ کی نظر کیمیا اثر میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مردِ خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی اور عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت کرنے میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا خوجہ امیر کلال قدس سرہ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت ادب سے ہاتھ سینہ پر باندھ کر عرض کیا کہ میں ان کی تربیت کسی قسم کی کمی نہ کروں گا بلکہ ان کی تربیت انتہائی احسن طریقے سے کروں گا۔

آثارِ ولایت: بچپن ہی سے ولایت کے آثار اور کرامت و ہدایت کے انوار آپ کی پیشانی سے ظاہر و آشکارا تھے۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میرا فرزند بہاء الدین چار سال ایک ماہ کا تھا۔ میرے پاس ایک گائے تھی جو حاملہ تھی۔ ایک روز میرے فرزند نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ یہ گائے گو سالہ سفید پیشانی جنے گی۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد قدرت حق تعالیٰ سے وہ گائے ویسا ہی گو سالہ جنی۔ جنھوں نے میرے فرزند کی بات سنی تھی وہ حیران ہوئے اور حضرت خواجہ محمد بابا کے

نفس مبارک کا اثر ثابت ہو گیا۔

نسبت طریقت : بظاہر آپ کی روحانی نسبت حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن اس نسبت کا بڑا حصہ بطریق اویسی براہ راست حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اسی لئے حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ ذکر جہر کے برعکس آپ نے خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر ذکر خفی اختیار کیا۔ اپنی نوعمری میں کسی پر دلی میلان رکھتے تھے۔ ایک دن خلوت میں اس کے خیال میں مشغول تھے کہ اچانک کان میں آواز آئی کہ اے بہاء الدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو سب کی طرف سے منہ پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہو۔ یہ سن کر آپ بے قرار ہو گئے اور وہیں سے نکل کر اندھیری رات میں ایک نہر کے کنارے کپڑے دھوئے، غسل کیا اور کمال عاجزی سے دو رکعت نماز پڑھی۔ فرماتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں ہوں کہ ویسی نماز پھر پڑھوں مگر میسر نہیں ہوتی۔

خواجگان نقشبند میں حضرت محمد انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر جہر کا طریقہ شروع ہو گیا تھا۔ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سماسی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ذکر جہر ہی کیا کرتے تھے۔ عام لوگوں میں یہ مشائخ ''علانیہ خواں'' کہلاتے تھے۔ مگر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بہ طریق اویسی حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست رابطہ تھا اور ان کا طریقہ ذکر خفی کا تھا۔ چنانچہ آپ ہمیشہ ذکر خفی پر عمل پیرا رہے۔ جس وقت حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب ذکر جہر شروع کرتے، آپ حلقہ سے اٹھ جاتے۔ یہ بات حضرت امیر کے مریدوں پر گراں گزرتی اور انہوں نے کئی مرتبہ مرشد سے شکایت کی اور کہا کہ بہاء الدین آپ کی اطاعت و اتباع نہیں کرتے۔ اس کے باوجود حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی نظر التفات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی مرشد کے ادب میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے اور آستان ارادت پر ہر وقت سر تسلیم خم رکھتے تھے۔

آخر ایک دن حضرت امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے تمام چھوٹے بڑے مریدوں کے مجمع کثیر اور جم غفیر میں جو تقریباً پانچ سو آدمی مسجد اور جماعت خانہ کی تعمیر کے لیے قریہ سوخار میں جمع ہوئے تھے ارشاد فرمایا کہ اے دوستو! میرے فرزند خواجہ بہاؤالدین کے بارے میں تم بدگمانی کرتے ہو تم نے اس کو پہچانا نہیں۔ ہمیشہ خدائے پاک کی نظر خاص اس کے شامل حال ہے اور خدا تعالیٰ کے بندوں کی نظر حق سبحانہ کی نظر کے تابع ہے اور ان کے حال پر میرا زیادہ نظر کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو طلب کر کے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاؤالدین میں حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ قدس سرہ کی وصیت جو تمہاری بابت انہوں نے فرمائی تھی کہ جیسے میں نے تمہاری تعلیم و تربیت کرنا اور اس میں کچھ کمی نہ کرنا میں نے پوری پوری تعمیل کی۔ پھر آپ نے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے اپنے پستان کو خشک کر دیا۔ اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل گیا ہے۔ مگر تمہاری ہمت کا مرغ بہت بلند پرواز واقعہ ہوا ہے۔ اب تم کو اجازت ہے کہ جہان سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے ترک دتا جک سے طلب کرو اور اپنی ہمت کے مطابق طلب کرنے میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ کرو۔

<u>روحانی تربیت</u>: ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کیفیات کے بارے میں خود بیان فرمایا کہ اس زمانہ میں جذبات، غلبات اور بے قراری بہت بڑھ گئی تھی اور میں راتوں کو بخارا کے نواح میں مختلف مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ ایک رات اسی طرح حاضری دے رہا تھا۔ جس مزار پر پہنچتا، دیکھتا کہ چراغ تیل سے بھرا ہوا ہے مگر ٹمٹمانہیں رہا۔ بتی کو ذرا اوپر اٹھانے کی ضرورت تھی تا کہ تیل سے باہر آ جائے اور خوب روشن ہو جائے۔

پہلے میں خواجہ محمد واسع رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں سے اشارہ ہوا کہ خواجہ محمد انجیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر جانا چاہیے۔ جب وہاں پہنچا تو دو شخص آئے انہوں نے دو تلواریں میرے کمر پر باندھیں اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کی

باگ خواجہ مزدآخن کے مزار کے جانب موڑ دی۔ میں رات کے آخری حصہ میں ان کے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی چراغ اور بتی کو اسی حالت میں پایا۔ میں نے بتی کو اوپر سرکا دیا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت مجھے غیبت ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہو گئی ہے۔ ایک تخت پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جن کے آگے سبز پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے۔ اس جماعت میں سے میں نے حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان لیا کیونکہ میں زندگی میں انہیں دیکھ چکا تھا۔ اس سے مجھے پتہ چل گیا کہ یہ گزرے ہوئے بزرگوں کی جماعت ہے۔ دل میں خیال آیا کہ معلوم کرنا چاہیے کہ سبز پردہ کے پیچھے تخت پر کون بزرگ بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص اٹھا اور اس نے بتایا کہ بزرگ حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ جماعت ان کے خلفاء کی ہے۔ پھر اس شخص نے سب کے نام بتائے اور اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ احمد صدیق ہیں، یہ اولیاء کبیر ہیں، یہ عارف ریوگری ہیں، یہ محمود انجیر فغنوی ہیں، یہ علی رامیتنی ہیں اور یہ محمد بابا سماسی ہیں۔ پھر کہا کہ محمد بابا سماسی کو تم نے زندگی کی حالت میں دیکھا ہے۔ یہ تمہارے پیر ہیں اور انہوں نے تمہیں کلاہ عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں انہیں پہچانتا ہوں۔ مگر کلاہ کا قصہ بہت پرانا ہے، مجھے یاد نہیں کہ کس جگہ رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کلاہ تمہارے گھر میں ہی ہے۔ تمہیں یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو بلا بھی ہو وہ تمہاری برکت سے دفع ہو جائے گی۔

اب اس جماعت نے مجھے کہا کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تم سے کچھ باتیں فرمائیں گے جو طریق سلوک کے حق میں ضروری ہیں اس لئے خوب غور سے سنو۔ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سلام عرض کروں۔ چنانچہ سبز پردہ ہٹا دیا گیا اور میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ آپ نے چند کلمات فرمائے جو سلوک کی ابتدا، وسط اور انتہا سے متعلق تھے۔ اس میں سے ایک یہ بات بھی تھی کہ تو نے چراغ تیل سے بھرے ہوئے دیکھے

تھے، یہ تمہاری استعداد اور قابلیت کی بشارت تھی لیکن استعداد کی بتی کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ پوشیدہ اسرار ظاہر ہوں اور عمل باندازہ قابلیت کرنا چاہیے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ پھر آپ نے اس بات کی سخت تاَ کید فرمائی کہ عزیمت و سنت پر عمل کرنا چاہیے اور رخصت و بدعت سے پرہیز کرنی چاہیے۔ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و اخبار اور صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کے اختتام پر آپ کے خلفاء نے مجھے فرمایا کہ اس واقعہ کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ تم مولانا شمس الدین ایکنوی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ فلاں ترک نے سقا پر جو دعویٰ کر رکھا ہے اس میں ترک حق بجانب ہے مگر تم سقا کی رعایت کرتے ہو۔ اس سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے جب وہ حاملہ ہوگئی تو حمل ساقط کر کے بچہ فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ مولانا شمس الدین کو پیغام پہنچانے کے بعد اگلے روز نسف کی طرف حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ ہو جانا۔ راستے میں ایک جگہ جنگل میں بوڑھا آدمی تجھے ملے گا، وہ تمہیں ایک گرم روٹی دے گا، روٹی لے لینا مگر اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ آگے چل کر ایک قافلہ ملے گا، اس سے آگے ایک سوار سامنے آئے گا۔ اسے نصیحت کرنا اور وہ تیرے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ جو تمہارے پاس ہے اسے ساتھ لے جا کر حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنا۔ اس کے بعد اس جماعت نے مجھے ہلا دیا اور میں ہوش میں آ گیا۔

صبح ہوتے ہی میں جلدی سے اپنے گھر کو گیا اور اپنے گھر والوں سے کلاہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مدت سے فلاں جگہ پڑی ہے۔ جب میں نے حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ دیکھی تو میری حالت دگرگوں ہوگئی اور میں بہت رویا۔ میں اسی وقت ایکنہ میں آیا اور صبح کی نماز مولانا شمس الدین کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد مولانا سے سارا قصہ بیان کیا۔ سقا وہاں موجود تھا، اس نے ترک کے دعویٰ کی حقیقت سے صاف انکار کیا۔ میں نے کہا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ

تو نے ایک عورت سے زنا کیا، وہ حاملہ ہوئی تو تیرے کہنے پر اس کا اسقاط حمل کرایا گیا اور بچہ فلاں جگہ انگور کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا تو مولانا نے وہ جگہ کھدوائی اور بچہ موجود پایا۔ سقا معافی مانگنے لگا اور مولانا و حاضرین شدت تاثر سے رو پڑے۔

دوسرے دن صبح میں حسب حکم نسف جانے کے لئے تیار ہوا تو مولانا کہنے لگے کہ تم میں درد طلب موجود ہے۔ یہیں رک جاؤ ہم تمہاری تربیت کریں گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں دوسروں کا فرزند ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ میرے منہ میں پستان تربیت دیں اور میں نہ چوسوں۔ اس پر مولانہ خاموش ہو گئے اور جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے دو آدمیوں سے اپنی کمر مضبوط بندھوائی اور روانہ ہو گیا۔ جنگل میں ایک بوڑھا آدمی ملا۔ اس نے مجھے گرم روٹی دی جو میں نے لے لی لیکن اس سے کوئی بات نہ کی۔ آگے چل کر ایک قافلہ ملا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے کہا ایکنہ سے۔ انہوں نے پوچھا کب چلے تھے۔ میں نے کہا: طلوع آفتاب کے وقت وہ چاشت کا وقت تھا۔ اہل قافلہ بہت حیران ہوئے کہ ہم تو اول شب چلے تھے اور چار فرسنگ کا فاصلہ طے کر کے اب یہاں پہنچے ہیں۔ آگے وہ سوار دیکھائی دیا۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو کہ تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تم توبہ کرو گے۔ وہ فوراً گھوڑے سے اترا اور توبہ کی۔ اس کے پاس بہت سی شراب تھی جو اس نے زمین پر پھینک دی۔

اس سفر کے بعد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے وہ کلاہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی۔ انہوں نے تھوڑی توجہ کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں یہ اشارہ ہوا ہے کہ اسے دوسروں میں محفوظ رکھو چنانچہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہ واپس لے کر اس کی تعمیل کی۔ اب حضرت خواجہ نقشبند

رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ روحانی تربیت شروع ہوئی۔ آپ نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں دن رات سخت محنت و ریاضت کی۔ ہمہ وقت ذکر اور نفی اثبات بطریق خفی میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا اور رخصت سے الگ رہے۔ اس کے ساتھ آپ کو احادیث و اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو کا بھی حکم ہوا تھا اس لئے آپ علماء کی صحبت میں یہ علوم بھی حاصل کرتے رہے اور ان پر عمل کر کے اپنے باطن میں اس کے اثرات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ آخر ایک دن حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاء الدین! حضرت محمد بابا سماسی نے مجھے تمہاری تربیت کی وصیت فرمائی تھی چنانچہ میں نے اس وصیت کے مطابق تمہاری تربیت میں کوئی وقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اس کے بعد حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔

شیخ ترک سے حصول فیض: حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت دیتے وقت فرمایا تھا کہ "تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا ہے مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے اس لئے ترک تا جک جس جگہ تمہاری ہمت کے موافق ملے اس کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرو"۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ مجھے مشائخ ترک سے حصہ ملے۔ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حکیم اتا رحمۃ اللہ علیہ جو کبار مشائخ ترک میں سے تھے، نے میرے لئے کسی درویش کی سفارش کی۔ میں نے اس درویش کی صورت دل میں بٹھالی۔ آخر ایک دن میں نے اسے بازار میں پہچان لیا۔ یہ خلیل اتا رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس وقت تو ان سے صحبت نہ ہو سکی مگر جب میں اپنے مقام پر واپس آیا تو ایک قاصد نے آ کر پیغام دیا کہ درویش خلیل تمہیں بلاتے ہیں۔ میں فوراً کچھ ہدیہ لے کر پورے شوق کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے چاہا کہ اپنا خواب ان سے بیان کروں مگر انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ مجھ پر عیاں ہے، کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس

سے میرے دل میں ان کی محبت وعقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ اس کی صحبت میں عجیب وغریب احوال مشاہدہ میں آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ چلے گئے اور صحبت کا یہ سلسلہ وقتی طور پر منقطع ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد اچانک خبر ملی کہ وہ درویش ماوراء النہر کا بادشاہ بن گیا ہے اور اب وہ سلطان خلیل اللہ کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۳۴۰ء میں پیش آیا۔ سلطان خلیل نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس رکھ لیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطنت کے دوران بھی ان سے بڑے کمالات دیکھے۔ مجھ پر بڑی مہربانی کرتے اور آداب خدمت کی تعلیم کرتے اور یہ تعلیم مجھے اس راہ میں بھی بہت کام آئی۔ میں چھ سال ان کی خدمت میں رہا۔ مجلس عام میں آداب سلطنت ملحوظ رکھتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص تھا۔ اپنے دربار کے روبرو بارہا فرمایا کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے خدمت کرتا ہے وہ خلق میں بزرگ ہوتا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ روئے سخن کس کی طرف ہے۔

۱۳۴۷ء میں سلطان خلیل کی سلطنت جاتی رہی اور وہ والی ہرات کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔ اب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اپنے سابقہ انداز زندگی میں واپس آ گئے۔ تاہم یہ عرصہ کئی لحاظ سے اہم ہے۔ ایک یہ کہ حضرت خلیل اتا رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ یسویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یوں حضرت خواجہ اس تعلق کی بنا پر یسوی روایت کے بھی امین بن گئے۔ دوسرے یہ کہ سلاطین کے ذریعے خدمت خلق اور قیام عدل کی روایت سلسلہ نقشبندیہ میں مزید پختہ ہو گئی۔

صحبت حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ: حضرت خواجہ نقشبند سات سال تک مولانا عارف دیک کرانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور ان کی متابعت، تعظیم اور آداب بجالاتے رہے۔ چنانچہ وضو کے وقت نہر کے کنارے جب مولانا بیٹھتے تو خواجہ نقشبند نیچے کی طرف بیٹھ کر وضو کرنے کے لئے بیٹھتے اور چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔ بعدازاں شیخ کی خدمت میں دو تین مہینے رہے۔ جب پہلی بار

شیخ کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت خربوزہ کھا رہے تھے۔ شیخ نے چھلکا آپ کی طرف پھینک دیا جسے آپ نے بطور تبرک کھالیا۔ اسی مجلس میں دو تین بار ایسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ دریں اثنا شیخ کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ تین اونٹ اور چار گھوڑے گم ہو گئے ہیں۔ شیخ نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت خواجہ مراقب ہو کر متوجہ ہو گئے۔ نمازِ مغرب کے بعد خادم نے اطلاع دی کہ اونٹ اور گھوڑے خود بخود آ گئے ہیں۔

روحانی احوال: آپ نے فرمایا کہ ابتدائے جذبہ میں مجھے الہام ہوا کہ تو نے اس راستے میں جو قدم رکھا ہے، کیسے رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں، وہ ہو۔ جواب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں، وہ کرو۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ ہاں جو کچھ میں کہوں، اگر وہ ہو تو میں اس راستے میں قدم رکھوں ورنہ نہیں۔ اس کے بعد مجھ سے لاپرواہی کی گئی اور پندرہ روز تک میں بدحال اور میرا چشمہ فیض خشک رہا۔ جب مجھے ناامیدی ہونے لگی تو خطاب ہوا کہ اچھا جس طرح تم چاہتے ہو، رہو۔ ایک مرتبہ کم وبیش چھ ماہ تک فیض کی بندش (قبض) رہی اور آپ کو خیال ہوا کہ دولت باطنی میری قسمت میں نہیں۔ کوئی اور کام کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ اس ارادہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں ایک مسجد آئی جس کے دروازے پر یہ شعر لکھا تھا

اے دوست بیا کہ ما ترائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

ترجمہ: اے دوست آ کہ ہم تیرے ہیں۔ بیگانہ مت ہو کہ ہم تو آشنا ہیں)۔ یہ شعر دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہو گئی۔ حال کی کیفیت لوٹ آئی اور آپ مسجد کے کونے میں بیٹھ گئے۔

خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات: حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بخارا سے نسف جا رہا تھا کہ راستے میں خواجہ خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں نظر آئے۔ ہاتھ میں

چرواہوں کی طرح بڑی لکڑی تھی اور سر پر ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے لکڑی سے مجھے مارا اور ترکی زبان میں کہا کہ تم نے گھوڑے دیکھے ہیں۔ میں نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ انہوں نے کئی بار میرا راستہ روکا اور پریشان کیا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو جانتا ہوں، آپ خضر علیہ السلام ہیں۔ وہ رباط قراول تک میرے پیچھے آئے اور کہا ٹھہر جاؤ، کچھ دیر پاس بیٹھ کر بات کریں، مگر میں نے کوئی توجہ نہ دی، جب میں حضرت سید امیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو دیکھتے ہی فرمایا کہ راستے میں خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مگر تم نے دھیان نہ دیا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ چونکہ آپ کی طرف متوجہ تھا اس لئے ان کی طرف دھیان نہ دے سکا۔

مقاماتِ روحانی کی سیر: فرمایا کہ روحانی منازل اور مقامات طے کرتے وقت شیخ منصور حلاج کی صفت دو دفعہ میرے وجود میں آئی۔ قریب تھا کہ جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے، وہ میری زبان پر بھی آ جاتے۔ بخارا میں ایک سولی تھی۔ میں دو دفعہ اس کے نیچے کھڑا ہوا اور اپنے آپ سے کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ کی عنایت سے میں اس مقام سے آگے گزر گیا۔

مجھے شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات کی سیر نصیب ہوئی اور میں وہاں پہنچا جہاں بزرگ پہنچے تھے یہاں تک کہ بارگاہ والی شان تک پہنچا اور سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ جب حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وہاں کی سیر کریں۔ مگر ان کی پیشانی پر دستِ رد رکھا گیا۔ میں نے ایسی کوئی گستاخی نہ کی اور تعظیم آستانہء عزت پر رکھا اور راہ ادب اختیار کی اور اس مقام سے مستفیض ہوا۔

نقش بند: جس وقت آپ حضرت خواجہ مولانا زین الدین کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اورادِ جہریہ میں مشغول ہوئے اور حضرت خواجہ بھی آ کر بیٹھ گئے مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو، یعنی

ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپ کو مکان پر لائے اور آپ کی ضیافت کی اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی تین دن تک آپ نے ان پر توجہ فرمائی۔ غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقش بند ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپ کی پہلی ہی صحبت میں ماسوا کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا ہے۔ اس لئے آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں اور چونکہ نقش بند صورت بنانے والا اور پیدا کنندہ کے معنی میں بھی آیا ہے، اس لئے کہ جس وقت صفتِ تکوین آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے کہ خطاب نقش بند بھی بارگاہ رب العزت سے آپ کو سرفراز ہوا ہو۔

پابندی صوم وصلوٰۃ: آپ پابند صوم وصلوٰۃ تھے آپ کے اعمال، اداءِ نوافل کے بارہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس طرح بیان کیا ہے، کہ آپ تہجد کی نماز بارہ رکعتیں چھ سلام سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ نماز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض رہی ہے اور آخر میں نفل ہوگئی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمیشہ فرض رہی نفل نہیں ہوئی اور مقام محمود کا وعدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادائے نماز تہجد سے وابستہ تھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوتے تھے تو وہ دعائیں جو بیداری کے وقت کے لئے مروی ہیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر استغفار میں مشغول ہو جاتے اس کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے اور اگر کچھ رات زیادہ باقی رہتی تو آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔ اس کے بعد نیا وضو کر کے صبح کی سنتیں اور فرض ادا کرتے اور وہ دعائیں پڑھتے جو مسجد کے راستہ اور مسجد میں داخل ہونے کے لئے مروی ہیں...... اس کے بعد مریدوں کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا۔ اس وقت دو رکعت نماز ادا کرتے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا روزہ ماسوائے اللہ کی نفی ہے اور ہماری نماز کَاَنَّکَ تَرَاہُ (خدا کا دیدار ہے) چنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے۔

تا روئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز — نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

جوں باتو بوم مجازِ من جملہ نماز — در بے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز

ترجمہ: جب سے میں نے تیرا دیدار کیا ہے نہ کوئی کام ہو سکتا ہے نہ صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی تیرا دیدار ہی میری نماز ہے۔ جبکہ تیرے بغیر میری نماز بھی مجاز کے سوا کچھ نہیں۔

مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہود کے حصول اور مقصود تک واصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا نہیں ہو سکتی بحوائے آیہ شریفہ مَاقَدَرُ وااللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی پ ۷ ع ۱۷) اس کی تعظیم کما حقہٗ، بجا نہیں لائی جا سکتی ہے۔

حج: آپ نے دو بار حج کیا۔ پہلے حج سے واپسی پر والی ہرات سے ملاقات ہوئی (جس کا حال آگے آئے گا)۔ دوسری بار حج کو روانہ ہوئے تو صرف مولانا زین الدین رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے ہرات تشریف لے گئے۔ تین روز تک ان سے صحبت رہی۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد مولانا نے آپ سے کہا: ''برائے ماہم اے خواجہ نقشبند'' (اے خواجہ ہمارے لئے بھی حقیقت کا نقش کھینچیں) آپ نے از روئے انکساری فرمایا: ''آمدیم تا نقش بریم'' (ہم اس لئے آئے ہیں کہ ماسواء اللہ کا نقش مٹا دیں) غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقشبند مشہور ہوا۔ فرمایا میں نے مکہ معظمہ میں دو آدمی دیکھے ایک نہایت پست ہمت اور ایک نہایت بلند ہمت۔ پست ہمت وہ کہ خانہ کعبہ کے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا اور ایسی پاک جگہ خدا کے سوا کچھ اور مانگ رہا تھا اور بلند ہمت وہ جسے میں نے منیٰ میں دیکھا کہ پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی مگر اس کا دل ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہ ہوا۔

والی ہرات سے ملاقات: امیر حسین غوری والی ہرات ایک نیک نفس اور پابند شرع حکمران تھا اور اولیاء اللہ کا بے حد قدر دان تھا۔ جب حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ پہلی بار حج سے واپسی پر خراسان کے شہر سرخس میں پہنچے تو ایک قاصد امیر حسین والی ہرات کا

خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے لیکن میرا حاضر ہونا مشکل ہے۔ خط پڑھ کر آپ کے دل میں آیا کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو جھڑکنا نہیں) اور واذا رایت لی طالبا فکن له خادما (جب تو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا)۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ بادشاہ کے سر خس آنے سے عوام کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ آپ ہرات روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر استقبال وآداب کی رسومات کے بعد مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کو بزرگی آباء واجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (جذبات حق میں سے ایک جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے) میں اسی جذبہ کے سبب اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ انہی باتوں کو درویشی کہتے ہیں اور وہ آپ میں نہیں۔ آپ نے فرمایا: جذبہ عنائت الٰہی مجھ پر پہنچا اور میں حضرت غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں داخل ہوا۔ ان کے ہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر ان کے ہاں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ظاہر با خلق اور باطن با حق۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی)۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ ہمارے خواجگان کا اصول ہے خلوت در انجمن، سفر در وطن، ہوش در دم، نظر بر قدم۔ اس کے علاوہ ذکر جہر اور سماع سے جو حضور و ذوق ہوتا ہے، اسے قیام نہیں۔ اگر کوئی وقوف قلبی پر مداومت رکھے تو جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جذبہ سے کام بن جاتا ہے۔ حقیقت ذکر خفی اور وقوف قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور پھر ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ دل کو خبر نہیں ہوتی کہ ذکر میں مشغول ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ان علم القلب انه ذاکر فاعلم انه غافل (اگر قلب کو معلوم ہو کہ وہ ذکر کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ غافل ہے) اور آیت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (اپنے رب کو دل

تاروئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز — نے کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز
جوں باتو بوم مجازِ من جملہ نماز — دربے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز

ترجمہ: جب سے میں نے تیرا دیدار کیا ہے نہ کوئی کام ہوسکتا ہے نہ صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی تیرا دیدار ہی میری نماز ہے۔ جبکہ تیرے بغیر میری نماز بھی مجاز کے سوا کچھ نہیں۔

مولانا یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہود کے حصول اور مقصود تک واصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا نہیں ہوسکتی بمصداق آیہ شریفہ مَاقَدَرُ واللہَ حَقَّ قَدْرِہٖٓ (اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی پ ۷ ع ۱۷) اس کی تعظیم کما حقہ، بجا نہیں لائی جا سکتی ہے۔

حج: آپ نے دو بار حج کیا۔ پہلے حج سے واپسی پر والی ہرات سے ملاقات ہوئی (جس کا حال آگے آئے گا)۔ دوسری بار حج کو روانہ ہوئے تو صرف مولانا زین الدین رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے ہرات تشریف لے گئے۔ تین روز تک ان سے صحبت رہی۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد مولانا نے آپ سے کہا: ''برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند'' (اے خواجہ ہمارے لئے بھی حقیقت کا نقش کھینچیں) آپ نے از روئے انکساری فرمایا: ''آمدیم تا نقش بریم'' (ہم اس لئے آئے ہیں کہ ماسواء اللہ کا نقش مٹا دیں) غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقشبند مشہور ہوا۔ فرمایا میں نے مکہ معظمہ میں دو آدمی دیکھے ایک نہایت پست ہمت اور ایک نہایت بلند ہمت۔ پست ہمت وہ کہ خانہ کعبہ کے دروازے پر ہاتھ رکھا تھا اور ایسی پاک جگہ خدا کے سوا کچھ اور مانگ رہا تھا اور بلند ہمت وہ جسے میں نے منیٰ میں دیکھا کہ پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی مگر اس کا دل ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہ ہوا۔

والی ہرات سے ملاقات: امیر حسین غوری والی ہرات ایک نیک نفس اور پابند شرع حکمران تھا اور اولیاء اللہ کا بے حد قدردان تھا۔ جب حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ پہلی بار حج سے واپسی پر خراسان کے شہر سرخس میں پہنچے تو ایک قاصد امیر حسین والی ہرات کا

خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے لیکن میرا حاضر ہونا مشکل ہے۔ خط پڑھ کر آپ کے دل میں آیا کہ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو جھڑکنا نہیں) اور واذا رایت لی طالبا فکن له خادما (جب تو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا)۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ بادشاہ کے سر خس آنے سے عوام کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ آپ ہرات روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر استقبال و آداب کی رسومات کے بعد مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کو بزرگی آباء واجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔ جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین (جذبات حق میں سے ایک جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے) میں اسی جذبہ کے سبب اس سعادت سے مشرف ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا کہ انہی باتوں کو دوریشی کہتے ہیں اور وہ آپ میں نہیں۔ آپ نے فرمایا: جذبہ عنائت الٰہی مجھ پر پہنچا اور میں حضرت غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں داخل ہوا۔ ان کے ہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر ان کے ہاں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ظاہر باخلق اور باطن باحق۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ (ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی)۔ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ ہمارے خواجگان کا اصول ہے خلوت در انجمن، سفر در وطن، ہوش در دم، نظر بر قدم۔ اس کے علاوہ ذکر جہر اور سماع سے جو حضور و ذوق ہوتا ہے، اسے قیام نہیں۔ اگر کوئی وقوف قلبی پر مداومت رکھے تو جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جذبہ سے کام بن جاتا ہے۔ حقیقت ذکر خفی اور وقوف قلبی سے حاصل ہوتی ہے اور پھر ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ دل کو خبر نہیں ہوتی کہ ذکر میں مشغول ہے۔ کیونکہ بزرگوں کا قول ہے ان علم القلب انه ذاکر فاعلم انه غافل (اگر قلب کو معلوم ہو کہ وہ ذکر کر رہا ہے تو جان لے کہ وہ غافل ہے) اور آیت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً (اپنے رب کو دل

میں زاری اور خفیہ طور پر یاد کر)۔ بعض بزرگوں کا قول ہے۔: ذکر اللسان هذیان و ذکر القلب و سوسه (زبان کا ذکر ہذیان اور قلب کا ذکر وسوسہ ہے)

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

دل را گفتم بیاد او شاد کنم گفت

چوں من ہمہ اوشدم کرا یاد کنم

(ترجمہ: میں نے دل سے کہا کہ اس کی یاد سے مجھے خوش کر تو اس نے کہا کہ جب میں تمام تر وہی ہو گیا ہوں تو کسے یاد کروں)

کچھ دیر بعد بادشاہ نے پوچھا کہ بعض کا قول ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

سلطان کی ایک دعوت میں آپ نے کھانا کھانے سے اجتناب کیا کیونکہ آپ کے خیال میں وہ مشکوک تھا۔

طریقہ نقشبندیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ نادر اور عروۂ وثقیٰ ہے سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بدرجۂ کمال اقتداء کرنا اور آثار صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا اس راستہ میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع کی رعایت بہت بزرگی والا کام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ سے جو رد کردانی کرے۔ اس کے دل کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہیے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اس کے راستہ کا حجاب نہ بنے۔ پیر کو چاہیے کہ طالب کے گزشتہ اور آئندہ حالات سے باخبر رہے۔

تاکہ اس کے مطابق تربیت کر سکے۔ شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی جن دوستان حق سبحانہ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اس وقت صحبت کو زمانہ گزشتہ سے موازنہ کرے اگر نقصان کی کمی اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے تو بقول اس مقولہ کے کہ اچھی بات کو اختیار کرلو۔ اس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے۔

سالکین راہ حق خواطر شیطانی اور نفسانی کے دفع کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ قبل اس کے کہ نفس اور شیطان ان کے دل پر اثر کرے اس کو دیکھ لیتے ہیں اور وہیں دفع کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جب خطرہ آتا ہے تو قرار پکڑنے سے پہلے اس کو دفع کر دیتے ہیں اگر یہ زیادہ مفید بات نہیں ہے، اگر اس خطرہ کی پیدائش کے سبب کا ادراک اور اس کے دفع کی قوت پیدا کریں تو زیادہ مفید بات ہے۔ خطرہ کا ادراک کر لینا۔ حال کی تبدیل اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہونا ایک دشوار امر ہے۔

خدا کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے دوسرے ان سے محروم ہیں۔ اس کے تین طریقے ہیں مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ۔ مراقبہ یہ ہے کہ خالق کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنے کی وجہ سے مخلوق کی یاد کو بالکل بھول جانا مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے جس کو کہا حقہ اس گروہ سے کم لوگوں نے حاصل فرمایا ہے اور میں نے اس کے حصول کے طریقہ کو معلوم کرلیا ہے اور وہ نفس کی مخالفت کرنا اور سنت کی مطابعت سے اور مشاہدہ واردات غیبی کے معائنہ کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہیں۔ چونکہ جلدی گزر جاتی ہیں اور قرار نہیں پکڑتی ہیں' اس لئے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا، مگر وہ صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور حالت بسط میں صفتِ جمال کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اور محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں کہ کس طرح گزر رہا ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو ہم اس سے

بازگشت کرتے ہیں اور از سرنو عمل اختیار کرتے ہیں اگر دیکھتے ہیں کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھہر جاتے ہیں اور اس عمل میں کوشش کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ نقشبند کی نظر عنائیت کی برکتوں سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدمِ اول میں سب کے سب سعادتِ مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظر عنائیت زیادہ ہوتی تو درجۂ عدم کو پہنچ جاتے۔ جب اس سے بھی زیادہ نظر عنائیت ہوتی تو مقامِ فنا کو پہنچ جاتے اور فانی از خود اور باقی بحق ہو جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولتِ وصال کے واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہو کر مقصود حقیقی سے ملنا چاہئے اور اربابِ تکمیل و ایصال کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستے کے بچوں کو طریقت کے گہوارے میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حد فصال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا دودھ چھڑاتے ہیں اور بارگاہِ احدیت کا محرم بناتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ فیض حاصل کر سکیں۔

<u>فقیری طریقہ:</u> حضرت خواجہ بہاء الدین کا طرز عمل فقیری تھا کیوں کہ آپ ہمیشہ فقر کی تائید فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا محبت فقر سے پایا ہے۔ آپ کے دولت خانہ میں موسمِ سرما میں خاشاکِ مسجد ہوا کرتا اور گرما میں پرانا بوریا۔ ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

ان العبادۃ عشرۃ اجزأ تسعۃ منھا طلب الحلال وجزء واحد منھا سائر العبادات۔	عبادت دس اجزاء ہیں جن میں سے نو طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک باقی عبادات ہیں۔

باوجود کمالِ فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا اتباع سنت کے طور پر آپ اسی قدر یا زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے۔

اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے درِ دولت پر حاضری دیتا تو پر تکلف کھانا کھلاتے۔ آپ کی بسر اوقات زراعت سے تھی۔ ہر سال کچھ جو اور کچھ ماش کاشت کرتے، تیاری زمین، انتخابِ بیج اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط فرماتے۔ اکابر علماؤ مشائخ جو حاضر خدمت ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک کھاتے تھے۔ آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہ تھا، بطور عاریت رہا کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ جب وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا بندگی با خواجگی راست نمے آید۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک حجروں میں جو کا آٹا چھلنی سے نہ چھانا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاطعمہ) اس لئے چند روز ہمارے گھر میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکتا رہا۔ تمام متعلقین و فرزندان بیمار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کا باعث یہ تھا کہ اہلِ بیت رسالت کے ساتھ بے ادبی کی گئی ہے کیونکہ اس کھانے میں صورتِ مساوات کی تشبیہ پیدا ہوگئی ہے۔ بے شک متابعت کی بہت کوشش کرنی چاہیئے مگر حقیقت میں اپنے آپ کو ہر امر میں مقصر (قصوروار) خیال کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں جو کا آٹا نہ پکایا گیا تمام تندرست ہو گئے۔

ہر کہ پے در پے رسول ﷺ نہاد ازہمہ رہرواں بہ پیش افتاد

حضرت خواجہ اکثر و بیشتر کھانا پکاتے اور دسترخوان کی خدمت خود انجام دیتے تھے۔ درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف حضور (شعور و تمیز اور حاضری کی پابندی اور نگہداشت) کا حکم دیتے اور تاکید فرماتے۔ اگرچہ دسترخوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر جب ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ راہ لطف و کرم اسے نہ کھاتے اور نہ ہی درویشوں کو کھانے دیتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ، غدیوت میں تشریف فرما تھے۔ ایک درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ کھانا نہ چاہئے کیونکہ غصہ کی حالت میں پکایا گیا ہے۔ آٹا چھاننے، خمیر کرنے اور پکانے کے وقت کسی میں

غصہ رہا ہے۔

اگر کوئی شخص کفگیر (چمچہ) کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا تو آپ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں۔ کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ اس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے۔ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا پر طعام حلال ہے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک دن ایک شخص مچھلی پکا کر آپ کی خدمت میں لایا۔ اس وقت درویشوں کی جماعت بھی موجود تھی جن میں ایک جوان عابد و زاہد دروزہ دار تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ اس نے انکار کیا۔ تین بار فرمایا لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کہ دور افتادہ ہے۔ بلآخر وہ جوان بوجہ بے ادبی سخت ذلیل و خوار ہو کر مرا۔

شادی: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت بابا سماسی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کی قدم بوسی کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی خدمت میں اٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا۔ اس وقت میری زبان سے یہ نکلا۔ کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطا فرما اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت مجھ کو دے جب میں صبح کو حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کر اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اس کو برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے اور اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے اپنی

خواہش سے بلا کو طلب کرنا مشکل ہے۔ اس لئے گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضرت بابا میری دعوت کو قبول فرما کر میرے مکان کو تشریف لے چلے پہلے اپنے گھر سے کھانا طلب فرما کر تناول کیا اور ایک روٹی مجھے عطا فرمائی میرے دل میں خیال گذرا کہ یہاں سیر ہو کر کھانا کھا لیا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں ہم مکان پر پہنچ جائیں گے۔ یہ روٹی کو حفاظت سے رکھو کام آئیگی۔ میں نے اس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ آپ روانہ ہوئے اور میں نہایت نیاز مندی کے ساتھ آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ اثنا راہ میں میرے باطن میں کوئی کمی یا خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کر حب آپ باغ جوی مولیاں میں جاتے تو ایک عقیدت مند کے مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے۔ اس بار بھی اپنی سابقہ عادت کے مطابق وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مخلص نے نہایت بشاشت اور نیاز مندی کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے قیام فرمایا تو گھر والی بڑھیا کو بیقرار پایا کہ کبھی باہر جاتی ہے اور کبھی اندر۔ آپ نے فرمایا صحیح صحیح حال بیان کر! اس نے عرض کیا کہ دودھ کی بلائی تو اس وقت موجود ہے روٹی نہیں ہے۔ ہر چند جستجو کر رہی ہوں دستیاب نہیں ہوتی۔ تاکہ روٹی اور دودھ آپ کی خدمت میں حاضر کر سکوں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی دو کہ اس نیاز مند کا دل مطمئن ہو۔ اے فرزند تم نے دیکھا کہ بالآخر وہ روٹی کام آئی۔

کرامات و واقعات

آپ بہت صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کی کرامات حسب ذیل ہیں:

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی سیف زبانی: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا فرمان ہے کہ ایک مرتبہ میں محمد زاہد کے ساتھ صحرا کی طرف نکل گیا محمد زاہد آپ کا مرید تھا کام کاج کے لئے ہمارے پاس کچھ چیزیں تھیں مگر ایک دن ایسی حالت طاری ہوئی کہ ہم نے وہ تمام چیزیں پھینک دیں اور معرفت کے موضوع پر گفتگو کرنے لگ گئے۔ گفتگو چلتے چلتے اس نکتہ پر آ پہنچی کہ عبودیت کیا ہوتی ہے؟ میں

نے اپنے مرید صادق سے کہا کہ عبودیت کی انتہا یہ ہے کہ جب عبودیت کا تاج پہننے والا کہہ دے مرجا تو وہ فوراً مر جائے۔ پھر ہوا یوں کہ چونکہ میں نے محمد زاہد کو یہ فقرہ کہا تھا کہ "مر جا" لہٰذا وہ اسی وقت مر گیا۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک پڑا رہا۔ موسم سخت گرم تھا۔ مجھے بہت قلق ہوا حیرانی کی انتہا نہ رہی وہاں اس کے قریب ہی ایک سایہ میں آ کر عالم حیرانی میں ڈوبا بیٹھ گیا۔ دوبارہ اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ سخت گرمی کی وجہ سے اس کا جسم تغیر پذیر ہو چکا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ اس وقت میرے دل میں القا ہوا کہ اسے کہہ دیں اے محمد! اب زندہ ہو جا۔ میں نے یہ کلمہ تین دفعہ کہا تو اس کے جسم میں زندگی آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ بالکل پہلے حال پر آ گیا۔

میں جب صحرا سے واپس آیا تو حضرت سید کلال کے سامنے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ جب میں نے کہا کہ وہ مر گیا اور میں حیرت زدہ ہو گیا تو مجھے فرمانے لگے میرے بیٹے! تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ زندہ ہو جا؟ میں نے عرض کیا حضور! جب مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا تو میں نے کہہ دیا اور پھر وہ زندہ ہو گیا۔

مرشد کی بے ادبی کا انجام: سیدنا امیر کلال قدس اللہ سرہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ شیخ عارف دیکرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن قصر عارفاں میں حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ جب ہم بخارا واپس لوٹے تو وہاں کے فقراء کا ایک گروہ ہمارے ساتھ تھا، اس میں سے ایک نے حضرت بہاء الدین کے حق میں زبان درازی کی۔ ہم نے اسے روکا اور کہا کہ تو آپ سے واقف نہیں ہے۔ لہٰذا تجھے اولیاء اللہ کے ساتھ بدظنی اور بے ادبی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ دفعۃً ایک بھڑ آئی اور اس کے منہ میں داخل ہو کر کاٹنے لگ گئی اسے شدید درد ہوا۔ صبر و سکون جاتا رہا۔ ہم نے اسے کہا یہ حضرت شیخ کی بے ادبی کا صلہ ہے۔ وہ بہت رویا پھر توبہ کر کے رجوع کیا اور فوراً ٹھیک ہو گیا۔

صاحب قبر سے سلام کہنے کا جواب ملا: حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس

سرہ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ حضرت معشوق طوسی قدس سرہ کے مزار کی زیارت کے لیے طوس تشریف لائے۔ جب آپ ان کے مزار پر پہنچے تو فرمایا السلام علیک یا معشوق طوسی! تم اچھے ہو۔'' ان کی قبر سے آواز آئی'' وعلیک السلام یا خواجہ بہاء الدین نقش بند! ہم اچھے ہیں۔'' درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ تھی۔ اس کلام کو سنا اور منکرینِ خواجہ نے اس کرامت کو دیکھ کر حضرت خواجہ کی ولایت کا اعتراف اور اقرار کیا۔

شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بلند مقام: حضرت شیخ عبداللہ خوجندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور سے میری صحبت کا سبب یہ تھا کہ کئی سال پہلے خوجند میں مجھے ایک جلا دینے والی محبت کی جان نے اپنی گرفت میں لے لیا میرا اقرار جاتا رہا اور طریق سلوک میں داخل ہونے کی پیاس نے شدت اختیار کرلی میں جدھر منہ آیا خوجند سے نکل کھڑا ہوا اور ترمذ پہنچ گیا۔ عارف کبیر حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ کے مزار پر اسی اضطراب وقلق میں حاضر ہوا۔ پھر نہر جیحون کے کنارے واقع مسجد میں آ کر سو گیا۔ میں نے دو پر ہیبت بزرگوں کو خواب میں دیکھا ان میں سے ایک نے فرمایا کیا تو ہمیں پہچانتا ہے؟ میں نے کہا یہ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ اپنی جان کو تکلیف میں نہ ڈال اور مضطرب نہ ہو۔ ابھی آپ کی مراد کا وقت نہیں آیا بارہ سالوں کے بعد تجھے بخارا میں اپنے دور کے قطب شیخ بہاء الدین نقشبند کے ہاتھوں یہ مراد ملے گی۔ جب میں جاگا تو میرا اضطراب ختم ہو چکا تھا۔ میں واپس خوجند آ گیا۔ پھر میں ایک دن بازار میں چل رہا تھا تو مجھے دو ترک ملے۔ وہ مسجد میں چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے وہاں پہنچا۔ وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے میں نے ان کی بات کان لگا کر سنی وہ احوال طریق پر گفتگو کر رہے تھے۔ میرا دل ان کی طرف مائل ہوا۔ میں جلدی جلدی ان کے لیے کھانا لایا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کے دل میں محبت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہ ہمارے بیٹے شیخ اسحاق کی خدمت میں رہے۔ یہ سن کر میں نے ان سے شیخ اسحاق کے متعلق پوچھا تو

انہوں نے جواب دیا کہ وہ خوجند کے نواح میں رہتے ہیں میں اسی وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ان کا ایک نہایت اخلاص کا پتلا صاحبزادہ بھی تھا۔ ان کے صاحبزادے نے ایک دن میرے بارے میں عرض کیا کہ یہ ارادت کیش کبیدہ خاطر ہے۔ ازراہِ کرم آپ اسے منتخب فرما کر اپنی صحبت میں رکھ لیں۔ حضرت اسحاق یہ سن کر رو پڑے اور کہنے لگے بیٹا جی یہ تو حضرت شیخ بہاء الدین کی اولاد میں شامل ہے۔ میں اس پر اپنا حکم نافذ نہیں کر سکتا۔ میں اب خوجند واپس آ گیا اور اس اشارے کے ظہور کے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ مدت گزری تو بے ساختہ بخارا کی طرف کھینچے لگا۔ مجھے اسے روکنے کا یارانہ رہا میں بخارا کی طرف چل دیا۔ جب وہاں پہنچا تو حضرت شیخ نقشبند کے درِ دولت پر حاضری دی۔ جونہی زیارت کے لئے پہنچا، فرمانے لگے، عبداللہ خوجندی! اب تو تمھیں انس نے پا لیا۔ بارہ سالوں میں صرف تین دن باقی ہیں۔ یہ اشارہ پا کر میں عجیب حال میں کھو گیا۔ ان کی محبت کی سعادت بھری صبح میرے دل کے افق پر طلوع ہو پڑی مگر حاضرین نے حضور کریم کا یہ اشارہ نہیں سمجھا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے جب میں نے انہیں خبر کا ذائقہ چکھایا تو شادابی و سرور میں کھو گئے۔ حضرت نے مجھ پر بڑی عنایت فرمائی اور مجھے اپنی غلامی کے شرف سے معزز فرمایا۔

آٹے میں برکت: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہ میری ملاقات کو تشریف لائے۔ میں بہت شرمندہ ہوا کیونکہ میرے پاس آٹا تک نہ تھا۔ میں آٹے کا ایک تھیلا لے آیا۔ مجھے فرمایا کہ اس آٹے سے گوندھتے رہو، اور کسی کو اس کی کمی بیشی کی اطلاع نہ دو۔ آپ دس ماہ تک میرے پاس قیام پذیر رہے۔ مرید اور دوست آپ کی زیارت کے لیے میرے گھر مسلسل آتے رہے اور ہم اسی آٹے سے آٹا لے کر انہیں روٹی کھلاتے رہے اور وہ بدستور پورے کا پورا رہا۔ پھر میں نے یہ راز حضرت کے حکم کے برخلاف اہل خانہ کو بتا دیا برکت جاتی رہی اور تھوڑے ہی وقت میں آٹا ختم ہو گیا اس وجہ سے آپ

کی کامل ولایت اور عظیم کرامت پر میرا پختہ یقین ہو گیا۔

ہیبت اور جلال کا اثر: ایک مرتبہ ایک درویش حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ ماخان کے لوگوں کو تیری وجہ سے نقصان پہنچا اور تو بغیر ہماری اجازت کے وہاں سے آیا ہے۔ آپ نے ہیبت اور جلال کے ساتھ اس کی طرف نظر کی۔ اس بزرگ کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس کی سانس کی آمد و رفت رک گئی۔ حاضرین میں سے کس کو بھی اس کی سفارش کی مجال نہ تھی آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے اور وہ بہت احتیاط کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ سب درویش اس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک وہ آفاق میں نہ جائے گا اور لوگوں کو راضی نہ کرے گا اور وہ اس کی ایذا رسانی سے رہائی نہ پائیں گے۔ اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر حضرت نے اس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا اور کہا کہ اٹھ، وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک خدمت گار کا واقعہ: حضرت شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کہتے ہیں کہ میری آپ سے محبت و صحبت کا سبب یہ تھا کہ میں ایک دن بخارا کے ایک بازار میں اپنی دکان پر تھا آپ وہاں تشریف لائے اور دکان پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ مناقب بیان فرماتے ہوئے کہا کہ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک منقبت خود یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر میرے کپڑے کا کنارہ کسی کو لگ جائے تو وہ میرا محب اور دلدارہ بن جاتا ہے اور میرے پیچھے پیچھے چلنے لگ جاتا ہے۔

میں (حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اگر میں اپنی آستین ہلا دوں تو سب بخارا کے رہنے والوں کو بڑے چھوٹے کے امتیاز کے بغیر اپنا والہ و شیدا بنا دوں۔ وہ گھر بار اور دکانیں چھوڑ کر میرے پیچھے چلنے لگ جائیں۔

آپ نے اپنا مبارک ہاتھ آستین پر رکھا اور اس حالت میں میری نگاہ آپ کے آستین پر پڑ گئی۔ پھر کیا تھا حال و وجد نے مجھے آلیا۔ خود فراموشی طاری ہو گئی اور عرصہ دراز تک یہی حال رہا۔ جب آرام آیا تو آپ کی محبت پوری قوت سے مجھ پر چھا گئی۔ میں نے گھر بار اور دکان کو چھوڑ کر آپ کی خدمت اپنالی۔

بہتے پانی سے تربوز مل گیا: شیخ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دورانِ سلوک فصل ربیع میں مَیں حضور کی خدمت عالیہ میں بیٹھا تھا میرے جی نے تربوز کھانا چاہا۔ میں نے حضرت سے تربوز مانگا۔ ہمارے قریب ہی پانی بہتا تھا۔ فرمانے لگے اس پانی پر جاؤ۔ میں وہاں گیا تو پانی میں ایک تربوز پایا جو بالکل اسی وقت تازہ تازہ توڑا گیا تھا۔ حضور کی ذاتِ اقدس پر مجھے پورا اعتقاد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی برکات سے ہمیں نفع فرمائے۔

روحانی توجہ کا اثر: شیخ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ جب ماوراء النہر کا بادشاہ سلطان عبداللہ فرغز بخارا آیا تو بخارا کے نواح میں لوگوں کو ساتھ لے کر شکار کا پروگرام بنایا حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے کسی گاؤں میں رونق افروز تھے۔ جب اس گاؤں کے لوگ بھی شکار کے لئے نکلے تو حضرت بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئے لوگ شکار کے شغل میں مصروف ہو گئے اور حضرتِ گرامی لوگوں کے قریب ہی ایک پہاڑی پر چڑھے اور اپنے کپڑوں کو پیوند لگانے لگے۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اولیائے کرام کی عزت ذاتِ ربانی کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے تو بادشاہ ان کے آستانوں پر سر جھکا دیا کرتے ہیں۔ ابھی یہ خیال پورا بھی نہیں ہوا تھا، کہ شاہی لباس سے مزین ایک سوار آپ کی طرف بڑھنے لگا۔ آپ کے قریب آ کر وہ گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ بیحد تعظیم اور لا انتہا عاجزی سے آپ کے سامنے آ کر مودبانہ سلام پیش کیا اور ایک ساعت تک شدید دھوپ میں با ادب کھڑا رہا۔ حضرت نے اب سر مبارک اٹھایا اور فرمانے لگے کس شغل میں مصروف تھے کہنے لگا حضور! شکار کے شغل میں تھا، پھر مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں بے اختیار اس سمت

کھینچ لیا گیا ہوں۔ جب یہاں پہنچا تو آپ پر نگاہ پڑی اور دل بے قابو ہو کر آپ کی طرف جھکا۔ پھر آپ کے سامنے مسکینی اور عاجزی کی انتہا کر دی اور آپ سے طالبِ امداد ہوا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال چھوڑ دو میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ اس گاؤں میں تھا۔ عبداللہ فرغز لوگوں کو شکار کے لئے لے چلا تو میں بھی ان کے ساتھ آ گیا۔ چونکہ میں شکار کے لیے موزوں نہ تھا اس لیے ادھر آ گیا ہوں اس نے التجا کی۔ لیکن حضور! مجھے تو آپ نے شکار کر لیا ہے۔ حضرت بھی چلتے رہے اور وہ بھی بڑی عاجزی سے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ حضرت شیخ نے اسے ہیبت و جلال کی نظر سے دیکھا وہ جہاں تھا وہیں رک گیا اور اس کے بعد بالکل آپ کے پیچھے نہ چل سکا۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت: شیخ شادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کی سعادت ملی تو خرچ اور ایثار میرے لیے آسان ہو گئے۔ ایک دن میرے پاس سو دینار تھے گھر والوں کا خیال تھا کہ انہیں جمع رکھا جائے۔ میں بھی ضعفِ یقین کی وجہ سے ان کا ہمنوا بن گیا۔ میں پھر بخارا گیا اور وہاں سے میں نے موزہ اور کچھ اور سامان خریدا۔ پھر حضرت کی زیارت کے لیے چل پڑا۔ جب میں قصرِ عارفاں حضرت کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا تم بخارا کیوں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا حضور ایک کام درپیش تھا، فرمانے لگے وہ موزہ مجھے دو اور جو باقی چیزیں خریدی ہیں وہ بھی پیش کرو۔ میں نے فوراً سب کچھ پیش کر دیا۔ حکم ہوا کہ سو دینار سے جو کچھ بچا ہے وہ بھی لاؤ۔ میں نے وہ بھی پیش کر دیا۔ آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ کی قوت سے پہاڑ تمہارے لیے سونا بنا دوں۔ لیکن ہمارے لیے اس عالمِ فنا میں ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہماری جماعت کی نظریں اس دنیا سے باہر لگی ہوئی ہیں تم ذخیرہ اندوزی کیوں کرتے ہو جبکہ تمھیں پتہ ہے کہ تمہارے لیے ہے اس سے کچھ بھی کم نہ ہو گا۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔

طلب بارانِ رحمت: ایک دفعہ نسف میں امساکِ باراں ہوا۔ حضرت بہاء الدین

نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین نے جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ایک درویش کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اس درویش کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اصحابِ نسف خیریت سے ہیں اور انہوں نے طلب باراں کے لیے تمھیں ہمارے پاس بھیجا ہے۔ درویش نے کہا کہ ہاں! حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے لیے اس دفعہ بخارا سے پانی بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے اس درویش کو تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے ارشاد فرمایا، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور پھیل کر برسنے لگا۔ دن بھر برستا رہا۔ دوسرے دن آپ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور وہ بارش کے دوران ہی میں نسف روانہ ہوئے۔ یہ بارش تین رات دن تک مسلسل ہوتی رہی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کرامت سے تمام ملک سیراب ہو گیا۔

فرشتوں کا نماز میں مشغول ہونا: شیخ علاء الدین کہتے ہیں کہ ایک دن بادل چھائے ہوئے تھے۔ میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے فرمانے لگے کیا ظہر کا وقت ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی نہیں فرمانے لگے آسمان کی طرف دیکھئے۔ میں نے آسمان پر نگاہ ڈالی تو کوئی بھی بادل کا پردہ نگاہ کے سامنے حائل نہ ہوا اور میں نے دیکھا کہ فرشتے نماز ظہر میں مشغول ہیں۔ ارشاد فرمایا تمھارا کیا خیال ہے کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میں اپنی بات سے نادم ہوا اور استغفار پڑھی۔ کافی دنوں تک میں اپنی اس بات کا بوجھ محسوس کرتا رہا۔

دشمن کی فوج سے نجات: صحرا قیچاق کی فوج نے بخارا شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لوگوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ جہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ امیر بخارا نے اپنے خاص لوگوں سے ایک گروہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ اب ہم کلی طور پر دشمن کے مقابلے سے عاجز آ گئے ہیں۔ ہماری تدبیریں خاک میں مل گئی ہیں اور سب اسباب کے رشتے ٹوٹ گئے ہیں آپ کی ذات کے بغیر اب ایسی کوئی جائے پناہ نہیں جو ان ظالموں سے ہمیں، بچا سکے۔ آپ اللہ کریم کے سامنے تضرع و زاری کریں تاکہ وہ ذات پاک ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بچائے، یہی تو مدد اور ہاتھ پکڑنے کا وقت

ہے حضرت نے وفد کو فرمایا ہم ذاتِ یکتا کے سامنے عاجزی وزاری کریں گے۔ پھر دیکھتے ہیں کہ رب العزت جل مجدہ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔ صبح ہوئی تو آپ نے وفد سے فرمایا کہ مجھے چھ دنوں کے بعد اس بلا سے نجات کی بشارت دے دی گئی ہے۔ تم جاؤ اور اپنے امیر کو اطلاع کر دو کہ بخارا والے یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے پھر آپ کے ارشاد کے مطابق ہی ہوا۔ چھ دنوں کے بعد دشمن کی فوج نے شہر کا محاصرہ توڑ دیا اور سب کے سب وہاں سے چلے گئے۔

رجال غیب: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے ایک خادم سے مروی ہے کہ مجھے آپ نے ایک دن کسی کام کے لیے بھیجا۔ واپسی پر میں نے مریدوں کو اس باغ میں کھڑے پایا جس میں اب آپ کا مزار شریف ہے۔ مریدوں کے پاس گنڈیاں اور زنبیلیں تھیں مجھے بہت ڈر لگا اور مجھے سردی کا بخار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد حضرت گھر سے تشریف لائے اور فرمایا تم کچھ بدلے بدلے سے ہو۔ میں نے عرض کی جب یہاں پہنچا ہوں تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا ہے لیکن اس خوف کا سبب مجھے معلوم نہیں ہے۔ فرمانے لگے امیر حسن سے پوچھو۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ باقی سب مرید صبح سے مٹی اٹھانے کے لیے آئے ہوئے ہیں مگر تم ان میں موجود نہ تھے۔ پھر حضرت کھانا پکوانے کے لیے گھر تشریف لے گئے تاکہ مریدوں کو کھلا سکیں کچھ ہی دیر کے بعد ایک نوجوان آپ کے دولت خانہ کی طرف سے ہماری طرف آیا۔ وہ ہوا میں اڑتا ہوا آ رہا تھا اور پرندوں کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پھڑکتا جا رہا تھا۔ ہمارے قریب آیا تو اسی طرح اڑتا ہوا ہمارے سروں کے اوپر سے گزر گیا۔ ہم سب اسے دیکھتے رہے۔ ہم نے ارادہ کر لیا کہ ہم اسے اپنے کام پر ترجیح دیتے ہوئے اڑتا دیکھتے رہیں گے۔ ہم اسی حال میں محو تھے کہ حضرت شیخ اپنے گھر سے نکلے اور ہمیں اشارہ فرمایا اسی طرح میرے آنے تک ٹھہرے رہنا۔ آپ کے ارشاد سے ہم پر بہت زیادہ رعب طاری ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے اور ہمارا حال دیکھا تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ حال جو تم پر پہلے طاری ہوا تھا اب ان پر پلٹ گیا ہے (یعنی جب آیا تو تُو خوفزدہ تھا اور اب یہ

سب لوگ خوفزدہ ہیں) اس کے بعد فرمانے لگے یہ نوجوان جو فضا میں اڑ رہا تھا اسے میں نے نسف سے بخارا جاتے ہوئے اڑتے دیکھا تھا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو میں نے اس سے پوچھا تو نے رجال الغیب (پیچھے شرح گزر چکی ہے) کی صحبت کیسے چھوڑی اور کیوں غم وحسرت میں پڑ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہر کا باشندہ ہوں۔ رجال الغیب نے مجھے اپنی صحبت میں لے لیا تھا۔ ہم ایک دن ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے دل میں بیوی اور بچے کا خیال آیا۔ رجال غیب نے مکاشفۃً میری حالت کا پتہ لگا لیا انہوں نے مجھے وہیں چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا میں نے فوراً ان میں سے کسی ایک کا دامن پکڑ لیا اور درخواست کی کہ مجھے کسی آباد جگہ تک تو لے چلیں۔ تو مجھے وہ اس جگہ پر لے آئے۔ حضرت شیخ فرمانے لگے کہ چھ دن ہوئے اسے نسف سے بخارا لایا اور اپنے گھر میں رکھا۔ جب میں زنان خانہ میں تمہارے لیے کھانا تیار کرانے جانے لگا تو اس نے جانے کی مجھ سے اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ پھر میں نے تمہارے لیے کھانا لانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ تم تو تفرقہ وتشتت کا شکار ہو گئے ہو۔ میں جلدی جلدی نکلا اور وہ اشارہ کیا جو تم نے دیکھا تھا۔ مرید فرمانے لگے اس پر تجلی جلال کا ظہور ہوا ہے۔ مرید کو لازماً راسخ القدم ہونا چاہئے اس میں جو کمال بھی پیدا ہو جائے وہ اسے راستے سے ہٹا نہ سکے اور کسی صورت میں بھی اس کا اعتقاد اپنے مرشد کے متعلق ہرگز تبدیل نہیں ہونا چاہئے۔ فرمانے لگے اس پر ہیبت وسطوت غالب ہو چکی ہے۔ اڑنے کا مرتبہ تو آسان ہے۔ کیا مکھیاں فضاؤں میں اڑتی نہیں پھر رہی ہیں۔ آپ نے پھر امیر حسین کو حکم دیا اور سب مریدوں سے بھی فرمایا کہ زنبیل کو مٹی سے بھر دیں اور پھر اسے چھوڑ دیں لوگوں نے اسی طرح کیا۔ حضرت امام نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے زنبیل کو اشارہ فرمایا تو وہ خود چل پڑی۔ مٹی کو خود پھینکا اور پھر ہمارے پاس واپس آ گئی۔ کئی دفعہ اسی طرح کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ اور اس جیسے دوسرے کاموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خواص اہل اللہ انہیں کوئی وقعت نہیں دیتے۔

بارش میں خشک رہنا: ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ قصرِ

عارفاں کے باغ میں اقامت گزین تھے۔ امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہ آٹا لے کر تنور میں روٹی پکانے لگے اتنے میں ابر عظیم پیدا ہوا اور بارش شروع ہو گئی۔ سب لوگ حیران ہو گئے اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ بارش سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تمھیں کہتے ہیں کہ اس طرح کہو اور نفس کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرت نے فرمایا تھا، کہا۔ اس قادر کی قدرت کہ حضرت خواجہ کی نفسِ نفیس کی برکت سے جہاں وہ درویش تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا اور باہر خوب بارش ہوئی۔

اسی طرح نسف میں بھی جس وقت کہ حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا، چاروں طرف بارش شروع ہو گئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ بارش بہت ہو گئی ہے۔ دعا کرو تاکہ بارش رک جائے۔ پس کہو کہ بارش رک جا۔ خواجہ پارسا نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم کہتے ہیں تم کہو۔ خواجہ پارسا نے کہا اے بارش! ٹھہر جا۔ بارش رک گئی ہوا چلنے لگی اور آفتاب نکل آیا۔

غائب شدہ بھائی کی خبر: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم سے روایت ہے کہتا ہے کہ میں مرد شہر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ مجھے بخارا میں مقیم اپنے گھر والوں کی ملاقات کا شوق ہوا کیونکہ مجھے اپنے بھائی شمس الدین کی موت کی خبر مل چکی تھی۔ میں حضور سے اجازت لینے کی جرأت نہ کر سکا۔ میں نے وہاں موجود امیر حسین سے التماس کی کہ مجھے حضور والا سے واپسی کی اجازت لے دیں آپ نماز جمعہ کے لیے نکلے جب مسجد سے پلٹے تو امیر نے میرے بھائی کی موت کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ کیسی خبر ہے وہ تو زندہ ہے اور یہ دیکھو اس کی خوشبو مہک رہی ہے۔ میں تو اس کی خوشبو کو بالکل قریب پاتا ہوں۔ ابھی آپ کا ارشاد گرامی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرا بھائی بخارا سے آ گیا۔ اس نے آ کر حضرت کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ آپ نے فرمایا امیر

حسین! دیکھو یہ شمس الدین ہیں۔ حاضرین پر بہت بڑا حال طاری ہو گیا۔

کشفی خبر: ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخارا میں جلوہ ریز تھے آپ کے خدام میں سے کسی کا عزیز مولیٰ عارف نامی خوارزم میں تھا آپ اپنی محفل نور میں ایک دن نگاہ کی جولانیوں پر گفتگو فرما رہے تھے (تو نگاہ کی نسبت سے) درمیانِ گفتگو فرمایا اب مولا عارف خوارزم سے سرائے کی طرف نکلا ہے اور سرائے کے راستے میں اب فلاں جگہ پر پہنچا ہے۔ ایک لحظہ بعد مولا عارف کے جی میں خیال آیا ہے کہ وہ سرائے نہ جائے لہٰذا اب وہ واپس خوارزم جا رہا ہے آپ کے خدام نے اس واقعہ کی تاریخ نوٹ کر لی کچھ مدت بعد مولا عارف خوارزم سے بخارا آیا تو لوگوں نے اسے حضرت کا ارشاد گرامی سنایا وہ کہنے لگا بعینہ ایسا ہی ہوا تھا یہ سن کر آپ کے غلام بہت حیران ہوئے۔

پانی پر چلنے کا واقعہ: شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ امیر حسین کو حکم دیا کہ بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر لیں۔ سردی کا موسم تھا جب انہوں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی تو دوسرے دن اللہ کریم نے بیحد برف برسادی۔ ایک دن میں چالیس دفعہ برف برسی۔ حضرت نے اسی وقت خوارزم کا سفر اختیار کیا۔ شیخ شادی آپ کی خدمت میں تھے۔ جب نہر حرام پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی کو حکم دیا کہ وہ پانی پر چلیں۔ شیخ شادی ڈر گئے۔ آپ نے کئی دفعہ حکم دیا مگر وہ تعمیل نہ کر سکے۔ آپ نے ان پر ایک عظیم نگاہ ڈالی۔ جس سے وہ کچھ دیر کے لیے بے خود ہو گئے۔ افاقہ ہوا تو اپنا قدم پانی پر رکھ دیا اور چلنے لگ گئے۔ حضرت ان کے پیچھے پیچھے چل دیے جب نہر عبور کر گئے تو حضرت نے فرمایا دیکھیے آپ کے موزے کا کوئی حصہ تر ہوا ہے۔ شیخ شادی نے دیکھا تو قدرتِ خداوندی سے ذرا بھر بھی نمی نہ تھی۔

دو مقام پر آواز کا پہنچنا: ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ امیر برہان الدین فرزند سید امیر کلال قدس سرہ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے اور وہ نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمائیے تا کہ مولانہ جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم بہت

جلد مولانا کو طلب کرتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف! پھر آپ نیچے اتر آئے اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سن لی ہے اور اس طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ جب مولانا عارف حضرت کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اس لیے میں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہو گیا۔

حاکم تبدیل ہو گیا: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ کلاہ نوروزی سی رہے تھے آپ کا حال اس وقت نہایت بسیط تھا۔ چنانچہ آپ کی حالت سب میں اثر کر گئی اور سب میں ذوق پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی صحبت میں تھے کلاہِ نوروزی سر پر رکھی۔ اس وقت حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا کہ سلاطین کی ٹوپی ہم نے سر پہ رکھی اس لیے سلطنت میں بھی ہم کو تصرف کرنا چاہیے۔ پس ہم کو کس بادشاہ پروار کرنا چاہیے۔ ایک درویش نے حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اسی پروار کیا۔ آپ نے اسی خوشخبری کا ایک خط امیر بخارا کو جو اس حاکم سے بھاگ کر کابل چلا گیا تھا بھیجا کہ صورت حال اس طرح واقع ہوئی ہے۔ چاہیے کہ پانچ سو اشرفیاں فقراء کی خدمت میں بھیجو۔ چند روز کے بعد معلوم ہو گیا کہ ماورا النہر کا وہ حاکم اسی روز کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ ہم اسی پروار کرتے ہیں۔ قتل کیا گیا۔

حضرت خضر سے ملاقات کی خبر دے دی: شیخ علاء الدین عطار یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ تاج الدین جو حضرت سیدنا بہاء الدین کے ایک دوست تھے، کو اگر حضرت قصر عارفاں سے بخارا کسی کام کے لیے بھیجتے تو وہ تھوڑے سے وقت میں ہی آ جایا کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جونہی وہ مریدوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے، ہوا میں اڑنے لگ جاتے۔ خود فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت نے ایک دن بخارا بھیجا میں اسی انداز سے اڑنے لگا۔ میں نے راستے میں حضرت شیخ کو دیکھا اور

انہوں نے بھی میری یہ حالت دیکھی۔ اب یہ حالت انہوں نے سلب فرمالی پھر اس کے بعد میں کبھی بھی اڑ نہیں سکا ہوں۔

حضرت سرکار بہائیہ کے ایک جلیل القدر دوست شیخ خسرو کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضور کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ حوض کے کنارے باغ میں ایک ایسے شخص سے باتیں کر رہے ہیں جسے میں نہیں پہچانتا۔ میرے سلام پر وہ شخص باغ کے ایک کونے کی طرف مڑ گیا۔ حضرت نے دو دفعہ مجھے یہ فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں خاموش رہا اور بالکل نہیں بولا اور بعون اللہ میرے ظاہر باطن میں بالکل حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ نے راہ نہ پائی۔ دو تین دن بعد پھر میں نے انہیں خانقاہ کے باغ میں حضرت قدس سرہٗ سے ہم کلام پایا۔ دو ماہ کے بعد میں انہیں بخارا کے بازار میں ملا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائے تو میں نے انہیں سلام کہا انہوں نے مجھے گلے لگا لیا اور خوب گھل مل گئے اور حال پوچھا۔ جب میں قصر عارفاں واپس آ کر آستانہ بوس ہوا تو حضرت نے فرمایا تم آج بخارا کے بازار میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملے ہو۔

<u>ایک وقت میں تین مقامات پر:</u> حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ ان درویشوں میں سے کچھ لوگ کھانے پینے کے سامان کی تیاری کے لیے نکلے اور دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق صرافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوک کی طرف روانہ ہوا تھا اس نے بھی حضرتؒ خواجہ قدس سرہٗ کو چوک میں پایا۔ انہوں نے بھی آپ کی نسبت وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ یہ درویش بازار میں باضی محمد درآہنی سے ملے اور ان سے اپنی سرگزشت بیان کی اس نے کہا کہ میں نے اس وقت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے تھے۔ فقیروں کو تردد ہوا

کہ حضرت سے کہاں جا کر ملاقات کریں۔ وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی اور درویشوں نے اس سے سب قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے باہر نکلے ہو۔ میں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا اور اس وقت جلدی کر کے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی۔

کشتی غرق ہونے سے بچ گئی: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں قپچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔ انہی میں میرے بھائی بھی قید کر لیے گئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کے لیے بہت پریشان ہوئے اور ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تو میری رضا مندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قپچاق کے صحرا کی طرف جا۔ میں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضا مندی حاصل کرو۔ اس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آئے گی تو ہماری طرف توجہ کرنا۔ پس اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت سے بہت سا نفع حاصل ہوا اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پا لیا اور قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ کشتی میں بہت لوگ تھے اور ہوا مخالف چلنا شروع ہو گئی۔ کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اس نا امیدی اور پریشانی کے عالم میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے کی آواز آئی۔ اس کے سنتے ہی حضرت خواجہ کا وہ ارشاد مجھ کو یاد آیا کہ جب تجھ کو کوئی مشکل در پیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا۔ پس میں حضرت کی جانب متوجہ ہوا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ حاضر ظاہر ہوئے اور میں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھہر گئی اور

دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا اور تھوڑے دنوں میں ہم دونوں بھائی بخارا پہنچ گئے اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا کہ جب تم نے کشتی پر ہم کو سلام کیا تھا تو ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا لیکن تم نے سنا نہ تھا۔ ان بڑی بڑی کرامتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور بڑھ گیا۔

پیش گوئی درست نکلی: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے نواسے شیخ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں تانگے پر سوار دیکھا۔ بچے تانگے کو گھیرے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر فرمانے لگے، وہ وقت دور نہیں کہ یہ سوار ہوگا اور مملوک و امراء اس کے آگے پیدل چلیں گے۔ پھر آپ کی بات پوری ہو کر رہی۔ شیخ حسن عطار بالغ ہونے کے بعد خراسان تشریف لائے۔ وہاں کے بادشاہ مرزا شاہ رخ مرحوم کو باغ زاغاں میں ملے اس نے اپنا خچر آپ کو پیش کیا آپ نے جب سوار ہونا چاہا تو شاہ نے خود لگام پکڑی اور آگے آگے چلا۔ جب تک خچر آپ سے مانوس نہ ہو گیا۔ وہ چلتا رہا۔ شیخ حسن وہاں سے سیدھے بخارا تشریف لے گئے۔ شہر میں اپنے نانا جان کی عظمت و تقدس کی خاطر سر جھکائے رہے۔ آپ نے پھر بادشاہ کو اپنے نانا کی بشارت سنا کر ان کی کرامت کو ثابت کیا۔ یہ سن کر بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کو حضرت سے مزید عقیدت پیدا ہو گئی۔

باطنی خبر سچی ہو گئی: حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عالم مرید ایک جماعت کے ساتھ عراق کے سفر کے لیے چلے، کہتے ہیں کہ جب ہم سمنان پہنچے تو ایک مبارک آدمی سید محمود کے متعلق سنا جو حضرت سے اخلاص مند تھے۔ ہم سب ان کی زیارت کے لیے چلے۔ وہاں پہنچ کر ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح حضرت کے دامنِ ناز سے وابستہ ہوئے تھے؟ فرمانے لگے میں نے خواب میں سید کل صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خوبصورت مکان میں دیکھا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ایک پر وقار و ہیبت شخص موجود تھا۔ میں نے ادب و احترام سے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے

حضور سے مصاحبت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ نہ آپ کے دورِ نور و سرور کی برکات سے متمتع ہو سکا اور نہ ہی حضور کی معیت سے لطف اندوز ہو سکا اس سعادت نے میری دستگیری نہ فرمائی۔ اب میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا اگر تو میری برکات اور میری زیارت کی فضیلتیں پانے کا متمنی ہے تو بہاء الدین کی پیروی کو اپنے لیے ضروری سمجھ لے۔ یہ فرما کر آپ نے پہلو والے شخص کی طرف اشارہ فرمایا (کہ یہی بہاء الدین ہیں) میں نے اس سے پہلے حضرت کی زیارت نہیں کی تھی۔ جب میں بیدار ہوا تو آپ کا اسم گرامی اور حلیہ شریف کتاب کی جلد پر لکھ دیا۔ عرصہ دراز کے بعد میں ایک بزاز کی دکان پر بیٹھا تھا تو ایک نور و وقار والے شیخ کو آتے دیکھا۔ وہ آ کر دکان پر بیٹھ گئے ان کا چہرہ دیکھ کر مجھے وہ خواب والا چہرہ یاد آ گیا۔ مجھ پر عجیب حال کا ورود ہوا۔ جب کچھ آپے میں آیا تو ان سے درخواست کی کہ میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ انہوں نے دعوت قبول فرمائی اور میرے آگے آگے چل پڑے اور میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے میرے گھر تشریف لانے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ یہ پہلی کرامت تھی جو میں نے مشاہدہ کی کیونکہ آپ نے کبھی میرا گھر نہیں دیکھا تھا۔ گھر میں آ کر میرے خاص کمرے کی طرف چلے جس میں میری لائبریری تھی۔ آپ نے ہاتھ مبارک بڑھایا اور ایک کتاب لے کر مجھے تھمادی اور فرمانے لگے تم نے اس کی جلد پر کیا لکھا تھا؟ یہ وہ کتاب تھی جس کی جلد پر میں نے اپنا خواب اور اس کی تاریخ کا اندراج کیا تھا۔ اس واقعہ کو سات سال گزر گئے تھے۔ آپ کی اس اطلاع پر تو مجھے اور زیادہ حال آیا جو پہلے حال سے بڑھ کر تھا۔ جب یہ حال ختم ہوا تو آپ بڑی نرمی اور لطف سے پیش آئے اور آپ نے مجھے اپنے احباب کے زمرہ میں قبول کر لینے کا شرف بخشا اور اپنے درِ اقدس کی خدمت کی سعادت سے نوازا۔

لڑکا ملنے کی خبر: حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غلام سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں مجھے لڑکا عطا ہو۔ آپ نے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا کی برکت سے لڑکا ہوا مگر وہ مر گیا۔ میں نے

آپ سے ذکر کیا۔ فرمانے لگے کہ تم نے ہم سے درخواست کی تھی کہ لڑکا ہو۔ اللہ کریم نے لڑکا عطا کیا اور پھر وہ لے بھی گیا لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ فقیروں کی دعا سے تمہیں دو اور لڑکے دے گا۔ اور وہ طبعی عمر پائیں گے کچھ عرصہ بعد میرے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ ایک بیمار ہو گیا تو میں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا آپ کو کیا ہے وہ میرا لڑکا ہے وہ اکثر بیمار ہو کر شفا پاتا رہے گا۔ پھر جس طرح حضور نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوتا رہا۔

اللہ کی رحمت کا واقعہ: حضرت شیخ ابوالعباس بن غریف سے روایت ہے کہ میں ایک دن صبح اٹھا تو طبیعت نہایت نڈھال تھی۔ اپنے ایک مصاحب ابو محمد طرابلسی سے میں نے کہا اے ابو محمد! آج میرا دل پریشان ہے۔ تم کوئی ایسی حکایت سناؤ جس سے قلب مضطرب کی اصلاح ہو سکے۔ انہوں نے کہا ایک دن میں افریقہ میں تھا۔ ذی الحجہ کا مہینا تھا۔ میں نے دیکھا کہ تین اشخاص میرے سر پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابو محمد! حج کو چلتے ہو؟ میں نے کہا جیسے آپ حضرات کی مرضی۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص میرے آگے ہو گئے اور دوسرے پیچھے چلنے لگے جب رات ہوتی تو ان میں سے ایک شخص ایک طرف جاتے اور کیلے لے آتے اور فرماتے کہ اس مقام پر ایک بڑھیا نے مجھے دیے ہیں۔ تین دن کے بعد ناگاہ ان میں سے ایک نے مجھ سے آ کر کہا اے ابو محمد! خوش ہو جاؤ یہ تہامہ کے پہاڑ ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ حج کیا اور ان کی صحبت میں رہا۔ جب لوٹنے کا وقت آیا تو مجھ سے کہا تم اللہ کی امان میں رہو ہم چلتے ہیں۔ میں نے کہا آپ لوگ اپنی جدائی کا رنج دینا چاہتے ہیں انہوں نے کہا یہ مجبوری ہے۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔ میں نے جنگل کا راستہ لیا۔ جب مجھے جنگل میں وضو یا پینے کے پانی کی ضرورت ہوتی تو کہتا قسم ہے رب العزت کی میں جب تک پانی نہ پی لوں اور وضو نہ کر لوں یہاں سے آگے نہ بڑھوں گا۔ اسی وقت ایک ابر آتا اور اتنا برستا کہ اس کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب بن جاتا اور میں وضو کر لیتا۔ پانی پیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ ابوالعباس نے یہ حکایت سنی تو فرمایا اس حکایت کو میں مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔

باغ سرسبز ہو گیا: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مولانا سعد الدین قرشوی قدس سرہ کے باغ میں تشریف لائے۔ اتفاقاً وہ موسم خزاں کا تھا۔ مولانا موصوف بیان کرتے ہیں کہ میری نظروں میں باغ بہت ویران تھا گویا کہ ایک خارستان اور شورستان تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے باغ کو سرسبز اور تازہ کر دیتے ہیں تاکہ تمھارا یقین زیادہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ باغ پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ باغ میرا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی باغ ہے۔ جب ایک زمانہ دراز اسی بہار کے عالم میں گزر گیا تو باغ اسی سابقہ حالت پر نظر آیا۔ یہ کرامت آپ کے کمال ولایت کی بابت میرے یقین کے زیادہ ہونے کا سبب ہوئی۔

ارشادات عالیہ

آپ کے ارشادات عالیہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ تو شمع کی طرح بن۔ تو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن بدیں معنے کہ تو دوسرے کو روشنی پہنچا اور شمع کی طرح نہ بن بدیں معنے کہ تو اپنے تئیں تاریکی میں رکھے۔

☆ جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہے۔ ہم اس کی شفاعت کریں گے۔ اس راستے میں صاحب پندار و تکبر کا کام نہایت مشکل ہے۔

☆ درویش کو چاہئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اس میں نہیں۔ حق تعالیٰ کبھی اس کو اس حال کی سعادت نہ بخشے گا۔

☆ یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے۔ مگر ملتی اسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

☆ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے مرتفع ہے مگر مسخ باطن باقی ہے۔ ے اندریں امت نباشد مسخ تن۔ یک مسخ دل

بوداۓ ذوالفطن ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو جائیں۔ اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے۔ اسے پہچاننا چاہئے کہ یہ کہاں سے ہے۔ حدیث میں ہے اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ۔ یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔ جو شیخ اپنے تئیں بکلیت خود حضرت حق تعالیٰ و تقدس کے سپرد کر دے۔ اس کا غیر حق جل دعا سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کے لئے معاف ہے۔ مگر خواص کے لئے معاف نہیں۔ متوکل کو چاہئے کہ اپنے تئیں متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔ حق تبارک و تعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی کے لئے موجود کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی امارت طلب کرتے ہیں اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے۔ کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ہم فضلی ہیں۔ ہم دو سو آدمی تھے۔ جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا۔ مگر فضل الٰہی مجھ پر ہوا۔ مرید سے احوال کا ظاہر ہونا شیخ کی کرامت ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے۔ یہ صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔ کبار اہل حقیقت کا قول ہے۔ کہ اس راستے کا سالک اگر اپنے نفس کو سو بار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں جانتا وہ اس راستے میں نہیں ہے۔ بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہئے۔

☆ اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حق سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے۔

☆ گروہ صوفیہ کی تین قسمیں ہیں۔ مقلد۔ کامل۔ کامل مکمل۔ مقلد اس پر عمل کرتا ہے جو اپنے شیخ سے سن لیتا ہے۔ کامل فیض رسانی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ دوسروں کی تربیت سوائے کامل مکمل کے نہیں کرتا اور نہیں کر سکتا۔ بیس سال سے بفضل خدا ہم مقام بے صفتی سے مشرف ہیں۔

☆ اولیاء کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے۔ لیکن وہ بغیر اجازت کے ان کو ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے۔ اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے:

☆ ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعال خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے اس میں ہم درمیان نہیں۔ یہ تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

☆ درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ

تادریں خرقہ ایم ازکس ! ہم نرنجیم وہم نرنجانیم

☆ میں نے اکابر دین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ زبونی اور خواری۔

☆ درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیئے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اس سے ظاہر نہ ہو۔

☆ حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا۔ کہ کوئی علم منطق پڑھے۔ تو کس نیت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ بلا اور بلوے میں کیا فرق ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بلا بہ نسبت ظاہر ہے اور بلوے بہ نسبت باطن۔

☆ لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم روئے زمین پر چل سکتے ہیں:

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اذاتم الفقر فھو اللہ کے کیا معنی

ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بندہ کی فنا و نیستی اور اس کی صفات کے محو ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ صوفیہ کرام کا قول ہے کہ فقیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس قول سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے کی حاجت کی نفی ہے۔ حسبی من سوالی علمہ بحالی اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

☆ یہ جو مشائخ کا قول ہے کہ "عارف کی معرفت صحیح نہیں ہوتی جس وقت وہ خدا سے تضرع کرتا ہے" یہ بندہ کی ہستی اور اس کی صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت۔ اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ ہمارا طریقہ نو ادر سے ہے اور محکم دست آویز ہے اور سنت مصطفیٰ صلے علیہ وسلم کے دامن کو پکڑنا اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس راہ میں ہمیں بفضل الٰہی لایا گیا ہے اول سے آخر تک ہم نے یہی فضل الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریق میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہیں۔ مگر سنت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

☆ اہل اللہ بار خلق اس لئے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی دل سے ملاقات ہو جائے۔ اس لئے کہ کوئی دل ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظر عنایت اس کی طرف نہ ہو خواہ وہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اس ولی سے ملے گا۔ اس نظر الٰہی سے اس کو فیض پہنچے گا۔

صد سفرہ بدشمن کشد طالب مقصود　　باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

درویش اہل نقد ہیں۔ آیندہ پر نہیں چھوڑتے۔

امروز ببیں بدیدۂ باطن جمال دوست　　اے بیخبر حوالہ بفرداچہ مے کنی

الصوفی ابن الوقت اشارہ اِسی صفت کی طرف ہے۔

خرو مند زانکس تبرّا کند که اوکار امروز فردا کند

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کر لے۔ وہ کیا کرے، فرمایا کہ اگر اس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے۔ تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے۔ پس وہ حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرے اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے صبر و رضا مطلوب ہے۔

☆ اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو چاہئے کہ حتی المقدور صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی حکمت اس پر ظاہر ہو جائے۔ اگر صبر کی طاقت نہیں اور مبتدی ہو۔ تو شیخ سے دریافت کر لے کیونکہ اس کے لئے سوال جائز ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو۔ تو سوال نہ کرے۔

☆ بندہ کے اختیار کے ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے۔ تاکہ اگر کوئی عمل رضا سے حق سبحانہ کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے۔ تو شرم کے مارے عذر و انابت میں مشغول ہو جائے اور اگر رضائے حق تعالیٰ کے مواق اور اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر کرے۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا گیا۔ کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ کہ بے کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلہ میں نفی ہے: اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دور رکھے گئے ہیں۔''

☆ حضرت عزیزاں علیہ رحمتہ الرحمٰن کا ارشاد ہے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکور کے وقت حضرت عزیزاں دستر خوان پر تھے۔ اسی کے مناسب یہ فرما دیا اور حضرت خواجہ نے گفتہ دائرہ ولایت کی نسبت

سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

☆ ایک دن ایک لڑکا گھر سے نکلا۔ قرآن شریف اس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا۔ تو یہ آیت نکلی۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ — اوران کا کتا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے۔ (سورہ کہف)

خواجہ نے فرمایا کہ امید ہے کہ ہم وہ ہوں گے۔

☆ جس شخص کی قابلیت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہو گیا۔ اس کا معاملہ دشوار ہے۔ سوائے اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے درست نہیں ہو سکتا۔

جز صحبت عاشقان مستاں مپسند — دل درہوس قوم فرو مایہ مبسند

ہر طائفہ ات بجائے خویش کشند — چغدت سوے ویرانہ وطوطی سوے قند

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات واحوال و اعمال کی بصیرت و شناخت ہوتی ہے وہ کہاں سے ہے۔ فرمایا کہ اس نور کی فراست سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے: "تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

مشائخ کا قول ہے۔

المجاز قنطرة الحقيقة — مجاز حقیقت کا پل ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں۔ جب تک سالک ان سے نہ گذرے گا حقیقت کو نہ پہنچے گا۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ بعضے مشائخ کا ارشاد ہے کہ الصوفی غیر مخلوق (صوفی غیر مخلوق ہے) اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات صوفی کے لئے ایک وصف حال ہوتا ہے کہ وہ نابود ہوتا ہے۔ مشائخ کا یہ قول اسی وقت کی نسبت ہے۔ ورنہ صوفی مخلوق ہے۔

وصال: حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت آخر ہوگا۔ تو میں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھاؤں گا۔ سب درویش اس وقت کے منتظر تھے جب حضرت خواجہ قدس سرہ کو مرض الموت ہوا تو کاروان سرائے میں گئے اور مرض کے زمانہ میں اسی سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے۔ خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ ہر ایک کے حال پر مرحمت اور الطاف خاص فرماتے اور آخر وقت دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے پھر دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اور اس عالم سے رحلت فرما گئے۔

خواجہ علاؤالدین غجدوانی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا۔ حضرت حالت نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا علاء دستر خوان لا اور کھانا کھا۔ حضرت ہمیشہ مجھے علاء کہا کرتے تھے۔ تعمیل ارشاد کے لئے دستر خوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ اس حالت میں میں کھانا نہ کھا سکتا تھا۔ اس لئے دستر خوان کو اٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دستر خوان اٹھا دیا ہے۔ پس فرمایا کہ اے علاء! دستر خوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دستر خوان اٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ۔ کیوں کہ کام اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ آپ نے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا۔

آپ کے مرض کے آخری ایام میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا۔ دیکھئے حضرت کس کو ارشاد کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ کو اس خطرہ سے آگاہی ہوگئی اور فرمایا کہ اس وقت مجھے تشویش میں مت ڈالو یہ کام میرے اختیار کا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ تم میں سے جس کسی کو اس مرتبہ پر پہنچا دے گا۔ وہ مرتبہ خود اس کا فیصلہ کر دے گا۔ حضرت خواجہ کے بعض مریدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے اس وقت یہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو ہم نے حجاز کے راستہ میں کہی تھی کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو۔ وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے اس ارشاد کے دوسرے دن آپ نے رحلت

فرمائی۔

خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا۔ جب سورہ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے۔ ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوئے اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہو گیا۔ حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی اور چوہترویں سال میں پیر کے دن تیسری ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بہاء الحق والدین طاب مثواہ	امامِ سنت و شیخِ جماعت
چو میرفت از جہاں ایں بیت میخواند	بر اہلِ فضل و اربابِ براعت
بطاعت قرب یزداں میتواں یافت	قدم درنِہ گرت ہست استطاعت
بدیں دستور تاریخ وفاتش	بروں آراز حروفِ قربِ طاعت

☆☆☆☆☆☆☆

کتابیات:

احیاء العلوم	امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ
اسرار الاولیاء	ملفوظات حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (مرتب بدرالدین اسحاق)
انوار اصفیاء	ادارہ تصنیف و تالیف
اخبار الصالحین	
اللہ کے ولی	خان آصف
بہجۃ الاسرار	ابوالحسن شطنوفی
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
تذکرۃ الواعظین	مولانا محمد جعفر قریشی
جامع کرامات اولیاء	علامہ یوسف نبہانی
حضرات القدس	بدرالدین سرہندی
خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہور
خلاصۃ المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ	محمد عبداللہ یافعی
دس ولی	سید بشیر احمد سعدی
روض الفائق	
سیر الاولیاء	امیر خورد مترجم اعجاز الحق قدوسی
سفینۃ الاولیاء	محمد داراشکوہ
سکینۃ الاولیاء	"
شرح صحیح مسلم	مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری مترجم علامہ غلام رسول سعید
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین عمر سہروردی
غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کشف المحجوب	حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ
مراۃ الاسرار	عبدالرحمن چشتی
مکاشفۃ القلوب	امام محمد غزالی
نزہۃ البساتین	امام یافعی یمنی
نزہۃ المجالس	عبدالرحمن صفوری

عالم فقری

کی شہرہ آفاق تصانیف

وظائف اسماء الحسنیٰ	فقری اعمال قرآنی
فقری اسم اعظم	زکوٰۃ کی کتاب
اللہ کے مشہور ولی	تذکرہ اولیائے ہندوستان
اللہ کے ناموں کی شرح	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل
فقری سچی حکایات	سنی فضائل صدقات

ادارہ [illegible] خدام القرآن
۳۰ اردو بازار لاہور

عالم فقری کی تصانیف



ادارہ پیغام القرآن